

محبت رنگ دے جاتی ہے

مصنفہ: آن فاطمہ



محبت رنگ دے جاتی ہے

از آن فاطمہ

۱ تا ۲۰ قسط

بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔ آسمان سے گرنے والی بوندیں اس کے جلتے دل پہ ایک پھوار بن کر برس رہی تھی۔ ٹھنڈی یک بستہ ہوا کے تیز جھونکے اندر تک اترتے وجود میں کیپکپی پھیلاتے تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مسلتے سردی کی شدت میں کمی کرنے لگتی۔ ہر جانب ہو کا عالم تھا بس کچھ فاصلے پہ رنگوں پہ نہایا ہوا ایک گھر تھا جہاں مدہم سی ڈی جے کی آوازیں اس کی سماعتوں میں اتر رہی تھی مگر دل پھر بھی بے چین تھا۔ دل میں ایک انجانا سا خوف تھا کچھ چھن جانے کا خوف جو سختی سے اس کا دل مٹھی میں جکڑتے اس کی سانس تک کھینچ رہا تھا۔ وہ ایک درخت تلے کھڑی ان برستی ہوئی بوندوں کو تک رہی تھی جو اس کا پہلا عشق تھی۔ جن سے محبت شاید اس پہ فرض ہوئی

تھی۔ آنکھوں میں بے پناہ جگنو چہرے پہ ایک الوہی سی چمک لیے وہ بارش میں بھیگنے کو
 مچل رہی تھی معاً اس کی نگاہ اپنے ساتھ ہی کچھ فاصلے پہ کھڑے وجود پہ پڑی تو اس نے
 حسرت بھری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ وہ اس کے تعاقب میں تو یہاں تک کا سفر کر
 آئی تھی۔ اسے اپنے اس قدر نزدیک دیکھ دل بے ایمان ہو رہا تھا۔ کچھ ساعتوں بعد وہ موبائل
 رکھتے اپنی بروقار چال چلتے اسی کی جانب چلا آیا تو اس کی سانسیں تھمی تھمی کیونکہ وہ ہر چیز
 سے بے پرواہ بارش میں بھیگ رہا تھا اور اس سنگ بھیگنے کی خواہش تو اس کی بھی تھی تو
 کیا آج اس کی خواہشات پوری ہونے والی تھی۔ وہ سبج دہج کر قدم اٹھاتے اس کے نزدیک
 آئی تھی۔

کیا بات ہے جلدی بولیں میرے پاس وقت نہیں ہے۔

وہ اکھڑ لہجے میں بولتے اس کے چہرے سے بے دردی سے نوچ چکا تھا۔ اس نے ہمت
 متجمع کرتے اس کی جانب دیکھا جو بار بار ایسا کرتا تھا کیا وہ اسے شرمندہ کرنا چاہتا تھا۔

"وہ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا مجھے۔"

وہ بمشکل اپنے لہجے کی کپکپاہٹ پہ قابو پانے کی خاطر اپنے شگرفی لبوں کو سختی سے دانتوں میں دبا گئی یہاں تک کہ خون کا ذائقہ اس کے منہ تک میں گھل گیا۔ مقابل کی آنکھیں اس کی بات پہ سرخ ہوئی۔ اس نے ایک قرآلود نگاہ اس پہ ڈالی اور بے نیازی سے نگاہوں کا زاویہ بدلتے قدم آگے کی جانب بڑھائے کیونکہ اس کی بات کا جواب وہ فلحال نہیں رکھتا تھا۔ بارش پوری طرح برستے ان دونوں کو بھگا رہی تھی۔ اپنے مضبوط بازو پہ اس کا لمس محسوس کر وہ ایک جھٹکے سے اس کے مقابل آیا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی لغزش مقابل کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔ وہ اس کے چند قدم کی دوری پہ رکتے تمسخر سے ہنسا تو اس کا دل بے ساختہ ڈوب کر ابھرا۔ کیا وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا یا اس کے جذبوں کا۔ اس کے وجود میں غصے کے بھانپھڑ چلنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت میں بہہ رہے تھے۔ اس کی ذات ارزاں تو بالکل نہیں تھی کہ کوئی بھی اسے روند کر چلا جاتا اور وہ مظلومیت کا رونا روتے رہ جاتی۔ ابھی بھی اس کا یوں ہنسنا اس کی حالت غیر ہونے لگی۔ ہاں اس کی مسکراہٹ سے ہی تو تھی جس کی بدولت وہ جیتی تھی مگر یہی مسکراہٹ اسے فالوقت موت کے دہانے پہ دھکیل رہی تھی۔

"میں محبت کرتی ہوں آپ سے۔ کیا اس کے معنوں سے واقف ہیں آپ۔"

اس کی بات پہ اس نے سرد نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو آسمان سے زور و شور سے گرتی بارش کی بدولت بھگی بھگی سی کانپتے ہوئے پورے ہوش و حواس میں چلا رہی تھی۔ چہرے پہ بارش کا پانی گرنے کی بدولت اس کے نین کٹوروں سے نکلتے آنسو بھی بارش کے ساتھ ہی پھسلتے چلے جا رہے تھے۔

"کتنی محبت کرتی ہو مجھ سے۔"

معاً وہ مضبوط قدم اٹھاتا اس تک آیا جس کی بدولت زمین پہ موجود بارش کے پانی کی بدولت چند چھینٹیں اسکے کپڑوں پہ بھی پڑی تھی۔ اس لڑکی نے بھگی متورم آنکھوں سے اس کا چہرہ جانچا جہاں فقط سرد مہری کا تاثر ابھرا ہوا تھا۔ اس نے بے دردی سے اپنے سردی سے جمتے گالوں کو رگڑتے کپکپاتے لبوں سمیت ایک ہچکی بھری۔

"شاید خود سے بھی زیادہ۔"

وہ دھیمے پرسوز لہجے میں بولتی مقابل کو ساکت و جامد کر گئی۔ بارش کے برسنے کی آواز تو کبھی دور جا کھوئی تھی اسکی سماعتوں میں تو صرف اس لڑکی کے الفاظ گونج رہے تھے جو کس قدر دھڑلے سے اس سے محبت کا اظہار کر رہی تھی یہاں تک کہ وہ اس سے قائم اس کا رشتہ بھی فراموش کر چکی تھی کہ وہ اس کے استاد کے رتبے پہ فائز ہے۔ اس نے دو قدم مزید آگے بڑھاتے اس کے بازو کو سختی سے اپنی آہنی گرفت میں لیتے ایک جھٹکا دیا کہ اس کے لبوں سے ایک سسکی برآمد ہوئی۔

شاید لفظ سے نفرت ہے مجھے۔ یقین دلاؤ اپنی محبت کا مجھے کہ کس قدر محبت کرتی ہو مجھ سے۔"

وہ بے تاثر لہجے میں بولتے اس کے وجود میں نئے سرے سے خوف بھر گیا۔ اس نے درد پڑتے چہرے سمیت اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ اسے اپنا آپ بھسم ہوتا محسوس ہوا۔ کیا محبت میں اتنی بھی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ مقابل کو شکست دے کر اپنی جانب مائل کر سکے۔ کبھی کبھی محبت حقیقتاً کمزور ہوتی ہے۔ اس کی

ذات کیا مقابل کیلئے اس قدر بے وقعت تھی۔ وہ جی کراہ کر رہ گئی۔ شدت سے جی چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رودے اس وقت وہ خود کو بے بسی کی انتہاؤں پہ محسوس کر رہی تھی۔

مم۔ میں آپ کیلئے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ کچھ بھی۔ میں نے آپ سے محبت کر کے " خساروں کو اپنی ذات سے منسلک کر لیا ہے۔ اب میں چاہ کر بھی خود کو اس خسارے سے "نہیں نکال سکتی۔ اس سے زیادہ محبت کا یقین کیسے دلایا جاتا ہے۔

وہ بے بسی و بے کسی سے بولتی اس کے ہاتھ کو تھامتے اس کی ہتھیلی پہ گرتی بارش کی بوندوں کو دیکھنے لگی اور وہ اس کے سردی سے نیلے پڑتے لبوں کو دیکھتے سختی سے لب بھیجنے لگا۔ یہ لڑکی کو اس کے پیچھے سب کچھ لٹوانے کو تیار تھی مگر کیوں وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا۔ کیا اسے اپنی عزت و حرمت کی پرواہ نہیں تھی جو تنہا اس سرد رات میں بارش سے بھگے کپڑوں سمیت اس سے اپنی محبت کی بھیک مانگ رہی تھی۔

"کچھ بھی کر سکتی ہوں نا میرے لیے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے عجیب سی چمک لیے گہرے لہجے میں استفسار کرنے لگا۔ اس نے کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔

کچھ بھی! چاہے آپ آزما کر دیکھ لیجیے گا آپ سے منسلک ہر امتحان میں میں کامیاب ٹھہروں گی۔

وہ اذیت سے مسکراتے خود ترسی کی کیفیت میں گویا ہوئی۔ وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے دونوں ہاتھوں کو اپنی پشت پہ باندھ گیا۔

"ٹھیک ہے پھر بھول جاؤ مجھے۔"

وہ سفاک لب و لہجے میں بولتے اسے سن کر گیا۔ وہ اس کی بات پہ دھنگ رہ گئی۔ اس کے ہاتھ پہ اس کی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔ وہ یہ سننے کی خواہاں تو نہیں تھی۔ کیا سچ میں کسی کا کہا سچ ہونے والا تھا کہ محبت میں ذلت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں۔ اس کے لب کچھ بولنے کی خاطر پھر پھڑپھڑائے تھے۔

میں کوشش تو کر لوں گی مگر میں جانتی ہوں کہ میں آپ کو بھولنے کی پہلی کوشش میں "ہی اپنی جان گنوا دوں گی۔ میری سانسیں تھم جائیں گی۔ کیا آپ مجھے مرتا ہوا دیکھ لیں گے۔"

ایک بے مول آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹتے اس کی چوڑی ہتھیلی پہ گرا تو وہ ایک جھٹکے میں اسکی گرفت سے اپنا ہاتھ نکالتے مٹھی کو بھیجنے لگا اور پتھریلی نگاہیں اس کے چہرے پہ جمائی۔

ہاں تمہاری موت کا اتنا دکھ نہیں ہوگا جتنا تمہارے سے محبت کے عہد و پیمان باندھنے "سے ہوگا۔ تم میرے ساتھ کی خواہش کر کے فقط اپنے نام اذیت لکھواری ہو کیونکہ مجھ سے کسی قسم کی توقع مت رکھنا۔ کاش تم نے ہمارے مابین رشتوں کے تقدس کا خیال "کیا ہوتا تو مجھے آج تم سے اس قدر شدید نفرت نا محسوس ہو رہی ہوتی۔"

وہ برفیلے ذہر خند لہجے میں بولتے اس کی ذات کے پر خچے اڑاتے اس کا وجود لہو لہان کر گیا۔ اس نے سانس لینے کی کوشش کی تھی مگر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے دل کو مٹھی میں جکڑ رہا ہو۔

"اتنی نفرت کرتے ہیں مجھ سے۔"

وہ اذیت زدہ لہجے میں بولتی آنکھوں میں ایک آس لیے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ شدت سے خواہش کی تھی اس چہرے پہ اپنے نام سے چمک دیکھنے کی مگر ہر بار کی طرح وہ ناکام ٹھہری تھی۔

شاید اس سے بھی زیادہ۔ لوگوں کی محبت ان سے کچھ بھی کروانے کا دم رکھتی ہے اور "میری نفرت میں اتنا دم ضرور ہے کہ میں تمہاری جان لینے سے بھی گریز نہیں کروں گا پھر ہر جانب جانتی ہو کیا چرچے ہونگے کہ ایک عاشق اپنے محبوب کے ہاتھوں ہی مارا گیا" وہ محبوب جس کے اندر سرے سے ہی اس کیلئے کوئی جذبہ نہیں تھا۔

وہ اس کے وجود کو بے دردی سے جھٹکتے عجیب تنفر بھرے لہجے میں بولتے اپنا چہرہ آسمان کی جانب کرتے بارش کی بوندوں کو خود پہ گرتے محسوس کرنے لگا تاکہ وجود میں اٹھ رہی جلن کو کم کر سکے۔ وہ اس کی بات پہ لڑکھڑاتے بے دم سی ہوتی زمین پہ گرنے والے انداز میں بیٹھی تو پورے وجود میں ٹھٹھرتی سردی کی بدولت سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

"آپ جانتے ہیں کہ آپ بہت ظالم ہیں۔"

وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"نہیں غلط میں ظالم نہیں ہوں تم ظالم ہو۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے جتانے والے لہجے میں بولا۔ اس کے چہرے پہ ایک تاریک سایہ لہرایا۔

ہاں میں ظالم ہوں مگر آپ کے معاملے میں نہیں اپنے معاملے میں کیونکہ سب جانتے "بوجھتے میں خود پہ ظلم کر رہی ہوں۔ میرے زندگی کا سب سے سیاہ ترین دن ہے یہ میرے

پسندیدہ موسم میں میرے پسندیدہ شخص نے میرے وجود سے روح تک کھینچ لی ہے۔ ناب
"یہ موسم پسند رہے گا اور۔"

وہ غمض کے عالم میں چلا کر بولتے آخر میں کمزور پڑی تھی۔ سانسیں تھم سی گئی
تھی۔ بس بارش کے گرنے کی آواز اس کی سماعتوں پہ اب گراں گزر رہی تھی۔

وہ اس کی گہری بات پہ ایک لمحے کیلئے خاموش ہوا مگر پھر ایک سرسری سی نگاہ اس پہ
ڈالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنی گاڑی تک پہنچا تھا۔ اس نے حسرت سے اس کی چوری
پشت کو تکا تھا کہ شاید وہ واپس لوٹ کر اس کا ہاتھ تھام لے اور وہ کسی تتلی کی مانند فضا
میں لہلاتی پھر مگر کچھ خواب کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھاڑ سکتے۔

تم کہتے ہو کہ تم میری جان لینے کی ہمت رکھتے ہو مگر تمہیں کیا معلوم تم میری جان لے
چکے ہو۔ تم نے مجھے مار دیا ہے آج ایک محبوب نے بے دردی سے اپنے عاشق کی سانسیں
روک دی ہیں تمہاری ہمت کی تو واقعی داد دینی پڑے گی۔ تم بہت بے دردی ہو بہت
زیادہ۔ خود پہ بے تحاشہ جبر کرتے محبت کا جتنا بھی سفر میں طے کر پائی ہوں اس سفر

میں ایک بات بہت اچھے سے جان گئی ہوں کہ محبت کبھی مر نہیں سکتی بلکہ مار ضرور دیتی ہے۔

وہ کرب سے آنکھیں موندتے ویران لہجے میں بڑبڑائی۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس اپنے چہرے پہ محسوس کر اس نے خالی خالی نگاہوں سے اس کی گاڑی کی جانب دیکھا جہاں اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھنا اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ وہ اپنی ہی سوچ کر تلخی سے مسکرائی تھی۔ لب بری طرح نیلے پڑنا شروع ہو چکے تھے۔ گاڑی نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے یخکت تارکی سی چھائی لگے ہی لمحے وہ درد چہرے سمیت اپنے حواس کھوتی چلی گئی۔

موسم معمول کی بانسبت آبرآلود تھا۔ ہوا کے زور سے لہلاتے پتوں کی سرسراہٹ ایک عجیب سے احساس سے روشنا کر رہی تھی۔ اکتوبر کا مہینہ ہونے کی بدولت سردیوں کی آمد آمد تھی مگر ابھی بھی سورج کی کرنیں روح تک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی تھی۔ ہوا کا ایک تیز

جھونکا وہاں موجود ہر چرند پرند انسانوں سب کو ایک الفریب جذبے سے روشناس کرا رہا تھا۔ فضا میں ٹھنڈی ہوا اپنے رقص بکھیرتی تو مٹی کے ذرے فضا میں تحلیل ہوتے جھوم اٹھتے تھے۔ آسمان پہ سیاہ بادلوں نے ڈیرا جمایا ہوا تھا۔ کبھی بھی بارش ہونے کے امکانات واضح تھے۔ دن کے بارہ بجے بھی شام کا منظر معلوم ہو رہا تھا۔ یہ منظر جامعہ پنجاب کے مخصوص ڈیپارٹمنٹ کالج آف سٹیٹس کا ہے جہاں اطراف چاروں جانب رنگ و بو کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ قد آور درختوں کے ہجوم کے وسط میں سے گزرتے جائیں تو ایک جانب سرسبز اور نرم گرم گھاس پہ ایک لڑکیوں لڑکوں کا مشترکہ گروپ کتابیں کھولے پڑھائی میں مصروف تھا جبکہ دوسرے جانب نظر گھمائے تو ایک لڑکیوں کا ٹولہ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ سامنے لمبی راہداری سے گزرتے کیفے ٹیریا کی جانب جائے تو ایک جانب پانچ لڑکیوں کو گروپ آپس میں بحث و مباحثہ میں مصروف تھا۔ جس میں دو کے چہروں پہ تو دبی دبی سی مسکراہٹ تھی البتہ دو کے چہروں سے واضح تھا کہ وہ آج اچھی خاصی تکرار کے موڈ میں ہیں۔ اس کے برعکس پانچویں لڑکی اپنی کرسی ہاتھ میں تھامے بیزاری سے انہی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"میں آج میز نہیں لگاؤں گی میں بتا رہی ہوں۔"

مریم شہادت کی انگلی اٹھاتے دانت پیس کر تنبیہی لب و لہجے میں گویا ہوئی تو عناب نے بھی خونخوار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

کیا ہو گیا ہے یار ایک میز ہی تو اٹھانا ہے قسم سے ایسے برتاؤ کر رہی ہو جیسے کوئی لڑکا۔
"اٹھانے کا کہ دیا ہو۔"

پریسہ ان کی فضول سی بحث پہ ناگواری سے بولی کیونکہ ایک جانب ہی سینیئر کا ایک گروپ انہی کی جانب دیکھتے مسلسل ہنس رہا تھا۔

اچھا محترمہ تو پھر آپ خود ہی لگالیں میں زمین پہ بیٹھنا گوارا کر لوں گی مگر آج یوں میز اٹھا۔
"اگر یہ سیڑھیاں نہیں اتروں گی۔"

مریم بے نیازی سے کندھے اچکا کر بولتی ایک جانب کرسی لگا کر موبائل پہ مصروف ہو گئی۔ پریسہ اور عقیفہ نے خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا اور گہرا سانس بھرتے بریزہ کی جانب دیکھا جو میز ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔

چل عقیفہ یہ کام تیرا اور میرا ہی ہے بس۔ ہم ایسا کرتے ہیں کیڑنگ سروس شروع"

"کرتے ہیں اچھا کما بھی لیں گے۔

وہ میز کا ایک سرا عقیفہ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولی اور کچھ ہی دیر میں وہ بالآخر میز کے ساتھ کرسیاں لگانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مریم نے فاتحانہ نگاہوں سے عناب کی جانب دیکھا جو تند نگاہوں سے اسے ہی گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

"ایسے مت گھورو جانِ من تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے گی۔"

وہ بائیں آنکھ دبا کر بولتی قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"چلو یار کچھ منگواؤ جلدی سے۔ بہت بھوک لگی ہے۔"

مریم کی بات پہ یکلخت سب کے چہروں کا رنگ اڑا انہوں نے گھبرا کر پہلو بدلا اور اپنے اپنے بیگز کے گرد گرفت مضبوط کر لی کیونکہ وہ اپنے پیسوں کی بجائے ان سب کے پیسوں سے کھانے کو ترجیح دیتی تھی۔

ہاں ہاں ضرور کرو جس نے جو جو کھانا ہے خاموشی سے اس کے پیسے یہاں رکھتا"
 "جائے۔ وہ کیا ہے نا میرے پاس آج صرف جانے کا کرایہ ہی باقی ہے۔"

عفیفہ کی بات پہ سب نے بیک وقت ایک دوسرے کی جانب دیکھا جو مسکینیت سے
 انہی کی جانب متوجہ تھی۔ کچھ ہی دیر میں ان کا میز مختلف قسم کی لوازمات سے سج چکا
 تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی کھانا شروع کرتا مریم نے سختی سے انہیں ٹوک دیا۔

یار ایک منٹ نا سڑیک تو بھیجنے دو کم از کم۔ صبح سے کوئی سڑیک نہیں بھیجی۔ اچھی"
 "خاصی چل رہی ہے ایسے ہی ٹوٹ جائے گی۔"

وہ سرعت سے موبائل بیگ سے نکال کر اگلے دو منٹ میں اپنے کام سے فراغت حاصل
 کر چکی تھی۔

محترماؤں کھانے کو انتظار بالکل نہیں کروانا چاہیے اور جب سامنے چیز پڑی ہو تو بنا کسی"
 "تردد کے منہ میں ڈال لینی چاہیے۔"

اپنے عقب سے آنے والی بھاری گھمبیر مگر شرارتی آواز پہ ان سب کے حواس ٹھنکے تھے۔

اس سے پہلے کہ مریم چپس پکڑ کر منہ میں ڈالتی فارس نے بروقت اس کے آگے سے پلیٹ کھسکاتے ہاتھ میں تھام لی۔ سب نے بیک وقت غصے سے لال پیلے ہوتے چہرے سمیت اس کی جانب دیکھا جس بھوکے کو ان کی چیزیں ہڑپنے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔

"فارس واپس کرو پلیٹ جلدی سے۔"

عذاب تنبیہی لہجے میں بولی جس کا اس پہ خاطر خواہ اثر بھی نا ہوا بھلا وہ کوئی سدھرنے والی چیز تھی جو ان کی بات سنتا تبھی دلکشی سے مسکرا کر کرسی کھسکاتے ان کے ساتھ ہی براجمان ہو گیا۔ کچھ ہی دیر میں ہادی بھی وہی آ گیا۔

"ارے چھوٹے بھائی ذرا ٹھنڈی سی بوتل تولادیں یہ والی محترمہ مانگ رہی ہے۔"

معاً کسی خیال کے تحت وہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے دور کھڑے لڑکے کو آواز دیتے ہوئے کھانے میں مصروف بولا۔ وہ بھی اس کے اشارے پہ دوڑا دوڑا آیا تھا۔ وہ پانچوں لڑکیاں ضبط سے اس کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

"تم سدھر کیوں نہیں جاتے فارس۔"

پریسہ اس کا چہرہ دیکھ منت کرنے والے انداز میں بولی جہاں ہمہ وقت ایک شرارتی پن چھلکتا رہتا تھا۔

ارے پتیسہ اوہ سوری میرا مطلب پریسہ ہم وہ نہیں جو سدھر جائے ہم تو وہ ہے جو"

"سدھارنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے مزے سے بولا۔ اس کی بات پہ سب نے نہایت سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا۔ اپنے اطراف میں غیر معمولی خاموشی محسوس کرتے اس نے چونک کر کھانے سے ہاتھ کھینچا اور ان سب کی جانب نگاہیں دوڑائی۔

"کیا ہوا ہنسی نہیں آئی تم لوگوں کو۔"

وہ بھنویں اچکاتے ہوئے سوالیہ انداز میں گویا ہوا اور بوتل کو لبوں سے لگاتے ہی سانس میں پینے لگا۔

چلو مت ہنسو مجھے کوئی مسئلہ نہیں میں کونسا تم لوگوں کو ہنسانے آیا ہوں میں تو یہاں " صرف کھانے آیا ہوں۔

وہ کندھے جھٹک کر بولتے چپس کی پلیٹ ہادی کی جانب بڑھا گیا جو اب خاموشی سے اس کے ہاتھ سے تھام کر کھانا شروع ہو چکا تھا۔

"ہادی تم بھی۔"

بریزہ سکتے کی کیفیت میں بولی۔ اس نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا۔

ہاں وہ دراصل میرے والدین کی تربیت ہی کچھ ایسی ہے کہ کبھی بھی کوئی کھانے کا " پوچھے تو اسے انکار قطعی نہیں کرنا چاہیے بلکہ بلا جھجک بسم اللہ پڑھ کر کھالینا " چاہیے۔

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر بولتے موبائل پہ جھک گیا۔ ان سب نے مزید بحث کرنے کا ارادہ ترک کرتے کھانے میں مصروف ہو گئے اس سے پہلے کہ سامنے بیٹھے حیوان سب کچھ ہڑپ جاتے۔

"ویسے یہ ارتضیٰ کہاں ہے آج نظر نہیں آ رہا۔"

عنان نے مصروف سے انداز میں پوچھتے اطراف میں نگاہیں دوڑائی تو سب نے معنی خیزی سے اس کی جانب دیکھا۔

مہربانی کر کے اب کسی قسم کی بکو اس مت کرنے لگ جانا۔ وہ بس یہاں پہ ایک حیوان "اکی کمی تھی نا بس اسی لیے پوچھ لیا۔

وہ کرسی سے پشت ٹکاتے دانت کچکچاتے ہوئے بولی۔

"ہاں وہ بس اس کی محبوبہ روٹھ گئی تھی تو اسی کو منانے میں مصروف ہے وہ۔"

ہادی کے بے نیازی سے کہنے پہ سب نے حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس کی جانب دیکھا۔

"محبوبہ اف فاطمہ یا خدایا مطلب ارتضیٰ نے بھی کوئی پھنسالی۔"

مریم حیرت میں غرق چلائی۔ بریزہ نے غصے میں اس کے بازو میں چٹکی بھری تو تکلیف کے مارے وہ بلبلا اٹھی۔

ہاں تو وہ تمہیں کیا شکل سے معصوم دکھتا ہے ایک نمبر کا ٹھہری انسان ہے مجھے پورا"

"بھروسہ ہے اس نے ایک نہیں بلکہ دو تین چھنسائی ہونگی۔

عنان غصے سے دانت کچکچاتے ہوئے مسٹھیاں بھیج کر بولی۔ فارس نے سرعت سے اس کی بات پہ تائیدی انداز میں سر ہلایا اور اپنے مخصوص انداز میں پیشانی پہ خارش کی۔ ان سب کا شک مزید یقین میں بدل گیا۔

"ویسے عناب تمہیں کیسے علم ہوا کہ اس کی دو سے تین محبوبائیں ہیں۔"

ہادی نے بھولپن سے استفسار کیا۔ سب کی نگاہوں کا رخ اب عناب کی جانب تھا۔ بلیو جینز پہ گھٹنوں کو چھوتا فراک پہنے لمبے بالوں کو دونوں شانوں سے آگے گرایا ہوا تھا البتہ ڈوپٹہ سرے سے ہی ندارد تھا۔

"بس میں چہروں کو پڑھنے کے فن سے واقف ہوں۔"

وہ بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتی اتر کر بولی۔ پریسہ اور عفیفہ نے مسکراہٹ دبا کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا البتہ فارس اس کی بات پہ مدہم سا ہنس دیا۔

تم تو قابلِ رشک ہو عناب۔ تم جانتی ہو وہ صبح اٹھ کر اس کے چہرے کا دیدار کرتا" ہے۔ رات سوتے اسے چومتا ہے۔ اس کے ساتھ ارتضیٰ کی ڈھیروں تصویریں ہیں۔ کبھی "کبھی تو ہمیں جلن ہوتی ہے اس کی محبوباؤں سے۔

وہ مصنوعی آنکھیں پونچھتے ہوئے غمگین لہجے میں بولا۔ سب کو اس کی بات پہ پریشانی ہونے لگی۔ ٹھیک ہی تو کہتے ہیں دوستی میں کسی کی بھی شراکت داری برداشت کہاں ہوا کرتی ہے۔ ہادی نے اس کا شانہ تھپتھپاتے اسے تسلی دی تو پورے میز پہ ایک لمحے کیلئے سکوت چھا گیا۔ وہ سب اب فارس کے دکھ میں برابر کے شریک تھے۔ معاً چند ساعتوں بعد اپنے نزدیک سے آنے والی قدموں کی چاپ پہ پریسہ نے نظریں اٹھاتے سامنے کی جانب دیکھا جہاں ارتضیٰ آٹھویں سمسٹر کے لڑکوں سے باتوں میں مصروف تھا۔ اس نے اپنے ساتھ بیٹھی مریم کو ٹھوکا مارا تو اس نے بھی سامنے کی جانب دیکھا جہاں سے اب وہ انہی کی جانب آ رہا تھا۔ چہرے سے الگ ہی خوشی چھلک رہی تھی۔ گرے اور سیاہ رنگ کی پینٹ شرٹ پہنے بال پیشانی پہ بکھرے ہوئے تھے وہ اپنے لاپرواہ انداز میں بھی بے حد حسین لگتا تھا۔ گلے ہی منٹ میں وہ ان تک پہنچ چکا تھا۔

ارے کیا ہو گیا یہ فارس کے ہوتے خاموشی کسی اچھی بات کی جانب نشاندہی نہیں " "کر رہی۔

وہ ان کے ساتھ ہی رکھی کرسی پہ جگہ سنبھالتے ہوئے مزے سے بولا۔

"ارتضیٰ جی آپ کی محبوبہ مان گئی ہیں لگتا جو اس قدر خوشگوار موڈ میں ہیں آپ۔"

مریم اس پہ طنز کرنے والے انداز میں بولی تو وہ جو بوتل پینے میں مصروف تھا اسے ذبردست قسم کالگے میں پھندا لگا۔ اس نے سرخ چہرے سمیت مسلسل کھانستے ہوئے ان سب کی جانب دیکھا جو خطرناک تیوروں سمیت اسی کو گھور رہے تھے۔

اوہ اچھا اچھا ہاں مان گئی ہے بڑا سولڈ قسم کا ناراض تھی قسم سے۔ پرزے بھی ڈھیلے " ہو گئے تھے۔ پہلے میں نے سوچا کہ نئی لے لوں پھر ذہن میں آیا کہ اولڈ اس آلویز گولڈ۔ نئی چیز زندگی میں آ بھی جائے مگر پرانی کی جگہ وہی رہتی ہے۔ اسی لیے اسے واش کروا کر "اچھی طرح بالکل نیو کر دیا ہے۔

وہ مسکراتے لب و لہجے میں بولا۔ سب کے منہ حیرت کے مارے کھلے کھلے رہ گئے۔ فارس نے مظلومیت سے اس کے شانے پہ سر دھڑا۔ مطلب وہ ان سب کے سامنے اس بات کا اقرار کر رہا تھا۔

"پرزے واش۔ استغفر اللہ دیکھو ذرا کیسے لڑکیوں میں بیٹھ کر بیہودگی میں اتر آیا ہے۔" عقیفہ پریسہ کے کان میں جھکتے ہوئے بڑبڑائی جس کا چہرہ خود بھی الگ سرخ پڑ رہا تھا۔

"تم ایک لڑکی کے بارے میں ایسی باتیں کیسے کر سکتے ہو ارتضیٰ۔"

مریم صدماتی کیفیت میں بولی۔ عناب نے مشکوک نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

کیا۔ لڑکی تمہارا دماغ ٹھکانے پہ ہے یا نہیں مریم بی بی۔ میں تو اپنی ہیوی بائیک کی بات "اگر رہا ہوں۔"

وہ ایکدم اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہوا اور دانت پہ دانت جھماتے ہوئے بولا۔ عناب نے خشمگین نگاہوں سے فارس کی جانب دیکھا جو اب میز کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بجاتے

ان سب سے مکمل لاپرواہی برت رہا تھا۔ ان سب کی آنکھوں کی پتلیاں اس کی بات پہ حیرت سے پھیلی۔ سب کی نگاہیں ایک جھٹکے میں فارس کی جانب اٹھی تھی۔

کیا ہوا تم لوگ کیا سمجھے کہ میں لڑکی کی بابت بات کر رہا ہوں۔ ارے اس گونچو کی شکل " دیکھو اسے لڑکی دینی کس نے ہے۔ میں تو اس کی محبوبائیں مطلب بائیکس کی بات کر رہا " تھا دیوی اور سجنو۔

وہ بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سنوارتے ہنستے ہوئے بولا۔ سب سے پہلے پریسہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھوں میں تھامی انگلش کی کتاب غصے سے اس کے سر پہ ماری تھی۔

"ایک تم اور تمہارے گھٹیا تھرڈ کلاس جو کس۔"

وہ تنک کر بولتے سب کو وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کرنے لگی۔ اس کے اشارے پہ وہ چاروں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

چھوٹے بھائی یہاں کچھ دیر قبل کچھ بھی کھایا گیا ہے نا اس کی رقم آپ ان صاحب " نے وصول کیجیے گا۔

پریسہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت بولتی اسے ساکت کر گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے دفاع میں کچھ بولتا وہ پانچوں آگے پیچھے ایک دوسرے کی تقلید میں کیفیٹیوریا کی حدود سے باہر نکلتی چلی گئی۔

"اب تم دونوں کیوں ایسے گھور رہے ہو مجھے۔ کیا تمہیں بھی میرا جوک پسند نہیں آیا۔" وہ ان دونوں کی گھورتی نگاہوں سے زیر اثر منہ بنا کر بولا۔

"نہیں۔"

وہ دونوں بیک وقت اس کی کمر مین جھانپڑ رسید کرتے دھیمے لہجے میں غرائے تو وہ بے دم سا ہوتے وہی کرسی پہ گر سا گیا اور اپنی جیکٹ کی ہوڈی سر پہ گراتے آنکھوں تک کر لی۔

اگر کوئی فارس شیخ کی متعلق کچھ بھی پوچھیں تو بلا جھجک ان سے کہ دیجیے گا کہ وہ وفات " پاچکا ہے۔

آنکھیں موندنے سے پہلے وہ دلفریبی سے بولا۔

"اے پیسے نکال نیدے انسان۔"

ارتضیٰ اس کی ٹانگ پہ ٹانگ رسید کرتے ہوئے چیخا مگر وہ اس کی باتوں سے لاپرواہی برتتے
آنکھیں موندے وہی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کو چہرے پہ پڑتا محسوس کر رہا تھا۔

:لیسٹ آباد

لیسٹ آباد کو شمالی علاقوں میں داخل ہونے کا دروازہ بھی کہا جاتا ہے ، اسلام آباد سے
شمال کی جانب کم وبیش دو گھنٹے کی ڈرائیو پر واقع اس شہر کے چاروں طرف خوبصورت اور
سرسبز پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آتی ہیں، یہاں جنگلات سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں سے آنے
والی ہوا میں بھی ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے۔ اس شہر کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ
جہاں موسم سرما میں ملک کے دوسرے پہاڑی شہر سخت سردی کی وجہ سے ویران
ہو جاتے ہیں وہیں اس شہر کی رونق میں کوئی کمی نہیں آتی کیونکہ اس شہر کا موسم نسبتاً

معتدل ہوتا ہے۔ شاہراہ قراقرم کی تعمیر کے باوجود ایبٹ آباد اب بھی شمالی علاقوں کو جانے کے لیے راہداری کی حیثیت رکھتا ہے۔ اونچے پھیلے ہوئے پہاڑوں کے عین وسط میں جاتی سرک پہ مقیم یہ شہر اپنی مثال آپ ہے۔ اسی طرح درختوں کے جھنڈ میں موجود حویلی دیکھنے والے کی نظر کو ساکت کر دیتی تھی۔ سرخ اینٹوں سے بنی یہ حویلی چاروں اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔ اندر جانے کے راستے کے دونوں جانب مختلف گیاریاں جو اس حویلی میں بسنے والے لوگوں کی مرہونِ منت تھی۔ مختلف پھلوں کے درخت حویلی کے دالان میں موجود تھے۔

"مورے لالہ اب تک لوٹے نہیں کیا۔ امارے کو جانا ہے ان کے ساتھ کچھ خریدنے۔"

پر خہ کچن میں پراٹھے بنانے میں مصروف برتختہ خانم سے مستسفرانہ انداز میں گویا ہوئی تو انہوں نے اسے ایک ذبردست گھوری سے نوازا تھا جس کی سوئی کل سے ایک ہی بات پہ اڑی ہوئی تھی۔

"چپکے ناست، زمون ماشوم لہ پروں راہیس ی پہ اضطراب کی گری"

(پر خہ خاموشی سے بیٹھ جاؤ ہمارا بچہ ویسے بھی کل سے پریشان حال گھوم رہا ہے۔)

وہ اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے خالص پشتو زبان میں بولی تو اس نے افسردگی سے اس کی جانب دیکھا اور وہاں سے کھسکتے غنچہ خانم کے سر ہو گئی۔

"اچھی آپ امارے کو بتائیں نالالہ کدھر ہیں امارے کو صبح سویرے سے نہیں دکھے۔"

وہ اپنے لہجے کو مزید غمگین کرتے ہوئے بولی تو انہوں نے مسکرا کر چورنگاہوں سے برتختہ خانم کی جانب دیکھا جو اب روٹیوں میں دیسی گھی لگانے میں محو تھی۔

نا بچہ تمہاری مورے بہت غصے میں ہیں اور خان بابا نے بھی سختی سے انکار کیا ہے۔"

"آپ کو اس کے متعلق بتانے سے۔"

وہ ڈوپٹے سے ہاتھ پونچھتے پیڑھے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پر خہ نے بے بسی و بے کسی سے ایک نگاہ طائرانہ کچن میں دوڑائی اور پیر پختے وہاں سے باہر نکل گئی۔

"بھابھی آپ کو ایسا نئی کرنا چاہیے تھا اس کی صورت دیکھیں کیسے اتر گئی تھی۔"

وہ لسی کا سامان تیار کرتے ہوئے اداسی سے گویا ہوئی جو صبح سے اس کے انتظار میں تھی مگر وہ اس سے ملاقات نہیں پارہی تھی۔

اب یہ بھی غلط ہوگا غچہ کہ ہم اسکی بے جا ضدوں کو پورا کرتے رہیں اب بھلا پڑھائی" کے بعد امتحانات ہوتے ہیں ان میں گھر کون بٹھاتا ہے۔ لاڈ پیار ایک حد تک پیارے لگتے ہیں جب یہ حد تجاوز کر جائے تو بچے بگڑ جاتے ہیں۔

وہ غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولی۔ جس کی سراسر یہ ضد تھی کہ بس سکول میں پڑھ لیا تو وہی کافی ہے اب وہ کسی قسم کے امتحانات کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتی۔ اس کی سوچ پہ گھر کے سبھی افراد خائف تھے بس ایک فرد کی بجائے جو اس بات سے سرے سے ہی لاعلم تھا اور خان بابا نے اسے سختی سے بتانے سے انکار بھی کیا تھا۔

"اب ہم کیا کریں ایسے کو لالہ ہمیں کبھی نہیں ملیں گے۔"

وہ پریشانی سے انگلیاں چٹختے ہوئے بے چینی سے گویا ہوئی اور کشادہ صحن میں ہی چہل قدمی کرنے لگی تھی۔ مردان خانے میں ان کا جانا ٹھیک نہیں تھا اور نا ہی جانے کی

اجازت تھی۔ اس نے اپنے سر پہ اوڑھا ڈوپٹہ مزید پھیلا کر خود پہ درست کیا اور دبے قدموں سے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ باہر دالان میں قدم رکھتے ہی ٹھنڈی سرد ہوا کے جھونکے نے اس کا استقبال کیا تو اس کا پورا وجود سنسنا اٹھا۔ وہ چورنگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیتے آگے کی جانب بڑھی تو ایک جانب اسے کسی وجود کا گمان ہوا اپنے چہرے کو اچھے سے دھکتے وہ دو قدم آگے بڑھی تو زنانہ وجود دیکھ اس کے اعصاب ٹھنکے تھے۔ آنکھیں کسی احساس کے تحت چمکی۔

ارے مینہ باجی تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ ام تو ایسے ہی پریشان ہو رہی تھی۔ بھلا آپ کے "سوا کون جانتا ہوگا کہ لالہ کہاں ہیں۔"

وہ اپنے سر پہ ہاتھ مارتے اس کے ساتھ ہی بڑے سے پتھر پہ جگہ سنبھالتے ہوئے مزے سے بولی اور اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا جہاں فوارے سے پانی زور سے شور سے گر رہا تھا۔ پشمنینہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جو التجائی نگاہوں سے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی گویا کہنا چاہ رہی ہو کہ بتادے۔

پہ ہر صورت، موری منع کر دی دہ، خوشتا د نجات مخ تہ پہ کتلم مہ داس ہ

بن کارہی چہ باید و وایم

"تم گھر کیسے جاؤ گی۔

ویسے تو مورے نے منع کیا ہے مگر تمہاری اتری ہوئی صورت دیکھ کر مجھے ایسا محسوس (ہو رہا ہے کہ مجھے بتا دینا چاہیے۔

وہ شیر لب و لہجے میں گویا ہوئی۔ پر خہ نے ناراضگی سے اس کی جانب دیکھا۔

"اب امارے کو بتا بھی دیں کہ ترسا ترسا کر چھوڑیں گی۔"

وہ نروٹھے پن سے بولی۔

تمہارے لالہ ابھی مردان خانے سے ہو کر اپنے کمرے میں گئے ہیں۔ جاؤ ان سے مل

"لو۔ مگر خدا را کوئی ایسی بات بالکل مت کرنا جن سے ان کے غصے کو ہوا ملے۔

وہ مسکرا کر بولتے اسے گویا زندگی کی نوید سنا گئی۔ وہ چمک کر اس کے گلے کا ہار بنتے اس

کے گالوں کو چوم گئی۔ کانچ سی آنکھیں اپنی مخصوص انداز میں چمک رہی تھیں۔ وہ بنا کسی

وقت کی تاخیر کیے تیز تیز قدموں سمیت اندر کی جانب بڑھی مگر مردان خانے سے نکلتے خان بابا کو دیکھتے وہ بھاگنے والے انداز میں گول زینوں کی جانب بڑھی تھی تاکہ ان کی نگاہوں میں آنے سے قبل ہی غائب ہو جائے۔

"برتختہ خانم۔"

واقار یوسف ذئی اپنی مخصوص پروقار چال چلتے کھانے کی میز تک آئے اور سنجیگی سے کھانا لگاتی برتختہ کو مخاطب کیا جواباً انہوں نے مودب انداز میں ان کی جانب دیکھا۔

پرخہ نے مزید ضد تو نہیں کی نا اس بات کے متعلق۔ امارے کو بہت پریشانی ہو رہی ہے۔ خاندان کی پہلی لڑکی جسے ہم نے ہمت کرتے پڑھایا لکھایا ہے اور اب اس کی باتیں ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہیں۔

وہ پریشانی سے گویا ہوئے اور رومال سے اپنی پیشانی پہ ابھرنے والا پسینہ پونچھنے لگے۔ اسی دوران ایک ملازم نے پانی کا گلاس ان کی جانب بڑھایا تو وہ شکریہ کہتے تھام گئے۔

خاناں آپ بالکل بھی پریشان مت ہو۔ آپ جانتے ہیں وہ پڑھائی لکھائی کے معاملے میں "کس قدر سخت ہے اگر پر خہ بیٹی اس سے کچھ بات کرے گی بھی تو وہ سختی سے رد کر دے گا اتنا تو ام کو اماری پرورش پہ یقین ہے۔"

وہ تسلی آمیز لہجے میں بولتی ان سے کچھ فاصلے پہ اپنی تیائی رکھتے براجمان ہو گئی۔ چھوٹے سے میز کے اطراف میں چھوٹی چھوٹی تیائیاں بالکل زمین پہ بیٹھ کر کھانے جیسا تھا۔ چند ساعتوں بعد غنچہ بھی ڈوپٹے اچھے سے اوڑھتے برتختہ کے ساتھ ہی جگہ سنبھال گئی۔

"سلام خان بابا۔"

پشمنہ کی نرم مترنم آواز پہ سب چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے جو گلابی رنگ کے سادہ سے کھلے لباس پہ بڑی سی چادر اچھے سے اوڑھے خاموشی سے جگہ سنبھال رہی تھی۔ غنچہ نے آنکھوں سے ہے اسے کسی قسم کا اشارہ کیا مگر اس نے جواباً نا سمجھی سے ان کی جانب دیکھا۔ خان بابا اور برتختہ مسکرا کر سلام کا جواب دیتے پھر سے مصروف ہو چکے تھے۔

"لالہ شہ او شہرام پشمنہ غزن ک پرہ"

(جاؤ شہرام کو بلا لاؤ پشمنہ۔)

وہ سرگوشیانہ انداز میں بولی تو وہ اپنی جگہ سے ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ آجائے گا ویسے بھی ناشتہ دیر سے کرنے کی بدولت وہ کھانا جلدی نہیں کھائے گا۔"

خان بابا نے بروقت اس کی مشکل آسان کرنی چاہی۔

"نہ خان بابا کومہ ستونزہ نہ لرم زہ خُم۔"

(نہیں خان بابا اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے میں چلی جاتی ہوں۔)

وہ اپنے مخصوص میٹھے لہجے میں بولتی ڈوپٹہ سر پہ دست کرتے وہاں سے باہر نکل گئی۔

"نبہ ماشوم"

(بہتر بچہ۔)

غنجہ نے مسکرا کر برتختہ کی جانب دیکھا تھا۔

پرخہ جوں ہی کمرے کا دروازہ ہولے سے واں کرتے کمرے میں داخل ہوئی اور کشادہ کمرے میں ایک نگاہ دوڑائی تو وہ کچھ دوری پہ ہی بیڈ پہ بڑا سا بیگ رکھے اس میں کچھ دیکھنے میں مصروف تھا۔ اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تبھی بنا کوئی وقت ضائع کیے اس تک پہنچی۔

"لالہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کہی جارہے ہیں کیا۔"

اپنی بات کہنا تو بھول ہی چکی تھی بس یاد تھا تو وہ ایک بیگ جیسے وہ کہی قیام کیلئے جا رہا ہو۔

ارے جی میری جان ابھی میں نیچے آکر سب کو اطلاع دینے والا تھا۔ کچھ ضروری کام "ہے مجھے شہر میں۔"

وہ محبت سے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ پر خہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اگر وہ کہی چلے جائیں گے تو اس کا کیا ہوگا پھر۔

"لالہ جان۔ آپ مت جائیں نا۔ یا ایسا کریں امارے کو بھی ساتھ لے چلیں نا۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامتی ملتجیانہ لب و لہجے میں بولی۔ شہرام نے سنجیدگی سے اسے ایک نظر دیکھتے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیا۔

"بتائیں یہاں کیا بات کرنے آئی تھی آپ۔"

وہ اس کی روبانسی صورت دیکھ اب کی بار سچ مچ سنجیدہ ہوا۔

"وہ لالہ ام کو نا۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی دروازے پہ کھٹکے کی آواز پہ ان دونوں نے چونک کر اس جانب دیکھا تو وہاں پشیمینہ کھڑی مسکراتے ہوئے انہی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ پرخہ نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا اور اپنی بات کو ایک جانب رکھتے خود خاموشی سے ان کے درمیان سے سرٹکتے وہاں سے کھسک گئی۔ اس کے جاتے ہی مینہ نے گھبرا کر اس کی جانب دیکھا جو اسے مکمل طور پہ نظر انداز کرتے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا۔ اس کی حرکت پہ اس کے دل میں ٹیس سی اٹھی مگر پھر اس کے کپڑوں والا بیگ دیکھ مینہ کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ وہ تمام تر اس کا خوف بھلائے تیز تیز قدموں

سے اس تک پہنچی۔ اس کی موجودگی اپنے نزدیک محسوس کر شہرام نے اسے ایک نظر دیکھتے فقط بھنویں اچکانے پہ اکتفا کیا گویا پوچھنا چاہ رہا ہو کہ یہاں آنے کی وجہ۔

وہ آپ کو نیچے کھانے پہ بلارہے ہیں سب۔ ام نہیں آرہے تھے مگر مورے نے ذبردستی "بھیج دیا۔"

وہ اس کے چہرے پہ چھائی سرد مہری بھانپتے سرعت سے بتاتی آخر میں جواز دیتے ہوئے بولی مبادہ اس کے غصے کا نشانہ وہ ہی نا بن جائے۔

"ہم آتے ہیں آپ جائیں۔"

مختصر سا جواب دیتے وہ بڑی سی الماری کھولتے وہاں سے اپنے کپڑے نکالنے لگا۔ اس نے نا سمجھی سے اس کی چوڑی پشت کو دکھا۔ اب یہ تو ہمت اس میں نہیں تھی کہ پوچھتی کہ آپ کہاں جارہے ہیں ہاں ہاتھ بٹانے کی پیشکش وہ کر سکتی تھی۔

"اگر امارے لائق کوئی کام ہو تو ام حاضر ہیں۔"

وہ بالاخر ہمت مجتمع کرتے دھیمے لہجے میں بولتے آنکھیں میچ گئی۔

"بہت شکریہ مگر ہم اپنے کام خود کرنے کے عادی ہیں آپ جاسکتی ہیں۔"

جواباً اس کا ٹھنڈا ٹھار لہجہ مینہ کے وجود میں برقی سی دوڑا گیا۔ وہ اپنا سنسناتا ہوا وجود بمشکل گھسیٹتی دروازے تک پہنچی اور دروازہ ہلکا سا واں کرتے ایک حسرت بھری نگاہ اس پہ ڈالی تھی جو دنیا جہاں سے غافل بس اپنے کام میں ہی مصروف تھا۔ وہ گہرا سانس بھرتے خاموشی سے وہاں سے نیچے آگئی۔ اس کے آتے ہی پرخہ نے شریر نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس پہ وہ بمشکل مسکرا دی۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ بھی نک سک سا تیار خوشبوؤں میں نہایا وہی چلا آیا۔ بھورے رنگ کی شلوار قمیض زیب تن کیے بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ کسی بھی قسم کے تاثر سے پاک تھا۔ سب کو سلام کرتے اس نے خان بابا کے ساتھ والی جگہ سنبھالی تھی۔ انہوں نے مسکرا کر ایک نظر اپنے بیٹے کو دیکھا اور اس کی توجہ کھانے کی جانب مبذول کرائی۔

معذرت خان بابا مگر ہم کھانا بالکل نہیں کھائیں گے بلکہ ہمیں نکلنا ہے شہر کیلئے۔ سمجھے"

کچھ ضروری کام ہے اپنی زندگی کے تین ماہ ہمیں اپنے ایک استاد کیلئے وقف کرنے

"ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو عرض کروں۔"

وہ مودب لہجے میں بولا۔ سب کھانے سے ہاتھ روکے اسی کی جانب متوجہ ہو چکے تھے۔ وقار یوسف ذئی کے اثبات میں سر ہلاتے ہی وہ گلہ کھنکھارتے ان کی جانب کھسکا۔

خان بابا ہمیں ہمارے ایک بہت ہی دل عزیز استاد نے جامعہ میں پڑھانے کی پیشکش کی " ہے جہاں سے ہم تعلیم حاصل کر کے آئے ہیں اور یہ ہمارے لیے بہت اعزاز کی بات ہے۔ وہ صدام کو بھی دینا چاہتے تھے کیونکہ وہ شہر میں ہی رہتا ہے مگر وہ پی ایچ ڈی کر رہا ہے تو انہوں نے اسے پریشان کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اسی لیے ہمیں ابھی کچھ وقت "میں ہی لیسٹ آباد سے لاہور روانہ ہونا ہے۔

وہ سنجیدگی سے تفصیل بتاتے ہوئے گویا ہوا۔ شہر مین پڑھ کر اسے اردو میں بھی خاصہ عبور حاصل ہو چکا تھا اور وہ اب خالص اردو بول لیتا تھا مگر یہاں موجود سب افراد کے لہجے پٹھانوں والے تھے۔

"جیسا آپ کو مناسب لگے۔ اپنی مورے کو سنبھال لیجیے گا بس آپ۔"

وہ مدھم سا مسکرا کر بولے جواباً اس نے برتختہ کی جانب دیکھا تو انہوں نے بھی بنا کسی تردد کے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

امارے کو کیا مسئلہ ہوگا خاناں۔ میرا بچہ اتنا اچھا کام کرنے شہر جا رہا ہے یہ بات تو"

"ہمارے لیے باعثِ خوشی ہے نا۔

وہ تفاخر بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے محبت سے بولی جواباً اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ان کی پیشانی چوم لی۔ اسی طرح کچھ ہی وقت میں وہ سب سے ملتے ملا تے اپنا بیگ لیتے اپنی گاڑی کی جانب چل دیا جہاں ڈرائیور پہلے ہی اس کا منتظر تھا۔ مینہ نے نگاہوں نے ہمیشہ کی طرح حسرت سے اس کی پشت کو ٹکا تھا۔ وہ جاتے جاتے سب سے ملا تھا کیا تھا اگر وہ اس کے سر پہ بھی ہاتھ رکھ دیتا۔ وہ چہرہ جھکائے افسردگی سے بس یہ سوچ ہی سکی۔ گاڑی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی تھی مگر اس کا پاگل دل بھی اس کے ساتھ ہی اڑچکا تھا۔ اس کے جاتے ہی سب واپس اندر گھر کو آگئے تھے کیونکہ ان کی عورتوں کو زیادہ دیر باہر رہنے کی عادت نہیں تھی۔ اگر جاتی بھی تھی تو خود کو اچھے سے ڈھانپ کر جاتی تھی۔ اس کے جاتے ہی پر خہ بے چینی سے اپنے ہاتھ مسلتی واپس اندر

آگئی۔ اب بات تو ہوئی نہیں تھی شہرام سے تو نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ اسے ذبردستی ہی سہی مگر اب امتحانات دینے ہی تھے۔

اس بڑی حویلی میں وقار یوسف ذئی اپنی اہلیہ بختیار خانم اور اپنے چھوٹے بھائی کی اہلیہ غنچہ خانم کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ وقار اور بختیار کا بڑا بیٹا شہرام خان اور ایک بیٹی پرخہ جبکہ غنچہ کی ایک ہی بیٹی تھی پشمینہ ان کے شوہر کی وفات کسی قبیلے سے لڑائی کے دوران ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے ان کی تمام ذمہ داری وقار خان نے خود اٹھالی تھی جسے وہ اب تک بخوبی نبھاتے آرہے تھے۔

"میرے خیال میں آج اتنی پڑھائی کافی ہے شاید۔"

وہ سب اس وقت لائبریری میں پڑھائی کی غرض سے موجود تھے مگر پڑھائی کے دوران بھی بریزہ اور مریم کے قہقہے فارس کی اچھی حرکتوں کی بدولت لائبریرین انہیں کوئی پانچ بار باہر نکلنے کا بول چکا تھا۔ اب بس دھکے دے کر باہر نکالنا باہر رہ گیا تھا ان سب کو باز نا آتا

دیکھ پریسہ اشتعال کے عالم میں بولتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور میز پہ ہاتھ مارتے دھیمے لہجے میں غرائی۔ ان سب نے فوراً سے بیشتر معصومیت سے اس کی جانب دیکھا۔

"اچھا اچھا سوری میم اب ہم بالکل نہیں ہنسیں گے بلکہ پوری توجہ سے پڑھیں گے۔"

فارس فوراً سنجیدہ ہوتے اس کے کھولے ہوئے رجسٹر پہ جھک گیا۔ وہ اس وقت ڈیزائن کو رو رہے تھے جس میں ان سب کا دماغ ڈھیلا تھا۔ پریسہ ایک بار پھر ان تینوں لڑکوں کو خاموش دیکھ کر سی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ سمجھانا شروع کرتی وہ تینوں ایک ساتھ زبردست قسم کا قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔ پریسہ نے خونخوار نگاہوں سے ارتضیٰ ہادی اور فارس کی جانب دیکھا جو اب چہرہ جھکائے اپنی ہنسی ضبط کر رہے تھے

"سوری سوری میم وہ دراصل اتنی چھوٹی میم اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے نا۔"

وہ سرخ پڑتے چہرے سمیت اس کی چھوٹی ہائیٹ پہ چوٹ کرتے ہوئے بولا تو پریسہ کا غصہ سوا نیزے پہ پہنچ گیا۔ وہ مسلسل اس کے قد کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اس نے غصے

سے اپنا رجسٹر اور کتابیں بیگ میں اڑسی اور بیگ کندھے پہ ڈالتے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو پریسہ میں بھی نکلتی ہوں اب کافی وقت ہو گیا ہے۔ اماں گھر میں انتظار کر رہی ہوں گی۔
عفیہ بھی اس کی تقلید میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان دونوں کے غصے میں باہر جاتے ہی مریم نے ناک منہ چڑھائی۔

ویسے ہی اس کا قد چھوٹا ہے سونے پہ سہاگہ آج جو وہ پہن کر آئی ہے اس میں مزید"
"لگ رہا ہے۔

مریم اب کی بار اس کے لباس کو نشانہ بناتے ہوئے بولی جو سادہ سی بھورے رنگ کی شلوار قمیض پہ مہرون رنگ کا ڈوپٹہ لیے ہوئے تھی۔ فارس نے اس کی بات پہ سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا جس کا خود کا ڈوپٹہ تو سرے سے ہی غائب تھا۔

مریم میں نے جو بھی کہا وہ فقط ایک مذاق تھا مگر تم اب حد سے بڑھ کر اس کی ذات کو"
"نشانہ بنا رہی ہو اسی لیے بی کئیہر فل۔

ہادی تنبیہی لب و لہجے میں بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی اس کے انداز میں سرعت سے ڈھیلی پڑی اور سب ہی اس کے تعاقب میں باہر کی جانب بڑھ گئے۔ لائبریری سے باہر نکلتے ہی وہ تو جیسے کہی روپوش ہو چکی تھی۔

"فارس۔"

معاً اپنے عقب سے آنے والی آواز پہ سب نے چونک کر پیچھے دیکھا جہاں انتیس سالہ ایک نوجوان کھڑا انہیں کوئی اشارہ کر رہا تھا۔ سیاہ اور گرے رنگ کی پینٹ شرٹ پہنے اوپر ہی سیاہ رنگ کی جیکٹ پہنے وہ انتہائی پرکشش لگ رہا تھا۔ اس کے نزدیک آتے ہی انہیں اندازہ ہوا کہ وہ صدام ہے۔ اس کے نزدیک آتے ہی وہ تینوں اس کے گلے سے لگے۔ سینئر ہونے کی باوجود ان میں دوستوں والی ہی بات تھی کیونکہ صدام کی جانب سے بھی کسی قسم کی روک ٹوک نہیں تھی۔

"پریسہ کہاں ہے۔"

وہ اطراف میں نگاہیں دوڑاتا ہوا بولا تو فارس نے بے ساختہ اپنا سر کھجایا۔

وہ کیا ہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا بلکہ مجھ سے خود بخود سرزد ہو گیا ہے۔ اب دیکھیں " بھلا مجھ جیسا معصوم کچھ غلط کر سکتا ہے۔ میں غلطیوں سے دور بھاگتا ہوں مگر انہیں مجھ سے اتنی محبت ہے کہ وہ بھاگتے ہوئے میرے نزدیک آتی ہے کہ ہمیں کر۔

وہ وضاحت دینے والے انداز میں بولا تو صدام نے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور اس میں بھی طنز واضح تھا۔

صدام بھائی آپ اس کی بکواس چھوڑیں۔ میں بتاتی ہوں کہ کیا ہوا ہے۔ اس نے پری " کے قد کو نشانہ بنایا اور وہ غصے سے باہر نکل گئی ہے۔

بریزہ نے ان سب کو ایک ذبردست گھوری سے نوازتے پوری بات اس کے گوش گزار دی۔ صدام نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا جو اب مظلومیت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اب کی بار صدام کی نگاہوں کا رخ ارتضیٰ اور ہادی کی جانب تھا جو خود پہلو پہ پہلو بدل رہے تھے۔

"تمہارے اندر کونسا کیڑا ہے جو تمہیں سکون نہیں لینے دیتا آج مجھے تم بتا ہی دو۔"

وہ کٹیے لہجے میں بولا تو فارس نے شانِ بے نیازی سے دانت نکوسے۔

میرے اندر نا دوستوں سے محبت کا کیڑا ہے جو میں چاہ کر بھی خود میں سے ختم نہیں"

"اگر سکتا۔

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولا تو صدام اس کی گدی پہ زور سے تھپڑ مارتے

ان سب کو الوداع کہتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی

فارس کے علاوہ ہر کسی کا راہداری کی فضا میں قہقہہ گونجا تھا۔

ہنسو مت دوستوں کیلئے تو جان بھی حاضر ہے تھپڑ تو پھر اس کے آگے معمولی سی چیز"

"ہے میرے یاروں۔

اس کی بات پہ سب نے ستائشی انداز میں ہوٹنگ کی تھی مگر لگے ہی لمحے لائبریرین کی

کڑک دار آواز پہ ان سب نے وہاں سے دوڑ لگائی تھی۔

مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے آج میں لوکل نہیں جا پاؤں گی۔ اف ف یا خدایا۔ کوئی بس"

"نہیں آرہی۔

وہ دانتوں میں انگلیاں دا بے سڑک کے دونوں اطراف میں نگاہیں دوڑا رہی تھی معاً اپنے نزدیک سیاہ رنگ کی مرسدیز رکتے دیکھ اس نے چونک کر نگاہیں اوپر اٹھائی تو پریسہ اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ اس نے ایک نظر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے صدام کی جانب دیکھا جو موبائل میں غرق تھا۔

"بیٹھ جاؤ آج ان لوکل بسوں کی سڑائیک ہے اسی لیے تمہیں جاتے ہوئے مشکل ہوگی۔" اس نے آنکھوں کے اشارے سے اسے انکار کرنا چاہا مگر اس کے اصرار پہ اور اس کی بات پہ وہ خاموشی سے گاڑی کا دروازہ کھولتے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"پڑھائی کیسی جارہی ہے آپ دونوں کی۔"

صدام نے گاڑی کا گئیر احتیاط سے بدلتے سنجیدگی سے استفسار کیا جواباً پریسہ نے شکوہ کناں نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"بھائی اس فارس بندر کی بدولت ہم بھی نہیں پڑھ پاتے۔"

وہ ناک چڑھا کر بولی۔

"جی صدام بھائی نا وہ خود پڑھتا ہے اور نا ہی ہمیں پڑھنے دیتا ہے۔"

عفیفہ بھی اس کی بات کی ذور و شور سے تائید کرتے نخوت سے ناک چڑھا کر بولی۔ صدام نے ان کی بات پہ سرعت سے مسکراہٹ چھپائی تھی۔ انہی باتوں کے دوران ان کی گاڑی ایک تنگ گلی کے عین باہر ایک جھٹکے سے رکی تو عفیفہ ان کا شکریہ ادا کرتے مسکراتے ہوئے باہر نکلی تھی مگر سامنے ہی کھڑے پان چباتے یاسر کو دیکھ اس کی مسکراہٹ سرعت سے سمٹی تھی معاً وہ دروازہ ہولے سے بند کرتے اپنے بیگ کو سختی سے تھام گئی۔ یاسر نے خباثت سے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا مگر وہ مضبوط قدموں سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ اس آدمی کو دیکھ اس کے چہرے پہ چھایا خوف صدام اور پریسہ دونوں کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہا تھا۔

"کیا عفیفہ اسے جانتی ہے پری۔"

اس نے کچھ چونک کر پریسہ سے استفسار کیا جواباً وہ نا سمجھی سے کندھے اچکا گئی۔

ڈونٹ نو بھائی مجھ سے تو کبھی ذکر نہیں کیا اس نے۔ کل پوچھوں گی اس بابت اس "سے۔"

وہ مدھم لہجے میں بولی۔ صدام نے اس کی بات پہ سر ہلاتے دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے وہ اندر جا رہی تھی۔ گھر کا دروازہ بند ہوتے ہی صدام نے ایک تند نگاہ یا سر پہ ڈالتے گاڑی ایک جھٹکے سے آگے کی جانب بڑھائی تھی جبکہ اب کی بار یا سر کی پرسوج نگاہیں اس سیاہ گاڑی پہ جمی تھی جہاں سے عقیفہ باہر نکلی تھی۔

"آج اتنی جلدی آگئی تو۔"

وہ لاؤنج میں آتے جوں ہی چادر اتار کر صوفے پہ رکھ کر بے دم سی ہو کر بیٹھی صفیہ کی آواز پہ اس نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتے ان کی جانب دیکھا اور تھکی تھکی سی سانس خارج کی۔

"جی اماں بس وہ آج۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی اپنے نزدیک سے آنے والی قدموں کی چاپ پہ اس نے چونک کر بائیں جانب دیکھا جہاں سے یاسر اندر آ رہا تھا۔ لبوں پہ ایک معنی خیز مسکراہٹ رقصاں تھی۔ وہ ناگواری سے نگاہوں کا زاویہ بدلتے تنفر سے سر جھٹک گئی۔

"اگیا منحوس انسان"

وہ دل ہی دل میں بربرائی۔

"ارے یاسر تو پھر آگیا۔ کوئی کام تھا کیا۔"

صفیہ اب عقیفہ کو چھوڑ اس کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔ اس کے برعکس اس کی آمد پہ نوال اور منال نے سرعت سے ڈھنگ سے ڈوپٹہ اوڑھا کیونکہ اس کی نگاہیں ان سب کو ہی اپنے وجود کے آڑ پاڑ ہوتی محسوس ہوتی تھی۔ بس ایک ان کے ماں باپ تھے جنہیں اس سے زیادہ بہترین مرد کوئی لگتا ہی نہیں تھا۔

نہیں نہیں چچی بس آپ کو آگاہ کرنے آیا تھا کہ اپنی بیٹی سے ٹھیک سے جانچ پڑتال "اگریں کہی کوئی کارنامہ نا سرانجام دے دے۔"

وہ خباثت سے ہنستے کٹیے لہجے میں بولا۔ صفیہ نے نا سمجھی سے البتہ عفیہ نے نفرت سے اس کی جانب دیکھا جو ان کے گھر میں آکر اس قسم کی حرکتیں کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔

تم ابھی کے ابھی یہاں سے نکلو۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا جاہل انسان اور آئندہ "یہاں قدم رکھنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتی پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ صفیہ نے گھبرا کر اس کا بازو تھاما جس کا چہرہ غصے سے سرخ پڑ رہا تھا۔ ماتھے کی رگیں ابھر کر نمایاں ہو رہی تھیں۔ اب تو تم بھڑکو گی ہی کیونکہ یہاں پہ غلطی پہ تم ہی ہو بتاؤ کس کے ساتھ آرہی ہو تم "واپس جو جلدی لوٹ آئی ہو۔"

وہ بھی پیشانی پہ شکنیں سجائے کرخت لہجے میں بولا تو اول تو اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہوا مگر پھر اس نے کچھ سوچتے جواباً تمسخر اڑاتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

ہاں بتادوں گی میں اماں کو مگر تم جیسے اجد گنوار اور جاہل انسان کے سامنے نہیں جس " کے نزدیک لڑکا لڑکی کو ساتھ دیکھنا محض لڑکی کی کردار کشی کرنا ہے جیسے ابھی تم میری کر رہے ہو۔ اماں اسے بھیجیں یہاں سے ورنہ یقین کریں میرا بس نہیں چل رہا کچن سے چھڑا لاکر اس کا قتل کردوں۔ ویسے ہی زندگی اجیرن ہوئی پڑی ہے اور ایک یہ منہ اٹھا کر "یہاں چلا آتا ہے دماغ کا دہی کرنے۔"

وہ رعونت سے بولتی آخر میں صفیہ سے مخاطب ہوئی جس نے اس کے خطرناک تیوروں سے گھبراتے ملتجیانہ نگاہوں سے یاسر کی جانب دیکھا تھا۔ منال اور نوال نے سرعت سے چہرہ جھکاتے مسکراہٹ چھپائی۔ ایک انہیں اپنی بہن کا یہی دبنگ انداز تو بے حد پسند تھا کہ وہ کسی کو بھی کھاتے میں نالاتی تھی نا ہی دل میں کسی کو لے کر خوف ہوتا تھا۔ انہوں نے فخر سے اپنی بہن کے چہرے کو تکا جہاں سے اضطراب جھلک رہا تھا۔

چلا جاؤں گا میں چچی پہلے اس سے پوچھیں کہ یہ کس کے ساتھ آئی ہے واپسی پہ کس " کی گاڑی تھی وہ۔"

وہ حلق کے بل دھاڑا تو عقیفہ کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ ایکدم وہ تلخی سے مسکرا دی تھی۔

اوہ تو اب میں سمجھی یہ ساری بے چینی کس چیز کی ہے۔ یہی پریشانی ہو رہی ہے ناکہ " کون ہے جو تم سے بھی امیر ہے بڑے گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہے نا۔ بس کردو یاسر حسد کی آگ میں جلنا جل ککڑا کی کا۔ اماں پری کی گاڑی میں آئی ہوں۔ آج لوکل بسوں کی سٹرائیک تھی تو صدام بھائی نے پیشکش کی چھوڑنے کی میں نے حامی بھر لی ورنہ "واپسی پہ مسئلہ ہوتا۔

وہ طنزیہ لب و لہجے میں بولتی آخر میں صفیہ سے مخاطب ہوئی جنہوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا تھا۔ لبوں پہ خوبصورت مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"اچھا تو میری جان انہیں بھی اندر لے آتی کچھ چائے والے پلاتے۔"

وہ محبت سے گویا ہوئی کیونکہ پری کی حیثیت سے وہ صدام کو بھی جانتی تھی یہاں تک کہ عقیفہ کے تمام دوستوں کی متعلق سب گھر والے جانتے تھے کیونکہ اس نے کوئی بھی

کام چھپ کر نہیں کیا تھا بلکہ اپنے باپ سے نا سہی تو ماں سے ضرور ایک ایک بات شیئر کی تھی۔ منال اور نوال نے بھی ذور و شور سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ان کی محبت پہ عقیفہ نے مسکراتے ذہریلی نگاہیں یا سر کی جانب اٹھائی جس کے وجود میں غصے کے بھانجھڑ جل رہے تھے۔ آنکھیں لہو چھلکا رہی تھی۔ مطلب پورا گھر ان کے متعلق جانتا تھا۔ اس نے سختی سے اپنے سر کو بالوں کو پیچھے کرتے اپنے غصے پہ قابو پایا تھا۔

"اچھا چچی میں چلتا ہوں دکان بھی سنبھالنی ہے جاکر۔"

وہ بمشکل مسکرا کر بولتے ایک ذہر خند نگاہ ان تینوں کو ہنستا دیکھ مضبوط قدم اٹھاتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ تینوں بہنیں جو ہنسی روکنے کے چکر میں لال ٹماٹر بنی ہوئی تھی ایک دم کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس کی ہنسی لاؤنج کی فضا میں ذور و شور سے گونج رہی تھی۔ صفیہ نے ناراضگی سے ان کی جانب دیکھا جو تینوں اس کا مذاق اڑانا بخوبی جانتی تھی۔

نت کیا کرو اس کے ساتھ ایسا۔ کیا بگاڑا ہے اس نے تمہارا عقیفہ۔ تم سب کو وہ چھوٹی" مہنیں سمجھتا ہے۔ اچھا خاصہ پڑھا لکھا ہے اچھا کماتا ہے۔ تمیز و تہذیب ہر چیز ہے اور کیا "چاہیے۔

وہ اچھا خاصہ ناراض ہو چکی تھی۔ عقیفہ نے تاسف سے ان کی جانب دیکھا۔

اماں خدارا یہ بات کرتے بہن بھائی کے رشتے کی توہین مت کریں آپ۔ آپ شاید اسے " نہیں پہچانتی ویسے بھی ابا اور آپ کی نگاہوں میں تو اس سے زیادہ نیک پاک انسان اس دنیا میں ہی کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اگر وہ بھائی بنتا نا تو یقین کریں ہمیں اس سے کسی بھی قسم کی بات کرنے میں کوئی جھجک نا ہوتی مگر اس کی آنکھوں میں عورت کیلئے میں نے کبھی عزت نہیں دیکھی۔ اس کی آمد پہ ہم سب اس کی نگاہوں سے خائف ہوتے سب سے پہلے اپنے وجود کو ڈھانپتے ہیں کیونکہ اس کی نگاہیں ہمارا ہی اطراف کرتی ہیں۔ وہ بظاہر "بہت سوبر اور اچھا انسان بنتا ہے اندر سے پورا حرامی قسم کا انسان ہے۔

اس کے لہجے میں اچھی خاصی نفرت پنہاں تھی۔ جبکہ اس کی بات پہ صفیہ کئی لمحے ساکت رہ گئی البتہ منال اور نوال ایک دوسرے سے ہی نگاہیں چڑا گئی تھیں ویسے بھی گھر کے معاملات میں بولنا انہیں سختی سے منع تھا۔ یہ عفیفہ ہی تھی جو بغیر کسی ڈر کے کچھ بھی بولتے اپنے حق کیلئے آواز اٹھا لیتی تھی۔

بلکہ اس ناکیا کرو۔ تم اسے سمجھنے میں غلطی کر رہے ہو اور خدا را اپنے باپ کے سامنے " اس قسم کی کوئی بات مت کرنا جو ان کے اعصابوں پہ گراں گزرے۔ تم جانتی ہو وہ ویسے ہی اس پہ جان چھڑکتے ہیں۔ کوئی غلط بات تم میں سے کسی کے منہ سے نکلے گی نہیں " کہ ویسے ہی گلے پڑ جائیں گے۔

وہ انہیں سمجھانے والے انداز میں بولی۔ انہیں تو وہ فالو وقت ٹال چکی تھی مگر عفیفہ کی بات ان کے دل و دماغ پہ گہری چھاپ چھوڑ چکی تھی اب ان کی بیٹی غلط بھی نہیں کہہ سکتی تھی مگر یا سر کو دیکھ کر انہیں کبھی بھی ایسا محسوس نہیں ہوا تھا۔

اماں ان کا مجھے علم نہیں مگر اگر اس بابت ابا نے کچھ غلط بات کی تو یقین کریں میرا" کوئی بھروسہ نہیں ہے پھر اس کے اگلے پچھلے تمام کھاتے کھولوں گی۔ بالآخر ان کی بیٹی ہوں اگر وہ اپنی بات پہ ڈٹنا جانتے ہیں تو پھر مجھے بھی ڈٹ کر اپنے موقف پہ کھڑا ہونا آتا ہے۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولتی میز سے اپنی چیزیں اٹھانے لگی۔ صوفے سے اپنی چادر اٹھاتے اس نے بازو میں ڈالی اور مسکرا کر ایک نظر ان دونوں کو دیکھتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

ناجانے کیا کھا کر میں نے اس لڑکی کو پیدا کیا تھا جو یہ مجھے ہی ناکوں چنے چبوا رہی ہے۔ ایسی ہوتی ہے کیا اولادیں۔ تم دونوں بھی بتادو اگر کسی قسم کی تیاری کر کے بیٹھی ہوئی ہو تو۔"

صفیہ نے مشکوک نگاہوں سے ان دونوں کی جانب دیکھا تو وہ چور نگاہوں سے انہیں دیکھتے کھسک کر اپنی کتابیں سمیٹتے عقیفہ کی تقلید میں اندر کمرے میں گھس گئی۔ صفیہ

غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کچن میں گھس گئی۔ کمرے میں آتے ہی ایک بار پھر ان تینوں کی ہنسی کا جو فوارا پھوٹا وہ مسلسل تین منٹ تو پیٹ پہ ہاتھ رکھے ہنستی ہی چلی گئی یہاں تک کہ ہنستے ہنستے آنکھوں میں نمی سی جاگ اٹھی۔

"آپی یقین کریں اس کی شکل دیکھنے والی تھی۔"

نوال عفیفہ کے ساتھ جڑ کر بیٹھتی مزے سے چمکتی آنکھوں سمیت بولی۔ عفیفہ نے اپنے سیاہ گھنے بالوں کو جوڑے میں مقید کرتے اس کی جانب دیکھا۔

جب تک تم لوگوں کی آپی زندہ ہے نا یقین کرو ایسے ہی صورت دیکھنے کو ملے گی تمہیں"

"اس لفنگے کی۔"

وہ دانت پہ دانت جھماتے سختی سے گویا ہوئی۔ وہ جواباً کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

آپ جانتی ہیں آپ کے آنے سے قبل جب وہ آیا تھا نا اماں کچن میں تھی تو ہمیں ڈرا"

دھمکا رہا تھا کہ پڑھائی وڑھائی چھوڑ کر گھر گھرستی سیکھے ہم اور آپ کو بھی سکھادیں مگر آپ

نے تو اسے ہی سبق سکھا دیا۔ اتنی عجیب عجیب نگاہوں سے گھورتا ہے وہ آپنی مگر اماں ابا "کو اس کے پیسوں کے آگے اپنی بیٹیاں تک نہیں نظر آتی۔

وہ ناگواری سے بولتی آخر میں افسردہ ہو گئی۔ عقیفہ نے محبت سے اپنی دونوں جڑواں بہنوں کو بازوؤں کے حصار میں لیتے دونوں کی پیشانی چومی۔

سب کچھ نظر آئے گا انہیں تم دونوں پریشان مت ہو۔ تم دونوں پہ اس غلیظ انسان کی "نگاہیں پڑنے سے قبل ہی نوچ ڈالوں گی۔ مگر میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا آئندہ جب بھی وہ گھر آئے تو تم لوگوں کو کمرے سے نکلنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے چاہے اماں "آواز دیں ابا آواز دیں مگر تم دونوں باہر مت نکلنا باقی کام میں سنبھال لوں گی۔

وہ ان کا سر تھپتھپاتے الماری کی جانب بڑھی اور وہاں سے سادہ سا سوٹ نکالتے واشروم میں گھس گئی۔ اس کے تسلی آمیز لہجے میں کسی حد تک وہ دونوں بھی پرسکون ہو چکی تھی ورنہ یاسر کی اندر تک اترتی نگاہیں انہیں ابھی تک اپنے وجود پہ محسوس ہو رہی تھی معاً وہ دونوں بیک وقت جھرجھری لے کر اپنی جگہ سے اٹھی کیونکہ ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا

اور عقیفہ کے پاس ٹیوشن پڑھنے والے بچے بھی آنے والے تھے اسی لیے انہیں بھی ساتھ ہی بیٹھ کر پڑھائی کرنی تھی۔

صدام کی گاڑی جوں ہی آفندی ہاؤس کی پورچ میں داخل ہوئی تو گاڑی کے ٹائر اپنے مخصوص آواز میں چڑچڑائے تھے۔ چوکیدار نے گھر کا داخلی دروازہ کھولتے انہیں خوش آمدید کہا تو پریسہ کندھے پہ بیگ ڈالتی بھاگنے والے انداز میں اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ صدام نے گاڑی کی چابی گارڈ کی جانب اچھالی تھی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی غیر معمولی خاموشی محسوس کرتے اس نے نا سمجھی سے صدام کی جانب دیکھا جو خود ا لچھی نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ پریسہ بے نیازی سے شانے اچکاتی بیگ صوفے پہ پھینکتی صوفے پہ گرنے والے انداز میں بیٹھی تو ملازمہ نے مسکراتے اس کی جانب فریش جوس کا گلاس بڑھایا جسے اس نے مسکرا کر شکریہ کہتے تھام لیا۔

"ماما کہاں ہے مائدہ بی۔"

وہ اچھنبے سے گویا ہوئی۔ صدام جو موبائل میں مصروف تھا اس کی سماعتیں بھی انہی کی جانب مبذول ہو چکی تھی۔

بٹیا دراصل بی بی جی کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ ان کی نکسیر پھوٹ گئی تھی تو میں نے "انہیں کچھ دیر آرام کرنے کمرے میں بھیج دیا تھا۔"

وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی تو پریسہ جوس کا گلاس ایک جھٹکے میں سامنے رکھے شیشے کے میز پہ رکھتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ صدام کا حال بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔

"مائدہ بی آپ نے فون کیوں نہیں کیا ہمیں۔"

وہ پریشانی سے بولی۔

بٹیا میں کرنے والی تھی مگر بی بی جی نے سختی سے منع کر دیا اسی بدولت میں نے "آفندی صاحب کو بھی فون نہیں ملا یا۔"

وہ نرمی سے اسے قائل کرنے والے انداز میں بولی تو وہ دونوں ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھتے تاسف سے نفی میں سر ہلا گئے اور گرا سانس بھرتے آگے پیچھے بھاگنے والے انداز میں ان کے کمرے کی جانب بڑھے تھے۔

"بھائی رکیں آپ ایسے نہیں کر سکتے یہ سراسر ناانصافی ہے ماما سے پہلے مجھے ملنا ہے۔"

وہ صدام کو تیزی سے زینے چڑھتا دیکھ غصے سے منہ پھلا کر چیخی جواباً وہ اسے منہ چڑھاتا بھاگنے میں مزید تیزی لے آیا۔ پیچھے وہ چیختی چلاتی رہ گئی اور ریلنگ سے پشت ٹکاتے مٹھیاں بھیجنے لگی۔ ہمیشہ وہ ہی چھوٹی ہونے کی بدولت واپسی پہ عافیہ کے سینے سے لگتی تھی مگر آج ان کے نیچے نا ہونے کی بدولت صدام نے موقع سے فائدہ اٹھالیا تھا۔

"اے چھوٹی۔"

معاً اپنے نزدیک ہی اس کی آواز محسوس کرتے اس نے ذرا سی بھیگی نگاہیں اٹھاتے اس کی جانب دیکھا جو مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ماما سے ملنا ہے پہلے یا نہیں۔"

اس کی پیشکش پہ پریسہ نے بنا کسی تردد کے سرعت سے گردن ہاں میں ہلائی تو صدام نے اسے نرمی سے اوپر آنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ ایکدم چمکتے دکتے چہرے سمیت بھاگنے والے انداز میں اس تک پہنچی تو سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔ صدام نے محبت سے اس کا چہرہ دیکھا اور اس کے پونی میں مقید بالوں کو ایک جھٹکے سے کھینچتے بلند بانگ قہقہہ لگاتے عافیہ کے کمرے میں گھس گیا۔ پیچھے وہ اس کی حرکت پہ بے بسی سے جلتی کڑھتی رہ گئی۔

"بھائی۔ آئی ہیٹ یو بھائی۔ آپ بہت برے ہیں۔"

وہ روہانسی ہوتی بری طرح پیر پٹختے ہوئے بولی معاً عافیہ کی طبیعت کا خیال کرتے وہ دانت کچکچاتی جوں ہی کمرے میں داخل ہوئی تو عافیہ بیڈ کراؤن سے پشت ٹکائے بیٹھی تھی اور صدام ان کی گود میں سر رکھے سکون سے آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا۔ پریسہ نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا اور ایک نظر ناراضگی سے عافیہ کو جن کی انگلیاں صدام کے بالوں میں حرکت کر رہی تھی۔ عافیہ نے اسے دیکھتے سرعت سے بازو اس کی جانب واں کیے۔

میں نہیں آؤں گی ماما۔ پہلے آپ بھائی سے کہیں کہ یہاں سے اٹھیں۔ انہوں نے دھوکا " "کیا ہے میرے ساتھ۔

وہ سر جھٹکتے چٹخ کر بولی۔ صدام اس کی آواز پہ قہقہہ لگاتے اپنی جگہ پہ ہی اٹھ بیٹھا۔

آجا میری جانی دشمن۔ جب سے اس دنیا میں آئی ہے میری ساری محبت پہ ڈاکہ ڈالے " "بیٹھی ہے ڈاکو رانی۔

وہ چڑانے والے لہجے میں بولتے اب عافیہ کے شانے سے سر ٹکا گیا۔ پریسہ اس کی بات پہ تفاخر سے مسکراتے بھاگتے ہوئے بیڈ پہ چڑھی اور پوری شدت سے عافیہ کے سینے سے لگی تھی جواباً انہوں نے اپنی لاڈلی بیٹی کی پیشانی پہ شدت بھرا بوسہ دیا۔ پریسہ نے ان کے گال کو چومتے آنکھیں موندے صدام کا گال محبت سے چوما تو وہ بند آنکھوں سمیت مسکرایا تھا۔

"آئی لو یو بھائی۔"

وہ اسی جگہ پہ دانت گاڑتے کھلکھلاتے ہوئے عافیہ کی گود میں چہرہ چھپا گئی معاً کچھ یاد آنے پہ وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

اب کیسی طبیعت ہے آپکی ماما۔ بابا کو فون کر دینا چاہیے تھا آپکو۔ آپ جانتی ہیں کہ اب "گھر لوٹ کر آپ کو لے کر ہماری کلاس پکی ہے۔"

وہ منہ بناتے ہوئے ہنس کر بولی۔ عافیہ نے محبت سے اس کی جانب دیکھا۔
آپ کے بابا کا ویسے بھی دل نہیں ہوتا افس جانے کا میں گھر بلا لیتی تو انہیں بہانہ مل "جاتا۔"

وہ اس کے چہرے پہ جھولتے بالوں کو سنواری مسکراتے لہجے میں گویا ہوئی۔
"چھوٹی میرا سر تو دبانا۔"

معاً صدام کی آواز پہ اس نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا اور ایک نظر عافیہ کو جو اس کی نگاہوں میں پنہاں شکوہ بخوبی سمجھ گئی تھی۔

صدام مت کیا کرو تم جانتے ہو تمہارے بابا کو معلوم ہوا اس بابت تو تمہاری کلاس پکی " ہے۔"

وہ اسے ڈپٹتے ہوئے بولی جواباً وہ ہنوز آنکھیں موندے لیٹا رہا۔

ماما کیا میرا قد بہت چھوٹا ہے۔ میں پیاری بھی نہیں دکھتی ہونگی نا اسی بدولت۔ وہ فارس "کمینہ اس نے بھی اج مجھے چھوٹی کہاں ہے۔"

وہ آنکھوں میں نمی لیے نم لہجے میں گویا ہوئی۔ عافیہ نے ناراضگی سے اس کی جانب دیکھا۔ اس کا بھیکا لہجہ سن صدام کی آنکھیں بھی پٹ سے کھلی۔

پاگل لڑکی دوستوں میں ایسا مذاق چلتا ہے اب ان ہنسی مزاق کو دل پہ لینا شروع کر دو " گی تو دوستیاں نہیں چل پائے گی اور وہ تو پھر رونق ہے کچھ بھی بولتا ہے۔ یوں ہر کسی کی "بات کو دل پہ نہیں لیتے۔"

وہ اس کے سر پہ چپت لگاتے گہرا سانس بھرتے ہوئے بولا تو عافیہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ پریسہ اس کی بات پہ کچھ شرمندہ سی ہو گئی۔ اسے یوں برتاؤ نہیں کرنا چاہیے تھا اس سے یوں وہ اٹھ کر آگئی تھی۔ صدام اس کا چہرہ دیکھ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ چلیں میں فریش ہو کر کچھ دیر آرام کروں گا۔ ان موٹی موٹی کتابوں سے میرا دماغ سن " ہو گیا ہے۔

وہ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے تھکے تھکے لہجے میں بولا۔ عافیہ محظ سر ہلا کر رہ گئی۔ اس نے باری باری ان دونوں کے سر پہ لب رکھے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی پریسہ کھسک کر عافیہ کے بستر میں ہوئی۔

"پری میری جان پہلے کپڑے تبدیل کرو پھر سونا۔"

وہ اس کے بالوں کو سنوارتی ہوئی اپنے لہجے کو حتی الامکان سخت بناتے ہوئے بولی مگر وہ کسمسا کر ان کے وجود کی خوشبو محسوس کرتے آنکھیں موند گئی۔ اس کے سونے کے بعد بھی عافیہ کی انگلیاں اس کے بالوں میں حرکت کر رہی تھیں جبکہ گہری پرسوچ نگاہیں اس

کے چہرے کا طواف کر رہی تھی۔ وہ تو گھر بھر کی لاڈلی تھی جس پہ آئی ایک کھروچ بھی کسی کو برداشت نہیں تھی مگر اس کا قد معمولی لڑکیوں سے چھوٹا ہونے کی بدولت وہ اپنا دل برا کر جاتی تھی اور پریشانی تو انہیں بھی ہوتی تھی اس کے رشتے کو لے کر کیونکہ لوگ تو آج کل اچھی بھلی لڑکیوں میں نقص نکال دیتے تھے۔ اس کے سادہ معصوم سے بے ریاں چہرے کو دیکھتے وہ نم آنکھوں سمیت مسکرائی تھی۔ انہیں یہ بھورے بالوں والی اپنی گریٹا بے حد عزیز تھی سرخ و سفید رنگ کی حامل یہ لڑکی انہیں سچ مچ کی پری محسوس ہوتی تھی جو کہی سے اڑ کر ان کی چھوٹی سی فیملی کو چار چاند لگاتے اسے مکمل کر چکی تھی۔ ہیزل آنکھیں جن میں ہمہ وقت محبت رقص کرتی تھی وہ اس دنیا کے جھمیلوں سے آزاد تھی ناکسی امیری کا زعم اور ناکبھی کسی غریب کو دیکھ کر دل برا کرنا یہی تو اس کی خاصیت تھی۔

وہ جھک کر اس کی پیشانی چومتے اپنی جگہ سے اٹھی اور اس پہ کمفرٹر درست کرتے خود تازہ دم ہونے چل دی تاکہ طبیعت کچھ بہتر محسوس ہو۔

کمرے میں تاریکی نے ڈیرا جمایا ہوا تھا۔ کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے دبیر بھورے رنگ کے پردے آڑھے ترچھے لٹکے ہوئے تھے۔ قالین پہ مختلف سنیکس کے کہ خالی پیکٹس اور جوتے ویسے ہی گرے ہوئے تھے۔ اور بیڈ پہ لیٹا وجود خود ہی آڑھا ترچھا نیند کی وادیوں میں گم تھا۔ کمرے میں مخصوص خراٹوں کی آواز گونج رہی تھی۔ اسی اثناء میں کچھ دیر کی تردد کے بعد کمرے کا دروازہ ذرا سا کھلا اور کوئی ہولے ہولے چلتا اندر داخل ہوا۔ دروازہ کھلنے کی بدولت باہر پھیلی روشنی اب اندر بھی پھیل چکی تھی۔ وہ کمرے میں بکھری چیزوں کو ہولے ہولے سونگھتا آگے بڑھ رہا تھا معاً کسی کا بھاری پاؤں اپنے سر پہ محسوس کر اس نے اپنی موٹی موٹی آنکھوں سے اوپر دیکھا جہاں اس کے باس کا پیر اس کے لگا تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں بولتے ایک چھلانگ مار کر اس کی پشت پہ بیٹھتے اس کے بالوں کو سونگھنے لگا۔

میکس سونے دے یار۔ ویسے بھی اس گھر میں سب میرے دشمن ہیں اب لگتا ہے تو" "بھی انہی کی فوج میں شامل ہو گیا ہے۔

وہ نیند ہی نیند میں مسمنایا معاً وہ اس کے سر پہ اپنا پاؤں رکھتے اس کے کان کے نزدیک جھکا اور زور سے چیخا۔ لگے ہی لمحے اس کی بات کا مفہوم سمجھتے وہ اس پہ اپنی گرفت مضبوط کرتے ایک جھٹکے میں سیدھا ہوا اور گہرے گہرے سانس بھرنے لگا۔ میکس کی آنکھیں چمک اٹھی جو تاریکی میں بھی صاف محسوس ہوئی تھی۔

"تو جھوٹ تو نہیں بول رہا نا۔ سچ میں ہٹلر اوپر آرہی ہے۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے ماتھے پہ بل ڈالے بولا جواباً وہ اپنے مخصوص انداز میں اس کے گال سے گال سہلانے لگا۔ فارس اس کی حرکت پہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی جانب بھاگا تاکہ اسے لاس کر سکے۔ لگے ہی منٹ میں کمرے کا دروازہ بند کرتے اس نے میکس کی پشت تھپتھپاتے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا تو وہ اپنی دم ہلاتے بیڈ پہ بیٹھے اپنے باس کے ہاتھوں میں ذہین سے چیزیں اٹھاتے تھمانے لگا۔ اس نے شاباشی دینے والے انداز میں اسے فلائنگ کس بھیجی جواباً وہ شرماتے اس کی شرٹ اس کی جانب بڑھا گیا جسے اس نے سرعت سے پہنتے بیڈ پہ پنچھی چادر کو ہلکا پھلکا درست کرتے ایک طائرانہ نگاہ کمرے میں دوڑائی۔ تسلی ہوتے ہی اس نے

میکس سے ہاتھ ملایا جو دو پنچوں کے بل زبان نکالے کھڑا تھا۔ اس نے اس کی پشت کو نرمی سے سہلایا۔

آج پھر تو نے مجھے اس ہٹلر سے بچالیا بس تو ہی میرا سچا ہمدرد میرا دوست میری جان " سب کچھ ہے۔ انسانوں سے سچ میں وفاداری کی توقع نہیں رکھنی چاہیے جب تجھ جیسے "دوست مل جائے تو کیا ہی بات ہے ساری زندگی کی عیش ہے۔

وہ میکس کو اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے محبت سے بولا۔ اور اس کی پشت کو ہولے ہولے سہلانے لگا۔ اپنے مالک کی جانب سے شاباشی محسوس کرتے وہ بھی سکون سے آنکھیں موند گیا۔ فارس اس سے پورے دن کی باتیں کرنے میں مصروف تھا اور وہ سکون سے اس کی باتیں سننے میں معاً اسی دوران کمرے کے دروازے میں کھٹکا ہوا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ آئیے میں دیکھ کر اپنے بالوں کو سنوارتے دروازہ کھولتے دلکشی سے مسکرایا تو مافیہ نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور ایک نظر اس کی پشت پہ سمٹے کمرے کو ستائشی انداز میں دیکھا اور کمرے میں داخل ہوئی مگر اگلے ہی لمحے فارس

کے عقب سے نکلتے میکس کو دیکھتے وہ چیخ مارتے پیچھے ہوئی اور دل پہ ہاتھ رکھتے گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔

"اس کتے کو تو پیچھے کرلو۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ ان کا کتا کہنا میکس کو کچھ زیادہ پسند نہیں آیا تھا تبھی اپنے انداز میں چلانے لگا۔ فارس نے مافیہ کے اڑے اڑے رنگ کو دیکھتے مسکراہٹ دبائی۔

اے اے ماں! مت کہا کرو ناکتا اسے برا مان جاتا ہے۔ اور اگر اسی برا میں اس نے "کسی دن اصل والا کتا بن کر دکھادیا تو جانتی ہیں پھر کیا ہوگا پھر آپ کہے گی فارس میں نے اتنے فیشلز کروالیے مگر اس کتے کے کاٹنے کا نشان نہیں جا رہا۔"

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے گویا ہوا۔ مافیہ نے اس کے بازو پہ ایک ذبردست قسم کا جھانپڑ رسید کیا تھا جو بات بات پہ بس انہیں اسی چیز کے طعنے دیتا تھا۔

"چلو نیچے کھانے پہ تمہارے ڈیڈ انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ اسے آنکھیں دکھا کر بولتی ایک اچھٹی نگاہ میکس پہ ڈالتے نیچے کی جانب بڑھ گئی۔ فارس نے میکس کو اشارہ کرتے قدم ان کی تقلید میں بھگائے تھے۔ اگلے پانچ منٹ میں وہ کھانے کی میز پہ موجود تھا اور آفتاب کی نگاہیں اسے گھورنے میں۔

"کیا ہو گیا ہے کیوں گھور رہے ہیں مجھے۔ کیا آنکھوں کے راستے نکلنے کا ارادہ ہے آپکا مجھے۔" وہ ان کی گھوریوں سے چڑتے تنک کر بولا تو مافیہ نے آنکھوں کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کا کہا۔

دل تو شدت سے چاہ رہا ہے کہ تمہارا قتل کردوں جو اس کتے کو کھانے کی میز تک لے " آئے ہو۔

وہ کرخت لہجے میں گویا ہوئے۔ میکس نے اس کی جانب دیکھا گویا خود کو کتا کہا جانا اسے قطعی پسند نا آیا ہو۔ فارس نے بے نیازی سے کندھے اچکاتے اس کی بات کو ہوا میں اڑایا اور آنکھوں سے اسے کوئی اشارہ کیا جواباً وہ اپنی زبان نکالتے آفتاب کی جانب بڑھا تو وہ چہچہ وہی پلیٹ میں پٹختے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"یہ کیا کر رہا ہے فارس۔"

وہ سچ مچ اسے اپنی جانب بڑھتا دیکھ بوکھلا گئے۔

میں نے تو آپ سب کو پہلے بھی کہا تھا کہ اسے خود کو کتا کہے جانا بالکل نہیں پسند۔ اس "کانام میکس ہے میکس۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولتے آخر میں مزے سے ہنسا۔ وہ اس کی حرکت پہ عاجز آتے دانت کچکچا کر رہ گئے۔

"میکس جاؤ شاباش فارس کے پاس۔ سوری تمہیں اتدہ کبھی کتا نہیں کہوں گا۔"

وہ عجیب سے لب و لہجے میں بولے تو میکس کے بڑھتے قدم وہی تھمے۔ اگلے ہی سیکنڈ وہ واپس فارس کی جانب آیا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"تمہاری حرکات میں دیکھ رہا ہوں فارس اور وہ بھی بہت غور سے۔"

وہ کٹیے لہجے میں بولتے ایک غصیلی نگاہ اس پہ ڈالتے اپنی پلیٹ پہ جھک گئے۔

"تو مت دیکھیں نا ڈیڈ میں نے کونسا آپ کی منت سماجت کی ہے کہ آپ مجھے دیکھیں۔"

وہ کانٹے میں لگی سڑابیری حلق میں اتارتے کوفت سے گویا ہوا۔ اس کی بات پہ آفتاب کو ذبردست قسم کا اچھو لگا تھا۔ فارس نے سرعت سے مسکراہٹ چھپائی۔

"خیر تم نے اس لڑکی کے بابت کیا سوچا ہے۔"

وہ گلہ کھنکھارتے ہوئے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولے۔ فارس نے بھنویں سکڑیں۔

"کیا مطلب اس کے بارے میں سوچنا بھی تھا۔"

جواباً وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر بولتے ان کا بی پی سچ میں ہائی کروا گیا۔

"تو اور تمہیں اس کی تصویر کس لیے دکھائی تھی۔"

وہ میز پہ ہاتھ مارتے اشتعال آمیز لہجے میں بولے۔ اس لڑکے نے اپنی حرکتوں سے ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔

"مجھے لگا کہ شاید آپ کا دوسری شادی کا ارادہ ہے۔"

وہ بھولپن سے بولا۔ اس کی بات پہ مافیہ کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی تھی وہ ایک جست میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

تمہارا دماغ ٹھکانے پہ ہے جو اپنے بوڑھے باپ کی دوسری شادی کروانے پہ تل گئے۔
 "ہو۔ تمہارے لیے یہ اچھا موقع تھا تمہیں گنوانا نہیں چاہیے تھا۔

وہ دانت پیستے ہوئے تند لہجے میں بولی۔

وہی تو بول رہا ہوں ماما کہ موقع اچھا ہے دستور بھی ہے بندہ حاضر ہے آپ کے شوہر۔
 "کے روپ میں اپنی سوکن لے آئے نا موقع ہاتھ سے جائے گا اور نا ہی لڑکی۔

وہ بائیں آنکھ دباتے مسخرے پن سے بولا۔

"ہنہ تمہارے اس بوڑھے باپ کو لڑکی کون دے گا اب۔"

وہ تمسخرانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔ فارس نے صدماتی کیفیت میں آفتاب کی جانب دیکھا
 جن کا چہرہ احساسِ توہین سے سرخ پڑ رہا تھا۔ اس کا جی چاہا قہقہہ لگا کر ہنسے مگر ضبط کر گیا۔

"ڈیڈ بوڑھے اور وہ بھی آپ۔ ڈیٹس ناٹ فئیر اس ریٹلی ہرٹنگ ڈیڈ۔"

وہ اپنی نادیدہ آنسو چھپاتے ہوئے بولتے ان کو مزید سلگا کر راکھ کر گیا۔

"ایک منٹ یہ تم بوڑھا کسے بول رہی ہو۔"

اب کی بار وہ طیش کے عالم میں مافیہ پہ برس پڑے۔

یہاں پہ بوڑھا کون ہے آپ نا تو آپ کو ہی بولوں گی اس میں اتنا حیران ہونے والی "

"کو نسی بات ہے۔

وہ سر جھٹکتے ہوئے ایک ادا سے بولی۔ آفتاب نے غصے سے مٹھیاں بھینچی جبکہ ان دونوں کی توپوں کی رخ ایک دوسرے کی جانب دیکھ فارس دلکشی سے مسکراتے میکس کو لے کر گھر کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گیا کیونکہ اس کا کام تو اب مکمل ہو چکا تھا۔ وہ ان دونوں کو ایک دوسرے میں الجھانے میں پوری طرح کامیاب ہو چکا تھا۔

چل میکس ہمارا کام تو ہوا اب یہ جو شیخ چلی کی طرح خواب بن رہے تھے نا میرے ماں "

باپ آج ایک دوسرے کے بال اکھاڑنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ شاید وہ مجھے سمجھنے میں کوتاہی کر گئے کیونکہ فارس کسی کی سمجھ میں آسانی سے آجائے یہ تو پھر

"ناممکنات میں سے ایک ہے۔ اسے سمجھنے کیلئے اس کے جیسا ہونا ضروری ہے باس۔

وہ فلک شکاف قہقہہ لگاتے ہوئے مزے سے بولا جس میں میکس نے بھی اس کا بھرپور طریقے سے ساتھ دیا تھا۔

"یہ تم کہاں جانے کی تیاری کر رہی ہو۔"

وہ جونک سک سی تیار فیس پاؤڈر سے اپنے چہرے کو آخری ٹچ دے رہی تھی اپنے عقب سے آنے والی آواز پہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی جہاں اس کی چھوٹی بہن اس کی تیاری کو مشکوک نگاہوں سے گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

"حیدر وغیرہ آرہے ہیں مجھے پک کرنے کھانا کھانے جارہے ہیں ہم۔"

وہ ہلکے پھلکے لہجے میں گویا ہوئی۔ عائشہ نے تنقیدی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا جو ہمیشہ کی طرح پینٹ شرٹ میں ملبوس تھی۔ سفید رنگ کی شرٹ ساتھ نیلے رنگ کی جینز پہنے جو گھٹنوں سے ہلکی ہلکی پھٹی ہوئی تھی بالوں کو سٹریٹ کر کے پشت پہ کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ وہ

اس کی تیاری دیکھ سر جھٹک کر رہ گئی۔ مریم نے گنگناتے ہوئے اپنے عکس کو تفصیل سے آئینے میں دیکھا۔

"تم کیوں اتنا سر رہی ہو بہن۔"

وہ اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولتی موبائل پکڑتے سیلفیاں لینے لگی جو اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

سر نہیں رہی باجی مگر تم جانتی ہو کہ بھائی گھر ہی ہے وہ تمہیں اس طرح کبھی باہر "نہیں نکلنے دے گا۔"

وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔ وہ بھی عموماً ایسی ہی ڈریسنگ کرتی تھی مگر حمزہ کے ہوتے ہوئے وہ ایسے کاموں سے گریز برتتی تھی کیونکہ انہیں اس طرح کے لباس میں دیکھتے اس کی غیرت جوش مارتی تھی۔

جب ماما اسے بولنے لائق نہیں چھوڑتی تو تمہیں کیا مسئلہ ہے چھوٹی ہو تو چھوٹی ہی رہو "زیادہ میری امی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ ذہر خند لہجے میں بولتی جو گرز باندھتی کمرے سے باہر نکل گئی جہاں اس کا سب سے پہلے سامنا حمزہ سے ہی ہوا تھا جو عجیب سی نگاہوں سے اس کی تیاری کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ ناگواری سے نگاہوں کا زاویہ بدلتے سر جھٹک کر رہ گئی۔

"کہاں جارہی ہو تم۔"

وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔ لہجے میں ایک تنبیہ تھی۔

اور تم کون ہوتے ہو مجھ سے یہ سوال پوچھنے والے۔ یا تمہیں یہ خوش فہمی لاحق کیوں "ہوئی کہ میں تمہیں جواب دہ ہوں۔"

وہ بیٹیلے لہجے میں بولی۔ اشتعال سے اس کی کنپٹی کی رگیں ابھر کر واضح ہونے لگی۔

مجھے جواب دو کہ کہاں جارہی ہو تم اس وقت۔ وقت دیکھا ہے رات کے آٹھ بج رہے "ہیں اور تم یوں منہ اٹھا کر باہر جارہی ہو سونے پہ سہاگہ لباس دیکھو۔"

بولتے بولتے اس کی آواز تیز ہو گئی جسے سن کر رومانہ بھی اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔

"کیا ہو گیا ہے کیوں چلا رہے ہو تم سب جاہلوں کی طرح۔"

وہ ناگواری سے گویا ہوئی مگر مریم کو دیکھتے ان کی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئی تھی مگر فلحال انہوں نے حمزہ کی موجودگی میں کچھ بھی بولنا بہتر نا سمجھا۔

"اس سے پوچھیں کہ یہ کہاں جا رہی ہے۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا ماما۔"

وہ شدید غصے کے عالم میں پھنکار رہا تھا مگر مریم کو اس سے کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ کبھی موبائل کو دیکھتی تو کبھی اپنے بالوں کو سنوارتی۔

حمزہ تم کمرے میں جاؤ میں پوچھتی ہوں اس سے۔

وہ اسے ٹھنڈا کرنے کے جتن کرنے لگی مگر وہ تھا کہ آج اپنے موقف پہ ڈٹ کر کھڑا تھا۔

نہیں جاؤں گا میں یہاں سے کیا سمجھ لیا پاپا کے جانے کے بعد کہ اس گھر کی غیرت "مرگئی" یے کوئی بولنے والا نہیں ہے مرد کیا سب مر گئے ہیں۔ میں ابھی زندہ ہوں اور یقین کرو کہ غیرت کے نام پہ میں اسے مارنے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔

وہ تلخ لہجے میں بولتے ان سب کا چہرہ دھواں دھواں کر گیا۔ مریم نے گھبرا کر رومانہ کی جانب دیکھا جن کی پیشانی پہ شکنیں واضح تھیں۔

اپنی بکواس بند رکھو اور جاؤ یہاں سے ابھی میری بیٹیوں کی ماں زندہ ہے ان کے سر پہ " تمہیں ان کے سروں پہ مسلط ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ جو بھی کرتی ہیں مجھ سے پوچھ کر کرتی ہیں اور ویسے بھی وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ڈنر کرنے جا رہی ہے تو اس میں مضائقہ کیا ہے۔ آئندہ اس لہجے میں مخاطب مت ہونا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

وہ اپنے لہجے میں کرخشگی سموئے کاٹ دار لب و لہجے میں بولی۔ حمزہ ان کے بگڑے تیور دیکھ تلخی سے ہنسا۔

جی جی سب کچھ سمجھ گیا ماما میں۔ یہ جو آپ انہیں کھلی چھوٹ دے رہی ہیں نادعا " کیجیے گا کہ یہ کہی آپ کے گلے کا پھندہ ہی نا بن جائے۔"

وہ تنفر بھری نگاہ مریم پہ ڈالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اس نے ایک پرسکون سانس خارج کرتے رومانہ کی جانب دیکھا جو شکایتی نگاہوں سے اسے ہی گھور رہی تھی۔

"یہ لو ڈوپٹہ۔ اوڑھ لو۔"

عائشہ اس کی جانب ڈوپٹہ پھیلاتے ہوئے بولی تو رومانہ نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

کیا مطلب ڈوپٹہ کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے ساتھ ڈوپٹہ لینے کی یہ ایسے ہی "خوبصورت لگ رہا ہے۔ ایسے لباس کے ساتھ کون ڈوپٹہ اوڑھتا ہے۔"

وہ اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے مریم کی شرٹ درست کرنے لگی۔ عائشہ نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"اب بتاؤ کہاں جارہی ہو۔"

وہ مدھم لہجے میں بولی۔

ماما کہاں جاسکتی ہوں دوستوں کے ساتھ جارہی ہو کالج کے۔ حیدر کی برتھڈے تھی تو ڈنر "اس کی جانب سے ہے۔ اگر لوٹنے میں دیری ہو جائے تو پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے میں لوٹ آؤں گی۔"

وہ موبائل پہ آنے والے میسج کو پڑھتی مصروف سے لہجے میں گویا ہوئی۔

دیر سے آنے کی بات مت کرو حمزہ پہلے ہی چڑا ہوا ہے مزید اسے غصہ کرنے کا موقع "مت دینا۔"

انہوں نے اپنی طرف سے اسے ڈراوا دینا چاہا۔ اس دوران عائشہ خاموشی سے ڈرائے فروٹ کھانے میں مصروف تھی گاہے بگاہے نگاہیں اس کی جانب بھی اٹھ رہی تھی۔ میں پوری کوشش کروں گی مگر اگر دیری ہوگئی تو اسے سنبھال لیجیے گا ویسے بھی آپ "اچھے سے جانتی ہیں کہ اسے اوقات میں کیسے رکھنا ہے جو ہم پہ چڑھائی شروع کر دیتا ہے۔"

وہ نفرت بھرے لہجے میں بولی۔ اسے کبھی بھی حمزہ کا یوں اپنے معاملات میں دخل اندازی کرنا قطعی پسند نہیں رہا تھا مگر وہ بلاوجہ بحث کرتا تھا کبھی اس کے جانے پہ تو کبھی اس کے لباس پہ تنقید۔ کچھ ہی دیر میں وہ گروپ میں میسج موصول ہوتے ہی وہ انہیں الوداع کہتے باہر کی جانب بڑھی جہاں اس کے چار دوست گاڑی میں موجود تھے

جن میں تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ وہ گاڑی میں پہنچتے ان کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولتے خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اگلے دو منٹ میں گاڑی فرائے بھرتی گھر کی حدود سے نکلتی چلی گئی۔ اس کے برعکس اوپر بالکونی میں کھڑے حمزہ کے وجود میں اشتعال کی لہریں کوند رہی تھی۔ اس نے کبھی بھی یوں بے وجہ ان سب کو کہی انے جانے سے منع نہیں کیا تھا نا ہی بلا وجہ روک ٹوک کی تھی کیونکہ اسے یہ سب بالکل پسند نہیں تھا۔ اسے یہ بات اچھے سے ازبر تھی کہ پاپا کے ہوتے انہیں ایک لپ سٹک تک لگانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی مگر اب ان کے جانے کے بعد سب کچھ بدل گیا تھا ان کا لباس حلیہ۔ کیا کسی کے جانے کے بعد کیا ان کی ہدایات بھی بھول جاتی ہیں۔ کیا سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ فقط سوچ کر رہ گیا۔ تھا تو وہ بھی ایک مرد تھا جس کو رات کے اس پہر اپنی بہن کو یوں باہر جانا کسی طور پہ گوارا نہیں تھا مگر جب اس کی ماں ہی اسے کسی کھاتے میں نہیں لاتی تھی تو اس کے بعد تو پھر کسی قسم کا جواز باقی نہیں بچتا تھا۔ وہ آسمان پہ چمکتے تاروں کو دیکھتے ایک تھکی تھکی سی سانس خارج کر گیا۔ دل میں اس قدر سوالات تھے مگر جواب ایک بھی نہیں تھا۔

"یہ ابا اب تک گھر کیوں نہیں لوٹے تمہارے۔ عقیفہ ذرا فون تو ملا۔"

وہ ٹی وی پہ ڈرامہ دیکھنے میں مصروف عقیفہ کو آواز لگاتے ہوئے بولی تو اس نے ٹی وی سے نگاہیں ہٹاتے ان کی جانب دیکھا جو دسترخوان لگاتے اس پہ کھانا رکھنے کے ساتھ ساتھ بڑبڑا بھی رہی تھی۔

اچھا اماں کر تو لیتی ہوں مگر مجھ سے لکھوالیں آپ یہ ضرور اس یاسر نے جاکر ابا کے کان بھرے ہونگے تبھی ہمارے بھولے ابا اس کی بات کا یقین کرتے باہر بیٹھے یہی "سوچ رہے ہونگے کہ گھر جاکر بات کا آغاز کیسے کروں۔"

وہ ڈرامائی انداز میں بولتے فون ملانے لگی دوسری جانب بیل تو جارہی تھی مگر فون کوئی نہیں اٹھا رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر موبائل صوفے پہ رکھتے ان کی مدد کروانے لگی۔

"کبھی تو کچھ اچھا منہ سے نکال لیا کر عقیفہ۔"

وہ اسے جھاڑ پلاتے ہوئے بولی جواباً اس نے تاسف سے نفی میں سر ہلاتے گہرا سانس بھرا۔

"اچھا برا کیا ہوتا ہے اماں سچ سچ ہوتا ہے اور ہمیشہ کڑوا بھی ہوتا ہے۔"

اماں اس کی شانِ بے نیازی پہ عیش عیش کر اٹھی مگر اسے ایک ذبردست گھوری سے نوازنا نا بھولی۔

تجھے ڈر نہیں لگتا کہ اگر کبھی کوئی باہر کا مرد تیرے باپ کو تم لڑکیوں کے بارے میں "کچھ غلط باتیں کہ دے تو پھر کیا ہوگا۔"

وہ شاید اس کے جواب کی منتظر تھی۔ اس کی بات پہ عفیفہ نے مسکرا کر ماں کی معصومیت کو دیکھا۔

اماں جب کوئی غلطی گناہ نہیں کیا تو پھر ڈرنا کس بات کا ڈرے وہ جو ظاہری طور پہ "نیک پروین اور اندر سے گناہوں سے لدا ہوا ہو۔ ابا کو منانا مجھے بخوبی آتا ہے پریشان مت ہو "میری بھولی ماں۔"

وہ ان کے دونوں گال کھینچتے پچکارنے والے انداز میں بولی تو انہوں نے ہنس کر منال نوال کی جانب دیکھا جو ابھی بھی کوئی کام کر رہی تھی۔

"یہ صبح سے پڑھ ہی رہی ہیں کب جان چھوڑو گی ان کی۔"

وہ ان دونوں کی جانب اشارہ کرتے عفیفہ کو دیکھنا سمجھی سے گویا ہوئی۔

ریاضی ہے اماں ریاضی۔ اور دوسرا انگریزی دونوں کو پڑھائی کے لگایا ہوا ہے بورڈ کے "امتحانات سر پہ کھڑے ہیں اور یہ ڈھیلی مجوں کی طرح آرام فرما ہیں۔"

وہ ہاٹ پاٹ دسترخوان پہ رکھتے گہرا سانس بھرتے ہوئے گویا ہوئی۔ انہوں نے کوفت سے آنکھیں گھماتے اپنے دکھتے سر پہ کپڑا کس کر باندھا اور صوفے پہ بیٹھ گئی۔ عفیفہ ان کے پاؤں کو اپنی گود میں رکھتے ہوئے سے دبائے لگی۔

"ناکر میری جان۔ میں ٹھیک ہو۔"

وہ چاہت بھرے لہجے میں بولی۔

خدمت کرنے دیں اماں مجھے اپنی کیا معلوم اسی وقت آپ کے دل سے میرے لیے "
"نکلی کوئی دعا سچ ہو جائے۔"

وہ آنکھیں میچ کر محبت سے بولی۔ لہجے میں ایک کھنک سی تھی۔

والدین کی دعاؤں میں سب سے اول اولاد ہی ہوتی ہے بچے چاہے وہ پھر جیسی بھی "
"ہو۔"

وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی اسی دوران ڈور بیل کی آواز پہ وہ سرعت سے سیدھی
ہوئی۔

"میں دیکھتی ہوں۔"

عفیفہ سر پہ ڈوپٹہ درست کرتے دروازے کی جانب بڑھ گئی دروازہ کھولتے ساتھ ہی نعیم
گھر کے اندر داخل ہوا تو حالت کچھ کھوئی کھوئی سی تھی۔ اسے اپنے شک پہ یقین کی مہر
ثبت ہوتی محسوس ہوئی۔ کچھ ہی دیر میں وہ منہ ہاتھ دھوتے دسترخوان پہ آچکے تھے۔ کھانا
خاموش ماحول میں کھایا گیا۔ نعیم کے چہرے سے اضطراب صاف واضح تھا۔ تقریباً بیس

منٹ بعد کھانے سے فراغت حاصل کرتے ہی برتن سمیٹتے کچن میں پہنچائے۔ عقیفہ نے چولہے پہ چائے چرھاتے خود سینک پہ رکھے برتنوں کو دھویا اور لگے پندرہ منٹ میں چائے کی ٹرے لیتے باہر لاؤنج میں آئی جہاں نعیم ٹی وی پہ پوری دہجمنی سے خبریں دیکھنے میں مصروف تھے۔ صفیہ ان کے نزدیک ہی براجمان تھی۔ سب کو چائے دیتے سب سے آخر میں اس نے نعیم کی جانب چائے بڑھائی تو انہوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور خاموشی سے کپ تھام لیا۔ وہ بھی اپنا کپ لیتے ان کے نزدیک ہی براجمان ہو گئی۔

"عقیفہ مجھے تجھ سے ایک بات پوچھنی ہے۔"

معاً لاؤنج کی خاموش فضا میں نعیم کی بھاری آواز گونجی تو اس نے گہرا سانس بھرتے خود کو ان کی بات کے جوابات کیلئے تیار کیا تھا کیونکہ نعیم کو اس کے یونی فیلوز کے بابت زیادہ علم نہیں تھا تبھی وہ کچھ جھجک رہی تھی۔

ابا میری دوست ہے پرلہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مجھے چھوڑنے آئی تھی یہاں گھر۔
"کیونکہ آج بسوں کی سڑائیک تھی۔"

وہ چائے کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں بھرتے ہوئے سادہ سے لہجے میں بولی۔ صفیہ نے کوفت سے دانت کچکچائے بھلا کیا ضرورت تھی خود کچھ بتانے کی البتہ منال نوال اس کی ہمت کی داد دے اٹھی۔

"تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں اس بابت بات کرنے والا ہوں۔"

وہ خواہ مخواہ شرمندہ ہوتے پہلو بدلتے ہوئے بولے۔ عقیفہ ان کی بات پہ جی جان سے مسکرائی تھی۔

ابا آپکی شکل دیکھ کر ہی پتہ چل رہا ہے کہ کوئی اپنا کام مہارت سے کر کے جاچکا ہے اور "آپ کا آپ کی بیٹی کے اوپر سے اعتماد دگمگا چکا ہے۔"

وہ اذیت سے مسکرا کر سر جھٹک گئی۔ لگے ہی لمحے وہاں کا ماحول سوگوار ہو گیا تھا۔ نعیم نے سرعت سے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں بچہ تو دیکھ اب میں پہلے ہی دکان کی وجہ سے پریشان ہوں کہ گھر کا خرچہ چلانا" مشکل ہوتا جا رہا ہے سونے پہ سہاگہ یاسر نے آکر بات کر دی ایسی شاید اسے بھی غلط "فہمی ہوگئی ہوگی ورنہ اتنا پیارا بچہ غلط بات کیوں کرے گا۔

وہ خود کو اور وہاں موجود سب نفوس کو تسلی دیتے نرمی سے گویا ہوئے۔ عقیفہ نے طیش کے عالم میں جبرے بھینچ لیے مطلب ابھی بھی وہ اچھا بچہ تھا۔

ابا اتنا بیبا بچہ وہ رہ ہی نا جائے کونسی پٹیاں بندھی ہوئی ہیں آپ کے اور اماں کی آنکھوں" میں اف میں بھی کسے سمجھا رہی ہوں خیر جب میں ان کی گاڑی سے اتر رہی تھی تو وہ نواب صاحب اپنے بڑے بڑے بٹنوں سے مجھے ہی گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے مزید عرض کروں تو اندر بھی آئے تھے اپنے شک کی تصدیق کرنے اور میرے کردار پہ بات کرنے مگر جوں ہی اماں نے ان کو پہچان لیا تو ساتھ ہی بھگی بلی بن کر وہ موقع سے فرار ہوتے آپ کے پاس پہنچ گیا کہ کیسے میرے کردار پہ انگلی اٹھانے تاکہ آپ کو جو "اپنی بیٹیوں پہ اندھا یقین ہے وہ کسی بھی طرح ٹوٹ کر بکھر جائے۔

وہ غصے سے بولنے پہ آئی تو بولتی چلی آئی۔ بھوری کانچ سی آنکھیں سرخی لیے ہوئی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح وہ سامنے آئے اور اسے وہ سالم نگل جائے۔

"اچھا چل بس کر ابا سے کیسے مخاطب ہے تو اب۔"

صفیہ نے نعیم کا جھکا چہرہ دیکھ اسے شرم دلانی چاہی تو وہ ضبط سے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر رہ گئی۔

تو نا کچھ بول صفیہ یہ میرے اور میری بیٹی کی بات ہے سہی بول رہی ہے وہ اگر میں " انہیں لے کر کچھ غلط کہ دیتا تو پوری زندگی خود کو معاف نا کر پاتا ایک یہی تو ہے جو اگلے کا "منہ بند کروادیتی ہے ایسے جواز پیش کر کے جو سو فیصد درست ہوتے ہیں۔ ادھر آجا۔ وہ سختی سے صفیہ کو تلقین کرتے مسکرا کر عفیفہ سے مخاطب ہوئے تو وہ بھی خاموشی سے ان کے شانے سے آگئی۔

تیری ہر بات بجا ہے مگر یاسر کیلئے برا مت سوچ وہ بس تم سب کیلئے پریشان رہتا ہے " "میرے بعد ایک اسے ہی اس گھر کی فکر کھائی جاتی ہے۔"

وہ نرمی سے اسے قائل کرنے والے انداز میں بولے تو عقیفہ کے اندر غصے کا ایک ابال اٹھا مگر آنکھیں میچتے خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بنائے بیٹھی رہی کیونکہ فلحال کچھ بھی بولنا بیکار تھا۔ وہ اچھے سے سمجھ گئی تھی کہ اس کا باپ اس کمینے یاسر کے خلاف ایک لفظ نہیں سن سکتا تبھی بمشکل مسکرا کر ان کی جانب دیکھا اور چائے کے برتن سمیٹتی کچن کی جانب چل دی۔ منال اور نوال نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"آپی ابا کو دیکھیں ذرا کیسے اس کی طرفداری کر رہے تھے۔"

منال منہ بسور کر بولتی پلیٹ میں رکھے بسکٹ کھانے لگی۔ عقیفہ نے برتن دھوتے ایک نظر باہر نعیم کو دیکھا جس کے چہرے پہ کچھ دیر قبل اضطراب تھا اب وہاں سکون چھلک رہا تھا۔ وہ بھی پرسکون ہوتے ہلکی پھلکی ہو گئی۔

کچھ مت دیکھو تم دونوں بس یہ دیکھو کہ ہمارے ابا ہم پہ کس قدر بھروسہ رکھتے ہیں " بیٹیوں کیلئے یہی بہت اعزاز کی بات ہوتی ہے اگر انہیں اس یاسر کی بات سے الجھنا ہوتا تو وہ باہر سے گھر آتے ہم پہ غصہ کرتے ہمارا سکول جامعہ جانا بند کر دیتے انہوں نے نہیں کیا نا ایسا۔ بس وہ پریشان ہے ہمیں ان کی پریشانیوں میں مزید اضافہ نہیں کرنا بلکہ کم کرنا ہے۔ خیر میں بس دو منٹ میں کچن سمیٹ کر آرہی ہوں پھر تم دونوں کو کام میں " نے دیا تھا وہ کروانا ہے میں نے۔

وہ سادہ سے لہجے میں بولتی آخر میں تحکم بھرے لہجے میں گویا ہوئی تو وہ دونوں وہاں سے ایسے غائب ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

"آپی پری آپی کا میسج ہے آپ کیلئے۔"

منال کی آواز پہ اس نے سرعت سے ٹاول سے ہاتھ صاف کیے اور کچن کی بتی بجھاتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ بیڈ پہ بیٹھتے ہی موبائل جوں ہی اٹھایا بڈیز گروپ میں میسجز کی بوچھاڑ دیکھ وہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئی۔

"ان صدا کے ویلو نکموں کو بھی کوئی کام نہیں ہے۔"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی اور ایک میسج لکھتے سینڈ کرتے ہی ان دونوں کی جانب متوجہ ہوئی۔ منال کو اس نے ریاضی کے کچھ سوالات لکھ کر دیے اور نوال سے انگلش کے سوالات سننے لگی جو کہ بار بار درمیان میں ہی اڑتی جا رہی تھی۔

"نوال اب ایک بار پھر تم نے کوئی غلطی کی نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

وہ اس کے بازو پہ تھپڑ مارتے ہوئے غصے سے بولی تو اس نے ناراض نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ منال تو کھسک کر اس کی پہنچ سے ہی دور ہو گئی۔

"چپ کر کے واپس آ جاؤ اپنی جگہ پہ۔"

اس نے تنبیہی نگاہوں سے منال کی جانب دیکھا تو وہ سہمی نگاہوں سے اسے دیکھتے کھسک کر واپس اپنی جگہ پہ ہوئی اور خاموشی سے سوالات حل کرنے لگی۔ اسے ایک نظر دیکھ عفیفہ نے کتاب واپس نوال کو تھمائی۔ وہ دونوں جانتی تھی کہ جس قدر وہ نرم دل

ہے پڑھائی کے معاملے میں اتنی ہی سخت تھی وہ تبھی ان دونوں کی اس کے آگے کچھ بھی بولنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

تم دونوں کے پاس صرف آدھا گھنٹہ ہے گیارہ بج رہے ہیں پھر میں نے بھی سونا ہے " صبح ویسے بھی آنکھ نہیں کھلتی میری۔

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے باور کرانے والے لہجے میں بولتی بیڈ کراؤن سے پشت ٹکاتے خود موبائل پہ مصروف ہو گئی۔ اب اس کی توجہ کا مرکز بیڈیز گروپ تھا جہاں تمام آتمائیں اب تک جاگ رہی تھی۔ وہ بھی مسکرا کر انہی میں شامل ہو گئی۔

لگے دن بھی جامعہ بھی معمول سے زیادہ چہل پہل تھی کیونکہ ساتویں سمسٹر کے امتحانات شروع ہونے والے تھے اسی بدولت سب اسی تیاریوں میں مصروف تھے۔

"اف یا خدایا اس ہال کے باہر سے گزرتے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

پریسہ ہال کے باہر سے گزرتی عقیفہ کے کان میں سرگوشی کرنے والے انداز میں بولتی جھرجھری لے اٹھی۔ عقیفہ نے ایک نظر کمرے کے اندر دوڑائی۔

فاصلہ تو چیک کرو ذرا کرسیوں کے درمیان ہماری دفعہ تو لگتا ہے سارا بدلہ ہم سے نکال " لیتے ہیں۔

وہ رعونت ذدہ لہجے میں گویا ہوئی۔ انہی باتوں کے دوران وہ سب کلاس میں پہنچ چکے تھے۔ اپنی مطلوبہ جگہ پہ پہنچتے ہی ان دونوں نے سب سے مل کر جگہ سنبھالی تو پریسہ نے ایک نظر کانوں میں ہینڈ فری لگائے بیٹھے فارس کی جانب دیکھا جس نے آنکھیں موندی ہوئی تھی۔ وہ انگلیاں چٹھا کر سوچنے لگی کہ اس سے کل والی بات کی معافی کیسے مانگے۔

"بیٹھ جا پری اب کیا کھڑی رہنے کا ارادہ ہے۔"

عذاب اسے کھینچ کر بٹھاتے ہوئے بولی تو اس نے نفی میں سر ہلاتے خاموشی سے جگہ سنبھال لی مگر ابھی بھی گاہے بگاہے نگاہیں اس جانب ہی اٹھ رہی تھیں جہاں وہ تینوں ایک دوسرے میں جھکے ناجانے کیا راز و نیاز کرنے میں مصروف تھے۔

"تم سب کیا پڑھ رہے ہو اتنے زور و شور سے۔"

بریزہ نے اپنے سے آگے والی کرسی پہ جھکتے لڑکی کو مخاطب کیا تو اس نے نوٹس سے نگاہیں اٹھاتے اس کی جانب یوں دیکھا جیسے اس نے کوئی انہونی بات کر لی ہو۔

سر نعمان کا کوڑھ ہے کل انہوں نے سختی سے تاکید کی ہے کہ سب تیار کریں ورنہ وہ "سیشنل مارکس بالکل نہیں دیں گے۔ سب کی حالت تو کل سے یوں ہی پتلی ہے۔

اس کی بات پہ سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ سر نعمان کا کوڑھ ان سب نے بے یقینی کی کیفیت میں ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

افسوس یا خدایا۔ شکر ہے کل ہے آج کے دن کوئی نا کوئی جگاڑ بٹھالیں گے سوچو اگر آج "ہوتا تو سر ایک ایک کر کے ہمارے پیپر پہ فیل لکھتے۔

عناں کھوئی کھوئی کیفیت میں بولتے سرعت سے اپنے نوٹس کھولنے لگی کیونکہ کچھ ہی دیر میں ان کا ہی لیکچر تھا۔ پریسہ ایکدم کچھ سوچتے اپنی جگہ سے اٹھی اور فارس کی جانب چل دی۔ ہادی نے ترچھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے فارس کے کان میں کچھ کہا تو وہ خاموشی اختیار کرتے اپنی کتاب پہ جھک گیا۔

"فارس۔"

پریسہ نے مدھم لہجے میں اسے مخاطب کیا تو اس نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا۔

"ہمم کیا ہوا۔"

سنجیگی سے مختصر جواب دیتے وہ پریسہ کے دل کو مزید بے چین کر گیا۔ وہ بے چینی سے انگلیاں چٹخانے لگی۔

"تم مجھ سے ناراض ہو کیا کل کی بات پہ۔"

وہ مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو فارس نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔ چہرے پہ اذلی سنجیگی رقم تھی جو پریسہ کو بے تحاشہ کھٹک رہی تھی وہ بھلا کب اس کا سنجیدہ انداز دیکھنے کا عادی تھے۔ ہادی اور ارتضیٰ نے اس کے سنجیدہ انداز پہ مسکراہٹ دبائی۔

پری ان جاہلوں کی باتوں میں نا آنا یہ ابھی تمہارے ساتھ لازماً کچھ کرے گا۔ میرا تو اس پر "سے اعتبار ہی اٹھ گیا ہے۔"

بریزہ پریسہ کے کندھے پہ بازو پھیلاتی اسے باور کرانے والے انداز میں بولی تو فارس نے دانت کچکچا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم تو چپ کرو فٹ بال۔"

ہادی نے اس کے صحت مند ہونے پہ چوٹ کی تو وہ ہمیشہ کی طرح بلبلا اٹھی۔

اپنی بکو اس بند رکھو فٹ بال ہوگی تمہاری گرل فرینڈ تمہاری ہونے والی بیوی تمہاری بیٹی۔"

"آئندہ مجھے فٹ بال مت کہنا ورنہ میں تمہیں ٹینس بال بنا کر ہوا میں اچھال دوں گی۔"

وہ اشتعال کے عالم میں اس پہ چڑھائی کرتے ہوئے بولی تو وہ سب اس کے اس قدر شدید ردِ عمل پہ بوکھلا گئے۔ پریسہ نے بے ساختہ اس کا بازو تھامتے تسلی دی جس کا تنفس بری طرح بکھرا ہوا تھا۔

میں نے پہلے صرف سنا تھا مگر آج دیکھ بھی لیا۔"

ہادی بری دقت سے بڑبڑایا اور اپنا ہاتھ سینے پہ رکھا۔

"کیا دیکھا تو نے۔"

ارتضیٰ اسے ٹھوکا مارتے ہوئے متجسس سا بولا۔

کہ انسان کو سچی بات کسی تیلی کی طرح لگتی ہے۔

کھوئی کھوئی کیفیت میں بولتے ساتھ ہی بیک وقت ان تینوں کا قہقہہ پوری کلاس میں گونجا۔ پوری کلاس ان کی جانب متوجہ ہو چکی تھی جبکہ بریزہ اپنی اس قدر بے عزتی پہ کھول کر رہ گئی۔

تم لوگ تو اپنی بکواس بند رکھو میں یہاں بات کرنے آئی تھی کچھ مجھے نظر انداز کر دیا اور"

"خود اپنی فہولیات شروع کر لی ہیں۔

پریسہ اچھا خاصہ غصہ ہوتے ہوئے بولی۔ عقیفہ نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا جو اب بہت جلد اپنی معافی پہ بھی شرمندہ ہونے والی تھی۔

فارس تم نے سیدھے منہ بات کرنی ہے یا نہیں۔ زیادہ بھاؤ کھانے کی ضرورت نہیں"

"ہے میرے ساتھ۔

وہ منہ بناتے ہوئے بولی اب وہ اس کی منت سماجت کرنے سے تو رہی۔

"سیدھے منہ ہی بات کر رہا ہوں دیکھو الٹا تو نہیں ہے بلکل سیدھا ہے میرا منہ۔"

وہ اپنا چہرہ دائیں بائیں گھماتا ہوا بولا تو پریسہ کوفت سے آنکھیں گھما کر رہ گئی۔

"کل کیلئے معذرت جو میں زیادہ برا برتاؤ کر گئی جو مجھے اس وقت نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

وہ سادہ سے لہجے میں بولی۔ فارس نے مصنوعی کان صاف کرنے اس کی جانب نا سمجھی سے دیکھا۔

"کیا بولا تم نے کچھ سمجھ نہیں آئی۔"

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولا۔ اس کی حرکت پہ پوری کلاس ہنسنے لگی جبکہ پریسہ کا حال ایسا تھا کہ کوئی چیز ملے اور وہ اس کا سر پہلی فرصت میں پھاڑ دے۔

"ایم سوری کل کیلئے۔"

وہ اس کے کان کے قریب جھکتے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ فارس نے ایکدم دلکشی سے مسکراتے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہادی ارتضیٰ تم دونوں نے سنایہ مان گئی۔ ہے ناپتیسہ تم مان گئی نا۔"

وہ ان دونوں کو بھی اپنی گفتگو میں شامل کرتے شانِ بے نیازی سے گویا ہوا۔ ان دونوں نے بھرپور طریقے سے تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا مان گئی میں۔"

وہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے بولی۔

"کہ تم کڈو ہو۔"

وہ آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت کے تمام ریکارڈ توڑتے اسے سلگا کر راکھ کر گیا۔ وہ غلطی نا ہونے کے باوجود معافی مانگ رہی تھی اور اسے اپنی گھٹیا حرکتوں سے سکون نہیں تھا۔

تم دفعہ ہو جاؤ گندی نالے کے کیڑے ہو تم جس پہ جو مرضی دوائیاں استعمال کر لو وہ"

"رہتا ڈھیٹ کا ڈھیٹ ہی ہے۔"

وہ اس کی کرسی پہ رکھی کتاب اٹھاتے اس کے شانے پہ مارتے ہوئے دھیمے لہجے میں

غرائی۔ فارس نے سینے پہ ہاتھ رکھتے سر کو ہولے سے خم کیا۔

نوازش مس پری سہ۔ ہم تو ہم ڈنکے کی چوٹ پہ تسلیم کرتے ہیں کہ جب سے پیدا" ہوئے ہیں ڈھیٹ ہی پائے گئے ہیں کبھی فرصت نکال کر آپ بھی تسلیم کریں ناکہ آپ "چھوٹی رہ گئی ہیں۔

وہ بائیں آنکھ دباتے مسخرے پن سے گویا ہوا۔ پریسہ نے ایک نظر پوری کلاس کو دیکھا جو انہی کی جانب متوجہ تھی۔ وہ ایک دم سٹیٹاتے غصے سے پیچ و تاب کھاتے اس سے پہلے کہ اپنی جگہ کی جانب بڑھتی اندر آتی مریم کو دیکھتے ان سب نے بے ساختہ ایک دوسرے سے نگاہیں چڑائی تھی جبکہ فارس کی نگاہیں اسے دیکھ کر سکڑ کر پھیلی۔ وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گیا۔

"ہیلو گاؤز۔"

وہ اپنے مخصوص انداز میں پوری کلاس کو دیکھتے ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی تو سب نے اسی پر حوشی کے ساتھ اسے جواب بھی دیا۔

"آنکھیں کیوں اس قدر سو جھی ہوئی ہے تمہاری۔"

عذاب اس کی آنکھوں کا معائنہ کرتے ہوئے بولی۔

ہاں وہ بس کل رات کو دوستوں کے ساتھ مونا ل گئی تھی ڈنر پہ تو رات کو دیر سے "واپسی ہوئی بس اسی لیے نیند نہیں پوری ہو سکی۔"

وہ کندھے اچکا کر بے نیازی سے گویا ہوئی۔ پریسہ اور عقیفہ نے خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا اور ایک نظر اس کے لباس کو دیکھا کو بالکل کندھوں سے ذرا نیچے تھا ساتھ جینز پہنے وہ کسی کی بھی توجہ کا مرکز ہو سکتی تھی۔

"واؤ یہ ڈریس نیا لیا کیا تم نے۔"

بریزہ اس کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے بولی۔ مریم نے اس کی آنکھوں میں موجود جگنو دیکھ مخصوص انداز میں آنکھیں گھمائی۔ اس کا مقصد کامیاب ہو رہا تھا مطلب۔ دوسروں سے تعریف سن کر ہی تو اسے تسکین ملتی تھی۔

ہاں ویسے تو آج کچھ اور پہننے کا ارادہ تھا مگر ماما کے کہنے پہ یہ پہن لیا۔ وہ کہتی ہے کہ "شادی سے پہلے جو کرنا ہے کرو جس طرح کی زندگی گزارنی ہے گزارو کیونکہ شادی کے بعد کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ ان کی جانب سے کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔"

وہ کندھے اچکا کر بے نیازی سے بولی تو پریسہ نے اپنا دھیان خاموشی سے سامنے رکھے نوٹس پہ جمالیا۔

"ویسے کچھ برا تو نہیں لگ رہا نا۔"

وہ ان سب سے تصدیق چاہتی تھی یا تعریف وہ سمجھنا سکی۔

اگر برا لگ رہا ہوگا تو کیا کروگی کچھ بھی نہیں اسی لیے خاموش رہو۔ ویسے بھی ہم کچھ کہنے والے کون ہوتے ہیں جب تمہاری ماما کی جانب سے تمہیں کھلی اجازت ہے۔ جب گھر والے آپ کے عمل میں آپ کے ساتھ ہو تو پھر باہر والوں کے منہ خود بخود سل جاتے ہیں۔"

پریسہ نرمی سے بولتی بہت گہری بات کر گئی جس کا اس پہ تو کوئی خاطر خواہ اثر نا ہوا البتہ باقی سب نے تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔ اس دوران کلاس میں سر نعمان کی آمد سے وہ اب لیکچر کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہ بورڈ پہ نا جانے کیا لکھنے میں مصروف تھے کہ اسی دوران فارس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اس نے ترچھی نگاہوں سے ان پانچوں کی جانب دیکھا اور پراسرار مسکراہٹ سمیت بیگ سے وہ چیز برآمد کی۔

"فارس ابھی نا کر یہ سر نعمان ہماری عزت کا جنازہ نکال دیں گے۔"

ہادی سختی سے اسے تنبیہ کرتے ہوئے بولا مگر اس نے پہلے کبھی کسی کی سنی تھی جو اب سنتا تبھی طہمت احتیاط کے ساتھ وہ ربڑ کی چھپکلی مریم کی کرسی کے نیچے اچھالی تھی مگر والے رے قسمت وہ سیدھا اس پہ کھلے رجسٹر کے اوپر جاگری۔ فارس نے سرعت سے اپنا حلق تر کرتے نگاہوں کا زاویہ بورڈ کی جانب کیا مگر اگلے ہی پورا کمرہ مریم کی دلخراش چیخوں سے گونج اٹھا۔ اب اس کا حال ایسا تھا کہ وہ پوری کلاس میں بھاگ رہی تھی جبکہ باقی سب حیرت کی زیادتی سے کھلی آنکھوں سمیت اسے گھور رہے تھے۔ اس کے ساتھ بیٹھی عناب اور پریسہ کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

"مریم یہ کیا طریقہ ہے۔ یہ کس قسم کی حرکت ہے۔"

وہ روسٹروم بجاتے ہوئے کرنخت لہجے میں بولے تو مویم تیر کی مانند سیدھی ہوئی۔

"سس۔ سر وہ میرے رجسٹر کے اوپر چھپکلی۔"

وہ ہکلاتے لہجے میں گویا ہوئی۔ سر نے اچھنبے سے اس کی جانب دیکھا اور مضبوط قدم اٹھاتے اس تک پہنچے اور ایک نظر اس کے رجسٹر پہ رکھی ربر کی چھپکلی کو دیکھا تو ان سب کی حالت ایسی ہو گئی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ فارس جانتا تھا کہ اب بات سیدھا اسی پہ آئے گی تبھی کھسک کھسک کر کلاس سے باہر نکلنے کی تگ و دو کرنے لگا۔

گیٹ آؤٹ فرام مائی کلاس اور اگلے دو لیکچرز میں میری کلاس میں آنے کی آپ کو قطعی "ضرورت نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولتے جوں ہی پلٹے فارس کو دروازے کی جانب جاتا دیکھ ان کی آنکھیں تحیر کے مارے پھیل گئی۔

"فارس آپ کہاں جا رہے ہیں۔"

ان کی سخت آواز پہ فارس نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا اور ڈسٹر نے بورڈ صاف کرنے لگا۔

سر وہ میں یہ صاف کرنے آیا ہوں اب میں ایک اچھے طالب علم ہونے کی حیثیت " سے آپ سے بورڈ تو صاف کروانے سے رہا اور ویسے ہی آپ کا ہاتھ یہاں تک ناجانے پہنچے گا میرا مطلب ہے کہ ہاتھ تو آپ بہت اونچا مارتے ہیں میرا مطلب ہے کہ کچھ نہیں سر " آپ نہیں سمجھیں گے۔

وہ مسکینیت سے ہنستے ہوئے بولا۔ مریم نے قبربرساتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ ساری کارستانی اسی کی ہے جیسی سر نے اسے کلاس سے باہر جانے کو بولا ہے۔ وہ اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتے غصے سے تن فن کرتی کلاس سے باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی فارس نے ان چاروں کو دیکھتے بائیں آنکھ دبائی اور پوری شان سے کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔ ان سب نے افسوس سے اس کی جانب دیکھا جو مریم کو کلاس سے نکلوا کر کس قدر پرسکون تھا مگر وجہ وہ سب ہی سمجھنے سے قاصر تھی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی فارس۔ تمہیں اس کے ساتھ ایسا بالکل نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

پریسہ افسوس سے گویا ہوئی۔ ایک تو وہ تھی بھی صدا کی رحم دل۔ فارس کو اس وقت وہ قابلِ رحم محسوس ہوئی تھی۔

اُوئے پتیسہ ہر کسی کو لے کر اچھا مت سوچا کرو کبھی کوئی انسان اچھا نہیں بھی ہوتا اور"

"ہم اس سے بہت سے امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں۔"

وہ اس کے سر پہ چپت لگاتے اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا تے ہوئے بولا۔ پریسہ نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

"اچھا اور تم اتنی سنجیدہ باتیں کب سے کرنے لگے۔"

عفیفہ نے دوسری جانب سے اس کے ساتھ چلتے طنزیہ لب و لہجے میں استفسار کیا تو وہ اس کی بات پہ دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سنوارنے لگا۔

ہم آل ان ون پیس ہے محترماؤ۔ کبھی پرکھنا چاہو تو ضرور پرکھنا۔ ہر بار ایک نئے فارس سے"

"متعارف ہوگی۔"

وہ ان دونوں کی جانب چاکلیٹ بڑھاتے ہوئے بولا جسے ان دونوں نے سرعت سے تھام بھی لیا تھا۔ وہ تینوں اپنے دھیان میں آگے کی جانب بڑھ رہے تھے معاً کسی سے ذور دار تصادم کی صورت میں پریسہ کے ہاتھ میں موجود کتابیں چھوڑتے زمین بوس ہوئی اور مقابل کے ہاتھ میں پہنی کوئی نوکیلی چیز اس کے ہاتھ پہ پھرتی چلی گئی۔ جلن کی شدت سے اس کے لبوں سے ایک سسکی برآمد ہوئی۔ ساتھ ہی کسی کے تیز کلون کی مہک نے اسے زبردستی اپنے حصار میں مقید کیا تھا۔ ناجانے کس خیال کے تحت وہ غصے سے سرعت سے مڑی اور ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے پہ ڈالیا

"ایم سو۔"

"اندھے ہو کر چل رہے ہیں کیا آپ۔"

اس سے قبل کے شہرام خان اپنی بات مکمل کرتا وہ غصے سے جو منہ میں بول اٹھی مگر لگے ہی لمحے مقابل کی صورت پہ چھائی کرختگی دیکھ اس کا رنگ ناجانے کیوں لگے ہی لمحے سپید پڑا تھا۔ وہ لہو چھلکاتی نگاہوں سے اسے یوں گھور رہا تھا جیسے ابھی سالم نگل جائے

گا۔ پریسہ کی سانس مدہم پڑی۔ اس نے بے ساختہ اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیری۔

"مانڈیور لینگوئج۔"

اس کے سرد لہجے پہ پریسہ کے دل کو بے ساختہ دھکا سا لگا جبکہ وجود میں چیونٹیاں سی رینگنے لگی۔ کیسا عجیب شخص تھا زخم بھی خود ہی دیا تھا اور آگے سے اسے ہی جھکنے کا بول رہا تھا۔ کیا اسے اپنے کیے پہ کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔

"ایکسیوزمی آپ کی بدولت اس کے ہاتھ پہ زخم آیا ہے۔ آپ کو معذرت کرنی چاہیے۔"

عفیفہ نے نرمی سے بات سنبھالنی چاہی مگر پریسہ وہ تو یک ٹک ان کانچ سی آنکھوں میں نرمی کا شرمندگی کا عنصر تلاش کرنے کی تگ و دو میں تھی جہاں سے فقط ایک سرد سا تاثر ابھر رہا تھا جو کسی کو بھی سنسنا کر رکھ دینے کیلئے کافی تھا۔

اگر کوئی خود ہی زخموں سے بھرے رستے کا انتخاب کرے تو اس سے معذرت نہیں بلکہ "

"اس پہ افسوس کیا جاتا ہے محترمہ۔"

وہ اپنے مخصوص بھاری پٹھانوں والے جلالی لب و لہجے میں بولتے نا جانے کیوں پریسہ کو نظریں جھکانے پہ مجبور کر گیا۔ کیسی آگ تھی اس کی آنکھوں میں جو پریسہ کے وجود کو جلا کر راکھ کر گئی۔ وہ اپنا خشک ہوتا حلق تر کرتے عقیفہ کا ہاتھ سختی سے تھامتے بھاگنے والے انداز میں وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ شہرام خان نے دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے بغور اس بھاگتی ہوئی لڑکی کی پشت کو تکا معاً اس کا گستاخانہ لہجہ یاد کرتے وہ نفرت سے سر جھٹک گیا۔ اس کے جاتے ہی فارس جو سنجیگی سے بغور اس کی جانب دیکھ رہا تھا شہرام کے بھنویں اچکانے پہ اپنی ٹھوڑی کھجانے لگا۔ شہرام جو اسے پہچان چکا تھا اس سے پہلے کہ وہاں سے جاتا فارس کی بات پہ جھٹکے سے مرا۔

"ارے مڑا شہرام خان۔ کیسے ہو پٹھان اتنے عرصے بعد ملے ہو۔"

وہ ایکدم اسے پہچانتے اس کے گلے سے لگتا ہوا ہنستے ہوئے گویا ہوا تو ناچاہتے ہوئے بھی شہرام کے لبوں پہ تبسم بکھرا۔

میں سوچ رہا تھا کہ تم مجھے نا پہچانتے مگر افسوس اب ایسے ہی گزارا کرنا پڑے گا مگر تم " "ابھی تک نہیں بدلے۔

وہ تاسف سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا جہاں سے وہی شرارتی پن وہی لاابالی پن لا پرواہی چھلک رہی تھی جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھی۔

جو بدل جائے وہ فارس شیخ نہیں ہم جیسے پیدا ہوئے ہیں ویسے ہی اس دنیا سے جائیں " "گے۔

وہ ایک ادا سے بولتے اس کے شانے پہ گرد بازو پھیلا گیا۔ شہرام نے تعجب سے اس کی بے تکلفی خود کے ساتھ محسوس کی تھی۔

ارے اتنا فارمل مت ہو اب۔ جانتا ہوں دو تین سال بڑے ہو مگر جیسے صدام میرے " "لیے ہے ویسے ہی تم بھی میرے لیے ہو اب میں تمہیں بھائی بولنے سے رہا۔

وہ خود ہی سوال اور خود ہی جواب دیتے دونوں میں بات بڑھانے کی کوششوں میں تھا۔

بلکل مجھے کوئی مسئلہ نہیں مگر ایسی بے تکلیفیاں جامعہ سے باہر اندر نہیں کیونکہ یہاں "میں ایک طالب علم کی حیثیت سے نہیں بلکہ آپکے پروفیسر کی حیثیت سے موجود ہوں۔ وہ اس کا بازو اپنے شانے سے ہٹاتے اس کی جیکٹ پہ لگی نادیدہ گرد جھاڑتے جتانے والے لہجے میں بولا تو فارس کو اپنے اطراف میں خطرے کی گھنٹیاں بجتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"کیا مطلب پروفیسر۔"

وہ عجیب سے لہجے میں بولا اور ایک نظر اس کے چہرے پہ چھائی کر خستگی کو تکا۔ لگے لیکچر میں آپ سے کلاس میں ملاقات ہوگی اس وقت ہی آپ سب سے تعارف "اکرواؤں گا ایز آ ملٹی ویری لیٹ پروفیسر۔

وہ سخت لہجے میں بولتے مضبوطی سے لمبے لمبے دگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ فارس نے حیرت سے بڑبڑاتے اس کی چوری پشت کو تکا جو چاکلیٹ رنگ کی شلوار قمیض پہ ہلکے بادامی رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔

پھٹان تو بڑا سخت دل ہے یار۔ یا اللہ مجھے تو اب ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے تو نے اس "دنیا میں ہی سارے ہٹلر مجھے نواز دیے ہیں۔"

وہ اپنے سر کے بالوں کو مسٹھی میں جکڑتا ہوا بڑبڑایا۔

"کیا ہوا فارس بھائی سب ٹھیک ہے نا۔"

ایک جونئیر اسے خود سے مخاطب دیکھ اس کے نزدیک آیا اور پریشانی سے استفسار کیا۔

"ہاں پاگل ہو گیا ہوں تمہیں بھی ہونا ہے کیا۔"

وہ چڑ کر گویا ہوا۔ وہ لڑکا اس کی بات سونے پہ سہاگہ اس کے لہجے پہ یہ عجیب و غریب

چہرے کے زاویے بگاڑتا وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی فارس نے اپنے

حواس بحال کیے اور اپنے پلین پہ عمل درآمد کرنے کی خاطر کیفے کی جانب بڑھ گیا جہاں

ابھی مریم کو اصل مزا چکھنا باقی تھا اب اس کی ہڈیوں میں چین تو قطعی نہیں تھا جو وہ

سکون سا سانس لیتا۔ کچھ ہی دیر میں جب تک وہ کیفے پہنچا مریم ان سب کے سامنے

اپنے رونے رونے میں مصروف تھی۔ فارس نے شرارتی نگاہوں سے سرتاپا اس کا جائزہ لیا اور خاموشی سے کرسی کھینچتے عین اس کے سامنے براجمان ہو گیا۔

اسے ابھی اور اسی وقت میری نگاہوں کے سامنے سے غائب کر دو ورنہ میں اس کا حشر "بگاڑ دوں گی۔"

مریم کی پھاڑ کھانے والی آواز پہ فارس نے ٹھٹھک کر اس کی سمت دیکھا البتہ باقی سب اس اچانک ہوئی افتاد پہ بوکھلا گئے۔ فارس نے مصنوعی بیچاگی سے اس کی جانب دیکھا۔ میری بات سنو تم سب وہ نا مجھے کسی کی مدد کیلیے کچھ پیسے درکار ہیں کرنے کو تو میں "اکیلا بھی کر سکتا تھا مگر میں چاہتا ہوں کہ اس نیکی کے کاموں میں تم سب بھی شامل ہو۔ اب میں اپنے دوستوں کے بغیر کوئی نیکی کر کے جہنم میں تھوڑی نا جاؤں گا۔ اس لیے جس کے پاس اس کی حیثیت کے مطابق جو جو کچھ ہے وہ یہاں نکال کر رکھ دے۔"

وہ چہرے پہ سنجیدگی طاری کرتے ہوئے بولا۔ پریشہ نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جیسے اس کی بات پہ رتی برابر بھی یقین نہ ہو مگر پھر بھی ان سب نے کچھ نہ کچھ نکالتے اس کے سامنے رکھ دیا۔ فارس نے بھنویں اچکاتے مریم کی جانب دیکھا تو اس نے بھی 500 کا نوٹ نکالتے اس کے سامنے پٹخنے والے انداز میں رکھا۔ فارس سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلا گیا۔

"ویسے وہ کون ہے جسے تمہاری مدد درکار ہے۔"

بریزہ عجیب سے لہجے میں ہونق پن سے گویا ہوئی۔

"ارے میری بھولی بہن ذرا سا حوصلہ کرو ابھی پتہ چل جائے گا۔"

اس نے بریزہ کو تسلی دیتے وہ تمام پیسے نرمی سے مریم کی جانب کھسکائے تھے جس کی آنکھوں میں واضح سوالات درج تھے۔

مریم یہ پیسے تمہارے لیے اکٹھے کیے ہیں میں نے۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا کہ ہم سب "پورا لباس پہنیں اور تم ایسا آدھا کٹا ہوا لباس پہنو۔ مجھے دلی طور پہ افسوس ہوا ہے جس کی

بدولت میں نے تمہارے لیے چند اکٹھا کیا ہے اب ان پیسوں کو پکڑو اور دو اچھے سے "سوٹ خرید کر اسے پہننا۔"

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹیٹاتے ہوئے بولتا مریم کو ذہر سے بھی انتہائی برا لگا تھا۔ اس کے وجود سے شرارے سے پھوٹنے لگے۔ سب کے چہروں کا رنگ ان دونوں کو ایک دوسرے کو گھورتا پا کر حلق تر کیا کیونکہ آثار کچھ ٹھیک نہیں تھے۔

مسٹر فارس شیخ میری بات کان کھول کر سن لو تمہیں یا تم سب میں سے کسی کو بھی "میری ذاتیات میں دخل اندازی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں کیا پہنتی ہوں کیا کھاتی ہوں کہاں جاتی ہوں کون روک لوگ کرتا ہے اور کون نہیں اُس نن آف یور بزنس سو پلیز "سے ان یور لمٹس۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے ہو رنگ نگاہوں سے اسے گھورتے ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولتی تنفر سے سر جھٹکتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

"فارس تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

عفیفہ کو حقیقت میں افسوس ہوا تھا۔ جو بھی تھا وہ اس کی دوست تھی۔

ابھی تو بہت کچھ باقی ہے سمجھو یہ ایک چھوٹا سا ٹریلر تھا پکچر ابھی باقی ہے میرے " دوست کیونکہ فارس جب کسی کام کی ٹھان لیتا ہے تو پھر چاہے زمین آسمان ایک کیوں "نا ہو جائیں وہ اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹتا۔

وہ دلکشی سے مسکراتے بھنویں سکیر کر جتانے والے لہجے میں بولا۔ وہ سب تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"فارس یو آر جسٹ امپوسیبیل۔"

پریسہ جھرجھری لیتے ہوئے بولی۔ وہ اس کی بات پہ کھل کر ہنسا تھا۔

"یہی تو ہماری خوبی ہے پتیسہ اوپس سوری پریسہ۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولتے آخر میں تصحیح کرتے ہوئے بولا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ اگلا لیکچر انگلش کے سر کا تھا۔ کلاس میں پہنچ کر بھی مریم ایک جانب منہ پھلائے بیٹھی تھی یہاں تک کہ کسی نے بات کرنا بھی گوارا نہ کیا۔

مریم موقع ہے تمہارے پاس کسی کے پاس چلی جاؤ اگر سر نے سرپرائز کوئز لے لیا تو "کل تمہارے گھر قل خوانی ہوگی اور ہم وہاں بیٹھ کر بریانی کھا رہے ہونگے۔"

وہ اس کے قریب جھکتے سرگوشی کرنے والے انداز میں بولتے اسے ابھی بھی تنگ کرنے سے بعض نہیں آیا تھا۔ مریم اس کی گھٹیا بات پہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی مگر اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نا ہلی۔

"کیا ہوا تم سب کے منہ کیوں لٹکے ہوئے ہیں۔"

پریسہ ان سب کے اداس چہروں کو جانچتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ابھی تمہارا بھی اتر جائے گا اور سب سے زیادہ تمہاری ہی حالت بری ہوگی۔"

ان میں سے ایک لڑکی مدھم لہجے میں بولتی اسے بے چین کر گئی۔ ابھی وہ سب باتوں میں مصروف تھے کہ اچانک ملٹی ویری لیٹ کے پروفیسر کے ساتھ وہی انسان کمرے میں داخل ہوا تو پریسہ نے بے ساختہ عقیفہ کی جانب دیکھا جس کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی البتہ فارس سب سے بے نیاز شرارتی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے اسے ہی دیکھ رہا

تھا۔ ارتضیٰ اور ہادی نے صدماتی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا شہرام کو وہ لوگ بھی پہچان چکے تھے مگر اس کی کلاس میں موجودگی ناقابلِ یقین تھی۔

سو کلاس۔ آج سے تین ماہ کیلئے میرے ساتھ آپ کا سفر یہی اختتام پہ پہنچتا ہے اگر " زندگی نے موقع دیا تو میں تین ماہ بعد دوبارہ لوٹوں گی مگر شاید اس وقت تک آپ کا جامعہ میں اختتامی وقت گزر رہا ہوگا۔ خیر کچھ ایمر جنسی کی بدولت مجھے سب کچھ بیچ رہا میں ہی چھوڑنا پڑ رہا ہے مگر میری جگہ آپ کو آج سے میرے سب سے ہونہار طالب علم شہرام "خان پڑھائیں گے۔"

ان کی آواز پہ سب لڑکیوں نے افسردگی سے ان کی جانب دیکھا اس کے برعکس پریسہ کی آنکھوں میں باقاعدہ آنسو چمک اٹھے۔ ضبط کے باوجود آنسو لڑیوں کی صورت میں گالوں پہ بہتے چلے گئے۔ وہ اس کے سب سے پسندیدہ استاد تھے وہ کیسے انہیں بیچ رہا میں چھوڑ کر جاسکتے تھے۔

"سردس از ناٹ فیئر آپ ایسے نہیں جاسکتے۔ آپ کو اپنا سمسٹر تو مکمل کروانا چاہیے۔"

پریسہ بروقت اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی شکوہ کناں لہجے میں بولی تو شہرام نے آواز کے تعاقب میں جوں ہی نگاہ دوڑائی اس درمیانے قد والی لڑکی کو دیکھ ذہن کے درتچوں میں کچھ دیر قبل کا منظر لہرایا تو کشادہ پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔

محترمہ یہ کلاس کے رولز کے سخت خلاف ہے کہ آپ یوں بغیر کسی کی اجازت کے "درمیان میں مداخلت کریں۔"

شہرام خان نے آنکھوں میں سردپن لیے اسے جتنا ضروری سمجھا تو پریسہ کی آنکھوں میں الجھن زدہ تاثرات ابھرے۔ وہ جو کب سے خود پہ ضبط کیے بیٹھی وہ ایک چھناکے سے ٹوٹ کر بکھرا تھا۔

"میں نے آپ سے نہیں بلکہ اپنے سر سے بات کی ہے۔"

وہ کپکپاتے لہجے میں بولتی اس کا وجود انگاروں کی ضد میں لپیٹ گئی۔ عقیفہ نے بے ساختہ اسے کھینچ کر موقع کا احساس دلوایا تھا اس کے برعکس باقی سب حیرت بھری نگاہوں سے

اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہے تھے۔ پریسہ کو بھی اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا تو شرمندگی کے احساس سے جی چاہا کہ زمین مچھے اور وہ اس میں سما جائے۔

"ایم سوری وہ پتہ نہیں۔"

پہلے ایسے کام ہی نہیں کرنے چاہیے جس کے بعد آپ کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ گہرے کاٹ دار لہجے میں بولتے اسے مسٹھیاں بھینچنے پہ مجبور کر گیا۔

شہرام یہ میری سب سے پسندیدہ سٹوڈنٹ ہے کلاس میں سب سے اوپر سی جی پی "اے میں بھی سب سے اوپر۔ اتنا تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ باقی اساتذہ کے دلوں کی طرح یہ تمہارے دل پہ بھی راج کرے گی بطور ایک اچھی سٹوڈنٹ کی حیثیت سے پروفیسر نے مسکراتے ہوئے پریسہ کا تعارف کیا تو وہ خاموشی سے اپنی جگہ پہ بیٹھتے انگلیاں چٹخانے لگی۔

شہرام نے ان کی بات کے جواب میں کچھ بھی بولنا ضروری نہیں سمجھا بلکہ خاموشی سے سر جھکا گیا۔ جو بھی تھا استاد کا احترام لازم تھا۔ ایسے ہی دو تین مزید باتوں کے بعد وہ ان

سب سے الوداع لیتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

جس کو کلاس میں ایسی ڈرامے بازیاں لگانی ہیں اسے کلاس میں آنے کی قطعی ضرورت "نہیں ہے کیونکہ مجھے وقت کا ضیاع کرنے والے لوگ بالکل نہیں پسند۔

اس کے کرخت لہجے پہ جہاں اس کی ہچکی بندھی وہی فارس نے التجائی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جسے شاید بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ صدام کی لاڈلی بہن ہے جس کی آنکھ میں ایک بھی آنسو اسے قطعی برداشت نہیں ہے۔ اس کے لہجے پہ ناجانے پریشہ کے دماغ میں کیا سوچھی وہ ایکدم اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

مجھے تمہذیب بتا رہے تھے آپ سر مگر شاید آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ اپنے سٹوڈنٹس "سے بات کرنے کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔

وہ اس کی بات اسی کو لوٹاتی بھگی ناراض نگاہیں اس کی آنکھوں میں گاڑھتی بیگ کندھے پہ ڈالتی غصے سے کلاس سے واک آؤٹ کر گئی۔ کلاس میں موجود سب اس کی ہمت پہ

عش عش کر اٹھے۔ شہرام خان کے دل میں اس کیلئے نفرت کا پیمانہ مزید بڑھا تھا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد ہی وہ بھی کلاس کا تعارف لیتے باہر کی جانب بڑھ گیا کیونکہ اسے صدام سے ملاقات کیلئے بھی جانا تھا آج۔

"تم اتنی دیر سے کہاں سے آرہی ہو۔"

بریزہ نے جوں ہی گھر کے داخلی دروازے کے اندر قدم رکھا سامنے صوفے پہ منتظر بیٹھی صائمہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ آنکھوں میں واضح تنبیہ رقم تھی۔ بریزہ کی آنکھوں میں خوف کی واضح لکیریں تیرنے لگی۔

"ماما وہ آج نئے پروفیسر آئے تھے تو ان کی بدولت آج تاخیر ہو گئی۔"

وہ چہرہ جھکاتے کسی مجرم کی طرح اعتراف کرتے ہوئے بولی۔ صائمہ نے تنقیدی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا گویا کچھ جانچنا چاہ رہی ہو۔

سچ بول رہی ہونا تم۔ میری بات کان کھول کر سن لو بریزہ مجھے جھوٹ سے سخت نفرت " ہے۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے اسے وارن کرنے والے انداز میں بولی تو ان کے غصے سے وہ اچھا خاصہ خائف ہو گئی۔ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ جامعہ میں اتنی ہنس مکھ بریزہ گھر میں ایسی ہوگی جس کا دل اس کی ماں کے سخت لہجے پہ وہ مٹھی میں جکڑا جاتا تھا۔

اما آپ کی ہی اولاد ہوں یقین رکھیں مجھ پہ۔ ناجانے کیوں آپ کی ان باتوں سے میرا دم " گھٹنے لگتا ہے۔ آپ اپنی بیٹی کو لے کر کچھ غلط بات کیسے دل میں لاسکتی ہیں۔

وہ رنج و ملال کی کیفیت میں بولی تو صائمہ بھی اس کے لہجے پہ کچھ ڈھیلی سی پڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی ان کا دھیان موبائل پہ آنے والی کال کی سمت متوجہ ہوا جہاں بابا کالنگ جگمگا رہا تھا۔ اس نے سنجیگی سے صائمہ کی جانب دیکھا تو وہ سٹپٹاتے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"جی بابا پہنچ گئی ہوں میں گھر جی بابا آئندہ اطلاع دے دوں گی۔"

دو منٹ بعد ان کی کال کاٹتے ہی وہ گہرا سانس بھرتے اپنے آنسوؤں پہ ضبط باندھتی خاموشی سے وہاں سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی کیونکہ کہنے سننے کو اب کچھ بچا ہی نہیں تھا کون کہہ سکتا تھا کہ اس کی سگی ماں اس پہ شک کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہے جس کی بدولت انہوں نے اس کے بابا کو بھی کال کردی تھی جیسے وہ کہی بھاگ گئی ہو۔ وہ کمرے میں آتے ساتھ ہی بیگ زمین پہ پھینک کر بیڈ پہ اوندھی گرتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ تکلیف کی شدت سے آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ دل میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

اسلا پاک اگر یہ سب میرے ساتھ کرنا تھا تو مجھے اس دنیا میں ہی کیوں بھیجا۔ دوسری " شادی ممانے بابا سے کی ہے مگر اس کی سزا ان کے شک کی صورت میں مجھے بھگتنی " پڑتی ہے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

وہ روتے ہوئے اس ذات سے شکوہ کر رہی تھی جس سے ہمیشہ سے کرتی آئی تھی۔ آنکھوں سے آنسو تو اتر بہہ رہے تھے۔ لائبر کے بابا سے اس کی ماما کی دوسری شادی تھی جس کی بدولت ان میں پورے بیس سال کا واضح فرق تھا۔ اسی بدولت صائمہ اپنی بیٹی

یہ بھی شک کرنے سے باز نہیں آتی تھی کیونکہ ان کے دل میں چور تھا انہیں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انہوں نے ایسی ہی عمر میں شادی کی تھی ویسے ہی لائبہ بھی باہر کچھ ایسا ویسا کام نا سرانجام دے دے اور اس کی سزا شروع سے بریزہ کو ہی بھگتنی پڑتی تھی۔ گھر میں بالکل خاموش اس کے برعکس جامعہ میں کھلکھلاتی ہوئی بریزہ کے دو روپ تھے۔ وہ تھک ہار کر اپنا سر تکیے میں چھپاتے گہرا سانس بھر گئی۔ نی ابھی بھی پلکوں پہ ٹھہری ہوئی تھی۔

وہ غصے سے تن فن کرتی وہاں سے نکل تو آئی تھی مگر اب اسے شدت سے افسوس ہو رہا تھا کہ اسے یوں بات نہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ جو بھی تھا وہ اب اس کے استاد تھے۔ ساتھ ساتھ اس کی نگاہیں صدام کو بھی تلاش کرنے میں مصروف تھی۔ معاً اپنے شانے پہ دباؤ محسوس کرتے اس نے چونک کر اپنی پشت پہ دیکھا جہاں عقیفہ کھڑی تھی۔ پریسہ نے بے ساختہ نگاہیں چڑائی۔

"پری تمہیں ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

اس نے اسے سمجھانا ضروری سمجھا تو وہ آنکھوں کو میچتے گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

پلیز عفیہ اب تم اس متعلق کوئی بات مت کرنا ایک صبح سے وہ انسان بغیر کسی وجہ "کے میرے پیچھے لڑا ہے جیسے میں اس سے اس کا کچھ قیمتی چرا کر بھاگی ہوں۔ میں نے "تو کبھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑا تو وہ مجھ سے ایسے برتاؤ کیوں کر رہے ہیں۔

وہ بھینگے لہجے میں بولی۔ عفیہ نے بے ساختہ اسے ساتھ لگاتے تسلی دی وہ اس کی بات سے بھی کافی حد تک متفق تھی کیونکہ اس کے ساتھ شہرام کا رویہ کسی کی بھی نگاہوں سے مخفی نہیں تھا۔ معاً پریسہ کی نگاہ لائبریری سے نکلتے صدام کی جانب اٹھی تو وہ بھاگنے والے انداز میں اس تک پہنچی۔

"بھائی۔"

اس نے دھیمے لہجے میں اسے پکارا۔ صدام نے بغیر اس کی جانب دیکھتے اپنے کلاس فیلو سے بات جاری رکھی۔

"پری آپ ایسا کرو گاڑی میں جاؤ میں آتا ہوں۔"

وہ بے دھیانی میں بولتے اسے مزید جلا کر راکھ کرگیا تبھی وہ عقیقہ کو الوداع کہتے خود باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اس کے ذہن پہ ابھی بھی شہرام کی باتیں سوار تھیں۔ دل آٹھ آٹھ آنسو رو رہا تھا۔ اس نے گاڑی کے نزدیک پہنچ کر جھٹکے سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور بیگ وہاں پھینکتی خود اگلا دروازہ کھول کر براجمان ہو گئی لگے ہی لمحے گاڑی میں بیٹھے وجود کو دیکھ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی تھی۔ خوف سے پھیلی آنکھوں سمیت اس نے بے ساختہ اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھا۔ البتہ شہرام کی آنکھیں نا سمجھی سے اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ چہرے کے عضلات خود بخود تن گئے۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔"

وہ نا سمجھی سے گویا ہوئی۔

"اور اگر میں یہی سوال آپ سے پوچھوں تو۔"

وہ جواباً چہرے پہ ناگواری سجائے دے دے لہجے میں غرایا۔ اس کی سانسوں کی تپش پریسہ کو اپنے چہرے تک پہ محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بدک کر گاڑی کے دروازے سے جا لگی۔

میرے خیال میں اس گاڑی کے مالک سے آپ ایسی بات پوچھتے بلکل اچھے نہیں "

"لگتے۔

وہ سر جھٹک کر باور کرانے والے انداز میں بولی۔ اس کے ساتھ گوارا شہرام کو قطعی نہیں تھا تبھی ایک جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ پریسہ کو اپنے اعصاب سن ہوتے محسوس ہوئے وہ اس سے ایسے برتاؤ کیوں کر رہا تھا جیسے وہ کوئی اچھوت ہو۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا معاً اس کی نگاہ ونڈ سکرین سے باہر نظر آتے منظر کو دیکھتے ساکت ہوئی جہاں وہ مسکراتے ہوئے صدام کے سینے سے لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے پہ پھیلی مسکراہٹ اس سارے عرصے میں پریسہ نے پہلی بار دیکھی تھی اور وہ ہنستے ہوئے بے حد پیارا لگتا تھا اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں تھی مگر وہ صدام بھائی سے کیوں مل رہے تھے ابھی وہ یہی سب سوچ رہی تھی کہ وہ دونوں اسے گاڑی

کی جانب ہی آتے ہوئے دکھائی دیے۔ اس کا دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا کہ اگر وہ صدام کو جانتے ہیں تو ضرور اس کی حرکت کی بابت بتائیں گے۔

ارے وہاں کہاں جا رہے ہو یہ کسی اور کی گاڑی ہے۔

شہرام نے گویا اسے آگاہ کرنا چاہا۔

یہ میری ہی گاڑی ہے تم آؤ اندر پریسہ ہوگی بتایا تمہانا تمہیں میں نے اپنی لاڈو کے "متعلق۔"

اس کے محبت بھرے لہجے پہ اب کی بار شہرام خان کو اپنے اطراف میں دھماکے ہوتے محسوس ہوئے۔ صبح سے لے کر اب تک کر منظر اس کے ذہن میں کسی فلم کی مانند چلنے لگا تھا۔ صدام اب مسکراتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا مگر اس کی نگاہیں اسی منظر پہ جم کر رہ گئی جہاں وہ گاڑی سے نکلتی پوری شدت سے صدام کے سینے سے لگے روتے ہوئے اسے کچھ بتا رہی تھی۔ اس کے بات بات پہ رونے پہ شہرام نے کوفت سے آنکھیں گھمائی۔ پیشانی پہ شکنوں کا جال بچھا تھا۔

ان کے نزدیک آتے ہی پریسہ نگاہوں کا زاویہ بدلتی آنکھیں میچ گئی۔ ناجانے اب کیا ہوگا جب بھائی کا علم ہوگا کہ وہ کلاس کا دروازہ غصے سے بند کر کے وہاں سے نکلی تھی۔ معاً گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس کی آتی جاتی سانسیں بھی تھمی تھی آنکھوں کے سامنے باقاعدہ اندھیرا سا چھایا۔ وہ آنکھوں کو مزید میچ کر منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگی۔

"یا اسٹاپلینز آج بچالینا۔ آئندہ کبھی ایسا کچھ نہیں کرونگی۔"

وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرتے دل ہی دل میں تمہیہ کرتے ہوئے بولی۔ اچانک اپنے شانے پہ دباؤ محسوس کرتے اس نے چونک کر جوں ہی خوف سے لرزتی پلکوں کی جھالر اوپر اٹھائی اپنے سامنے بیٹھے صدام کو دیکھتے ہونق زدہ رہ گئی جو پریشانی سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں کیا ہو گیا یوں کانپ کیوں رہی ہو۔"

وہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے بولا تو پریسہ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھتے نفی میں سر ہلایا اور ایک نگاہ پچھلی سیٹ پہ دوڑائی جہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ باہر دیکھتے ہی اس نے شکر ادا کیا۔

"اچھا تو وہ جو ابھی باہر تھے آپ کے ساتھ وہ کون تھے۔"

اس نے اپنا لہجہ سرسری سا بناتے ہوئے استفسار کیا تو صدام نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"تو تمہیں نہیں معلوم وہ کون تھا۔"

وہ بھنویں اچکاتے طنزیہ لہجے میں بولتے اسے جی جان سے گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا۔

نہیں میرا مطلب ہے کہ ہمارے تو پروفیسر ہیں نانئے مگر آپ ان سے اس حد تک "فرینک کیوں ہو رہے تھے۔"

- اس اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ صدام اس قدر آسانی سے اس کی چوری پکڑ لے گا۔
نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور گاڑی یونی کی حدود سے دھول اڑاتی ہوئی نکلتی چلی گئی۔

میرا جگری یار ہے وہ شہرام خان۔ کئی بار گھر میں بھی ذکر کرچکا ہوں مگر میرے خیال سے آپ نے دھیان نہیں دیا۔ اس سے پہلے سر نے مجھے آفر کی تھی ان کی جگہ کلاسز لینے کی مگر میری پڑھائی مشکل ہونے کی بدولت میں نے انکار کر دیا تھا پھر مجھ سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے شہرام سے رابطہ کیا اور وہ سر کا ہونہار بچہ ہمیشہ کی مانند "آج بھی انکار نہیں کر پایا۔"

وہ مسکراتے لہجے میں بولا۔ اس کی بابت بولتے صدام کے لہجے میں ایک نامحسوس سامان در آیا تھا جو پریسہ نے شدت سے محسوس کیا تھا۔

"کاش انکار کر ہی دیتے تو ہمارے حلق میں تو نا اڑتے کم از کم۔"

وہ جلے کٹے لہجے میں بولی مگر اس کی آواز اس قدر کم تھی کہ صدام چاہنے کے باوجود بھی نا سن پایا۔

"کچھ کہا کیا تم نے۔"

اس کے برخستہ سوال پہ پریسہ نے معصومیت سے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں کچھ بھی نہیں بلکہ میں تو سوچ رہی تھی کہ آپ اتنے عرصے بعد اپنے دوست "سے ملیں ہیں تو ان کے ساتھ وقت کیوں نہیں گزارا۔"

وہ اپنے لہجے کو حتی الامکان سادہ سا بناتے ہوئے بولی تاکہ اس کی باتوں سے ذرا سا بھی نا جھلکے کہ اندر وہ غلط حرکت کر کے آئی ہے۔

وقت گزاری ایسے ہی تھوڑی نا ہو جاتی ہے اسے تو میں نے ہمارے ہی گھر میں رہنے کی "آفر کی ہے۔"

وہ مدہم سا مسکراتے لہجے میں بولا۔ پریسہ جو بے دھیانی میں اس کی باتیں سنتے پانی حلق میں اتار رہی تھی اسے ذوردار قسم کا پھندا لگا۔ مسلسل کھانسنے کی بدولت آنکھیں سرخ

پڑ گئی۔ اس نے بے یقینی کی کیفیت میں صدام کی جانب دیکھا جو کس قدر سکون سے اسے یہ بات بتا رہا تھا۔

مگر وہ پھر بھی نہیں مانا اس کا کہنا ہے کہ وہ تمام انتظامات خود دیکھ لے گا مگر پھر "میرے اصرار پہ وہ انیکسی پہ رہنے پہ رضامند ہوا ہے۔ یہ تو اب صبح کی بات تھی اب جب رات کو وہ گھر آئے گا تو تفصیل سے اس سلسلے میں بات ہو جائے گی۔

آج تو وہ در پے در پے پرسہ کو جھٹکے دے رہا تھا۔

بھائی گھر بلانا ضروری تھا کیا۔ یونی میں مشکل ہضم ہوتے ہیں وہ سرٹیل آپ نے تو ان "کو گھر کا راستہ ہی دکھا دیا کہی مجھے بد ہضمی ہی نا ہو جائے۔

وہ صدماتی کیفیت میں گویا ہوئی تو اس کے بیزار لہجے پہ صدام نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا تو وہ ایک جھٹکے میں سیدھی ہوئی تھی۔ اس طرح تو وہ خود ہی سب کچھ اس پہ آشکار کر رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس بھرتے ونڈ سکریں کے پار بھاگتے دوڑتے مناظر کو

دیکھا اور اپنے اعصابوں پہ قابو پانے لگی۔ اس کے احساسات نا جانے کیوں عجیب ہو رہے تھے اور یہ بات وہ خود ہی سمجھنے سے قاصر تھی۔

عفیہ جوں ہی یونی سے گھر پہنچی سامنے ہی لاؤنج میں موجود شخص کو دیکھتے اس کی تیوری چڑھی تھی۔ اس نے بیزاری سے اس کی جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ وہ سر جھٹک کر سلام کرتی سیدھا لاؤنج میں ہی آگئی جہاں سر پکڑے بیٹھے نعیم کو دیکھ اسے حیرت کا شدید قسم کا جھٹکا لگا۔ بے اختیار ہی اس کی نگاہ گھڑی کی جانب اٹھی جو دوپہر کے تین بج رہی تھی۔ پہلے کبھی وہ وقت سے پہلے گھر نہیں آئے تھے اور آج ان کی اضطرابی کیفیت محسوس کر وہ بیگ وہی رکھتے تیز قدموں سے ان کے نزدیک پہنچی اور ان کے ہاتھوں کو تھاما تھا۔

"کیا ہوا ابا۔ پریشان کیوں ہیں آپ۔"

وہ ان کا تھکا تھکا سا چہرہ دیکھتے پریشانی سے گویا ہوئی اور ایک نظر اپنے کھلے سے ہاتھوں پہ مقید ان کے ہاتھوں پہ ڈالی جو مسلسل کام کرنے کی بدولت اپنی رنگت اور چمک کھو چکے تھے۔ اس نے بے ساختہ ان ہاتھوں کو لبوں سے لگایا تھا۔ ان کی جانب سے کوئی جواب نا پاکر اس نے استفامیہ نگاہیں صفیہ کی جانب اٹھائی جس کی خود ہی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے آپ سب کو کیوں ایسے خاموش بیٹھے ہیں سب ٹھیک ہے نا۔"

وہ اب کی بار کوفت کے مارے بولی۔ ان سب کے اترے چہروں کو دیکھ اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا اور یہاں سب اپنے لبوں پہ زپ لگائے بیٹھے تھے۔

عفیہ بہت غلط ہو گیا ہے دکان سے دو لاکھ چوری ہو گئے ہیں۔ آج تیرے ابا گھر لانے "والے تھے مگر ناجانے کیسے کب کون اور کس نے یہ حرکت کی ہے۔

صفیہ ڈوپٹے میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

تنے بڑے نقصان پہ عقیفہ بھی ساکت رہ گئی۔ اس نے خالی خالی نگاہوں سے نعیم کی جانب دیکھا جن کی آنکھوں میں نمی سی تیر رہی تھی۔ اس کا دل تڑپ اٹھا۔

"اس میں تیری فیس کے پیسے بھی تھے اب میں کیا کروں گا۔ میری کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔"

وہ رنج و ملال کی کیفیت میں ویرانی سموئے بولے۔ عقیفہ کے پاس تسلی دینے کو کوئی الفاظ تو نہیں تھے کیونکہ اتنا بڑا نقصان اس کی تمام سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو رہی تھی معاً اس کے ذہن میں بجلی کی تیزی سے ایک کوندا سا لپکا۔ وہ ایک جھٹکے سے اپنا رخ یا سر کی جانب کر گئی جس کے چہرے پہ ابھی کچھ دیر پہلے مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اگر وہ ابا کا اس قدر ہی خیر خواہ ہے تو پھر انہیں ہریشانی میں دیکھ وہ مسکرایا کیوں تھا۔ اس کے وجود میں شرارے سے پھوٹنے لگے کیونکہ بات کو کسی حد تک وہ سمجھ گئی تھی۔

ابا سب سے پہلے اس منحوسیت کو یہاں سے غائب کریں یقین کریں ہماری زندگی میں "آدھی سے زیادہ مشکلات صرف اس انسان کی بدولت ہے۔"

وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتی حلق کے بل دھاڑی۔ منال اور نوال نے گھبرا کر ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا البتہ صفیہ نے سختی سے اس کی بازو کو تھام کر جھٹکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر رہ گئی۔

"عفیفہ بس کر۔"

وہ نعیم کا سپید پڑتا چہرہ دیکھتے التجائی لب و لہجے میں گویا ہوئی تو عفیفہ کے ہاتھ پیر بھی پھول گئے۔ وہ تیز قدموں سے نعیم کی جانب بڑھی جو گہرے گہرے سانس بھر رہے تھے۔ اس نے کینہ تو زنگاہوں سے یاسر کی جانب دیکھا جو نعیم کو تھامنے کی پوری کوششوں میں تھا مگر عفیفہ نے آج اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا تھا۔

ابھی اور اسی وقت اس گھر سے نکل جاؤ یاسر ورنہ آج میں کچھ ایسا کر جاؤں گی جس کی "توقع یہاں موجود کسی بھی فرد نے نہیں کی ہوگی۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے پھری ہوئی شیرینی کی مانند دھاڑ اٹھی۔ نعیم نے آنکھوں میں ویرانی لیے اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں باقاعدہ وحشت ناچ رہی تھی۔ اس کے

تیور جس قدر خطرناک تھے جو سچ میں کچھ کرنے سے گریز ناکرتی تھی وہ خاموشی سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی عقیفہ نے ایک جانب سے انہیں سہارہ دیتے کمرے کا رخ کیا۔

"تجھے اس سے ایسے مخاطب نہیں ہونا چاہیے تھا وہ بس میری مدد ہی۔"

ابا بھی آپ کی بیٹیاں سلامت ہیں جب مر جائیں گی نا ہم سب تو جس مرضی کی مدد"

"اور سہارہ لیجیے گا مگر خدا را ابھی جو ہمارا حق یا فرض ہے وہ ہم سے مت چھینیں۔

وہ تلخی سے بولتی ان کی دوائیاں الٹ پٹ کرنے لگی۔ چہرے پہ سختی کے علاوہ کوئی تاثر نہیں تھا۔ نعیم تھکے تھکے انداز میں بیڈ کراؤن سے پشت ٹکا گئے۔

"تم دونوں جاؤ کمرے میں پڑھنا شروع کرو میں آرہی ہوں بس۔"

اس نے منال اور نوال کو منظر سے ہٹانا چاہا تو وہ بھی بغیر کسی تردد کے اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ نعیم بھی اس وقت تک دوائی کھا کر اس سے فراغت

حاصل کرچکے تھے۔ اس نے گلہ کھنکھارتے ان کے نزدیک ہی جگہ سنبھالی اور ان کا جھڑپوں والا ہاتھ تھام کر اپنے لبوں سے لگاتی پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

مت کیا کریں ایسے ابا۔ آپ جانتے ہیں سانس رک جاتی ہے ہماری ہمارا کون ہے آپ " کے سوا۔ اماں کو دیکھیں کیسے درد پڑ گئی ہیں۔ نوال منال کو دیکھیں وہ ابھی بہت چھوٹی ہیں۔ ان کے بارے میں سوچیں پلیز۔ اپنا خیال رکھیں بہت زیادہ۔ بیٹیوں کے لیے باپ "کا سایہ کسی مفتِ کلیم کی مانند ہوتا ہے۔

وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولتے انہیں بھی آبدیدہ کر گئی۔ انہوں نے اپنا کپکپاتا ہاتھ اس کے سر پہ رکھا تو اس کی ایک سسکی بلند ہوئی۔

"اور تیرا خیال کون رکھے گا۔ تجھے کون سنبھالے گا۔"

وہ بھیگے لہجے میں بولے تو وہ خم آنکھوں سمیت مسکرائی تھی۔

میری فکر مت کیا کریں آپ ابا۔ آپ ان کا خیال رکھیں میں آپ سب کو خوش دیکھ کر "خوش ہوں۔ یقین کریں آپ کی جانب سے باہر جاب کرنے پہ پابندی نا ہوتی تو یقیناً آج "میں آپکا بایاں بازو ہوتی۔"

وہ شکوہ کناں نگاہوں سے ان کا تھکا ماندہ چہرہ تکتے ہوئے بولی۔

یاسر ہے نا اس نے کہا ہے مدد کرنے کو میں تیری فیس بھروں گا نا۔ مجھے تو ایسا لگتا "ہے جیسے اب میں پائی پائی کا محتاج ہو گیا ہے بالکل خالی ہاتھ ہوں۔"

وہ اذیت سے بولتے شرمندگی سے چہرہ جھکا گئے۔ یاسر کے نام پہ اس کے وجود میں اباں تو اٹھا تھا مگر وہ وہی ضبط کر گئی۔

خدارا ابا اب یاسر کا نام مت لیجیے گا۔ رہی بات میری فیس بھرنے کی تو میرے پاس "ٹیوشن کے بچوں کو پڑھا پڑھا کر اتنی جمع پونجی تو ہے کہ میں اس سمسٹر کی فیس بھرسکوں مگر میں ایک اچھی بیٹی ہونے کی حیثیت سے آپ کو کبھی کسی غیر کے آگے جھکنے نہیں دوں گی۔ جب تک آپ کی یہ بیٹی آپ کے ساتھ ہے نا ابا اس وقت تک تو آپ کسی کا

محتاج ہونے کا سوچے گا بھی مت ہاں اپنے جانے کے بعد میں گارنٹی نہیں دے سکتی۔ مجھے آپ کی انا اور وقار بہت عزیز ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ ہر محاذ پہ میرے ساتھ ڈٹے رہیں۔ ابا ایک اور ایک مل کر گیارہ ہوتے ہیں اور ہم دونوں ساتھ ہونگے تو کس کی جرأت کے وہ باپ بیٹی کے رشتے میں درار ڈالے۔

وہ آسودگی سے مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دے رہی تھی اور صفیہ اور نعیم کے وجود میں اطمینان اترتا چلا جا رہا تھا۔ ان دونوں نے فخر سے اس کی جانب دیکھا۔

یہ ہاتھ ہمیں بھی پال پوس کر ہمارے لیے محنت مزدوری کر کے ایسے ہوئے ہیں نا" مجھے ان ہاتھوں کی رونق بحال کرنی ہے ابا مجھے آپ کی ہمت بننا ہے سہارہ بننا ہے مجھے آپ کا بیٹا بننا ہے۔

وہ ان کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے محبت سے بولتی انہیں رونے پہ مجبور کر گئی۔ اس نے سرعت سے ان کے سینے پہ سر رکھتے سختی سے ان کے گرد بازو حائل کیے تو نعیم نے بے ساختہ اس کی پیشانی پہ محبت بھرا بوسہ دیا تو وہ نم نگاہوں

سمیت کھل کر ہنس دی تھی۔ صفیہ نے شکرانہ انداز میں ان کی جانب دیکھا جو کبھی لڑتے جھگڑتے تھے تو کبھی محبت جتانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

"مگر وہ پیسے۔"

"سمجھے آپ نے اپنی بیٹیوں کا صدقہ دے دیا۔ باقی اسلامپاک کی ذات مدد کرنے والی ہے۔" وہ تحمل مزاجی سے بولتے ان کے پور پور میں سکون برپا کر گئی۔ کچھ دیر مزید وہاں ٹھہرنے کے بعد وہ وہاں سے کمرے کی جانب چلی آئی تھی کیونکہ کل سر نعمان کا کوئز تھا اور اسے ٹیوشن پڑھانے کے بعد اپنی بھی تیاری کرنی تھی ورنہ سر سے کوئی بعید نہیں تھا کہ اس سبجیکٹ میں اڑا دیتے۔

بھائی بابا اسلام آباد سے کب لوٹیں گے۔ انہوں نے تو کہا تھا کہ ایک دن کا ٹرپ ہے۔"

"بس۔"

پریسہ صدام کے شانے سے سرٹکائے لاؤنج میں صوفے پہ ٹانگیں اوپر چڑھا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ سوچوں کے سارے دھاگے فلحال آفندی صاحب سے جڑے تھے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ بزنس کے سلسلے میں کہی جاتے اور پریسہ اور عافیہ ساتھ نا جاتی تبھی "آج اس کا بالکل بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔"

آجائیں گے چندا۔ بڑی ہوگئی ہواب سو پلیز بی میچور۔

وہ اس کا گال تھپتھپاتے سمجھانے والے انداز میں بولا اور ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے چینل تبدیل کرنے لگا۔ عافیہ ملازمہ کے ساتھ کچن میں کسی کام کے تحت موجود تھی اور وہ دونوں باہر بیٹھے اپنی باتوں میں گم۔

"بھائی یہ ریوٹ ذرا مجھے تو دیں۔"

وہ اس کی جانب ہاتھ پھیلاتے مظلومیت سے بولی تو اس نے تمسخرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

سوری میں نے میچ دیکھنا ہے آج سے ٹی ٹوینٹی سیریز شروع ہو رہی ہے اور اس بار میں "نے ایک بھی سکپ نہیں کرنی تمہاری تو ہمیشہ کی ڈرامے بازی ہے یہ۔"

وہ اسے خود سے دور دکھیلنے تلخی سے گویا ہوا۔ پریسہ کا منہ اس کی جرأت پہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ "بھائی آپ گھنٹے سے یہی جم کر بیٹھے ہیں جیسے کسی نے ایلفی لگادی ہو۔"

وہ چڑ کر گویا ہوئی مگر اس نے بھی سہولت سے اسے نظر انداز کر دیا گویا اس کی بات سے کچھ خاص فرق نا پڑا ہو۔

اٹھویں ماں سے گھر گھر سستی سیکھو کچھ لگے گھر جا کر ہماری ناک نا کٹو ادینا۔ ویسے تو شوہر "تمہیں برداشت کرے گا نہیں کیا پتہ اس کے دل کا راستہ بھی پیٹ سے ہو کر جاتا ہو۔"

وہ بڑے بوڑھوں کی طرح اسے ڈپٹنے والے انداز میں سمجھاتے ہوئے بولا۔ پریسہ نے مصنوعی دلچسپی ظاہر کی۔

ہاں تو اگر وہ کھانے کا شوقین ہوا تو میں ضرور انہیں نئی نئی چیزیں بنا کر کھلاؤں گی اور وہ "بھی بہت شوق سے۔"

وہ شرماتے ہوئے اتر کر بولتی اسے ساکت کر گئی۔

"کبھی ایسی پیش رفت ہمارے ساتھ تو نہیں کی تم نے ٹڈی۔"

وہ اس کی پونی میں بندھے بالوں کو کھینچتے تڑپ کر بولا۔ پریسہ خود کو ٹڈی کہے جانے پہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

تو آپ نے میرے دشمنِ اول ہیں اور وہ میرا شوہر ہوگا شوہروں پہ تو انسان مہربان"

"ہو جاتا ہے مگر دشمنوں سے صرف دشمنی ہی اچھی لگتی ہے۔

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت بولی۔ صدام نے خونخوار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اسی دوران اس کے ہاتھ میں موجود ریوٹ کے گرد اس کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اچھل کر اس کے ہاتھ سے وہ ریوٹ چھینتی صدام نے بروقت ریوٹ دوسرے ہاتھ میں لیتے اپنی پشت پہ چھپایا تھا۔

"اچھا تو میرے ساتھ چالاکي چھوٹی۔"

وہ خون آشام نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔ پریسہ نے نخل ہوتے اس کی جانب دیکھا اور بے چینی سے انگلیاں چٹخانے لگی معاً اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا وہ دل ہی دل میں اس کی حماقت پہ مسکرا دی اگلے ہی لمحے اس کے حلق سے جو چیخ برآمد ہوئی۔ اس نے کھینچ کر اپنی پوٹی ڈھیلی کی اور مسلسل چیختے عافیہ کو پکارنے لگی۔

"ماما ماما۔ بھائی نے مارا ہے۔"

وہ آہ و پکار کرتے ہوئے روتے ہوئے بولی۔ صدام نے ہونق پن سے اس لڑکی کی جانب دیکھا جو کس قدر بڑی والی ڈرامے باز تھی۔ وہ غصے سے دانت کچکچا کر رہ گیا۔ کچھ ہی دیر میں اس کی چیخوں سے عاجز آتے وہ کچن سے جو ہی باہر نکلی پریسہ کے بالوں کی اجڑی ہوئی حالت دیکھ سرعت سے اس کی جانب بھاگی ہوئی آئی۔

"صدام یہ کیا حرکت ہے کیوں مارا ہے اسے۔"

وہ تیکھے چتونوں سے صدام کو گھورتے ہوئے تند لہجے میں بولی تو پریسہ کے دل میں خوشی کے مارے لڑو پھوٹنے لگے۔

"ماما یہ چالاک لومڑی سراسر جھوٹ بول رہی ہے۔"

وہ اب کی بار سچ میں اس کے بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے بولا تو وہ درد کی شدت سے کراہ اٹھی اور شکوہ کناں نگاہوں سے عافیہ کی جانب دیکھا۔

ماما میں نے صرف بھائی سے یہ کہا تھا کہ اب کچھ دیر کیلیے ریوٹ مجھے دیدیں مگر جواب "میں انہوں نے مجھے مارا۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔ صدام نے اس کی ہمت پہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔
"پریسہ تمہارے کوئز کی تیاری ہو گئی کیا۔"

صدام بروقت موقع پہ چوکہ مارتے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے گویا ہوا۔ پریسہ کا رنگ اسے بازی پلٹے دیکھ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا البتہ عافیہ نا سمجھی سے ان دونوں کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"بھائی کوئز کونسا کوئز۔"

وہ عافیہ کی موجودگی کا خیال کرتے آنکھوں کے اشارے سے اس کی منت کرتے ملتجیانہ لہجے میں بولی مگر صدام نے شاہانہ انداز میں ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

"کونسا کوئز پری آپ نے جس کی اب تک تیاری نہیں کی اور کیا کل ہے وہ۔"

عافیہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

اما وہی کوئز جس کا میں صبح سے بار بار اسے پڑھنے کا کہ چکا ہوں اور اب جب ریموٹ "مانگنے کے جواب میں میں نے اسے پڑھنے کا کہا تو جواب میں اس نے اپنے بال خود ہی کھینچ کر واویلا مچا دیا تاکہ میں پھنس جاؤ۔"

وہ پریسہ کے شانے پہ گرد بازو پھیلاتے دل جلانے والے مسکراہٹ سمیت بولتے اس کا دل جلا کر راکھ کر گیا۔ عافیہ کی توپوں کا رخ اب صدام سے ہٹتے اس کی جانب مبذول ہو چکا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ پریسہ سے اچھے سے ڈانٹ ڈپٹ کرتے آخر میں نرمی سے سمجھاتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان کے اٹھتے ہی صدام بھی بھاگنے والے

انداز میں اس سے سو قدم کا فاصلہ اختیار کر گیا جس سے کوئی بعید نہیں تھا کہ اس کا خون چوس جاتی۔ اب وہ آگے آگے بھاگ رہا تھا اور پریسہ پانی کا جگ پکڑے اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی تاکہ موقع ملتے ہی یہ سارا جگ اس کے سر پہ اندیل سکے۔ کچھ ساعتوں بعد ہی پریسہ نے اسے گھیرے میں لے لیا تھا۔ پری نے کھینچ کر جگ میں موجود پانی اس کی جانب اچھالا لیکن وہ بروقت نیچے جھکتے اپنے حصے کا پانی اندر آنے والی شخصیت کے چہرے کی زینت کر چکا تھا۔ اس نے مقابل کھڑی شخصیت کو دیکھتے پھٹی پھٹی نگاہوں سمیت دونوں ہاتھ سختی سے اپنے لبوں پہ جمائے تھے جس کی آنکھوں میں اب بھی اسے دیکھتے صرف سرد تاثر ہی ابھرا تھا۔ صدام جو نیچے جھکا ہوا تھا اپنی پشت پہ بھیگے کھڑے شہرام کو دیکھتے اس کا فلک شکاف قہقہہ لاؤنج کی فضا میں گونجا۔ وہ اب اس کی صورت دیکھ مشکل اپنی ہنسی ضبط کرنے کے چکروں میں تھا اس کے برعکس پریسہ کا اس کی آنکھوں کی اگلتی آگ کو دیکھتے دم گھٹنے لگا۔

"ارے کیا ہو گیا ہے بھئی غلطی سے ہوا ہے رنگ کیوں اڑ رہا ہے تمہارا۔"

وہ پریسہ کے فق پڑتے چہرے کو دیکھتے بے اختیار ہی اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیتے تسلی آمیز لہجے میں بولا اور خود شہرام کی جانب بڑھا جو ایک ہی جگہ پہ ساکت کھڑا تھا۔
تو میری لاڈلو کو گھور رہا ہے شہرام اور یہ بات ایک بھائی ہونے کی حیثیت سے مجھے تو "
"بلکل بھی برداشت نہیں ہے۔"

وہ اس کے شانے کو تھپتھپاتے جتانے والے لہجے میں بولتے اس کے سینے سے لگا۔ اس دوران پریسہ عجلت میں اسے سوری بولتے وہاں سے بھاگنے والے انداز میں کمرے کی جانب بڑھی کیونکہ اس کی نگاہوں میں اسے دیکھ کر جو سرد مہری ابھرتی تھی وہ ناجانے کیوں پریسہ کا دل چیر کر رکھ دیتی تھی۔ اس سے بہتر یہی تھا کہ وہ اس کا سامنا ہی نہ کرتی۔

تو پھر اپنی بہن کو سمجھاؤ کہ اپنی حرکتیں درست کر لیں پھر نا تو میں اسے گھوروں گا اور نا "
"تمہیں تکلیف ہوگی۔"

وہ بھی جواباً سادہ سے لہجے میں بہت گہری بات کرگیا۔ اندر آتے ہی وہ عافیہ سے ملا جو اس سے بہت خوشدلی سے ملی تھی۔ صدام پہلے ہی شہرام کی بابت انہیں آگاہ کرچکا تھا۔ عافیہ نے ملازمہ کو چائے کا انتظام کرنے کو کہا اور خود ان کے پاس ہی آکر بیٹھ گئی۔ اب وہ تینوں ناجانے کونسی باتیں کرنے میں محو تھے۔

پنے کمرے میں آتے ہی وہ جلے پیر کی بلی کی مانند پورے کمرے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی معاً فون بجنے کی آواز نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچی۔ فون اٹھا کر دیکھا تو عفیفہ کا فون تھا۔ اس نے بغیر کوئی وقت ضائع کیے فون کان سے لگایا۔

"عفیفہ بہت غلط ہوگیا میرے سے۔"

فون چھٹتے ہی وہ دبے دبے لہجے میں بولی اور کمرے کی کھڑکی کھولتے وہاں آکھڑی ہوئی۔

"کیوں کیا ہوگیا ہے سب ٹھیک ہے نا پری۔"

اس کے پریشانی سے پوچھنے پہ پریسہ نے پوری بات تفصیل سے اس کے گوش گزار دی مگر اس کی بات ختم ہونے کی دیر تھی کہ لگے ہی لمحے اس کی ہنسی کا جو فوارا چھوٹا وہ

مسلسل ہنستی ہی چلی جا رہی تھی اور پریسہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا سر پھاڑ دے۔

"تم ہنس لو میں فون بند کر رہی ہوں۔"

وہ چڑ کر بولتی اس سے پہلے فون کاٹتی عقیفہ کی پکار پہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

پری ہر غلط قسم کا کام تمہارا انہی کے سامنے ہی سرزد ہوتا ہے کہی یہ محبت کی شروات"

"تو نہیں۔ یا پھر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ انہیں تم سے محبت ہو گئی ہو۔

وہ شیر لب و لہجے میں بولتے اس کی سماعتوں میں صور پھونکنے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

عقیفہ میں نے تمہارے ساتھ اپنی پریشانی کا اظہار کیا ہے اور تم یہ کس قسم کی بیہودہ"

گفتگو کر رہی ہوں رہی محبت کی بات تو جن سے محبت کی جاتی ہے اس کیلئے آپ کے ہر عمل میں نرمی ہونا ضروری ہے جو آنکھوں کے راستے نگلا نہیں جاتا جس طرح وہ مجھے

"دیکھتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے سالم نگل جائیں گے۔

وہ بیچاگی سے بولتے آخر میں پھر سے اداس ہو گئی۔ اس کا افسردہ لہجہ اس نے شدت سے محسوس کیا تھا۔

اچھا اب بس کرو کچھ نہیں ہوا معذرت کر لی نا تم نے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں " ہے رہی بات تمہیں گھورنے کی تو وہ سب کو ہی ایسے گھورتے ہیں فقط تمہیں نہیں ہوسکتا " ہے انہیں لڑکیوں سے کسی قسم کی کھاڑ ہو۔

وہ اپنی تہ اس کی بات کا مطلب اخذ کرتے ہوئے بولی۔

انہیں لڑکیوں سے نہیں فقط مجھ سے ہی کھاڑ ہے "عفیہ۔ میں نے تو کبھی کسی کو کچھ "غلط نہیں کہا وہ مجھے شاید بدتمیز خود سر لڑکی سمجھتے ہیں میں ایسی تو نہیں ہوں۔

وہ بھرائے لہجے میں گویا ہوئی۔ عفیہ اس کے رونے پہ ساکت رہ گئی۔

"پری کیا وہ شخص اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ ہماری گفتگو میں صرف اس کا ذکر ہو۔"

وہ اسے جھاڑنے والے انداز میں بولی۔

وہ اہمیت کے حامل تو نہیں ہے مگر پھر بھی ناجانے کیوں صرف ان کی باتوں سے ہی "تکلیف محسوس ہوتی ہے۔"

وہ دھیمے نم لہجے میں بولتے اسے سن کر گئی۔ اس نے فالوقت باقی باتیں کل آمنے سامنے کرنے کا سوچا اور گہرا سانس بھرتے اس کی توجہ اس بات سے ہٹانے لگی۔

خیر میں نے جس لیے تمہیں فون کیا تھا وہ تو بھول ہی گئی۔ کل کے لیے جو نوٹس تیار "ا کرنے ہیں وہ تو بھیج دو پلیز۔"

وہ منت کرنے والے انداز میں بولی تو پریسہ نے بھی ساری باتوں کو ذہن سے جھٹکتے اثبات میں سر ہلایا اور اسے وٹس ایپ کرنے کا کہتے کال کاٹ دی۔ کچھ ہی دیر میں وہ ان تمام فضول باتوں کو ذہن سے جھٹک کر اپنی توجہ پڑھائی کی جانب مبذول کروا چکی تھی۔ بڈیز گروپ میں نوٹس بھیجتے ہی اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھتی میسج کی آواز پہ اس نے موبائل دیکھا جہاں ہادی کا میسج جگمگا رہا تھا۔

پتیسہ کل ذرا میرے آگے بیٹھ کر میرا منہ میٹھا کروادینا ساتھ میں دانت نکوسنے والا"

"ایوجی۔

وہ تاسف سے نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

تم تو چپ ہی رہو ہادی۔ ہمیشہ ایسی حرکات کر کے آخر میں بازی بھی تم ہی مار جاتے"

"ہوں۔

وہ جلے کئے انداز میں بولی۔

سب کو دھوکے میں رکھ کر آخر میں پینترا بدل لینے والے کو ہی تو فسادی پھپھو میرا"

"مطلب ہے کہ ہادی ملک کہتے ہیں۔

بریزہ کے میسج پہ جہاں وہ کھل کر مسکرائی تھی وہی اب گروپ میں ہی وہ دونوں گھتم گتھا ہو چکے تھے۔ وہ موبائل سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کر کچھ کھانے کا سوچتے کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے خیال میں تو اب تک شرام یا تو انیکسی میں چلا گیا ہوگا یا پھر اپنے گھر ہی

چلا گیا ہوگا۔ پھر بھی اپنی تسلی کی خاطر اس نے ایک طائرانہ نگاہ سب جگہ پہ گھمائی لاؤنج میں عافیہ کو کسی سے فون پہ مصروف دیکھ وہ سیدھا وہی چلی آئی۔

"پڑھ لیا میری زندگی نے۔"

عافیہ نے فون بند کرتے محبت سے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ مرے مرے قدموں سے چلتی ان کے بازوؤں میں آسمائی۔

ماما بھائی کو بھلا کیا ضرورت تھی اپنے کسی دوست کو یہاں رکھنے کی۔ بھائی کو بول دیں "آپ کہ آئندہ ان کا کوئی دوست اس گھر۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنے لہجے پہ حتی الامکان قابو پاتی کھردرے لہجے میں اپنی بات مکمل کرتی سامنے نگاہ پڑتے ہی اس کا شدت سے جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس پہ سما جائے۔ چہرے پہ ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا مگر شاید وہ سن کر بھی ان سنا کر چکا تھا یہاں تک کہ اب کی بار اس نے پریسہ کو دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ اس کے دل کو بے اختیار دھکا سا لگا۔

"اچھا آئی اب میں نکلتا ہوں۔"

وہ عافیہ کے سامنے جھکتے مودب لہجے میں بولا۔ پریسہ اسے اس قدر نزدیک دیکھ دم سادھ گئی۔ سیاہ رنگ کی شلوار قمیض پہ بھورے رنگ کی چادر جو شاید نہیں یقیناً اس کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ کانچ سی آنکھیں جن میں ہنوز ایک سرد مہری سی رقم ہوتی تھی۔ گہنی مونچھوں تلے عنابی لب جو ہمہ وقت بھینچے ہوتے تھے ساتھ بیئرڈ وہ بلاشبہ ایک مکمل مرد تھا۔ وہ یک ٹک اس کے چہرے کو نگاہوں کے حصار میں لیے تک رہی تھی کہ اچانک ہی شہرام کی نگاہیں اس کی آنکھوں سے جا ٹکرائی۔ پریسہ کے چہرے کا رنگ یکلخت بدلا تھا۔ وہ بے ساختہ اپنے دھڑکتے دل پہ ہاتھ رکھ گئی۔ شہرام اب اس سے نگاہیں ہٹاتا فون پہ آنے والی کال کی سمت متوجہ ہو چکا تھا۔

"زہ بنہ یم مورے اندی بنہ نہ مہ کوہ زہ بہریم اوس کورتہ خُم او خبرے کوم"

میں بالکل ٹھیک ہوں مورے آپ پریشان مت ہو۔ ابھی باہر ہوں گھر جا کر بات کرتا (ہوں)۔

فون اٹھاتے ساتھ ہی اس کا مسکراتا ہوا مخصوص پھٹانوں والا لہجہ اس کی سماعتوں میں گونجا تو اس نے خوشگوار حیرت سے پلکوں کی جھالر اٹھاتے اس کے چہرے کو جانچا جہاں کسی قسم کی سختی نہیں تھی بلکہ ایک نرم سا تاثر تھا۔ وہ خاموشی سے وہاں سے نکلتے انیکسی کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی پریسہ صدام کے سر ہوئی۔

"بھائی یہ پشتو میں بات کر رہے تھے ناکیا بول رہے تھے۔"

وہ دلچسپی سے صدام کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

اتنے سالوں کی دوستی کے بعد میں آج تک یہ جان نہیں پایا کہ یہ کب کہاں کس سے "کیا بات کرتا ہے کیونکہ جب بھی لیبٹ آباد سے فون آتا ہے اس کا لہجہ خود بخود ایسا ہو جاتا ہے۔"

وہ کندھے اچکا کر بے نیازی سے مسکرا کر بولا تو وہ مجھے دل سمیت گردن ہلا گئی۔ کس قدر اس کی سوچ کے سارے دھاگے ناچاہتے خوبصورت لہجے میں وہ مقابل سے مخاطب تھا ہوئے بھی اس کی ذات سے جڑ چکے تھے۔

لگے دن سورج جم کر آگ برسا رہا تھا۔ اکتوبر کا مہینہ ہونے کے باوجود گرمی میں کچھ خاص افاقہ نا تھا۔ گرم ہواؤں کے زور سے لہراتے درخت وجود میں سنسناہٹ سی اتار دیتے ایسے موسم میں وہ گھنے درخت کی چھاؤں تلے بیٹھے کانوں میں ہینڈ فری لگائے اپنی ہی مستیوں میں مگن تھا لگے ہی لمحے اپنی کمر پہ پڑنے والی ٹانگ سے وہ کراہ کر ایکدم ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا اور خونخوار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

اٹھ جا جاہل انسان۔ اب تو کچھ پڑھ لیں ساری رات تیری شغل بازیاں نہیں ختم ہو رہی۔
"تمہی۔ اب سر جب کوئز کا پوچھیں گے نا تو اسی گانے پہ ناچ کر دکھائی سر کو۔

ہادی اس کے نزدیک ہی بیٹھتے تلملا کر بولا تو وہ خود بھی سوچ میں پڑ گیا۔

"کچھ ایسا کرو کہ آج کا یہ کوئز ہی کینسل ہو جائے۔"

فارس اپنے شیطانی دماغ سے کچھ سوچنے کے جتن کرنے لگا معاً اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اس نے چمکتی نگاہوں سے ہادی کی جانب دیکھا اس سے قبل کہ وہ کچھ

بولتا اپنے نزدیک سے آنے والی بائیک کی آواز پہ ان دونوں نے جوں ہی نگاہیں بائیں جانب گھمائی وہاں بالکل نئی سیاہ رنگ کی ہیوی بائیک پہ موجود ارتضیٰ کو دیکھتے انہیں اپنی آنکھیں دھوکہ دیتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ بھاگنے والے انداز میں اس تک پہنچے اور مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو ایک ادا سے سر کے بالوں کو سنوار رہا تھا۔

"کس کی چوری کر کے لایا ہے۔"

فارس نے اس کی بائیک کا تفصیلی معائنہ کرتے خشمگین نگاہوں سے اسے تکتے سوال کیا۔ اس کی بات ارتضیٰ کے سر پہ لگی تلووں پہ بجھی۔

"میں ارتضیٰ ہوں فارس شیخ نہیں۔"

جواباً وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت بولا اور اپنے بالوں کو سنوارتے تین چار سیلفیز کھینچ ڈالی۔

ارتضیٰ تو تو ہیوی بائیکس ایسے تبدیل کرتا ہے جیسے کوئی معمولی سا لباس ہو۔ واہ یار ایک "مجھے بھی بطور تحفہ دے دے اگر اتنا ہی امیر ہے تو۔"

ہادی مسکرا کر بولتے آخر میں مسکینیت سے بولا۔

اے چل شاباش کوئی نئی چیز دیکھی نہیں ساتھ ہی بھکاریوں کی طرح ہاتھ پھیلا کر کھڑا۔
"ہو جاتا ہے غریبوں کی طرح۔"

وہ منہ بناتے ہوئے اس پہ واضح کر گیا کہ وہ اس بائیک کے لائق نہیں ہے۔

اور ویسے بھی جس چیز کا شوق جنون بن کر آپ کے سر پہ سوار ہو تو پھر یہ نہیں دیکھا۔
"جاتا کہ وہ معمولی سا لباس ہے یا اس طرح کی ہیوی بائیکس بس خرید لینی چاہیے۔"

وہ مسکراتے لہجے میں بولا تو ان دونوں نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا۔

اور تیرے جیسی مخلوق کو تو میوزم میں رکھنا چاہیے کیونکہ ایسی مخلوق تو ایک صدی میں
"ایک بار ہی وجود میں آتی ہے جو تیری صورت میں آچکی ہے۔"

فارس نے برابر طنز کرتے اپنا حساب چکاتا کیا۔

"کمینہ کہی کا۔"

ہادی دل ہی دل میں بڑبڑایا سامنے بول کر اپنا منہ تھوڑی نا ترڑوانا تھا۔

تیرے سے تو میں بعد میں نیٹوں گا گو نچھو انسان ابھی خاموش ہوں تو مجھے ہلکے میں "

"قطعاً مت لینا اپنے سارے بدلے سود سمیت لینا آتا ہے مجھے۔

وہ اس کے بازو میں زور دار قسم کی چٹکی بھرتے تیز تیز قدموں سے شہرام کے آفس کی جانب بڑھ گیا۔ ہادی نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ ارتضیٰ بھی اپنی تکلیف پہ بلبلا تے بائیک کو کلک لگاتے پارکنگ ایریا کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے آفس کے باہر پہنچتے ہی اسے وہ تمام ہمت مجتمع کرتے اندر داخل ہوا تو وہ اندر موجود نہیں تھا۔ اس کا اطمینان مزید بحال ہو گیا تبھی سب باتوں کو جھٹکتے اس کی نگاہ میز پہ رکھے چائے کے کپ پہ پڑی جسے اس نے بغیر کسی تردد کے تھامتے لبوں سے لگالیا۔ ہادی اس کے کمینے پن پہ دانت کچکچا کر تاسف سے نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"تم تینوں یہاں کیا کر رہے ہو۔"

شہرام جوں ہی واشروم سے فریش ہوتے باہر نکلا ان تینوں کو اپنے آفس میں دیکھ اسے اپنے اطراف میں خطرے کی گھنٹیاں بجتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"وہ سر جی آپ سے ایک اہم بات کرنی تھی۔"

فارس دانت نکوستے ہوئے بولا۔ اس کی آنکھوں میں موجود شرارتی پن سے شہرام نظریں چڑا گیا مگر اپنا چائے کا کپ اس کے آگے رکھا دیکھ اس کے اعصاب جھنجھنا اٹھے۔

"سر جی وہ ایک التجا کرنی تھی آپ سے۔"

ارتضیٰ نے بات کی تہمید باندھی تو انہوں نے زور و شور سے تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

"بولو۔"

شہرام لمٹھ مار انداز میں بولا تو وہ دونوں کھسیا گئے۔

وہ دراصل ہم کہنے آئے تھے کہ باقی سارے استاد پڑھائی میں آپ سے آگے نکل چکے ہیں بس آپ ہی پیچھے رہ گئے ہیں تو کیوں نا آج آپ کے لیکچر کے بعد بھی آپ ایک "میک اپ کلاس لے لیں۔"

فارس نے معصومیت سے بولتے ایک ہونہار طالب علم کا ثبوت دیا تو اس نے پیپر ویٹ کو دونوں ہاتھوں میں گھماتے گہری نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جن کے چہروں پہ ایسی معصومیت رقم تھی کہ شہرام نے اپنے ہی بے ساختہ خیال پہ دس بار تف بھیجی۔

"کیوں میرے لیکچر کے بعد کسی کی کلاس نہیں ہے آج۔"

وہ مصروف سے انداز میں بولتے موبائل پہ جھک گیا۔

ہے نا سر مگر سر نعمان کی وہ تو ہمیں سب کچھ پڑھا چکے ہیں۔ ان کی ضرورت نہیں ہے۔
"ہمیں بالکل بھی ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔"

وہ میز پہ جھک کر رازدارانہ انداز میں گویا ہوا۔ اسی لمحے چٹخ کی آواز کے ساتھ آفس کا دروازہ کھلا اور سر نعمان اندر داخل ہوئے مگر وہاں بیٹھے ان تینوں شیطان کی پوٹلیوں کو دیکھ ان کا ماتھا ٹھنکا تھا۔

جی شہرام بولیں آپ کو کچھ ضروری بات کرنی تھی۔

سر نعمان کی رعب دار آواز پہ ان تینوں کی نگاہیں بیک وقت اپنی پشت پہ اٹھی جہاں سے وہ آگے کی جانب آرہے تھے۔

جی سر وہ دراصل مجھے آج اپنا لیکچر لینے میں ہوسکتا ہے آدھے گھنٹے کی تاخیر ہو جائے تو"

"اس وقت میں اگر آپ نے کچھ پڑھانا ہو تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔

وہ سنجیدگی سے بولتے ان تینوں کی جانب دیکھنے لگا جن کی رنگت غصے سے سرخ پڑ چکی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ان تینوں کا نام و نشان آفس کی حدود سے ہی مٹ چکا تھا۔

یہ کیا ہو گیا ہم تو شہرام سے بینڈ کرنے چلے تھے اس نے تو ہمارے ساتھ ہی بینڈ"

"کر دیا۔

ارتضیٰ اپنا رونا روتے ہوئے بولا۔ ساری رات فارس کے ساتھ آوارہ گردیاں کرتے رہنے کے بعد اب کوئز کون دے سکتا تھا۔ چند ساعتوں بعد وہ پانچوں لڑکیاں بھی اپنے اپنے نوٹس ہاتھوں میں تھامے انہی کی جانب چلی آئی۔ ان سب کو بھی پڑھتا دیکھ وہ مزید جل کر راکھ ہو گئے۔

"کیا ہو گیا تم تینوں کے رنگ کیوں اڑے ہوئے ہیں۔"

عذاب ان کی حالت پہ ہنستے ہوئے بولی۔

"پڑھا نہیں نا تم تینوں نے آج۔"

پریسہ افسوس کرنے والے انداز میں بولی تو ان تینوں نے مظلومیت سے نفی میں سر ہلایا۔

"چلو میں سمجھاتی ہوں کسی حد تک تم لوگوں کو۔"

وہ ان سب کو لیتے کیفے ٹیریا کی جانب بڑھ گئی۔ اگلے آدھے گھنٹے میں وہ کسی حد تک انہیں پورا نوٹس ہی سمجھا چکی تھی۔

"بس یہی سب کچھ ہے سلیبس میں سمجھ آگئی نا۔"

پریسہ نے ان سے تصدیق چاہی تو ان تینوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

"تم اتنے پیار سے پڑھاؤں گی تو سمجھ کس کافر کو آئے گی پتیسہ۔"

اس کی بات پہ پریسہ نے وہ نوٹس کا رول بناتے دو تین بار اس کے سر پہ مارا تھا۔
تم ان کو پورا دن بھی دوگی نا پریسہ تو آج تو یہ قطعی نہیں پڑھنے والے اسی لیے بہتر"
ہے ان پہ اپنی انرجی مت ضائع کرو اور کلاس میں چلو سر نعمان ویسے بھی آنے ہی
"والے ہیں۔

مریم نے سنجیدگی سے اسے بتایا تو وہ کسی حد تک سمجھ بھی گئی تھی گہرا سانس بھرتے
وہ پانچوں کلاس کی جانب بڑھ گئی۔

دوستوں پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے ہم سب ساتھ ساتھ ہیں ویسے بھی"
یہ جامعہ ہے سکول یا کالج نہیں۔ ایک کوئز ہی تو ہے چھوڑ دیتے ہیں بعد میں اس ڈبل
"بیٹری کو کہہ کر کوئی جگاڑ لگوالیں گے۔

فارس کرسی کھینچ کر بیٹھتے انہیں تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"وسم سے صبح سے ٹینشن لے لے کر بھوک بھی محسوس ہو رہی ہے اب۔"
ارتضیٰ اپنی دونوں ٹانگیں اپنے سامنے رکھی کرسی پہ رکھتے نیم دراز ہو گیا۔

"تم لوگوں کا حال ایسا ہے کہ خود تو ڈوبیں گے صغم تن کو بھی ساتھ لے ڈوبیں گے۔"
 ہادی ان دونوں کو ریلیکس دیکھ طنزیہ لہجے میں گویا ہوا۔

اگر ساتھ ڈوبیں گے نہیں میری چھمک چھلو تو پھر میرے نزدیک یہ دوستی کسی کام کی
 "نہیں۔"

فارس کی اپنی ہی منطق تھی جو وہ کبھی بھی کسی بھی وقت جھاڑ لیا کرتا تھا ابھی بھی اس
 کی بکو اس زور و شور سے جاری تھی۔

"میرے خیال میں اب سر جاچکے ہونگے ڈھیر گھنٹہ تو ہو گیا ہے۔ چلو اٹھ کر دیکھتے ہیں۔"
 وہ تینوں آگے پیچھے بی بلاک کے اندر داخل ہوئے اور اپنی کلاس کی جانب چل دیے۔ صد
 شکر تھا کہ انہیں سی آر باہر ہی مل گیا۔

"اے بیڑی۔ سر چلے گئے کیا۔"

فارس نے انگلی کے اشارے سے اسے اپنے نزدیک آنے کا اشارہ کیا تو وہ بغیر کسی تردد
 کے آ بھی گیا۔

"ہاں سر تو نا جانے کب سے چلے گئے ہیں انہیں کچھ ضروری کام یاد آگیا تھا۔"

وہ سنجیدگی سے بولتے سیدھا کلاس میں گھس گیا۔ وہ تینوں بھی اپنی کامیابی پہ فرضی کالر اکڑاتے کلاس میں گھس گئے مگر سامنے خود کو گھورتی شخصیت کو دیکھ فارس نے اس بیٹری کو دیکھ کر دانت پیسے۔ وہ پانچوں بھی چہرہ جھکائے مسکراہٹ ضبط کرنے کے چکر میں لال ہوئی چلی جارہی تھی۔

"کہاں سے آرہے ہیں آپ تینوں۔"

سر نعمان کی کرخت آواز کلاس کی فضا میں گونجی تو فارس نے سکون سے ان دونوں کی جانب دیکھا۔

سر میں تو آنے والا تھا کوئز کے عین وقت پہ۔ آپ جانتے ہیں میں کس قدر ہونہار طالب علم ہوں آپ کا بس آپ کبھی شک مت کیجیے گا میری ہونہاری پہ۔ ہوا یہ کہ لیکچر شروع ہونے سے عین دس سیکنڈ پہلے ہی اس کے پیٹ میں ایسا ہارٹ اٹیک ہوا کہ مجھ

سے میرے دوست کی تکلیف نا دیکھی گئی اسی لیے اس وقت سے اگر تکلیف سے یہ "تڑپ رہا تھا تو میں بھی رو رہا تھا یہ دیکھیں میری آنکھیں رت جگے کی عکاسی کر رہی ہیں۔

ارتضیٰ بھولپن کے تمام ریکارڈ توڑتے توڑ مڑور کر بھوندا سا بہانہ بناتے ہوئے بولا مگر اگلے ہی لمحے اپنے پیٹ پہ پڑنے والی کہنی کی بدولت وہ کراہ کر رہ گیا جو فارس کی مرہونِ منت تھی۔

اب اندازہ ہو گیا ہوگا تجھے کہ پیٹ میں ہارٹ اٹیک کیسے آتا ہے جاہل انسان دل میں ہوتا "ہے۔"

فارس اس کی بکواسیات پہ دانت کچکچاتے سر کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ سرگوشی نما لہجے میں گویا ہوا۔ وہ بوکھلاتے دوبارہ سر نعمان کی جانب متوجہ ہوا۔

اوہ سوری سر نیند اس قدر سوار ہے سر پہ کہ بس۔ سوری سوری دل میں ہارٹ اٹیک "ہوا تھا۔"

وہ اپنی پیشانی مسئلے ہکلاتے لہجے میں تصحیح کرتے گویا ہوا۔ ہادی نے خونخوار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اپنے ساتھ ساتھ ان دونوں کو بھی پھنسا رہا تھا۔

اچھا آپ کے پیٹ میں ہارٹ اٹیک ہو گیا تھا اور آپ ساری رات رونے میں مصروف " تمھے حالانکہ ان کو ہارٹ اٹیک لیکچر سے عین دس منٹ پہلے ہوا ہے آپ دونوں کی تو " سمجھ میں آگئی آپ بتائیں ہادی آپ کے ساتھ کیا مسئلہ درپیش تھا۔

ان کی توپوں کا رخ اپنی جانب مڑتا دیکھ ہادی نے بے ساختہ اپنا حلق ترک کیا۔

سر وہ میں۔ میں تو جائے نماز سے نہیں اٹھا ڈاکٹرز نے تو جواب دے دیا تمھانا اور یقین " کریں میں نے تو فارس کے قلوں کی بھی تیاری کر لی تھی مگر وائے رے قسمت اب وہ بوٹیوں والی بریانی کی دیگ ان بے بس لاچار طلبہ میں ہی تقسیم کر دیں گے کیونکہ غریب تو " یہ بھی ہیں ناشکلیں دیکھیں ان کی۔

اس کے دکھی لہجے میں بولنے پہ فارس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا مطلب اپنے مفاد کی خاطر وہ اس کے قل کی تیاری بھی کروا چکا تھا۔ اس نے تمسخرانہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا۔

"سر میں آپ کو دکھائی دے رہا ہوں نا۔ آپ مجھے سن پارہے ہیں یا نہیں۔"

فارس ایکدم کچھ سوچتے سر نعمان کے آگے ہاتھ جھلاتے ہوئے دانت پہ دانت جھماتے ہوئے بولا تو اس کی فضول حرکت پہ ان کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئی۔

دیکھا سر آپ نے اس کے ہارٹ اٹیک کا اثر دماغ پہ سب سے زیادہ ہوا ہے تبھی ایسی "بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔"

ہادی تو باقاعدہ فارس کے شانے سے سر ٹکاتے رونا شروع ہو چکا تھا۔ فارس نے ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور پھینکا۔

نہیں سر مجھے ڈر ہے کہ ایک نے مجھے ہارٹ اٹیک کروادیا دوسرے نے میرے قل "کرواد لیے اب اپنے مفاد کی خاطر یہ دونوں یہ نابول دیں کہ سر آپ دیکھیں آپ کے کوئز

کی خاطر ہم اس کی روح کو قبر سے کھینچ کر نکال لائے ہیں محبت ہی کچھ ایسی ہے انہیں
"آپ سے کہ میری جان تک لے لی۔"

وہ ان دونوں کو قبر برساتی نگاہوں سے تکتے سلگتے لہجے میں بولتے انہیں پہلو بدلنے پہ مجبور
کر گیا۔ وہ کھسیا کر مسکینیت سے ہنس دیے۔

او کے کلاس کوئز تو آپ سب کا ہو گیا نا۔ اب جو یہ تینوں محترم رہ گئے ہیں یہ اسی ٹاپک "
"پہ ہمیں پریزنٹیشن دیں گے تاکہ ہمیں ان کی ہونہاری پہ کسی قسم کا کوئی شک نہ رہیں۔
وہ ان کے شانے تھپتھپاتے ہوئے بولے۔"

"سر ایسی باتیں نا کریں سچ میں ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔"

فارس ہنستے ہنستے آنسو پونچھتے ہوئے بولا مگر ان کی جواب میں ایک ہی رٹ تھی۔ فارس نے
غصے سے بیگ کرسی پہ پھینکا اور کٹیلی نگاہوں سے سی آر کی جانب دیکھا جواب اپنی
مونچوں کو تاؤ دے رہا تھا۔ رتضی اور ہادی اپنی جگہ سنبھال چکے تھے۔

میں جا رہا ہوں پریزنٹیشن دینے تم میں سے کسی نے بھی سوال پوچھا نا تو بس پھر یاد"

"رکھنا میرے سے برا کوئی نہیں ہوگا۔

وہ اپنی شرٹ کے بازو کو کمینوں تک فولڈ کرتے تنبیہی لہجے میں گویا ہوا۔

فارس تو ٹینشن ہی کیوں لے رہا ہے ہمیں کچھ آتا ہوگا تو تیرے سے پوچھیں گے نا۔ جا"

"میرا شہزادہ ویر۔ آج میدان فتح کر ہی آ۔

ارتضیٰ اسے پچکارنے والے انداز میں بولا تو وہ دو منت آنکھیں موندتے صبح والی پریسہ کی باتیں یاد کرنے لگا جو پانچ منٹ کی مشقت کے بعد کسی حد تک زبان پہ آئی تھی۔ اگلے دس منٹ میں وہ اٹک اٹک کر بولتے وہ ٹاپک سمجھانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ارتضیٰ اور ہادی نے باقاعدہ کھڑے ہو کر ہوٹنگ دی البتہ فارس نے سر کو خم دیتے پریسہ کی جانب دیکھا تھا جس کی بدولت وہ یہ کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

"بہت خوب فارس۔"

سر نعمان کے منہ سے تعریفی کلمات سن اسے غش آتے آتے رہ گئے۔

"سر میں نے کہا تھا کہ میری قابلیت پہ شک مت کیجیے گا۔"

وہ سر جھٹکتے ہوئے گردن اکڑا کر بولا۔

سر جی سب کچھ سمجھ آگیا ہے ہمیں بس ایک سوال ہے ذرا عرض کرو اگر آپ کی "اجازت ہو تو۔"

ہادی اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

نہیں بیٹا ابھی کلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے آپ مجھ سے آفس میں آکر مل لیجیے گا میں "کل پوری کلاس کے سامنے اس کا جواب دوں گا۔"

وہ اپنی کلائی میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولے تو وہ ان کے جواب پہ ناک منہ چڑھا کر رہ گیا۔

واہ ہمارے سے پریزن ٹیشن تک کروالی اتنی جلد بازی میں اپنی باری کل بتاؤں گا اینج "دے استاد ہون تو بہتر اے استاد ہووے امی نا۔"

ان کے کلاس سے جاتے ہی فارس تمسخرانہ لہجے میں گویا ہوا۔ سی آر بھی سر کے چمچے کی طرح کلاس سے فرار ہو چکا تھا۔

"شکریہ پتیسہ آج تمہاری بدولت میری عزت رہ گئی۔"

وہ سچ میں پریسہ کا مشکور تھا۔ پریسہ نے اس کی بند مٹھی نما مکے پہ مکہ مارا اور مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

دوست ہوتے کس لیے ہیں۔ اگر وہ آپ کی عزت کا فالودہ کرنا جانتے ہیں تو آپ کی "عزت رکھنے میں بھی سب سے پیش پیش وہی ہوتے ہیں۔"

وہ گہرے مسکاتے لہجے میں بولی۔ وہ سب اس کی بات پہ کھل کر ہنس دیے تھے معاً پریسہ کی ہنسی کو بریک دروازے پہ ایستادہ شہرام کو دیکھ کر لگی جس کی آنکھیں بالکل بے تاثر تھیں۔ چہرے پہ اذلی سرد پن عود آیا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن ان آنکھوں میں دیکھتے ناجانے کیوں معمول سے تیز ہوئی تھی۔ فارس نے ناراضگی سے اس کی جانب دیکھا جو اب روسٹروم پہ جا کر اپنا لیپ ٹاپ اور کتابیں رکھ چکا تھا۔ وہ سب خاموشی سے اپنی اپنی جگہ

سنجھال گئے۔ مریم نے شہرام کی شخصیت سے مرعوب ہوتے سرعت سے خود کو دست کیا اور ایک گہری نگاہ اس پہ ڈالی اس کی یہ حرکت ان چاروں کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہ سکی۔

ویسے اتنے شاندار شخص کو ہمارے سر بنا کر بھی بہت اچھا کام کیا ہے بندہ ایسے " حسین و جمیل بندے کو دیکھ کر ہی خوش ہو لے اب دیکھنے میں تو ممانعت نہیں ہے "نا۔

وہ ہنستے ہوئے کھنکھتے لہجے میں بولی۔ بریزہ اور عناب اس کی بات کھل کر ہنس دی تھی البتہ پولیس اور عقیفہ نے سنجیگی سے ایک دوسرے کی سمت دیکھا تھا اور مریم سے کچھ فاصلے پہ براجمان فارس اس کی سوچ پہ ہی عیش عیش کر اٹھا۔

"مورے پشمنہ باجی کہاں ہے۔ صبح سے دیکھ رہی ہیں مگر امارے کو کہی نہیں دکھی وہ۔"

پرخہ جوں ہی سکول سے پڑھ کر واپس لوٹی اس وقت سے پشمنہ کو پوری حویلی میں تلاش کرتی پھر رہی تھی مگر وہ تھی کہ کئی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ غنجہ نے اس کی جانب دیکھا۔

جامیرا بچہ پچھلے باغ میں دیکھ وہی ہوگی مینہ۔ صبح سے ناجانے کیوں ماری ماری پھر رہی "ہے اماری بچی۔"

ان کی بات پہ وہ دروازے کی حدود پھلانگتی بھاگنے والے انداز میں باہر دالان کی جانب بڑھی اور وہاں سے ہوتے ہوئے باغچے کی جانب چل دی اور اس کی توقع کے عین مطابق وہ اسے وہی بڑے سے پتھر پہ بیٹھی ہوئی دکھائی تھی۔ وہ بھی دبے دبے قدموں سے چلتی اس کے نزدیک ہی جگہ سنبھال گئی۔

"آپ اداس ہو مینہ باجی۔ ایسے تنہا بیٹھ کر کونسی یادوں میں گم ہو۔"

وہ اس کے شانے کے گرد بازو حائل کرتے دوستانہ لہجے میں گویا ہوئی تو پشمنہ نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

نہیں کچھ نہیں بس یہاں آنے کا دل چاہ رہا تھا ام کا تو چلی آئی تم بتاؤ ابھی تک "
"سکول کا لباس کیوں نہیں تبدیل کیا تم نے۔"

وہ اس کے بالوں کو سنواری مدھم لہجے میں بولی۔ وہ اس کا دھیان سراسر اپنی جانب سے
ہٹوانا چاہتی تھی۔

جھوٹ مت بولیں ام سے آپ باجی۔ امیں اچھے سے معلوم ہے کہ آپ یہاں کیوں آکر "
"بیٹھی ہیں لالہ کی یاد آرہی ہے نا آپ کو۔"

اس کی بے ساختہ بات پہ پشیمینہ کے چہرے پہ ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ اس
نے گھبرا کر پہلو بدلا۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے پر خہ۔ بس اداس ہوں میں۔

وہ مدھم شکست خورد لہجے میں گویا ہوئی۔ پر خہ نے بے ساختہ اسے سینے میں بھینچ لیا۔

لالہ کو آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ناجانے کیوں وہ ایسے اکھڑ مزاج ہو گئے ہیں۔
 اماری سمجھ سے بالاتر ہے یہ بات۔ اور آپ دونوں کے مابین جو رشتہ ہے انہیں وہ بھی تو
 "سمجھنا چاہیے نا۔"

وہ ناراضگی اور غصے کے ملے جلے تاثرات سمیت بولی تو پشیمینہ نے چونک کر اس کی جانب
 دیکھا مگر پھر مسکرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ان کے نزدیک اس رشتے کی کوئی اہمیت نہیں ہے پر خہ وہ ختم کر دیں گے اسے بھی۔
 "ان کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں۔"

وہ خالی خالی لہجے میں بولتے درخت سے پشت ٹکا کر دور کہی خلا میں دیکھنے لگی۔ پر خہ کو اس
 وقت وہ کافی قابلِ رحم محسوس ہوئی تھی۔

"مگر خان بابا ایسا"

"اے مینہ۔ پر خہ آجا اندر۔ خان بابا آرہے ہیں بس زمینوں سے۔"

غنجہ کی آواز پہ وہ دونوں خان بابا کا نام سن کر ہی بھاگنے والے انداز میں اندر کی جانب بڑھی تھی کیونکہ کھانے کو انتظار کروانے والے سے خان بابا کو سخت نفرت تھی اور وہ دونوں سب جانتے بوجھتے انہیں اشتعال میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"رخہ تم اس متعلق کسی سے کوئی بات نہیں کرو گی تم کو اماری قسم ہے۔"

مینہ نے اس کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیتے ملتجیانہ لہجہ اپنایا۔

"آپ پریشان مت ہو باجی۔"

وہ مصاحتی لب و لہجے میں بولتی مسکرا کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ مینہ نے بھی اچھے سے چادر خود سے درست کرتے زنان خانے کی جانب قدم بڑھائے تھے جہاں برتختہ خانم پہلے سے ہی موجود تھی۔

آسمان پہ سورج آب و تاب سے جگمگا رہا تھا۔ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہوتے چہرے سمیت وہ سب میچ کھیلنے میں مصروف تھے۔ گرمی اپنے فل جو بن پہ تھی۔ چہرے پہ پسینہ

اپنی لکیریں چھوڑ رہا تھا مگر وہ بھی جیتنے کیلئے جت چکے تھے۔ عناب کی ٹیم کے دو کھلاڑی زخمی ہوتے ٹیم سے جا چکے تھے مگر ابھی تک وہ نہیں جا پائی تھی کیونکہ اس کی باری سب سے آخر میں آئی تھی۔ اس نے عقابی نگاہوں سے تفصیل سے میچ کا جائزہ لیا اور گہرا سانس بھرتے اپنے کمر سے بھی نیچے آتے بالوں کو جوڑے میں مقید کرنے لگی۔ دل ناجانے کیوں آنے والے وقت کا سوچتے تیز تیز دھڑک رہا تھا۔

میرے خیال میں پری کو اپنے بالوں پہ کچھ پہن لینا چاہیے ورنہ یہ پورے میچ میں اسے "پریشان کریں گے۔"

مریم نے اپنے مطابق انہیں رائے دینا ضروری سمجھا۔ سب نے بھرپور انداز میں اس کی تائید کی تھی مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ پری کو اس متعلق بتایا کیسے جاتا کیونکہ وہ تو اس سے اس قدر فاصلے پہ تھی۔ بریزہ کچھ سوچتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور فارس کے ہاتھ سے اس کی کیپ جھپٹی۔

"کیا ہو گیا ہے میری ذاتی کیپ ہے فٹ بال۔"

وہ اس کے ہاتھ میں موجود اپنی ٹوپی دیکھتے نا سمجھی سے گویا ہوا۔

"میں پری کو دینے جارہی ہوں یہ۔ حوصلہ رکھو۔"

وہ سرگوشی نما انداز میں بولتے تیز تیز قدموں سے چلتی وہ سیرٹھیاں عبور کرنے لگی مگر بیچ راہ میں کھڑے سینئر کو دیکھتے اس نے پریشانی سے سب کی جانب دیکھا جو اس کے جلد از جلد یہاں سے جانے کے دعاگو تھے۔

"آپ یہاں سے کہی نہیں جاسکتی۔ اٹس این آرڈر۔ واپس جگہ پہ جائیے اپنی۔"

وہ سنجیدگی سے بولتے پھر سے سپاٹ چہرے سمیت اپنی توجہ گراؤند کی جانب مبذول کروا گئے۔

ہاں جانتی ہوں کبھی نہیں جانے دے کا یہ مائیکل جیکسن۔ لڑکے جو جیت رہے ہیں"

"کیسے چاہے گا کہ لڑکیاں جیت جائے۔"

وہ عقب سے ہی اسے مکہ دکھاتے تلملا کر بولی مگر دل میں کیونکہ منہ پہ بول کر اسے اس کو اپنی جان کا دشمن تھوڑی بنوانا تھا۔

"جائیں اب یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہیں۔"

وہ اسے ہنوز وہی جما دیکھ سپاٹ لب و لہجے میں بولا۔

"ہاں اتنے ہی کوئی حسین ہے نا آپ کا یہ چہرہ جو میری نگاہیں ہی نہیں ہٹ رہی۔"

وہ تند نگاہوں سمیت اس کا چہرہ دیکھتی تنک کر بولی۔

چلیں بہت اچھی بات ہے آپ نے خود ہی مان لیا۔ ویسے اپنی خوبصورتی سے میں بہت "

"اچھے سے آشنا ہوں۔

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت بولا تو وہ اس کی باتوں پہ تلملا کر تن فن کرتی واپس

اپنی جگہ کی جانب بڑھ گئی۔

"کیا ہوا واپس کیوں آگئی۔"

عفیفہ نے اس کی غصے سے سرخ ہوتی صورت دیکھ نا سمجھی سے استفسار کیا۔

"وہ جو موت کا فرشتہ وہاں نازل کیا ہوا ہے نا وہ وہاں سے اگے نہیں جانے دے رہا۔"

وہ کوفت سے آنکھیں گھماتے سیڑھیوں میں ہی اپنی پشت ٹکا گئی۔ ان سب نے پریشانی سے اب اس لڑکے کی جانب دیکھا۔

اب تو ہماری ٹیم کا اسلہ ہی حافظ ہے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے پریسہ کی رنگت دیکھو کیسے "اڑی ہوئی ہے۔"

وہ اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے بے چینی سے گویا ہوئی اور دوبارہ اپنی نگاہیں پریسہ کے چہرے پہ جمالی۔

"کومل آپی میں نہیں کھیل پاؤنگی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولتی اسے پریشانی میں مبتلا کر گئی۔

پریسہ ناٹ لیٹ آل گیم اب شروع ہو چکی ہے تم اسے پیچ راہ میں چھوڑنے کا سوچ بھی "نہیں سکتی۔"

وہ سختی سے بولتی اسے تنبیہ کرنے لگی جس کی پیشانی پہ پسینے کی ننھی منھی بوندیں چمک رہی تھیں۔

"آپی مگر آپ دیکھیں وہ جیت رہے ہیں ہمارے دو کھلاڑی زخمی ہو چکے ہیں۔"

وہ گھبرائے انداز میں بولتی اسے تاسف سے سر ہلانے پہ مجبور کر گئی۔

پری جیت یا ہار سے فالو وقت ہمارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی مگر یوں میدان چھوڑ کر

بھاگ جانا سب سے بڑے بزدل کی نشانی ہوگی۔ ابھی ہم دونوں کو ہی جانا ہے اگر کھیلتے

ہو لیے تمہارے چہرے پہ ذرا سا بھی خوف ہوا تو ہم کبھی نہیں جیت پائیں گے کیونکہ

"مقابل اس سے ہمیں مزید کمزور گردانتے کچھ ایسا لازمی کرے گا جس سے ہم ہار جائیں۔"

وہ اس کے سر پہ ہولے سے چپت لگاتے سمجھانے والے انداز میں بولی۔ پریسہ نے ایک

مظر سکور بورڈ کی جانب دیکھا۔ دیکھو ان کے مکمل شوٹس آٹھ ہیں اور ہمارے پانچ ہیں اور

ہر بال کا سٹیٹسٹکس کرے تو وہ اس وقت 60 فیصد پہ ہیں اور ہم 40 پہ۔

وہ گہرا سانس بھرتے ہوئے بولی۔ پریسہ نے خود میں ہمت مجتمع کرتے ایک نظر گراؤنڈ کی

جانب دیکھا جہاں بریک آچکی تھی۔ اس کے بعد اسے اور کومل کو ہی باقی کھلاڑیوں میں

شامل ہونا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد میچ دوبارہ شروع ہوا تو اس بار آمنے سامنے پریسہ اور

شہرام تھے۔ پریسہ نے ایک نظر شہرام کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ جیت کی خوشی ابھی سے واضح تھی۔

"ہارنے کیلئے تیار رہیے محترمہ۔"

وہ ہاتھوں کو گول گول گھماتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں بولا۔ آنکھوں میں جیت کا خمار واضح تھا۔

عین موقع پہ بازی پلٹنے والے ہی اصل بازی گر کہتے ہیں جبکہ آدھے میچ کے بعد خود کو "فاتح تسلیم کرنے والے کو سراسر بیوقوف کہتے ہیں۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے دل جلانے والے انداز میں بولی اور شہرام کا دل اس کی باتوں پہ جل کر راکھ ہو بھی گیا۔

"آپ مجھے بے وقوف کہہ رہی ہیں مس پریسہ آفندی۔"

وہ سلگتے لہجے میں بولتے دھیمے لہجے میں غرایا۔ پریسہ نے مخصوص انداز میں بھنویں اچکاتے اس کی جانب دیکھا۔ پورا وجود اس کو جواب دینے پہ کپکپا رہا تھا مگر اگر وہ ابھی ہمت ناکرتی تو پورے میچ میں شہرام اسے کمزور گردانتا۔

"نہیں میں نے آپکو نہیں بلکہ بغیر جیتے خود کو فاتح سمجھنے والے کو بیوقوف کہا ہے۔"

وہ جتانے والے انداز میں بولتی بالوں کو کس کے باندھتے کیچڑ میں مقید کر گئی۔ آنکھوں میں ایک واضح چیلنج تھا جسے دیکھ شہرام کا وجود گویا کسی نے انگاروں کی ضد میں رکھ دیا۔

"بیسٹ آف لک لاڈو۔"

صدام کی آواز پہ ان دونوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ پریسہ تو اس کی بات پہ مسکرا دی البتہ شہرام کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔

"بھئی میں اپنی بہن کو بس بیسٹ آف لک کہ رہا ہوں۔"

اس نے گرٹڑتے عجلت میں وضاحت دی مبادہ شہرام اس کا سر نا پھاڑ دے۔ اگلے پانچ منٹ میں ریفری کی آواز پہ ایک بار پھر میچ شروع ہوا تھا۔ اگلے دو شائس بھی لڑکوں کی

جانب سے دیکھ پریسہ کا سر باقاعدہ چکرانے لگا۔ اسے ماننا پڑا تھا کہ شہرام حقیقت میں اپنے وقت کا چیمپئن رہا ہوگا۔ وہ گراؤنڈ کے بیچ و بیچ دونوں ہاتھ کمر پہ جمائے کھڑی تھی۔ ان چاروں نے غصے سے اس کی جانب دیکھا جو ناجانے کیوں شاید ہار مان چکی تھی۔

"پری ہولڈ دا بال۔"

کومل کی چیختی ہوئی آواز پہ وہ باقاعدہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹتے سرعت سے بال کچ کرتے کومل کی جانب اچھال گئی جس نے بروقت اس کا شاٹ مارا تھا مگر اسی دوران بری طرح زمین بوس ہونے کی بدولت اس کے لبوں سے ایک کراہ نکلی تھی۔ ہر جانب سکوت چھا گیا۔ پریسہ دونوں ہاتھ سختی سے لبوں پہ جماتے بھاگنے والے انداز میں اس تک بڑھی۔

"کومل آپ آپی آپ ٹھیک ہیں نا۔"

وہ بھیگے لہجے میں اسے دیکھتے ہوئے بولی جو تکلیف سے دوہری ہوتی جا رہی تھی۔

تم روؤ مت پری پلیز نس میچ پہ فوکس کرو جو تم نہیں کر پارہی۔ اگر آج ہم ہار گئے تو پوری "جامعہ میں ہم لوزرز کہلائیں جائیں گے مگر ہمیں یہ جتنا ہے کہ ہم لڑکیاں کسی سے بھی "کم نہیں ہے۔ پلیز گو اہیڈ۔"

کوئل کو تو اس کی دوست ساتھی وہاں سے اٹھا کر لے گئی مگر وہ پریسہ کو ساکت چھوڑ گئی تھی۔ معاً اس کی نگاہ سکور بورڈ سے ہوتے شہرام کی آنکھوں سے جا ٹکرائی جو بال کو فضا میں بلند کرتے سرد نگاہیں اسی پہ جمائے کھڑا تھا۔

"پریسہ یو کین ڈو اٹ۔"

فارس کی آواز اسے اس سوچوں کے گرداب سے کھینچ لائی۔ اس نے ان سب کی جانب دیکھا جو ملتجیانہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے اگلے ہی لمحے پریسہ کے اندر وہی ضدی اور خود سر پریسہ نے سرعت سے سر اٹھایا۔ اس نے بے دردی سے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھتے دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کیا تھا۔ شہرام کی نگاہیں اس کی بند آنکھوں پہ جمی تھی اگلے ہی لمحے جوں ہی وہ واں ہوئی اس کی آنکھوں ایک جنون آباد تھا جیت کا

جنون جو شہرام کو بری طرح ٹھٹھا گیا۔ میچ کے شروع ہوتے ہی وہاں موجود سب کو پریسہ کا ایک نیا روپ دیکھنے کو ملا تھا۔ بیچ وقت چار شوٹس مارتے اس نے وہاں موجود سب طالب علم کے علاوہ گراؤنڈ میں موجود کھلاڑیوں کو بھی چوکنا کر دیا تھا۔ اب وہ دونوں ٹیمز برابری پہ آگئی تھی۔ پریسہ کے لبوں پہ ایک تلخ مسکراہٹ ابھری۔ اب سٹوڈنٹس میں ہر جانب کھلبلی مچ چکی تھی کیونکہ میچ آخری دہانے پہ پہنچتے اپنی نوعیت ہی بدل چکا تھا۔ پریسہ نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پہ جماتے گہرے گہرے سانس بھرے تھے۔ اس کا تنفس بری طرح بکھرا ہوا تھا۔ دو تین بار زمین بوس ہونے کی بدولت کہنیوں میں خراشیں بھی آئی تھی جہاں سے خون بھی رس رہا تھا مگر فلحال وہ اس سب سے بے نیاز تھی۔ اب آخری بال تھی اور پھر جیت ہار کا فیصلہ ہو جانا تھا۔

تمام سٹوڈنٹس اپنی اپنی جگہ پہ کھڑے ہوتے اپنے پسندیدہ کھلاڑی کیلئے ہونٹنگ کرنے میں مصروف تھے۔ اگلے ہی لمحے گیند جوں ہی فضا میں بلند ہوئی دونوں ٹیمز شاٹ لگانے کیلئے جت چکی تھی۔ معاً بال شہرام کے ہاتھ لگتے ہی پریسہ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ بال جوڑے سے کھل کر ڈھیلے ہو چکے تھے۔

اگر یہ بال گئی تو پھر میری ہار پکی ہے اور پھر شہرام سر کی نگاہیں۔ نہیں ایسا نہیں۔"
"ہوسکتا۔"

اس نے اپنے خیال کی سراسر نفی کی اور جتنی تیزی سے وہ بھاگ سکتی تھی بھاگتے ہوئے اس تک پہنچی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ بال کو شاٹ لگاتا پریسہ نے بروقت اس کی گھٹنے کے مقام پہ اپنی ٹانگ ماری تھی لگے ہی لمحے اس کے ہاتھ سے بال چھوٹتے زمین پہ گری اور وہ خود بھی زمین بوس ہوا تھا۔ اس دوران پریسہ جیت کے جنون میں یہ بات بالکل فراموش کر چکی تھی کہ وہ اس کا استاد ہے۔ مگر اسے زمین پہ گرتا دیکھ جہاں پورے گراؤنڈ میں سکوت چھایا وہی سب کی نگاہیں پریسہ پہ جمی تھی جس کے بال کھلتے اس کے شانوں پہ بکھر چکے تھے۔ پریسہ نے بال ہاتھ میں تھامے پھٹی پھٹی نگاہوں سے شہرام کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کی بازو سے رستا خون دیکھ اس سے پہلے کہ وہ بے چینی سے اس کی جانب بڑھتی عقیفہ کی آواز نے اس کے قدم وہی روک لیے۔

"نہیں پری وہاں نہیں جانا ڈونٹ ڈو دس۔ بال کو کک کرو پری اٹس یور لاسٹ چانس۔"

وہ جتنی شدت سے چلا سکتی تھی چلائی تھی۔ اب ایک بار پھر پریسہ کی نام کی ہوٹنگ پورے گراؤنڈ میں گونج رہی تھی۔ پریسہ نے ایک آخری نگاہ اس پہ ڈالتے پوری شدت سے بال کوک کیا تھا۔ شاٹ لگتے ہی چند ساعتوں بعد پورے گراؤنڈ میں چیخ و پکار گونج اٹھی۔ پریسہ ڈھے جانے والے انداز میں شہرام کے نزدیک کچھ ہی فاصلے پہ بیٹھتے شدت سے آنکھوں کو میچ گئی۔ وہ سچ میں اسے ہراچکی تھی۔ اس کی آنکھ سے ایک بے مول آنسو ٹوٹے اس کے گال پہ گرا تھا۔ اس کا پورا گروپ اس کے پاس آتے کبھی اسے سینے میں بھینچتا تو کبھی کچھ مگر اس کی نگاہیں تو صرف شہرام کی جانب تھی جس کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ پری تم نے کیسے کک کیا آخر میں سر کو آئی سوئیر یو ڈڈ کا گریٹ جاب۔"

عناں اسے سینے میں بھینچتے کھلکھلاتے ہوئے بولی۔ فارس ہادی اور ارتضیٰ نے اپنے مخصوص انداز میں اس کے مکے سے مکہ ٹکرایا تھا۔ وہ نم آنکھوں سمیت کھل کر ہنس دی تھی۔ صدام کو اپنے ہارنے کا دکھ تو تھا مگر اپنی بہن کے جیتنے کی خوشی میں وہ دکھ بھی کسی دور جا سویا تھا۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد سیٹج پہ ان کے ناموں کی اناؤنسمنٹ ہوتے

ہی وہ اپنی ٹیم کے ساتھ تفاخر سے چلتی سٹیج کی جانب بڑھی مگر درمیان میں کھڑے شہرام کو دیکھتے اس کے قدموں کو بے ساختہ بریک لگی۔ ناجانے کیوں اس کی نگاہیں اس کے چہرے سے ہوتی اس کے بازو کے زخم پہ آکر رکی تو شرمندگی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ فلحال وہ بعد میں اس سے معذرت کرنے کا سوچتے سٹیج کی جانب بڑھی کیونکہ وہاں بار بار اس کا نام اناؤنس ہو رہا تھا۔ وہ اس سے جیتنا چاہتی تھی مگر ناجانے کیوں اب جیت کر اس کی آنکھوں میں ہار اسے بے تحاشہ کھٹک رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹرافی دیکھ شہرام ایک ذہر خند نگاہ اس پہ ڈالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ پریسہ کی نگاہوں نے اس کے نگاہوں سے او جھل ہونے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"بھائی میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا کچھ بھی۔ وہ بس۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی دفاع میں صدام سے مزید کچھ بولتی اس نے سرعت کے اس کے لبوں پہ انگلی جمادی۔ پریسہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

کیا ہو گیا ہے پری آپ کب سے چھوٹی چھوٹی باتوں کو سر پہ سوار کرنے لگ گئی۔ میں " نے پہلے بھی آپ کو یہ بات باور کروائی تھی کہ یہ ایک میچ ہے بس۔ چل رہو اور اب تو "یہ جیت بھی سیلیبرٹ کرنی ہے ہمیں کیوں لڑکیوں۔"

وہ محبت سے اسے سمجھانے والے انداز میں بولتے باقی سب سے مخاطب ہوا جنہوں نے بغیر کسی تردد کے خوشی خوشی اثبات میں سر ہلایا تھا۔ معاً اپنے فون پہ آنے والی کال کے پیشِ نظر وہ ان سب سے معذرت کرتا فون کان سے لگاتے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ اب باری باری جونئیرز پریسہ کو آکر مبارکباد دے رہی تھی جسے وہ بمشکل مسکرا کر قبول کر رہی تھی۔ دل کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ وہ سب یوں ہی باتوں میں مصروف کیفے کی جانب بڑھے تھے۔ اپنی مطلوبہ جگہ سنبھالتے ہی پریسہ نے عفیفہ کی جانب دیکھا جو کسی سوچ کے زیرِ اثر تھی۔

"آج پریسہ کے جیتنے کی خوشی میں میں تم سب کو کچھ کھلانا چاہتا ہوں۔"

فارس کی آواز پہ سب نے صدماتی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا مطلب وہ بھوکا بھی کچھ کھلانا جانتا تھا۔

"کیا سچ میں فارس تم کھلاؤں گے۔ جھوٹ تو نہیں بول رہے نا۔"

بریزہ نے تصدیق چاہی۔ فارس نے ترچھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا اب میں تمہیں جھوٹا لگتا ہوں۔"

وہ مصنوعی ناراضگی سے گویا ہوا۔ سب نے اس کی بات پہ ٹیڑھی میڑھی شکلیں بناتے اس کی جانب دیکھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے فارس۔"

عفیہ اس پورے قصے میں پہلی بار بولی تھی۔

"چلو اب بکو اس مت کرنے لگ جاتا جو تمہارا پسندیدہ شیوہ ہے۔"

ارتضیٰ کی آواز پہ وہ گہرا سانس بھرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بے نیازی سے ببل گم چباتی مریم کو دیکھتے ان سب کو اشارہ کرتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"اب یہ کہا گیا۔"

ہادی چپس کچپ میں ڈبوتے ہوئے مصروف سے انداز میں بولا۔

"نذیدے پہلے کھالو پھر کچھ بولنا۔"

عنا ب اس کے شانے پہ مکہ جڑتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کرتے چپس کی پلیٹ لیتے ایک جانب ہو گیا۔ ان سب نے اس کے کمینے پن پہ دانت کچکچائے۔ اس دوران پریسہ عقیفہ کو آنکھوں کے اشارے سے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان سب کو ڈیپارٹمنٹ کا چکر لگانے کا کہتے وہ خود اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"کیا ہوا تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے عقیفہ۔"

پریسہ نے اس کا ہاتھ تھامتے پریشانی سے اس سے سوال کیا تو اس نے بمشکل مسکراتے نفی میں سر ہلایا اور دور کسی خلا میں دیکھنے لگی۔

"مجھے کچھ بھی تو نہیں ٹھیک ہوں میں۔"

وہ ہکلاتے لہجے میں بولی۔ پریسہ نے ناراضگی سے اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں اس کی مسکراہٹ کی عکاسی نہیں کر رہی تھی۔

جھوٹ مت بولو عقیفہ۔ تمہارے چہرے سے صاف واضح ہے میں صبح سے محسوس کر رہی ہوں مگر نظر انداز کرتی جا رہی تھی مگر اب تم مجھے بتا ہی دو کہ کیا ہوا ہے ورنہ مجھ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے تنبیہی لہجے میں بولی۔ عقیفہ نے بیچاگی سے اس کی جانب دیکھتے ایک نظر اطراف کا جائزہ لیا۔ ایک بج چکا تھا تبھی ڈیوارمنٹ میں طلبہ نا ہونے کے برابر تھے۔ عقیفہ کی نگاہیں پل بھر میں آنسوؤں سے بھگی تھی۔ پریسہ کو بے چینی ہونے لگی۔

"عقیفہ پلیز مت رونا مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے۔"

وہ اس کے چہرے پہ بہتے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے تکلیف سے بولی۔ اسے اس کا رونا ازیت میں مبتلا کر رہا تھا۔ عقیفہ نے اس کی بات پہ کل رات کی پوری تفصیل روتے

روتے اس کے گوش گزار دی۔ پریسہ کی حالت ایسی تھی گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اس کا ہاتھ بے یقینی کی کیفیت میں لبوں پہ آن ٹھہرا۔

"تم مذاق کر رہی ہو نا عفیہ۔"

وہ خالی خالی لہجے میں بولی تو اس نے اپنی آنکھوں کو بے دردی سے پونچھتے نفی میں سر ہلایا۔

ہم جیسے لوگ مذاق نہیں کر سکتے۔ ہمارے رشتے یوں ہی کر دیے جاتے ہیں پری۔ ہم" سے پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا جاتا میں نے ابا سے اتنا بولا تھا کہ میں ان کا بیٹا بنوں گی کسی کا سہارہ لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر انہوں نے میری ایک بھی نہیں سنی اور "فیصلہ ہمیشہ کی طرح اس یاسر کے حق میں ہی کیا ہے۔

وہ بھیگے لہجے میں آرزوگی سے گویا ہوئی۔

"تمہیں اپنے حق کیلئے بولنا چاہیے تھا عفیہ۔"

پری باور کرانے والے انداز میں بولی ساتھ ہی اس کا ہاتھ تھامتے اسے تسلی دینے لگی۔

میں ختم ہو گئی ہوں پری۔ وہ یاسر بلکل بھی اچھا انسان نہیں ہے اس کی نگاہیں اس " کی باتیں اس کا سب کچھ کسی کو نظر نہیں آتا نا جانے کیوں سب پرسکون ہیں۔ مگر اب میں نے بھی سوچ لیا ہے کہ میں ہار نہیں مان سکتی کیونکہ اگر میں نے خاموشی سے ہامی اس رشتے کیلئے بھری تو پھر آگے سے میری بہنوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔ اپنے ساتھ تو میں کچھ بھی برداشت کر لوں گی مگر ان کے ساتھ کچھ بھی برا میرے اعصابوں پہ "بہت گراں گزرے گا۔"

وہ یاسیت بھرے لہجے میں بولتی اسے ٹھٹھا گئی۔ اس نے بے یقینی کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا۔

کیا مطلب تمہارے ساتھ بھی کیوں کچھ برا ہوگا فضول گوئی سے پرہیز کیا کرو اور اپنے " لیے آواز اٹھانا گھر جا کر ایم شیور انکل نے اس کے دباؤ میں آکر اس رشتے کیلئے ہامی "بھری ہوگی۔ وہ سنبھل جائیں گے۔"

وہ محبت سے اس کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے بولی۔ اس نے گہرا سانس بھرتے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خیر اب ہمیں وہاں چلنا چاہیے اس سے پہلے کسی کو کسی قسم کا شک ہو۔"

"ہاں تم چلو میں بس آرہی ہوں مجھے صدام بھائی سے کوئی کام ہے۔"

وہ حلق تر کرتے نظریں چڑاتے ہوئے بولی مگر عفیفہ نے اس بات پہ دھیان نہ دیا اور مسکرا کر واپس کیفے کی جانب بڑھ گئی وہ سوچ چکی تھی کہ اسے بالکل بھی ہار نہیں ماننی تھی اسے اپنے فیصلے پہ ڈٹ کر کھڑی رہنا تھا تاکہ اس کے ساتھ کوئی نا انصافی نہ ہو سکتی۔ پریسہ اسے راہ داری کے حدود سے نکلتا دیکھ کر خود چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی شہرام کے آفس کی جانب بڑھنے لگی۔ اس کے آفس کے باہر پہنچتے ہی اس نے ہمت مجتمع کرتے ہوئے سے دروازہ بجایا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے ناجانے کونسا احساس اسے شہرام کی جانب کھینچ لایا تھا۔ اندر سے آنے والی بھاری کم ان کی آواز پہ اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے رہ گیا۔

"پری ریلیکس وہ تجھے کھا تھوڑی نا جائیں گے۔"

وہ خود کو تسلی دیتے دروازے کی ناب گھمانے لگی لگے ہی لمحے دروازہ چڑڑ کی آواز سے کھلتا چلا گیا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی ایک طائرانہ نگاہ پورے کمرے میں دوڑائی جہاں وہ صوفے پہ پشت کیے بیٹھا کچھ کرنے میں مصروف تھا۔ اس کا چہرہ دوسری جانب ہونے کی بدولت وہ اسے دیکھ نا پائی کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ شہرام جو اپنے بازو پہ آیا زخم کاٹن سے صاف کرنے میں محو تھا کسی کی آمد کے احساس سے جوں ہی گردن ترچھی کرتے دروازے کی جانب دیکھا وہاں کھڑی پریسہ کو دیکھتے اس کی کشادہ پیشانی پہ لاتعداد سلوٹیں نمودار ہوئی۔ وہ کاٹن وہی رکھتے ایک جھٹکے میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں مس آفندی۔"

وہ لہو رنگ آنکھوں سے اسے گھورتے برفیلے لہجے میں بولا تو اس کی آنکھوں سے خوف کھاتے پریسہ کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ اس کی زبان نے بھی بروقت ساتھ چھوڑ دیا۔

"وہ میں آپکو دیکھنے آئی تھی۔"

وہ بوکھلاہٹ میں الٹا سیدھا بولتے زبان دانتوں تلے دبا گئی۔ شہرام نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"صاف بولیں کہ میرا مذاق اڑانے آئی ہیں آپ۔"

وہ سپاٹ لب و لہجے میں گویا ہوا۔ اس کا اسے زمین پہ پھینکنا ابھی تک اعصابوں پہ بری طرح سوار تھا۔

"نہیں سر آئی سوئیر وہ میں دراصل آپ سے سوری کرنے آئی تھی۔"

وہ حلق تر کرتے خوفزدہ لہجے میں بولی اور اپنی انگلیاں چٹھانے لگی۔ شہرام نے تمسخرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

"سر۔"

وہ یہ لفظ بول کر مدھم سا ہنسا۔

"کیا میں آپکا استاد ہوں مس پریسہ۔"

اس کے بولنے کا انداز اس قدر تلخ تھا کہ پریسہ کی ہمت جواب دینے لگی۔ وہ گھر بھر کی لاڈلی اور ضدی لڑکی اس کے لہجے پہ آکر ہار مان جاتی تھی۔

دیکھیں سر میں نے یہ میچ قطعی نہیں کھیلنا تھا کیونکہ مجھے ایک استاد اور طالب علم "کے رشتے کو تقدس رکھنا آتا ہے مگر سب نے اصرار کیا تو میں نے بس اسی لیے۔"

وہ تفصیل اسے بتاتے تین چار قدم اٹھاتے اس کے نزدیک آئی اور منت کرنے والی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا معاً اس کی نگاہ صوفے پہ رکھی کاٹن پہ پڑی جو سرخ ہو رہی تھی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ دل پہ پڑا۔

"سر یہ کیا آپکو زیادہ چوٹ آئی ہے کیا۔"

وہ بھرائے لہجے میں بولتے اس کے چہرے اور ہاتھوں میں متلاشی نگاہیں دوڑانے لگی مگر لگے ہی لمحے اس کے بازو پہ آئے گہرے کٹ کو دیکھ اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے تڑپ کر اس کا بازو اپنے کپکپاتے ہاتھوں میں تھاما تھا۔ شہرام جو اس کی آنکھوں میں واضح شرمندگی محسوس کر سکتا تھا اپنے مضبوط بازو پہ اس کی مومی انگلیاں محسوس کر جہاں

کا تہاں رہ گیا۔ یہ سب بے اختیاری کی کیفیت میں ہوا تھا۔ پریسہ کا آنسو اپنے بازو پہ گرتا دیکھ وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا۔ اس نے ایک جھٹکے میں اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کرتے ایک سیکنڈ میں اسے پیچھے کی جانب دھکیلا۔ وہ بری طرح لڑکھڑاتے شیشے کی میز کو تھام گئی۔

"ہاؤ ڈیئر یو ٹوچ می۔"

وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے حلق کے بل دھاڑا۔ پریسہ نے خوفزدہ ہرنی کی مانند نگاہیں اس کی جانب اٹھائی۔

"وہ میں بس زخم۔"

وہ آنکھوں میں ڈھیروں شکوئیں لیے صفائی دینے والے انداز میں بولی۔

اپنی بکواس بند رکھیں اور ابھی اسی وقت اس کمرے سے نکلیں ورنہ مجھ سے برا کوئی۔
 "نہیں ہوگا سمجھی آپ اور آئندہ مجھ سے کم از کم دس قدم کے فاصلے پہ رہیے گا۔"

وہ اس کے بازو کو ایک جھٹکا دیتے گرجدار لہجے میں بولا تو اس کے لبوں سے ایک کراہ سی نکلی۔ تکلیف کی شدت سے آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

"پلیز چھوڑیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔"

وہ رحم طلب نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہچکیاں دباتے ہوئے بولی۔ شہرام نے مذاق اڑانے والے انداز میں اس کی جانب دیکھا اور ایک جست میں اسے کھینچ کر اپنے مقابل کیا یہاں تک کہ ان میں صرف ایک انچ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ شہرام نے اپنی دو انگلیوں کی مدد سے ٹھوڑی سے تھام کر اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔

مجھے بھی بہت تکلیف ہوئی تھی جب میری مات آپکے ہاتھوں ہوئی تھی میرا بس نہیں " "چل رہا تھا کہ آپ کی آتی جاتی سانسیں کھینچ لوں۔

وہ مبہنویں اچکاتے مخصوص پٹھانوں والے سپاٹ لہجے میں بولا۔ پریسہ نے نہایت سنجیدگی سے یک ٹک اس کی کانچ سی آنکھوں میں دیکھا۔ کس قدر ظالم تھا وہ شخص جو ناجانے اسے کونسے ناکردہ گناہ کی سزا دے رہا تھا۔

"میرا یقین کریں میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔"

وہ ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں اپنی سرد آنکھیں گاڑتے رنجیدگی سے بولی۔ قد چھوٹا ہونے کی بدولت اسے چہرہ اٹھا کر اس سے مخاطب ہونا پڑ رہا تھا۔

سب جانتا ہوں میں مگر میری ایک بات کان کھول کر سن لیں مس پریسہ ایک بار کی "جیت کا مطلب قطعی یہ نہیں کہ آپ ساری زندگی جیتی ہی رہے گی۔ ہار تو آپ کے نصیب میں بھی ہے اور وہ ہار بھی ایسی ہوگی جس ہار کے بعد شاید آپ کے پاس کچھ نا "بچے۔ اس کے بعد سب ختم ہو جائے گا۔

وہ اس کے بازو پہ دباؤ بڑھاتے جتانے والے انداز میں بولا۔ پریسہ نے اس کی بات پہ غصے سے ایک جست میں اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کروایا تھا۔ کیا سمجھتا تھا وہ خود کو اس کی سمجھ سے بالاتر تھا وہ شخص۔

آپ کے چہرے پہ تکلیف دیکھ مجھے یقیناً دکھ ہوا تھا کہ نہیں مجھے آپ کے ساتھ کم از "کم ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر اب میرا بیان پوری طرح بدل چکا ہے مجھے آپ کے ساتھ

ایسا بالکل کرنا چاہیے تھا کیونکہ آپ جیسے انا پرست انسان کو یہ مات بے حد ضروری تھی۔ اب آپ کا انا کا پرچم بلند ہونے کی بجائے ذرا سا نیچے آیا ہے مگر انشا اللہ ایک دن یہ زمین بوس بھی ہوگا اور اسے قدموں میں روندنے والی میری ذات ہوگی میری مسٹر شہرام "خان۔

وہ اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتی ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔ شہرام نے سرد نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

ویسے ہار کر کیسا محسوس کر رہے ہیں آپ۔ چلیں آپ یہ چھوڑیں میں بتاتی ہوں کہ مجھے "جیت کر کیسا محسوس ہو رہا ہے۔ مجھے جیت کر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ بس شدت سے "جی چاہ رہا ہے کہ میں اس جیت کو آپ کے ساتھ سیلیبٹ کروں۔

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتی ہوئے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ شہرام کو دل میں شدید حیرت ہوئی کہ یہ وہی لڑکی تھی جو ابھی صفائیاں پیش کر رہی تھی اور اب اسے جلانے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔"

وہ تنفر سے سر جھٹکتے اسے نظر انداز کرتے اپنی چادر درست کرنے لگا۔ اس کی حاضر جوابی پہ اس کے حلق میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ پریسہ نے اپنے گلے میں موجود سٹالر پہ گرفت مضبوط کی۔ اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ شہرام خان سے بے تحاشہ ڈرتی ہے مگر فالو وقت وہ کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔

تو آپ کے شوق کے بابت پوچھا کس نے ہے میں تو اپنا شوق بتا رہی ہوں اور ویسے "بھی آپ کا آنا لازم ہے اب سب کو بھی تو معلوم ہو کہ میں دی پرفیکٹ شہرام خان سے "جیت کر وہ تمغہ اپنے نام لکھوا چکی ہوں۔"

وہ آئینے میں اس کے عکس کو دیکھتے اپنے بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتے معصومیت بھرے لہجے میں بولتی اسے سلگائی۔ شہرام نے طیش کے عالم میں میز پہ رکھے گلدان کو ہاتھ مارا جس کی بدولت وہ زمین بوس ہوتے بری طرح چکنا چور ہوا تھا۔ اس کی حرکت پہ پریسہ کا رنگ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا۔ اس کی ٹانگیں باقاعدہ کانپی تھی۔

"بی ان یور لمٹس ورنہ میں اپنی حدیں تجاوز کر جاؤں گا۔"

وہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند دھاڑ اٹھا۔ اس کے غرانے سے کمرے کے در و دیوار لزر اٹھے۔ پریسہ اس کی آنکھوں میں خون کا لاوا ابلتے دیکھ کانپتی ٹانگوں سمیت بھاگنے والے انداز میں باہر کی جانب بڑھی مبادہ وہ سچ میں کچھ ایسا ناکردے جو ان دونوں کیلئے غلط ثابت ہو۔ باہر نکلتے ہی اس نے باقاعدہ اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے گہرے گہرے سانس بھرے تھے مبادہ اس کی لال ہوتی صورت یاد کر وہ ضبط کے باوجود کھلکھلا کر ہنس دی۔ آنکھوں میں نمی ابھی بھی موجود تھی۔

"ویسے ماننا پڑے یہ اینگری مین غصے میں مزید پیارے لگتے ہیں۔"

وہ دلچسپی سے اس کا چہرہ اور اس کی میچی آنکھیں یاد کرتے مزے سے چہرہ جھکا گئی اور ایک نظر اس کے بند دروازے پہ ڈالتے کیفے کی جانب بڑھ گئی۔ دل نے ناجانے کیوں ایک الگ پرلے پہ دھڑکنا شروع کیا تھا۔ لب اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھل چکے تھے۔

"بھائی۔"

پریسہ کی آواز پہ وہ جو پارکنگ کی جانب بڑھ رہا تھا مضبوط قدم اٹھاتا اس کی جانب آیا اور سوالیہ انداز میں بھنویں اچکائی۔

بھائی آپ کیفے چلیں میرے ساتھ فارس میری جیت کی خوشی میں کچھ کھلانے والا ہے " ہمیں۔"

وہ چمک کر بولتی اسے اپنے ساتھ آنے پہ آمادہ کرنے لگی جس نے اسے کچھ دیر میں آنے کا وعدہ کرتے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"ابھی تک فارس نہیں آیا۔"

پریسہ کرسی کھینچ کر بیٹھتی حیرانگی سے گویا ہوئی تو سب نے کندھے اچکاتے نفی میں سر ہلایا۔ وہ نا سمجھی سے آنکھیں گھما کر رہ گئی۔ مریم بھی وہاں موجود نہیں تھی وہ اس کے انتظار میں دونوں ہاتھ چہرے پہ رکھتی اطراف کا جائزہ لینے لگی۔

"میرا موبائل کہاں ہے۔"

مریم تن فن کرتی کیفے میں پہنچی اور میز پہ ہاتھ مارتے نتھنے پھلاتے غصے کی کیفیت میں گویا ہوئی۔ سب کی نگاہیں حیرت انگیز طور پہ اس کی جانب اٹھی تھی جس کا چہرہ لہو چھلکا رہا تھا۔

"کیا تمہارا موبائل ہم اپنی جیب میں لیے گھومتے ہیں۔"

ہادی نے کرسی اس کی جانب کھسکاتے اپنے مخصوص نرم لہجے میں طعنہ مارا جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔ مریم نے تلملا کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی بات پہ اپنے موبائل کے معاملے میں صدا کی پریشان حال عناب نے سرعت سے اپنے بیگ کی زپ کھولتے تانکا جھانکی تھی تو مریم نے محبت سے اس کی جانب دیکھا کیونکہ واحد اسے ہی پریشانی ہوئی تھی اس کے موبائل کی مگر اس کے دربارہ پرسکون انداز میں بیٹھنے سے اس کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔

"کیا ہوا واپس کیوں بیٹھ گئی۔"

وہ دے دے انداز میں اکھڑ لہجے میں بولی۔ عناب نے چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے اس کی جانب دیکھا۔

"کیونکہ صد شکر میرا موبائل میرے بیگ میں ہی موجود ہے۔"

وہ کندھے اچکا کر بے نیازی سے بولی اور بریزہ کے آگے سے چپس کی پلیٹ اپنی جانب کھسکاتے کیچپ میں ڈبو ڈبو کر مزے سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔ سب نے اس کی حرکت پہ کتابوں میں سر دھنسا تھا۔ پریسہ نے اس کی بات پہ مسکراہٹ دبائی۔

"مگر یہاں بات میرے موبائل کی ہو رہی ہے۔ تمہارے کی نہیں۔"

وہ اس کے بال کھینچتے ہوئے غصے سے بولی۔ عناب نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے بالوں کو اور اطراف میں متوجہ ہوتے لوگوں کو دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیا۔ مریم نے غشی کے عالم میں اس کی جانب دیکھا۔

"شروع ہونے والی ہے۔ اب کیا کریں۔ WWE مجھے لگتا ہے یہاں"

بریزہ اپنا بیگ کندھے پہ لٹکاتے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہادی کے کان میں سرگوشی کرنے والے انداز میں بولی معاً کسی سوچ کے آتے ہی وہ سرعت سے ان دونوں کے درمیان حائل ہوئی۔ پریسہ اور عقیفہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ایک منٹ ایک منٹ! یہ سب کرنے سے پہلے صرف یہ سوچو کہ فارس کہاں ہے کیونکہ "وہ کمینہ صرف اس وقت ہی موقع سے غائب ہوتا ہے جب ہمارا کچھ قیمتی غائب ہوتا ہے۔"

وہ ان دونوں کا رخ بروقت اپنی جانب کرتی دانت کچکچاتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں بولی تو مریم کی آنکھوں میں ایک بار پھر خون اتر آیا۔ اس نے سنیپ چیٹ پہ سٹریک اب وہ اتنی دلچسپ لڑائی کی بھیجی تھی اور وہ اس کا موبائل غائب کرتے فرار ہو چکا تھا سٹریک کیسے بھیجے گی یہی سوچ اسے پریشان کر رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ تن فن کرتی اس کے تعاقب میں جاتی سامنے سے تین لڑکیوں کے جھرمٹ میں کھلکھاتے ہوئے فارس کو آتے دیکھ ان سب کی حالت غش کھانے والی تھی۔ جس کے ہاتھ میں ایک عدد

بلیو رنگ کا ٹراؤزر موجود تھا جسے وہ اپنے ہاتھوں سے بار بار صاف کرتے اسی کی جانب آرہا تھا۔ ان سب کی آنکھیں تحیر کے مارے پھیل گئی۔

"مریم۔"

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت سپاٹ انداز میں بولتے اس کی جانب تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ مریم نے اشتعال کے عالم میں مٹھیاں بھینچی۔

یہ لو تمہارے لیے لایا ہوں یہ۔ بہت ہی اعلیٰ برینڈ کا ہے یہ کھلا ہوا دار۔ کہی سے بھی "پھاڑنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

وہ ان تک پہنچتے ہی ٹراؤزر مریم کی جانب بڑھاتے مصنوعی سنجیدگی سے بولا جبکہ آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

"میرا موبائل کہاں ہے فارس۔"

وہ اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتی دانت پیستے ہوئے جتانے والے لہجے میں بولی۔

تمہارا موبائل اچھا وہ جو سیاہ رنگ کا ہے سیم سنگ کا نا۔ اچھا اچھا وہ۔ اسی کو تو بیچ کر یہ " مہنگا ترین ٹراؤڈر تمہارے لیے خریدا ہے تاکہ تم کل سے یہ پھٹی ہوئی جینز نا پہن کر آؤ اور نا ہی اسے فیشن کا نام دو۔ قسم سے تمہاری حالت ڈار پہ آنکھیں نم سی ہو جاتی ہیں۔ پریشان مت ہونا بہت ہوادار ہے اسے گھٹنوں سے پھاڑنے کی ضرورت تمہیں قطعی "پیش نہیں آئے گی۔

وہ مصنوعی افسردگی سے بولتے اس کے ہاتھ میں ٹراؤڈر رکھ گیا۔ سب نے سکتے کی کیفیت میں اسکی جانب دیکھا جو اب بریزہ کے آگے رکھی ہوئی چپس اور ہادی کے آگے سے سٹرنک کی بوتل اٹھاتے ایک ہی لمحے میں حلق میں اتار گیا تھا۔ مریم نے اس ٹراؤڈر کو دیکھتے سختی سے مسٹی میں بھینچا۔

"اور کچھ نہیں منگوایا تم لوگوں نے۔"

وہ حیرت سے ان سب کو دیکھتے چلایا مگر ان سب کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت دیکھ فارس نے ایک نظر مریم کی جانب دیکھا جو سرخ ہوتے چہرے سمیت اسے ہی گھور رہی تھی۔ وہ ہولے سے مسکرایا تھا۔

چلو اسی کی سڑیک بھیج دو۔ مائی ڈئیرسٹ فرینڈ گفٹڈ می دس وائڈ اینڈ کول ٹراؤڈر۔ اوہو میں "بھول ہی گیا تھا کہ تمہارے پاس تو موبائل ہی نہیں ہے سڑیک کیسے بھیجو گی۔"

وہ انگلش کا قیمہ نکالتے ہوئے مزے سے بولا معاً اس کے موبائل کا یاد آتے ہی افسردگی سے بولا مگر وہ ہنوز اسے ویسے ہی گھور رہی تھی۔

میں جانتا ہوں تمہیں مجھ پہ بے حد پیار آرہا ہے چلو اسی خوشی میں دو کولڈ ڈرنکس دو۔" سمو سے ایک پلیٹ بریانی کی اور ایک شوارما تو بے حد لازمی ہے جان بستی ہے میری اس میں۔ ایسا کرتا ہوں میں ہی آرڈر دے آتا ہوں پیسوں کا بعد میں تم کر لینا۔ کیا تم سب بھی "کچھ کھاؤ گے آج مریم ہم سب کو ٹریٹ دے رہی ہے اس پورے ٹراؤڈر کی خوشی میں۔"

وہ مسکراتے لہجے میں بولتے ایک نظر سب کو دیکھ کر وہاں موجود لڑکے کو آواز دینے لگا۔ سب نے بمشکل مسکراتے دل ہی دل میں اس کی سلامتی کی دعائیں مانگی تھی جو لاپرواہی سے اپنا آرڈر دے رہا تھا۔

"ایک منٹ ایک منٹ کھلانے تو تم والے تھے آج میری جیت کی خوشی میں۔"

پریسہ اس کا چہرہ جانچتی ناگواری سے بولی۔

"ارے وہ سب سے آخر میں دوں گا۔ پہلے کچھ کھا تو لیں۔"

وہ اس کی بات کو ہوا میں اڑاتے ہوئے بولا۔ اس دوران صدام اور اس کے ساتھ موجود شخصیت کو اپنی جانب آتا دیکھ وہ سب کے سب سانس روک گئے۔ فارس نے شرارتی نگاہوں سے شہرام کی جانب دیکھا اور اس کے احترام میں اپنی جگہ سے اٹھتے اسے اپنی کرسی پہ بٹھایا تھا۔ اب حال یہ تھا کہ وہ پریسہ کے بالکل ساتھ والی کرسی پہ براجمان تھا اور پریسہ کا دل اس کی اس قدر قربت پہ اچھل کر حلق میں آگیا۔ فارس نے ایک کرسی کھسکا کر شہرام کے ساتھ لگائی تھی۔ پریسہ بدک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی گھبراہٹ

کے پیشِ نظر صدام اپنی جگہ سے اٹھتے وہاں بیٹھ گیا۔ اس کی اس حرکت کو کسی نے نا سہی مگر شہرام نے شدت سے محسوس کیا تھا تبھی چہرے پہ ناگواری کا تاثر ابھرا۔ پریسہ کو اس کے چہرے پہ ڈھونڈنے سے بھی گزرے واقعے کا کوئی شائبہ نہیں محسوس ہوا تھا البتہ وہ اسے ہمیشہ کی طرح دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔

"چلو بھئی فارس جلدی سے کھلاؤ جو تم کھلانے والے تھے۔"

صدام کی آواز پہ اس نے ایک نظر سب کی جانب دیکھا اور مسکرا کر اپنی جیب سے ٹافیاں نکالتے میز پہ سب کے اگے ایک ایک رکھی تھیں۔ سب کی آنکھیں اپنے سامنے رکھی ٹوٹیوں کو دیکھ آخری حد تک پھیل گئی البتہ شہرام کا چہرہ اس کی حرکت پہ کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔ اس نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا جو کھسیا گیا۔

یہ لو بھئی ایک اور ٹافی لے لو تم ناراض تو مت ہو۔ جانتا ہوں استاد ہو اور اس کا حق " زیادہ ہوتا ہے۔

وہ شہرام کے آگے ایک اور ٹافی رکھتا ہوا بولا تو اس کی حرکت پہ سب دانت کچکچا کر رہ گئے۔

کیا یار سارے موڈ کا ستیاناس کر دیا لگتا ہے دنیا کے سارے غریب دوست میرے ہی "نصیب میں ہیں۔"

ہادی کی اکتاہٹ بھری آواز پہ فارس نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔
"ہاں جیسے خود تو تو مہینے کا لاکھوں کماتا ہے نا۔"

وہ اپنی حرکت پہ شرمندہ ہونے کی بجائے اس پہ طنز کرنے سے باز نا آیا۔
انسان اصل میں غریب ہو چاہے مگر اس کا دل اور سوچ کم از کم غریب نہیں ہونی "چاہیے۔"

ارتضیٰ نے ان کی گفتگو میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

ہاں تو پھر اس لحاظ سے تم دونوں غریب ہوئے نا میں نے کم از کم کھلانے کے بابت "سوچا تو ہے نا تو نے تو وہ بھی کبھی نہیں سوچا ندیدے انسانوں۔"

وہ اسے شرم دلاتے ہوئے بولا تو ان دونوں کا منہ اس قدر بے عزتی پہ کھلا کا کھلا رہ

-گیا۔ باقی سب دانت پی دانت جمائے ان کی بکواسیات کا ملاحظہ کر رہے تھے

پکا منحوس ہے یہ مجھ سے لکھوالو جس دن یہ پیدا ہوا ہوگا نا ڈاکٹرز نے بھی یہی کہا ہوگا۔
"کہ آپ کے گھر قہر نازل ہوا ہے۔"

ارتضیٰ اپنا جوتا اتارتے اس کی جانب اچھالتا ہوا پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا جو سیدھا
فارس کے دل کے مقام پہ لگا تھا۔

دھک دھک کرنے لگا۔

او میرا جیا رام ڈرنے لگا۔

وہ دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اک ادا سے بولتے سب کو وہاں سے اٹھنے پہ مجبور کر گیا۔ شہرام

کے اٹھتے ہی اس کے مخصوص کلون کی خوشبو پریسہ کو اپنے اطراف میں پھیلتی ہوئی

محسوس ہوئی۔ اس نے چہرہ جھکاتے اس دلفریب مہک میں گہرا سانس بھرا۔

"ارے کیا ہوا کھایا نہیں تم سب لوگوں نے۔"

فارس نا سمجھی سے گویا ہوا تو سب نے کینہ تو زنگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

کیا فائدہ فارس تیرے اتنے بڑے بزنس ٹائیگون کی اولاد ہونے کا جب رہنا تو نے اول "درجے کا کمینا ہی ہے۔"

اب کی بار صدام نے اسے شرم دلانی چاہی۔

"بس یہ نہیں چاہتا کہ میرے باپ کے خزانوں میں کوئی کمی آئے۔"

وہ دل پہ ہاتھ رکھتے دلفریبی سے بولا۔

"تو یہ لے پھر ان ٹوفیوں کو بھی اپنے باپ کے خزانوں میں رکھ دے جاکر۔"

ارتضیٰ اور ہادی وہ دو روپے والی ٹافیاں اس کی جانب اچھالتے ہوئے بولے تو باقی سب نے بھی ان کی تائید کی تھی۔ فارس اپنی اس قدر بے عزتی پہ کھول کر رہ گیا۔

"سر شرام جی آپ بچے ہیں کچھ کہیں گے نہیں۔"

کہا ان کو جاتا ہے جنہیں کہنے کا کوئی فائدہ ہو تم جیسے جو ڈھیٹ ہوتے ہیں نا ان کے " سامنے سر بھی دیوار سے ٹکرا لیے جائیں پھر بھی وہ اپنے موقف پہ قائم رہتے ہیں۔ مجھے "بس ان لوگوں پہ افسوس ہوتا ہے جو تمہیں جھیلنے کا کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ اس کا شانہ تھپتھپا کر اچھی خاصی اس کی کلاس لیتے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ چہرے پہ سرد سا تاثر قائم تھا۔

لو جی نانا کر کے بھی اتنا کچھ سنا گیا ہے یہ انسان۔ جب سنائے گا تو کونسا قہر ڈھائے " گا۔

وہ منہ بسورتے ہوئے گویا ہوا۔ صدام نے اس کی بات پہ مسکراہٹ دبائی تھی کیونکہ شہرام کی طبیعت سے وہ بخوبی واقف تھا ابھی بھی وہ صرف صدام کے اصرار پہ یہاں آیا تھا۔ "فارس میرا موبائل تو دے دو کم از کم۔"

مریم کی آواز پہ اس نے گہرا سانس بھرتے اپنی جیب میں سے موبائل نکالتے اس کی ہتھیلی پہ رکھا۔

"موقع ہے ابھی بھی سنبھل جاؤ بعد میں سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

وہ ایک دوست ہونے کی حیثیت سے شاید اسے سمجھانا چاہتا تھا کیونکہ آج دو تین لڑکوں کی غلیظ نگاہیں وہ اس پہ محسوس کرچکا تھا اس کے لباس سے تو فارس کو ویسے بھی چڑ تھی مگر آج اس کا تن بدن جھلس اٹھا تھا تبھی اسے سبق سکھانے کا سوچا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ جسے وہ سبق سکھانے کا سوچ رہا تھا وہ اپنی مرضی کی مالک تھی۔

میں اپنا اچھا برا بخوبی جانتی ہوں فارس تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ میں "آخری بار میں تمہیں وارن کر رہی ہوں۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولی تو فارس نے تاسف سے اس کی جانب دیکھتے قدم سب کی جانب بڑھائے تھے۔ عقیفہ گھر سے فون آنے کی بدولت پہلے ہی جا چکی تھی۔

"رات کو تیار رہنا تم تینوں جانا ہے نا۔"

پریسہ جاتے جاتے ان تینوں کو ہدایت کرنا نا بھولی کیونکہ ان کا رات کو عقیفہ کے گھر جانے کا ارادہ تھا تاکہ وہ لوگ اس کے اماں ابا کو ٹرپ پہ جانے کیلئے منا سکیں۔

"او کے تمہارے گھر ہی ملاقات ہوتی ہے پھر پری وہی سے عقیفہ کے گھر جائیں گے۔"

عنان مسکراتے لہجے میں بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

کچھ ہی دیر میں وہ سب آگے پیچھے گھروں کی جانب بڑھے تھے۔ پریسہ اور صدام گاڑی میں تھے۔ ہادی اور ارتضیٰ اس کی ہیوی بائیک پہ موجود تھے۔

ارتضیٰ تم مجھے بھی ہیوی بائیک چلانا سکھاؤ نا۔ میرا بھی بہت دل کرتا ہے بائیک چلانے کو۔

وہ پرشوق نگاہوں سے بائیک کو دیکھتے ہوئے بچوں کی سی معصومیت سے گویا ہوئی۔ ارتضیٰ نے مسکراہٹ دبا کر اس کی جانب دیکھا۔

ارے بہنا تھوڑا وقت مزید ٹھہر جاؤ پھر ارتضیٰ تمہیں بائیک چلانا تو کیا بائیک کی سیر بھی"

"خود کروائے گا اور آسمان کی بلندیوں کو بھی پہچائے گا۔"

وہ معنی خیز نگاہوں سے ارتضیٰ کو دیکھتے ہوئے شیطانیت بھرے لہجے میں بولا جواباً اپنی کمر پہ پڑنے والے دھموکے سے وہ کراہتے اپنی کمر سہلانے لگا۔ اس دوران فارس کی سپورٹس

کار ان کے عین نزدیک دھول اڑاتی ہوئی رکی تھی۔ ان سب نے ستائشی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو ایک ادا سے اب اپنے بالوں کو سنوار رہا تھا۔

"آؤ عنب مریم تم دونوں کو آج میں گھر ڈراپ کروں گا تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے۔"

وہ شاہانہ انداز میں بولا۔ بریزہ کو ڈرائیور لینے آچکا تھا جس کی بدولت وہ بھی جاچکی تھی۔ عنب تو اس کی بات پہ بنا کسی تردد کے سرعت سے دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ مریم بھی اس کی تقلید کرتی فارس نے گاڑی کو سرعت سے لاک کر دیا۔

"پہلے تم مجھے یقین دہانی کرواؤ کہ کل وہی ٹراؤڈر پہن کر آؤں گی۔"

وہ مسکراہٹ دباتے مزے سے بولا۔ مریم نے رعونت زدہ نگاہیں اس کے چہرے پہ جمالی۔

"مر جاؤ تم کمیئے انسان۔"

وہ اس کے شانے پہ مکہ جڑتے ہوئے تمللا کر بولی تو وہ دلکشی سے قہقہہ لگاتے گاڑی کا لاک کھول گیا۔ مریم نے سر جھٹکتے اپنی جگہ سنبھالی تھی۔ معاً ان کی نگاہ ارتضیٰ کی بائیک

کی جانب اٹھی جہاں ہادی پکی لڑکیوں کی طرح اس کے پیچھے بیٹھے اس کے بازوؤں سے ہاتھ گزارتے اس کے شانوں کو تھام چکا تھا۔ ان دونوں کے منہ اس کی حرکت پہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

منہ بند کر لو لڑکیوں شدید تر سے ہوئے لوگ ہیں میرے دوست۔ کوئی لڑکی منہ نہیں "لگاتی اسی لیے خود ہی اپنی حسرتیں پوری کر لیتے ہیں۔

وہ ان کے کھلے منہ پہ چوٹ کرتے ہوئے مزے سے بولا اور زن سے گاڑی آگے بھگا لے گیا۔ ارتضیٰ نے بھی زبردست قسم کا ٹھوکا ہادی کے پیٹ پہ مارتے بائیک کو کک لگاتے ہوا میں اڑائی تھی۔ اب وہ سب آگے پیچھے اپنے اپنے گھروں کی جانب گامزن تھے۔

"اے گھونچو انسان یہاں آتیرا تو آج میں قیمہ بناؤں گا۔"

اس دن کے بعد فارس کو آج موقع ملا تھا فرحان سے بدلا لینے کا تبھی اس کے دکھائی دیتے ہی وہ دونوں آستینیں چڑھاتا اشتعال سے بولتے اس کی جانب بڑھا۔ اس سے پہلے

کہ اس کے آگے سنگل پسلی فرحان اس کی گرفت میں آنے سے قبل فرار حاصل کرتا
 فارس نے ایک جست میں اس کے نزدیک پہنچتے عقب سے اس کی گردن میں بازو حائل
 کرتے دباؤ پڑھایا تو وہ بلبلا اٹھا۔

چل بس کر اب یہ جو تیری مزاحمت ہے نا کچھ رنگ نہیں لانے والی ہمارے آگے "
 "ایسے لگتا ہے ہینگر میں کسی نے کپڑے لٹکا دیے ہو۔

وہ اس کی کان میں بولتے دانت کچکچانے لگا۔

"بھائی جان چھوڑ دے میری۔ کیوں میری جان کے دشمن بن گئے ہو۔"

وہ کسمساتے ہوئے اس کی گرفت سے آزاد ہونے کی تگ و دو کرنے لگا۔ اس سے پہلے کہ
 وہ اس کے بازو پہ کاٹ کر وہاں سے بھاگتا سامنے سے آتے ارتضیٰ نے دونوں بازو
 پھیلاتے مزے سے بھنویں اچکائی۔

"آجا آجا تیرا ہی انتظار ہے۔"

وہ اسے سینے میں بھینچتے کیل ڈانس کرنے لگا۔ فرحان نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا جو آس پاس کھڑے طالب علم کی پروا کیے بغیر اس کی عزت بھی خاک میں ملا رہے تھے۔

"چل اب میرے پاس بھیج۔ مجھے بھی ڈانس کرنا ہے۔"

ہادی چمکتے ہوئے بولا تو ارتضیٰ نے خوشدلی سے فرحان کو اس کی جانب دھکیلا۔ اس کا سر باقاعدہ ان کی حرکتوں پہ چکرانے لگا۔ اس نے مدد طلب نگاہوں سے اطراف میں دیکھا جہاں سب اس کی حالت سے محظوظ ہو رہے تھے مگر کوئی اس کے بچاؤ کیلئے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔

"اب بتا اپنی حرکتوں سے باز آنا ہے یا نہیں تو نے۔"

فارس اس کی جانب آتے کینہ تو زنگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ اس دن اچانک پرنٹیشن دینے کا غم ابھی تک تازہ تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس میں جو تھوڑی بہت پھونک باقی ہے وہ بھی ختم کر دے۔ فرحان نے سرعت سے اثبات میں سر ہلایا مبادہ وہ اس کی جان کا ہلکان کر دے۔ فارس نے شاطرانہ مسکراہٹ سمیت اس

کی جانب دیکھتے ایک جونئیر کے ہاتھ سے پانی کی بوتل چھینتے اس کا ڈھکن کھولا تو فرحان نے عجیب سی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا گلے ہی لمحے اس بوتل سے نکلنے والا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی اس کے سر سے ہوتا قمیض میں جذب ہو رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ آگے بڑھتے فارس پہ چھپٹا مارنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نا ہو سکا۔ وہ تینوں اس کی حالت پہ زبردست قسم کا قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔

"ایسی ہی بے بس اس دن ہم تھے سوکھی ڈنڈی۔"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا ساتھ ہی شریر نگاہوں سے ارتضیٰ اور ہادی کی جانب دیکھا جن کا حلیہ سراسر غنڈوں جیسا تھا جیسے وہ اس لڑائی کیلئے تیار شیار ہو کر آئے ہو۔ شرٹ کے اوپری بٹن کھلے ہوئے تھے جس سے ان کا اوپری حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ کہنیوں تک بازو فولڈ تھے اور کالر کھڑے ہوئے تھے۔ وہ ان کی حالت پہ دل ہی دل میں ہنس دیا۔ اس دوران ان پانچوں کی آمد پہ فارس نے تنقیدی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا مگر ان کے حیرت سے کھلے منہ دیکھ وہ دانت پہ دانت جہاتے مسکراہٹ کا گلہ گھونٹ گیا۔

فارس یہ تم نے۔ ہادی ارتضیٰ تم جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ تم لوگوں کو "رسٹیکٹ بھی کیا جاسکتا ہے۔"

پریسہ نے انہیں جتنا ضروری سمجھا مگر وہ اس کی بات پہ کان دھرنے کی بجائے لاپراوہی سے ہاتھ ہلا گیا۔

"ہاں ہاں سمجھاؤ اسے ورنہ میں انہیں دیکھ لوں گا۔"

فرحان نے انہیں ڈرانا دھمکانا ضروری سمجھا۔

ابے چپ کر ہمیں دیکھے گا تو کبھی خود کو دیکھا ہے آئیے میں سنگل پسلی۔ اگر دیکھا ہوتا "تو کبھی یہ بات ناکرتا ہینگر میں لٹکا ہوا ڈھانچا۔"

وہ پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولا۔ وہ سب کی سب کی اس کی باتوں پہ تاسف سے نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

چل اب یہی اس پلر کے ساتھ پول ڈانس کر کے دکھا۔"

"شاباش۔ ہادی پلے دا سونگ۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے شاہانہ لب و لہجے میں گویا ہوا۔ فرحان نے ملتجیانہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا مگر دل ہی دل میں اس کی حالت بری کرنے کا سوچ کر مٹھیاں بھیج گیا۔ ہادی نے اس کے کہنے پہ خاموشی سے ہلکی آواز میں دلبر گانا پلے کیا تو لگے ہی لمحے راہداری کی فضا میں اس گانے کے سرگونجنے لگے۔

"میں نہیں کروں گا۔ چل جو کرنا ہے کر لے۔"

فرحان بھی اب کی بار ہمت کرتے اپنی بات پہ ڈٹ گیا مگر لگے ہی لمحے فارس کی جیب سے برآمد ہوتی قیمچی دیکھ اس کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"بتا گنجا ہونا ہے یا پھر ناچ کر دکھائے گا۔"

وہ گانے کے سروں پہ ہلکا ہلکا جھومتا ہوا بولا۔ سب وہاں کھڑے اس تماشے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ فرحان نے ذہر آلود نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے پلر کے آگے پیچھے

گھومنا شروع کر دیا۔ ہادی نے۔ سرعت سے موبائل نکالتے اس کی۔ ویڈیو بنانا شروع کر دی۔ ان کی جرأت پہ وہ سب عیش عیش کر اٹھی۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

صدام جو ابھی ابھی گاڑی پارک کرتے ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوا تھا وہ لڑکوں لڑکیوں کا ہجوم دیکھنا سمجھی سے گویا ہوا معاً اس کی نگاہ پلر سے لگے فرحان کی جانب اٹھی تو اس نے بے یقینی کی کیفیت میں فارس کی جانب دیکھا جو ابھی بھی قدرے پرسکون تھا جیسے اس کے آنے سے بھی کوئی فرق نا پڑا ہو۔

"ڈانس ہو رہا ہے اور اب مجھے کسی کی آواز نا آئے انجوائے کرنے دو ہمیں۔"

وہ تنبیہی لہجے میں بولتے اسے ایک بار پھر سے اپنا کام جاری کرنے کا اشارہ کرنے لگا۔ صدام نے مضبوط قدم اس کی جانب اٹھاتے سختی سے اس کی جانب دیکھا اور فرحان کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔ ہادی نے صدام کی نظروں میں آئے بغیر موبائل بیگ میں ڈالتے سرعت سے زپ بند کی مبادہ وہ کہی ان کی بنائی گئی ویڈیو ہی نا اڑا دے۔ اس

دوران شہرام جو لیکچر لینے کی بدولت جا رہا تھا غیر معمولی شور کی آواز سنتے وہی چلا آیا۔ سامنے لگے قد آور شیشے میں اس کا عکس ابھرتے دیکھ فارس نے دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت صدام کی جانب دیکھا اور ایک جھٹکے میں اپنی شرٹ کا بٹن توڑتے ہلکے ہلکے اپنے بال بکھیرتے اپنا حلیہ بگاڑا اور چہرے پہ ازلی مظلومیت طاری کرلی۔ صدام کا جی شدت سے چاہا اسے شوٹ کر دے۔

"یہاں اس قدر سٹوڈنٹس کیوں جمع ہیں۔ از ایوری تھنگ آل رائٹ۔"

وہ اپنے مخصوص سپاٹ لب و لہجے میں بولتے۔ پریسہ کے دل کی دھڑکن معمول سے بڑھا گیا۔ اس نے چورنگاہوں سے شہرام کی جانب دیکھا جو آج سیاہ رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ اس کے شانوں کے گرد پھیلی بھوری چادر جو اس کی شخصیت کو چار چاند - وہ جی کراہ کر رہ گئی۔ اس کے پوچھتے لگاتی تھی سونے پہ سہاگہ اس کے بولنے کا انداز ہی فارس نے معصومیت سے اسکی جانب دیکھا اور ایکدم اس کے شانے سے لگتے اپنا دکھڑا رونے لگا۔ شہرام نے کھردری نگاہیں اس کی جانب اٹھائی۔

"سر جی سی آر کا کام کیا ہوتا ہے۔"

وہ آنکھیں پٹپٹاتے بھولپن سے بولتے ان سب کو ٹھٹھکا گیا۔

"لو کر لو گل ہو گیا اس کا کوئی نیا تماشہ شروع۔"

مریم ناک منہ چڑھاتے ہوئے بولی تو سب نے اس کے چڑنے پہ مسکراہٹ دبائی۔

"کیوں آپ کو نہیں معلوم۔"

وہ سرد مہری سے بولا۔ فارس نے اپنے نادیدہ آنسوؤں کو پونچھتے ان کی جانب دیکھا۔

- میں نے سر جی مجھے تو معلوم ہے مگر ہماری کلاس کے سی آر کو نہیں معلوم شاید"

اس سے صرف نوٹس مانگے تھے کیونکہ مجھے آج سے پڑھائی شروع کرنی ہے مگر یہ انکار
"کر کے دھکم پیل پہ اتر آیا یہ دیکھیں کیسے میری شرٹ کا بٹن توڑ دیا اور یہ بھی دیکھیں۔"

وہ اپنا بکھرا ہوا حلیہ تفصیل سے شہرام کو دکھانے لگا۔ وہ جواب میں نہایت سنجیدگی سے

اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا جیسے اس کی بات کا یقین قطعی نا ہو۔

"فارس جھوٹ بولنا انتہائی غلط بات ہے۔"

صدام نے اسے لوکنا ضروری سمجھا۔

"بس آخری جھوٹ صدام۔"

عجلت میں بولتے ساتھ ہی وہ سرعت سے زبان دانتوں میں دیتے آنکھیں میچ گیا۔ شہرام کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئی البتہ باقی سب اس کی حالت سے حظ اٹھا رہے تھے کیونکہ اس کی چوری اب پکڑی گئی تھی۔

آپ مجھ سے میرے آفس میں بیٹے گا فارس شیخ۔ آپ کے ان ذخموں پہ مرہم میں "

"رکھوں گا۔

اس کرخت لہجے میں بولتے ایک کھردری نگاہ اس پہ ڈالی۔

سر جی آپ کا حکم سر آنکھوں پہ۔ مگر آفس میں نہیں حویلی پہ بلائیے نا وہ بھی خوشبو لگا "

"اگر۔

وہ شہرام کے شانے سے شانہ ٹکراتے دلفریب لہجے میں بولتے اس کے اشتعال کو مزید ہوا دے گیا۔ صدام جو اس سارے عرصے میں افسوس میں گھرا تھا اس کی آخری بات پہ

چہرہ جھکاتے مسکراہٹ کا گلہ گھونٹ گیا۔ البتہ باقی سب کے قمقمے چھوٹ پڑے جس میں سب سے اونچی ہنسی پریسہ کی ہی تھی۔ شہرام نے ایک ناگوار نگاہ اس پہ ڈالی تو اس کی ہنسی کو بریک لگی وہ گلہ کھنکھارتے پہلو بدل کر رہ گئی۔ شہرام ایک کٹیلی نگاہ فارس پہ ڈالتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

آہستہ آہستہ ہجوم بھی کم ہونے لگا تھا۔ ہجوم ختم ہوتے ہی صدام اس کی جانب آیا۔
 "کیوں کرتے ہو فارس ایسی حرکتیں تم۔"

وہ افسوس سے بھرپور لہجے میں بولا ساتھ ہی اس کی شرٹ کے بٹن بند کیے تھے جو اسی کی کارستانی تھی۔

کیا کروں کسی کو تنگ کیے بغیر دن نہیں گزرتا میرا۔ یقین کریں ایک ایسا کیڑا ہے میرے "
 اندر کہ جب تک پورے دن میں کسی کو عاجز ناکردوں اپنی حرکتوں سے سینہ ہی جلتا رہتا ہے۔"

وہ جواباً قدر سنجیدگی سے بولا کہ صدام ایک غصیلی نگاہ اس پہ ڈال کر رہ گیا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا کیونکہ اس کی بھی کلاس کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ سب بھی آگے پیچھے ایک دوسرے کی تقلید میں کلاس کی جانب بڑھ گئے۔ سب لڑکوں نے فارس کو دیکھتے ذبردست قسم کی ہونٹنگ کی تھی۔ وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر سر کو خم دیتے ان کی داد وصول کر گیا۔

واہ فارس تیرا تو سواگ ہی الگ ہے اتنے عرصے سے اس ٹیپر سے جان چھڑوانی تھی "

"بدلہ لینا تھا آج تو نے سینے میں ٹھنڈک ڈال دی۔

ایک لڑکے نے اس کا شانہ تھپتھپاتے شاباشی دی۔ وہ کھل کر ہنس دیا۔ چہرے پہ ایک قاتح پن تھا۔

"یہ سر کیوں نہیں آئے ابھی تک۔"

معاً بریزہ کی اکتائی ہوئی آواز پہ ان سب کی توجہ اس کی جانب مبذول ہوئی تھی۔

یہ جو سارا تماشہ باہر لگایا تھا نافٹ بال وہ وقت گزاری کیلئے ہی تھا مگر ہمارے سر "

"ہمیشہ سے لیٹ لطیف رہے ہیں۔

ہادی مرے مرے انداز میں بولا۔

سچ میں یہاں کی فکلیٹی بہت خراب ہے۔ مجھے اندازہ ہوتا تو میں اس یونی میں کبھی نا "آتی۔ میرا تو پچھلی یونی میں بھی داخلہ ہو گیا تھا۔

عنان نے ہمیشہ کی طرح اپنے لمبے بالوں میں انگلیاں پھیرتے جتنا ضروری سمجھا۔ وہ سب کے سب کی اونچی اونچی پھینکنے والی عادت سے واقف تھے تبھی کوفت سے آنکھیں گھما کر رہ گئے۔

"تو بی بی وہی چلی جاتی نا یہاں کیوں آگئی ہماری دنیا اندھیری کرنے۔"

ارتضیٰ اس کی باتوں سے عاجز آتے تلملا کر گویا ہوا۔ عنان نے کاٹ دار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

دلبر دلبر دلبر آ دلبر دلبر۔

اب تو ہوش نا خبر ہے یہ کیسا اثر ہے۔

تم سے ملنے کے بعد دلبر۔

فرحان کو کلاس میں آتا دیکھ فارس گنگناتے ہوئے ان سروں پہ جھومتا ہوا مزے سے بولا۔ باقی سب لڑکوں نے بھی بھرپور طریقے سے اس کا ساتھ دیا تھا۔

"کلب میں ناچا کرنا میری جان پیسہ ملے گا۔"

فارس اس کے اطراف میں جھومتا ہوا مزے سے بولا۔ وہ اسے زچ کرنے کے بے تحاشہ موڈ میں تھا معاً کلاس میں سر نعمان کی آمد پہ وہ سرعت سے اپنی اپنی جگہ سنبھال گئے۔ فارس نے ایک نظر گھڑی کی جانب دیکھا مطلب وہ پورا آدھا گھنٹہ لیٹ تھے۔

سر ویسے ہمیں صبح صبح جگا کر یونی بلانا اور پھر خود ہی دیر کر دینا یہ اچھی بات نہیں " ہے۔ اگر ہم اساتذہ کا احترام کرتے ہیں تو ہمارا بھی تو ہونا چاہیے نا۔

فارس جلے کٹے لہجے میں بولتے آخر میں منت کرنے والے انداز میں بولا۔ سر نعمان نے ذرا سا چشمہ اپنی ناک پہ کرتے ایک گہری نگاہ اس پہ ڈالی۔

تو بیٹا آئی ایم دی باس میں تاخیر کر سکتا ہوں آپ سب نہیں کیونکہ آپ سب فلوقت " میرے انڈر پڑھتے ہیں۔ میں چاہے گھنٹہ لیٹ آؤ چاہے دو گھنٹے آپ مجھے کلاس میں ہی "چاہیے یہ میرا حکم ہے۔

وہ اس کی بات کی سختی سے نفی کرتے بے نیازی سے بولے۔ فارس ان کی بات پہ ایسے ہنسا جیسے کسی بچے کی بات پہ مسکرایا جاتا ہو مگر دل ہی دل میں اچھا خاصہ کرٹھنا نا بھولا۔ لگے ہی لمحے انہوں نے پڑھنا شروع کیا تھا اور پروجیکٹر پہ وہ جو پڑھنا شروع ہوئے لگے ڈیڑھ گھنٹے میں پوری کلاس بیٹھے بیٹھے اونگھ رہی تھی۔

"سر ویسے قسم سے آپ کے بچوں کو آپ کا بڑا فائدہ ہوتا ہوگا۔"

فارس اپنی جمائی روکتے نیند سے بوجھل لہجے میں بولا۔ انہوں نے اس کی بات پہ نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا مطلب بیٹا جی۔"

وہ اچھنبے سے بولتے اٹینڈنس لگانے کی تیاری کرنے لگے۔

رات کو انہیں نیند آنے میں بالکل مشکل نہیں ہوتی ہوگی کیونکہ آپ لوری بہت اچھی " سنا تے ہیں۔ اب سے میں بھی سوچ رہا ہوں کہ رات کو جو اتنی اتنی دیر جاگتا رہتا ہوں " ایک کال آپ کو ہی ملا لیا کروں کم از کم وقت پہ سو تو جایا کروں گا نا۔

وہ اپنے مسئلے کا حل بتاتے مزے سے ہنس دیا۔ انہوں نے خاموش نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"سرر آئی ایم جسٹ کڈنگ۔"

وہ ذبردستی قہقہہ لگاتے ہوئے بولا تو پوری کلاس اس کی ہاں میں ہاں ملا تے ہنس دی۔

"سر جی ذرا یہ پوائنٹ دوبارہ سے کلئیر کردیں۔"

فرحان کی آواز پہ ان سب نے قرآلودنگاہیں اس کی جانب اٹھائی کیونکہ اب ان کی دوبارہ کیسٹ شروع ہونے والی تھی۔

"او بھائی اینوں تے سب تو پیلا بار کڈو۔"

ارتضیٰ چپکے سے ایک مکہ اس کی کمر میں جڑتے ہوئے بولا تو وہ اس اچانک ہوئی افتاد پہ بوکھلا کر رہ گیا۔ کچھ ہی دیر میں کلاس اوور ہوتے ہی وہ سب نیند کی کیفیت میں باہر کی جانب بڑھ گئے۔

"فارس ویسے کبھی کبھی تمہارے ان بے وجہ شگوفوں سے کبھی ہنسی نہیں آتی۔"
مریم نے بیزاری سے اسے بتانا ضروری سمجھا۔

تو تم مت ہنسا کرو ویسے بھی تمہارے ہارمونیم والے دانتوں سے مجھے بہت خوف آتا ہے۔"

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت بولتے سیٹی کی دھن بجاتا آگے کی جانب بڑھ گیا اور دھوپ کی تمازت سے پچنے کی خاطر پیٹ میں لگی کیپ اتارتے سر پہ جمالی۔ مریم اس کی حاضر جوابی پہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

"گراؤنڈ میں کس چیز کی تیاریاں ہو رہی ہے ویسے۔"

عفیفہ نے گراؤنڈ میں موجود ایم فل اور پی ایچ ڈی کے سٹوڈنٹس کو دیکھتے نا سمجھی سے استفسار کیا تو سب کی توجہ انہی کی جانب مبذول ہو گئی۔

"پتہ نہیں آؤ پتہ کرتے ہیں۔"

بریزہ کے اشارے پہ وہ پانچوں لڑکیاں بھاگتی ہوئی وہاں کی جانب بڑھ گئی اب لڑکیاں تھی جب تک سب کو جان نا لیتی چین کیسے آنا تھا۔ صدام نے بھی اس متعلق پریسہ کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

"کوئل آپی۔ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ کوئی فنکشن ہے کیا۔"

وہ اس کے نزدیک پہنچتے دھیمے لہجے میں بولی۔ صدام کی کلاس فیلو ہونے کی بدولت ان کی اس سے اچھی بول چال تھی اور ویسے بھی جامعہ میں کون ایسا نہیں تھا جو ان کو نا جانتا ہو۔

آج چھوٹا سافٹ بال میچ ہے ہمارا۔ بوائز اور گرلز دو الگ الگ ٹیمز بنی ہیں مگر مسئلہ یہ "ہو گیا ہے کہ ابھی تک ہماری ہیڈ نہیں آئی جو اس چیز میں پرفیکٹ ہے۔"

اس نے اپنی پریشانی ظاہر کی مگر فٹ بال کا نام سنتے ہی پریسہ کی آنکھیں چمک اٹھی تھی۔

"ارے واہ فٹ بال۔ کتنا مزا آئے گا نا۔"

وہ سب اس کی فٹ بال کو لے کر پسندیدگی سے بھی واقف تھے تبھی کھل کر ہنس دیے مگر کومل کی اگلی بات پہ ان سب کے چہروں پہ بھی پریشانی چھا گئی۔

"تو اب کیا ہوگا۔ ایسے تو گرلز ٹیم ہار جائے گی نا۔"

عذاب انگلیاں چٹختے ہوئے تشویش سے گویا ہوئی۔

وہی تو بات ہے ساری جب سے لڑکوں کو اس بابت علم ہوا ہے وہ اپنی ٹیم مزید مضبوط"

کر رہے ہیں صدام کا کوئی دوست ہے جو یہاں پروفیسر ہیں شاید شہرام نام ہے ان

کا۔ انہیں ٹیم میں شامل کرنے کا سوچا جا رہا ہے کیونکہ وہ اپنی وقت میں چیمپئن رہے

"ہیں۔ اس طرح تو انہیں جیت حاصل کرنے میں کسی بھی قسم کی دقت نہیں ہوگی۔

اس کی اگلی بات پہ ان سب کی حالت پتلی ہو گئی۔

"چیمپئن مطلب آپ لوگ تو سچ میں ہارے ہی ہارے۔"

پریسہ افسردگی سے گویا ہوئی۔ ایکدم مریم کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اس نے چمکتی نگاہوں سے مریم کی جانب دیکھا۔

مریم آپنی کیا ٹیمز میں باہر کا بھی کوئی آسکتا ہے۔ ویسے آ ہی سکتا ہے کیونکہ بوائز نے "بھی تو شہرام سر کو ایڈ کیا ہے اپنی ٹیم میں۔"

مریم نے چونک کر بولتے اپنی بات کی تصدیق چاہی۔ تو اس نے بنا کسی تردد کے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ پریشانی سے اس کی جان ہلکان ہو رہی تھی اور وہ سب یہاں ناجانے کونسی باتیں لے کر بیٹھ گئی تھی۔

تو آپنی یہ تو بیسٹ ہو گیا آپ اپنی طرف سے ایز آ لیڈ پری کو لے لیں کیونکہ یہ تو فٹ بال "کی ماسٹر ہے بہت سے میچز ہم اس کی بدولت جیتے بھی ہیں۔"

مریم کی برخستہ بات پہ جہاں ان سب کے چہروں کی رونق بحال ہوئی تھی وہی پریسہ کے چہرے کا رنگ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا۔ بھلا اب ایسا کیسے ممکن تھا کہ وہ شہرام خان کے

اپوزٹ کھیلتی وہ تو ویسے ہی اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے۔ اس کا سر
"بے ساختہ سہم کر نفی میں ہلا۔"

نہیں میں نہیں کھیلوں گی کیا ہو گیا ہے تم سب کو۔ جانتی ہونا اتنے سارے بوائے ہونگے "
مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ سونے پہ سہاگہ سر شہرام وہ میرا سر دھر سے الگ کر دیں
"گے مجھے معاف رکھو تم سب۔"

وہ ان سب کے فیصلے سے دستبردار ہوتے سختی سے ان کی بات کی نفی کرتے وہاں سے
کیفے کی جانب بڑھ گئی۔ ان سب نے بیچاگی سے اس کی پشت کو ٹکا۔
"مجھے نہیں لگتا وہ مانے گی۔"

وہ مجھے مجھے دل کے ساتھ بولی۔ عقیفہ نے انہیں آنکھوں کے راستے تسلی دی کیونکہ ابھی
میچ شروع ہونے میں پورا گھنٹہ باقی تھا اور وہاں سے ہوتے کیفے کی جانب چلی آئی۔
پری تم ضرور کھیلو اور ڈرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے اس وقت وہ تمہارے سر نہیں "
"بلکہ تمہارے سب سے بڑے دشمن ہونگے جنہیں تم نے قطعی جیتنے نہیں دینا۔"

ان سب نے اسے سمجھانا چاہا مگر اس کی ایک ہی رٹ تھی کہ ایسا کسی صورت ممکن نہیں ہے۔

ایسا کیسے ممکن ہے مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے یار۔ ان کو دیکھتے ہی میں ساکت "

"ہو جاتی ہوں میرا وجود میرا ساتھ دینے سے ہی انکاری ہو جاتا ہے۔

وہ بھرائے لہجے میں بولتی ان سب پہ اپنی بے بسی آشکار کرنے لگی۔ صدام جو کیفے کی جانب ہی آ رہا تھا اس کی نگاہ جوں ہی روتی ہوئی پریسہ کی جانب اٹھی وہ تیز تیز قدموں سے چلتا اس کے نزدیک آیا تو وہ گھبرا کر نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"کیا ہو گیا کیوں رو رہا ہے میرا بچہ۔ سب ٹھیک ہے نا۔"

صدام نے اس کے نزدیک دوازنوں بیٹھتے اس کا چہرہ اپنی جانب کیا تو وہ ہولے سے اثبات میں سر ہلا گئی۔ عذاب نے سنجیگی سے پوری بات اس کے گوش گزار دی تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"اچھا تو مطلب میرا مقابلہ کرنے والی ہے میری بہن۔"

وہ شریر لب و لہجے میں گویا ہوا۔ پریسہ نے سرعت سے گردن نہیں میں ہلائی۔

"میں کچھ بھی نہیں کر رہی بھائی۔ کچھ بھی نہیں۔"

وہ ان سب کی بات کو جھٹلاتے ہوئے بولی۔

لگر میں تو چاہتا ہوں کہ میرا بچہ میرے خلاف لڑکیوں کی ٹیم میں آئے اور مجھے مات دے کر دکھائے۔ مجھے کیا سب کو مات دے کر دکھائے اور سب کو یہ جتائے کہ وہ کمزور "قطعی نہیں ہے۔"

وہ اس کی سرخ ہوتی چھوٹی سی ناک دباتے ہوئے اس کی ہمت بندھانے کی خاطر بولا۔

"لگر وہ آپ کے دوست۔"

وہ ہکلاتے لہجے میں بولتے بات ادھوری چھوڑ گئی۔

ان دس گیم ہی از ناٹ یور پروفیسر میری جان۔ ہی از جسٹ یور کمپیٹیٹر سو کالم ڈاؤن اینڈ"

"گو اہیڈ۔ آج میری بہن ہونے کا حق ادا کر دو۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولتے اس کے وجود میں نئے سرے سے توانائیاں بھر گیا۔ اسے حیرت ہوتی تھی کہ وہ شہرام سے اس قدر سہم کیوں جاتی ہے۔ پریسہ نے اس کی بات پہ مضبوطی سے اثبات میں سر ہلایا اور گہرا سانس بھرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ صدام اسے آل دا بیسٹ کہتے واپس گراؤنڈ کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی ان چاروں نے کورس میں پریسہ کیلئے ہونٹنگ کی تھی۔

کچھ ہی دیر میں لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹیم ایک دوسرے کے مقابل کھڑی تھی۔ لڑکے سیاہ رنگ کے ٹراؤڈ شرٹ میں ملبوس تھے البتہ لڑکیوں کا شرٹس ہلکے پیلے رنگ کی تھی۔ دونوں ٹیمز آمنے سامنے گول دائرے میں کھڑی تھی۔ ہر ٹیم میں گیارہ کھلاڑی موجود تھے مگر لڑکیوں کی ٹیم میں دس کھلاڑی دیکھ ریفری نے چونک کر لڑکیوں کی جانب دیکھا مگر اگلے ہی لمحے ٹراؤڈ شرٹ میں ملبوس پریسہ کو اسی جانب آتا دیکھ ریفری نے نا سمجھی سے کومل کی جانب دیکھا جس نے تفصیل اس کے گوش گزار دی تھی۔

ویسے ان کی ہائیٹ چھوٹی نہیں۔ ان کا کھیلنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ بال کو پوائنٹ "میں ڈالنے کیلئے آپکی ہائیٹ ایک اہم چیز ہے

اس کی بات پہ جہاں پریسہ سختی سے آنکھوں کو میچتے انگلیاں چٹخانے لگی تھی وہی صدام کی کشادہ پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئی البتہ شہرام کا چہرہ بالکل بے تاثر تھا اور پریسہ نے ایک بار بھی اسے دیکھنا کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اسے اپنی ہائیٹ پہ بات سنتے انتہائی دکھ ہوا تھا۔ کیا جن کے قد چھوٹے ہو وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کا ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ ٹاس ہوتے ہی پہلا فیصلہ لڑکوں کی حق میں آیا تو پریسہ کی ہمت جواب دینے لگی "البتہ شہرام کے لبوں پہ فاتحانہ مسکراہٹ رینگ گئی۔"

ویسے کھیل دلچسپ ہوگا آج کا بہت کیونکہ شہرام اپنے وقت میں چیمپیئن رہا ہے اور پری "اپنے وقت میں۔ دیکھتے ہیں جیت کس کی ہوتی ہے۔ دیکھتے ہیں پریسہ شہرام کو مات دے پاتی ہے یا نہیں۔"

صدام کی آواز پہ سب کی نگاہیں اب ان دونوں کی جانب موکوز ہو چکی تھی اور وہ دونوں آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے کھڑے تھے۔

"شہرام خان کو مات وہ بھی ایک لڑکی کے ہاتھوں ناممکنات میں سے ایک ہے۔"

وہ پریسہ کی آنکھوں میں دیکھتے چبا چبا کر ایک ایک لفظ ادا کرتا ہوا بولا۔ پریسہ نے فضا میں سانس بھرنے کی کوشش کی مگر گھٹن کا احساس تھا کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ اس نے آنکھوں میں بے تحاشہ خوف لیے ان چاروں کی جانب دیکھا جو اس کا نام لیتے ابھی سے اسے حوصلہ دے رہی تھی۔

میری بات بھی آپ پھر ذہن نشین کر لیں کہ آپ کی مات پریسہ آفندی کے ہاتھوں ہی "ہوگی کیونکہ ہارنا مجھے پسند نہیں ہے اور جیتنے میں آپ کو دوں گی نہیں تو جیت دونوں" صورت میں میرے ہی حصے میں آئے گی۔

ناجانے اس میں اتنی ہمت کیسے آئی کہ وہ لبوں پہ ایک دلفریب مسکراہٹ سجائے فٹ بال فضا میں بلند کرتے ہوئے بولی جسے بروقت شہرام نے تھامتے اپنی انگلی پہ گھمایا۔

"جسٹ ویٹ اینڈ وایچ۔"

وہ کھردرے لہجے میں بولتے ایک کاٹ دار نگاہ اس پہ ڈال گیا اور اس کی یہی نگاہ تھی جو پریسہ کے وجود سے جان تک نکال لیتی تھی۔

آپ مجھے یوں گھور نہیں سکتے کیونکہ ابھی آپ میرے پروفیسر نہیں بلکہ میری ہی طرح"

"ٹیم کے لیڈر ہے۔ ووئی آر لیٹ دا سیم پوائنٹ۔

وہ اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیرتے ہکلاتے لہجے میں بولی۔ شہرام نے تمسخرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا جو ابھی اسے مات دینے کے خواب دیکھ رہی تھی مگر تھی وہ اس کی ایک ہی نگاہ کی مار۔ شہرام سر جھٹکتا دوسری جانب بڑھ گیا البتہ پریسہ کی نگاہیں اس کی پشت پہ جمی تھیں۔ وہ آنکھیں موندتے گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔ ناجانے آج اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ اس نے خوفزدہ ہرنی کی مانند نگاہوں سے ان چاروں کی جانب دیکھا جو اس کی ہمت تھی۔

"ووئی لو یو پری لینڈ ووئی ٹرسٹ یو۔ چک دے پیٹھے۔"

وہ سب ایک کورس میں بولی تو اس کے لبوں کی تراش میں ایک کھلی سی مسکراہٹ ابھری۔ وہاں سے ہوتے ہی اس کی نگاہ فارس ارتضیٰ اور ہادی کی جانب اٹھی جو کچھ ہی فاصلے پہ کھڑے تھے۔

ویسے میں لڑکوں کی جانب جانا چاہتا تھا مگر تمہیں دیکھ کر اب میں تمہارے ساتھ "ہوں۔ کھل کر کھیلنا اچھا کھیلنا اور میرا نام روشن کرنا۔"

فارس اس کی جانب چوکلیٹ بڑھاتا ہوا بولا جسے اس نے بغیر کسی تردد کے تھام کر منہ میں ڈال لیا۔

تمہاری جیت ہی ہم دوستوں کی جیت ہے پریسہ۔ تمہیں اپنے لیے ناسی مگر ہمارے "لے لیے ضرور جیتنا ہے پریسہ۔"

اس کی بات پہ پریسہ نے چونک کر ان تینوں کی جانب دیکھا تھا جو اس کی حوصلہ افزائی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے تھے۔ وہ بالوں کو جوڑے میں مقید کرتے مضبوط قدم اٹھاتی گراؤنڈ کی جانب بڑھ گئی۔

"اپنی ہار کا بہت شدت سے اہتمام کر رہیں ہیں نا آپ۔"

وہاں سے گزرتے اس کی سماعتوں میں شہرام کی بھاری مگر برفیلی آواز گونجی تو اسے ٹھٹھک کر رکنا پڑا۔ وجود میں چیونٹیاں سی رینگنے لگی۔

میں خود کو ہارنے کا حوصلہ رکھتی ہوں مگر آپ سے ہارنے کا حوصلہ قطعی نہیں رکھتی۔ یہ " فقط ایک گیم نہیں رہی اب بلکہ میری زندگی کا ایک اہم جزو بن چکا ہے جانتے ہیں کیوں " کیونکہ اس کی دُور آپ سے جڑی ہے۔

وہ سپاٹ مگر دھیمے لہجے میں بولتے اسے نظر انداز کرتے آگے کی جانب بڑھ گئی کیونکہ میچ شروع ہونے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے۔ شہرام نے بھی دوسری جانب قدم بڑھائے۔ ناجانے قسمت اب ان کے ساتھ کونسا کھیل کھیلنے والی تھی۔ اسے سب کے ساتھ مدھم سا مسکراتا دیکھ ناجانے کیوں پریسہ کے دل میں ہوک سی اٹھی۔ گھنی مونچھوں تلے کٹاؤدار لب کس قدر دلکشی سے مسکراتے تھے اور جب وہ ہنستا تھا اس کی آنکھیں بند ہو جایا کرتی تھی۔

وہ سب بیٹھی میچ شروع ہونے کا انتظار کر رہی تھی معاً عناب کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا وہ بغیر کسی کو کچھ بھی بتائے بھاگنے والے انداز میں لائبریری کی جانب بڑھی۔ سب نے حیرت سے اسے اندھا دھند بھاگتے دیکھا۔

"اس پاگل کو کیا ہوا ہے۔"

ارتضیٰ ہونق پن سے بولتے اپنی جگہ سے اٹھا تو سب نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"تو کدھر جا رہا ہے بیٹھ جا آجائے گی میچ شروع ہونے والا ہے۔"

فارس نے اس کی توجہ میچ کی جانب مبذول کرائی اور اس کی شرٹ کھینچنے لگا۔

"اے آ رہا ہوں حوصلہ رکھ دیکھ لوں اسے سب ٹھیک ہو جو یوں بھاگی ہے۔"

وہ اسے بولتے ساتھ ہی وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ وہ سب شانے اچکاتے خاموشی سے نگاہیں گراؤنڈ کی جانب جما گئے۔ ارتضیٰ اس کے تعاقب میں جوں ہی لائبریری میں داخل ہوا وہ کسی کتاب کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے میں مصروف تھی۔ وہ تیز تیز چلتا اس کے سر پہ پہنچا اور اس کا سر بجایا۔ عناب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"ہاں کیا ہوا تم یہاں کیا کر رہے ہو۔"

وہ عجیب سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"جو تم کر رہی ہو۔"

وہ دوبارہ بولتے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ گیا۔

میں تو کسی کتاب کی تلاش میں ہوں البتہ تم مجھے گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہو۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولتی نا جانے اسے کیا جتنا چاہ رہی تھی۔

"ہاں تو تم اپنا کام کر رہی ہو اور میں اپنا۔"

وہ لاپرواہی سے شانے اچکا کر بولتے اسے ٹھٹھکا گیا۔ عذاب نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ گرڑ بڑا گیا۔ لگے ہی لمحے وہ ان تمام باتوں کو جھٹکتی زور و شور سے وہ کتاب تلاش کرنے لگی کیونکہ اس کے پاس فالوٹ ان فضولیات کا وقت قطعی نہیں تھا۔

"ارتضیٰ ژرا اوپر والی شلیف سے کتابیں تو اتارنا۔ میرا ہاتھ نہیں جائے گا۔"

وہ مصروف سے لہجے میں بولتی کتابیں سمیٹنے لگی۔

"ہاں تو زبان سے اتار لو وہ تو تمہارے قد سے بھی لمبی ہے۔"

اس کے طنزیہ مگر کاٹ دار لب و لہجے پہ عذاب نے صدماتی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا تو اس نے منہ بناتے وہ کتابیں وہاں سے نکالتے اس کی جانب بڑھائی۔ لگے ہی لمحے عذاب کے لبوں پہ دلکش مسکراہٹ بکھر گئی کیونکہ اسے اس کی مطلوبہ چیز مل گئی تھی۔

"اچھا تو تم اس لیے بھاگی ہوئی آئی تھی۔"

وہ گہرا سانس بھرتے صدماتی کیفیت میں بولا جس کے ہاتھ میں فٹ بال کھیلنے کے ٹپش کی کتاب تھی۔

ہاں تو کسی بھی طرح پری کی مدد ہو جائے خیر یہ سب باتیں بعد کیلیے چھوڑو اور چلو"

"باہر۔"

وہ اس کے شانے پہ کتاب مارتے بھاگنے والے انداز میں باہر کی جانب بڑھی جہاں میچ شروع ہو چکا تھا۔

وہ جوں ہی اپنی جگہ پہ بیٹھی سب نے حیرت سے اس کے ہاتھ میں موجود کتاب دیکھی تھی جو اب بہت تفصیل سے ایک ایک بات پڑھ رہی تھی۔

"افف مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے نا جانے کیا ہوگا۔"

بریزہ فنگر کر اس کرتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"بریزہ۔"

ہادی کی آواز پہ اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔"

"کیا مطلب۔"

وہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے بولی۔

"فٹ بال میچ چل رہا ہے مگر فٹ بال تو یہاں بیٹھا ہے۔ پریسہ کو اس فٹ کی بجائے اس"

"فٹ بال سے کھیلنا چاہیے تھا کیا پتہ یہ تھوڑی سی پتلی ہو جاتی۔"

وہ قہقہہ ضبط کرنے کے چکر میں سرخ پڑتے چہرے سمیت بولا تو اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھتے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"ذلیل انسان"

وہ دل ہی دل میں اسے تہذیب سے صلواتیں سنانے لگی۔

"عفیفہ تمہارا دھیان کدھر ہے۔"

مریم نے اپنے ساتھ کھوئی کھوئی بیٹھی عفیفہ کو ٹھوکا مارا تو وہ بمشکل مسکراتے نفی میں سر ہلا گئی۔ ان سب نے بغور اس کی جانب دیکھا جو اب مصنوعی دلچسپی دکھانے کی کوششوں میں تھی مگر چہرے پہ چھایا حزن و ملال ان سب کی نگاہوں سے مخفی نہیں تھا۔ وہ اس سے بعد میں بات کرنے کا ارادہ کرتے اپنا دھیان میچ کی جانب مبذول کرا گئے جہاں کی حالت گھمبیر ہوتی جا رہی تھی کیونکہ دونوں ٹیمز ابھی تک برابری پہ چل رہی تھی۔

خاناں آپ کی بات شہرام سے ہوئی کیا۔ جب سے گیا ہے ایک بار بھی فون کر کے اپنی "ماں کا حال نہیں پوچھا۔"

برہنختہ خانم ان کے سامنے چائے کی پیالی رکھتے افسردگی سے گویا ہوئی تو انہوں نے چونک کر ان کے اداس چہرے کو دیکھا۔

پریشان نا ہو خانم وہ وہاں مصروف ہے امارا بچہ جیسے ہی مصروفیت سے وقت نکلے گا ہم "اس سے بات کریں گے"

انہوں نے اسے تسلی دینا ضروری سمجھا۔

بابا آپ نے پھر کیا سوچا ہے اماری پڑھائی کے بارے میں۔ ام کو اور نہیں پڑھنا "بابا۔ تھک جاتی ہوں میں۔"

پر خہ اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولی تو انہوں نے پیالی پرچ میں رکھتے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

پر خہ اندر چل تو کمرے میں۔ میں بات کرتی ہوں تجھ سے آکر اپنے بابا کو پریشان مت "اگر۔

وہ اسے ڈپٹتے ہوئے گویا ہوئی تو پر خہ نے منہ بنا کر خان بابا کی جانب دیکھا۔

دیکھ میری بچی لڑکیاں تو پڑھائی کو ترستی ہیں اور اس قبیلے میں میں نے جب لڑکیوں کو "پڑھانا چاہا ہے تو اماری اپنی بیٹی کو اماری خواہشات کو پورا نہیں کرے گی۔ ٹھیک ہے پھر "ام تیری شادی رچا دیتے ہیں کیا کہتی ہو تم برتختہ خانم۔

انہوں نے اپنی بات پہ اب انہیں بھی گھسیٹنا چاہا۔

استغفر اللہ بابا اب اماری بات کا مطلب یہ بھی نہیں تھا۔ امیں تو ابھی پڑھنا ہے بہت "زیادہ۔ ام آپ کا خواب ضرور پورا کریں گے۔

وہ مسکراتے ہوئے پر عزم لہجے میں بولی تو انہوں نے اس کے چادر سے ڈھکے سر پہ ہولے سے لب مس کیے۔ اسی دوران ان کا ایک ملازم ہانپتا ہانپتا گھبراہٹ کے مارے اندر

داخل ہوا تو پرخہ نے سرعت سے اپنا چہرہ نقاب کی اوٹ میں کرتے وہاں سے کھسکنا ضروری سمجھا۔ وقدر یوسف ذی کی پیشانی پہ لاتعداد شکنیں نمودار ہوئی۔

تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ جب بھی ملاقات کرنی ہو تو مردان خانے میں آیا کرو یوں "منہ اٹھا کر کیوں آجاتے ہو۔"

اس نے سم کر ذرا سی وہ گرجدار لب و لہجے میں بولتے اسے کپکپانے پہ مجبور کر گئے نگاہیں اٹھائی۔

"سردار صاحب دغہ کسانو بیا زمون پر س پر یو برید کر دی دی۔"

(سردار ان لوگوں نے پھر سے ہمارے آدمیوں پہ حملہ کیا ہے)

وہ گھبراہٹ آمیز لہجے میں بولا ماتھے پہ ننھے ننھے پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔ وہ شدید اشتعال کی کیفیت میں غراتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چہرے پہ ادلی سرد چہرے عود آیا تھا۔ آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا۔ برتختہ خانم جو دیوار کی اوٹ سے ان کی باتیں سن رہی تھی ان کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دل پہ پڑا تھا۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتی غنچہ کے

کمرے کی جانب چل دی جہاں طبیعت خرابی کی بدولت وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی۔

"نوفیل آفریدی مردان خانے میں آپ کے منتظر ہیں سردار۔"

اس کی مدہم چور آواز پہ انہوں نے لہو رنگ آنکھوں سے اسے گھورا اور مضبوط قدم اٹھاتے مردان خانے کی جانب بڑھ گئے جہاں وہ ان کے منتظر تھے۔

آسمان پہ سورج آب و تاب سے جگمگا رہا تھا۔ دھوپ کی تمازت سے سرخ ہوتے چہرے سمیت وہ سب میچ کھیلنے میں مصروف تھے۔ گرمی اپنے فل جو بن پہ تھی۔ چہرے پہ پسینہ اپنی لکیریں چھوڑ رہا تھا مگر وہ بھی جیتنے کیلئے جت چکے تھے۔ عذاب کی ٹیم کے دو کھلاڑی زخمی ہوتے ٹیم سے جا چکے تھے مگر ابھی تک وہ نہیں جا پائی تھی کیونکہ اس کی باری سب سے آخر میں آئی تھی۔ اس نے عقابی نگاہوں سے تفصیل سے میچ کا جائزہ لیا اور گہرا

سانس بھرتے اپنے کمر سے بھی نیچے آتے بالوں کو جوڑے میں مقید کرنے لگی۔ دل ناجانے کیوں آنے والے وقت کا سوچتے تیز تیز دھڑک رہا تھا۔

میرے خیال میں پری کو اپنے بالوں پہ کچھ پہن لینا چاہیے ورنہ یہ پورے میچ میں اسے "پریشان کریں گے۔"

مریم نے اپنے مطابق انہیں رائے دینا ضروری سمجھا۔ سب نے بھرپور انداز میں اس کی تائید کی تھی مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ پری کو اس متعلق بتایا کیسے جاتا کیونکہ وہ تو اس سے اس قدر فاصلے پہ تھی۔ بریزہ کچھ سوچتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور فارس کے ہاتھ سے اس کی کیپ جھپٹی۔

"کیا ہو گیا ہے میری ذاتی کیپ ہے فٹ بال۔"

وہ اس کے ہاتھ میں موجود اپنی ٹوپی دیکھتے نا سمجھی سے گویا ہوا۔

"میں پری کو دینے جا رہی ہوں یہ۔ حوصلہ رکھو۔"

وہ سرگوشی نما انداز میں بولتے تیز تیز قدموں سے چلتی وہ سیرھیاں عبور کرنے لگی مگر بیچ راہ میں کھڑے سینئر کو دیکھتے اس نے پریشانی سے سب کی جانب دیکھا جو اس کے جلد از جلد یہاں سے جانے کے دعاگو تھے۔

"آپ یہاں سے کہی نہیں جاسکتی۔ اُس این آرڈر۔ واپس جگہ پہ جائیے اپنی۔"

وہ سنجیدگی سے بولتے پھر سے سپاٹ چہرے سمیت اپنی توجہ گراؤند کی جانب مبذول کروا گئے۔

ہاں جانتی ہوں کبھی نہیں جانے دے کا یہ مائیکل جیکسن۔ لڑکے جو جیت رہے ہیں۔
"کیسے چاہے گا کہ لڑکیاں جیت جائے۔"

وہ عقب سے ہی اسے مکہ دکھاتے تلملا کر بولی مگر دل میں کیونکہ منہ پہ بول کر اسے اس کو اپنی جان کا دشمن تھوڑی بنوانا تھا۔

"جائیں اب یہاں کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہیں۔"

وہ اسے ہنوز وہی جما دیکھ سپاٹ لب و لہجے میں بولا۔

"ہاں اتنے ہی کوئی حسین ہے نا آپ کا یہ چہرہ جو میری نگاہیں ہی نہیں ہٹ رہی۔"

وہ تند نگاہوں سمیت اس کا چہرہ دیکھتی تنک کر بولی۔

چلیں بہت اچھی بات ہے آپ نے خود ہی مان لیا۔ ویسے اپنی خوبصورتی سے میں بہت "

"اچھے سے آشنا ہوں۔

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت بولا تو وہ اس کی باتوں پہ تلملا کر تن فن کرتی واپس اپنی جگہ کی جانب بڑھ گئی۔

"کیا ہوا واپس کیوں آگئی۔"

عفیفہ نے اس کی غصے سے سرخ ہوتی صورت دیکھ نا سمجھی سے استفسار کیا۔

"وہ جو موت کا فرشتہ وہاں نازل کیا ہوا ہے نا وہ وہاں سے اگے نہیں جانے دے رہا۔"

وہ کوفت سے آنکھیں گھماتے سیرھویوں میں ہی اپنی پشت ٹکا گئی۔ ان سب نے پریشانی سے اب اس لڑکے کی جانب دیکھا۔

اب تو ہماری ٹیم کا اسلہ ہی حافظ ہے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے پریسہ کی رنگت دیکھو کیسے "اڑی ہوئی ہے۔"

وہ اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے بے چینی سے گویا ہوئی اور دوبارہ اپنی نگاہیں پریسہ کے چہرے پہ جمالی۔

"کومل آپی میں نہیں کھیل پاؤنگی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولتی اسے پریشانی میں مبتلا کر گئی۔

پریسہ ناٹ لیٹ آل گیم اب شروع ہو چکی ہے تم اسے بیچ راہ میں چھوڑنے کا سوچ بھی "نہیں سکتی۔"

وہ سختی سے بولتی اسے تنبیہ کرنے لگی جس کی پیشانی پہ پسینے کی ننھی منھی بوندیں چمک رہی تھیں۔

"آپی مگر آپ دیکھیں وہ جیت رہے ہیں ہمارے دو کھلاڑی زخمی ہو چکے ہیں۔"

وہ گھبرائے انداز میں بولتی اسے تاسف سے سر ہلانے پہ مجبور کر گئی۔

پری جیت یا ہار سے فالوقت ہمارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی مگر یوں میدان چھوڑ کر "بھاگ جانا سب سے بڑے بزدل کی نشانی ہوگی۔ ابھی ہم دونوں کو ہی جانا ہے اگر کھیلتے ہوئے تمہارے چہرے پہ ذرا سا بھی خوف ہوا تو ہم کبھی نہیں جیت پائیں گے کیونکہ "مقابل اس سے ہمیں مزید کمزور گردانتے کچھ ایسا لازمی کرے گا جس سے ہم ہار جائیں۔ وہ اس کے سر پہ ہولے سے چپت لگاتے سمجھانے والے انداز میں بولی۔ پریسہ نے ایک مظر سکور بورڈ کی جانب دیکھا۔ دیکھو ان کے مکمل شوٹس آٹھ ہیں اور ہمارے پانچ ہیں اور ہر بال کا سٹیٹسٹکس کرے تو وہ اس وقت 60 فیصد پہ ہیں اور ہم 40 پہ۔

وہ گہرا سانس بھرتے ہوئے بولی۔ پریسہ نے خود میں ہمت مجتمع کرتے ایک نظر گراؤنڈ کی جانب دیکھا جہاں بریک آچکی تھی۔ اس کے بعد اسے اور کومل کو ہی باقی کھلاڑیوں میں شامل ہونا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد میچ دوبارہ شروع ہوا تو اس بار آمنے سامنے پریسہ اور شہرام تھے۔ پریسہ نے ایک نظر شہرام کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ جیت کی خوشی ابھی سے واضح تھی۔

"ہارنے کیلئے تیار رہیے محترمہ۔"

وہ ہاتھوں کو گول گول گھماتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں بولا۔ آنکھوں میں جیت کا خمار واضح تھا۔

عین موقع پہ بازی پلٹنے والے ہی اصل بازی گر کہتے ہیں جبکہ آدھے میچ کے بعد خود کو "فاتح تسلیم کرنے والے کو سراسر بیوقوف کہتے ہیں۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے دل جلانے والے انداز میں بولی اور شہرام کا دل اس کی باتوں پہ جل کر راکھ ہو بھی گیا۔

"آپ مجھے بے وقوف کہہ رہی ہیں مس پریسہ آفندی۔"

وہ سلگتے لہجے میں بولتے دھیمے لہجے میں غرایا۔ پریسہ نے مخصوص انداز میں بھنویں اچکاتے اس کی جانب دیکھا۔ پورا وجود اس کو جواب دینے پہ کپکپا رہا تھا مگر اگر وہ ابھی ہمت ناکرتی تو پورے میچ میں شہرام اسے کمزور گردانتا۔

"نہیں میں نے آپکو نہیں بلکہ بغیر جیتے خود کو فاتح سمجھنے والے کو بیوقوف کہا ہے۔"

وہ جتانے والے انداز میں بولتی بالوں کو کس کے باندھتے کیچڑ میں مقید کر گئی۔ آنکھوں میں ایک واضح چیلنج تھا جسے دیکھ شہرام کا وجود گویا کسی نے انگاروں کی ضد میں رکھ دیا۔

"بیسٹ آف لک لاڈو۔"

صدام کی آواز پہ ان دونوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ پریسہ تو اس کی بات پہ مسکرا دی البتہ شہرام کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔

"بھئی میں اپنی بہن کو بس بیسٹ آف لک کہہ رہا ہوں۔"

اس نے گر بڑاتے عجلت میں وضاحت دی مبادہ شہرام اس کا سر ناچھاڑ دے۔ لگے پانچ منٹ میں ریفری کی آواز پہ ایک بار پھر میچ شروع ہوا تھا۔ لگے دو شاٹس بھی لڑکوں کی جانب سے دیکھ پریسہ کا سر باقاعدہ چکرانے لگا۔ اسے ماننا پڑا تھا کہ شہرام حقیقت میں اپنے وقت کا چیمپیئن رہا ہوگا۔ وہ گراؤنڈ کے بیچ و بیچ دونوں ہاتھ کمر پہ جمائے کھڑی تھی۔ ان چاروں نے غصے سے اس کی جانب دیکھا جو ناجانے کیوں شاید ہار مان چکی تھی۔

"پری ہولڈ دا بال۔"

کومل کی چیختی ہوئی آواز پہ وہ باقاعدہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹتے سرعت سے بال کچ کرتے کومل کی جانب اچھال گئی جس نے بروقت اس کا شاٹ مارا تھا مگر اسی دوران بری طرح زمین بوس ہونے کی بدولت اس کے لبوں سے ایک کراہ نکلی تھی۔ ہر جانب سکوت چھا گیا۔ پریسہ دونوں ہاتھ سختی سے لبوں پہ جماتے بھاگنے والے انداز میں اس تک بڑھی۔

"کومل آپ آپی آپ ٹھیک ہیں نا۔"

وہ بھیگے لہجے میں اسے دیکھتے ہوئے بولی جو تکلیف سے دوہری ہوتی جا رہی تھی۔

تم روؤ مت پری پلیز نس میچ پہ فوکس کرو جو تم نہیں کر پارہی۔ اگر آج ہم ہار گئے تو پوری "جامعہ میں ہم لوزرز کہلائیں جائیں گے مگر ہمیں یہ جتنا ہے کہ ہم لڑکیاں کسی سے بھی "کم نہیں ہے۔ پلیز گو اہیڈ۔"

کومل کو تو اس کی دوست ساتھی وہاں سے اٹھا کر لے گئی مگر وہ پریسہ کو ساکت چھوڑ گئی تھی۔ معاً اس کی نگاہ سکور بورڈ سے ہوتے شہرام کی آنکھوں سے جا ٹکرائی جو بال کو فضا میں بلند کرتے سرد نگاہیں اسی پہ جمائے کھڑا تھا۔

"پریسہ یو کین ڈواٹ۔"

فارس کی آواز اسے اس سوچوں کے گرداب سے کھینچ لائی۔ اس نے ان سب کی جانب دیکھا جو ملتجیانہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے لگے ہی لمحے پریسہ کے اندر وہی ضدی اور خود سر پریسہ نے سرعت سے سر اٹھایا۔ اس نے بے دردی سے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھتے دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کیا تھا۔ شہرام کی نگاہیں اس کی بند آنکھوں پہ جمی تھی لگے ہی لمحے جوں ہی وہ واں ہوئی اس کی آنکھوں ایک جنون آباد تھا جیت کا جنون جو شہرام کو بری طرح ٹھٹھکا گیا۔ میچ کے شروع ہوتے ہی وہاں موجود سب کو پریسہ کا ایک نیا روپ دیکھنے کو ملا تھا۔ بیچ وقت چار شوٹس مارتے اس نے وہاں موجود سب طالب علم کے علاوہ گراؤنڈ میں موجود کھلاڑیوں کو بھی چوکنا کر دیا تھا۔ اب وہ دونوں ٹیمز برابری پہ آگئی تھی۔ پریسہ کے لبوں پہ ایک تلخ مسکراہٹ ابھری۔ اب سٹوڈنٹس میں ہر جانب کھلبلی مچ چکی تھی کیونکہ میچ آخری دہانے پہ پہنچتے اپنی نوعیت ہی بدل چکا تھا۔ پریسہ نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پہ جماتے گہرے گہرے سانس بھرے تھے۔ اس کا تنفس بری طرح بکھرا ہوا تھا۔ دو تین بار زمین بوس ہونے کی بدولت کہنیوں میں خراشیں بھی آئی تھی

جہاں سے خون بھی رس رہا تھا مگر فلحال وہ اس سب سے بے نیاز تھی۔ اب آخری بال تھی اور پھر جیت ہار کا فیصلہ ہو جانا تھا۔

تمام سٹوڈنس اپنی اپنی جگہ پہ کھڑے ہوتے اپنے پسندیدہ کھلاڑی کیلئے ہوٹنگ کرنے میں مصروف تھے۔ اگلے ہی لمحے گیند جوں ہی فضا میں بلند ہوئی دونوں ٹیمز شاٹ لگانے کیلئے جت چکی تھی۔ معاً بال شہرام کے ہاتھ لگتے ہی پریسہ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ بال جوڑے سے کھل کر ڈھیلے ہو چکے تھے۔

اگر یہ بال گئی تو پھر میری ہار پکی ہے اور پھر شہرام سر کی نگاہیں۔ نہیں ایسا نہیں"

"ہوسکتا۔

اس نے اپنے خیال کی سراسر نفی کی اور جتنی تیزی سے وہ بھاگ سکتی تھی بھاگتے ہوئے اس تک پہنچی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ بال کو شاٹ لگاتا پریسہ نے بروقت اس کی گھٹنے کے مقام پہ اپنی ٹانگ ماری تھی اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ سے بال چھوٹتے زمین پہ گرمی اور وہ خود بھی زمین بوس ہوا تھا۔ اس دوران پریسہ جیت کے جنون میں یہ بات

بلکل فراموش کر چکی تھی کہ وہ اس کا استاد ہے۔ مگر اسے زمین پہ گرتا دیکھ جہاں پورے گراؤنڈ میں سکوت چھایا وہی سب کی نگاہیں پریسہ پہ جمی تھی جس کے بال کھلتے اس کے شانوں پہ بکھر چکے تھے۔ پریسہ نے بال ہاتھ میں تھامے پھٹی پھٹی نگاہوں سے شہرام کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کی بازو سے رستا خون دیکھ اس سے پہلے کہ وہ بے چینی سے اس کی جانب بڑھتی عقیفہ کی آواز نے اس کے قدم وہی روک لیے۔

"نہیں پری وہاں نہیں جانا ڈونٹ ڈو دس۔ بال کوکک کرو پری اس یور لاسٹ چانس۔"

وہ جتنی شدت سے چلا سکتی تھی چلائی تھی۔ اب ایک بار پھر پریسہ کی نام کی ہوٹنگ پورے گراؤنڈ میں گونج رہی تھی۔ پریسہ نے ایک آخری نگاہ اس پہ ڈالتے پوری شدت سے بال کوکک کیا تھا۔ شاٹ لگتے ہی چند ساعتوں بعد پورے گراؤنڈ میں چیخ و پکار گونج اٹھی۔ پریسہ ڈھے جانے والے انداز میں شہرام کے نزدیک کچھ ہی فاصلے پہ بیٹھتے شدت سے آنکھوں کو میچ گئی۔ وہ سچ میں اسے ہرا چکی تھی۔ اس کی آنکھ سے ایک بے مول آنسو ٹوٹتے اس کے گال پہ گرا تھا۔ اس کا پورا گروپ اس کے پاس آتے کبھی اسے سینے میں

بھینچتا تو کبھی کچھ مگر اس کی نگاہیں تو صرف شہرام کی جانب تھی جس کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ پری تم نے کیسے سک کیا آخر میں سر کو آئی سوئیر یو ڈڈ کا گریٹ جاب۔"

عذاب اسے سینے میں بھینچتے کھلکھلاتے ہوئے بولی۔ فارس ہادی اور ارتضیٰ نے اپنے مخصوص انداز میں اس کے مکے سے مکہ ٹکرایا تھا۔ وہ نم آنکھوں سمیت کھل کر ہنس دی تھی۔ صدام کو اپنے ہارنے کا دکھ تو تھا مگر اپنی بہن کے جیتنے کی خوشی میں وہ دکھ بھی کہی دور جا سویا تھا۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد سٹیج پہ ان کے ناموں کی اناؤنسمنٹ ہوتے ہی وہ اپنی ٹیم کے ساتھ تفاخر سے چلتی سٹیج کی جانب بڑھی مگر درمیان میں کھڑے شہرام کو دیکھتے اس کے قدموں کو بے ساختہ بریک لگی۔ ناجانے کیوں اس کی نگاہیں اس کے چہرے سے ہوتی اس کے بازو کے زخم پہ آکر کی تو شرمندگی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ فلحال وہ بعد میں اس سے معذرت کرنے کا سوچتے سٹیج کی جانب بڑھی کیونکہ وہاں بار بار اس کا نام اناؤنس ہو رہا تھا۔ وہ اس سے جیتنا چاہتی تھی مگر ناجانے کیوں اب جیت کر اس کی آنکھوں میں ہار اسے بے تحاشہ کھٹک رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹرافی

دیکھ شہرام ایک ذہر خند نگاہ اس پہ ڈالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ پریسہ کی نگاہوں نے اس کے نگاہوں سے او جھل ہونے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"بھائی میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا کچھ بھی۔ وہ بس۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی دفاع میں صدام سے مزید کچھ بولتی اس نے سرعت کے اس کے لبوں پہ انگلی جمادی۔ پریسہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا

کیا ہو گیا ہے پری آپ کب سے چھوٹی چھوٹی باتوں کو سر پہ سوار کرنے لگ گئی۔ میں " نے پہلے بھی آپ کو یہ بات باور کروائی تھی کہ یہ ایک میچ ہے بس۔ چل رہو اور اب تو "یہ جیت بھی سیلیبریٹ کرنی ہے ہمیں کیوں لڑکیوں۔"

وہ محبت سے اسے سمجھانے والے انداز میں بولتے باقی سب سے مخاطب ہوا جنہوں نے بغیر کسی تردد کے خوشی خوشی اثبات میں سر ہلایا تھا۔ معاً اپنے فون پہ آنے والی کال کے پیش نظر وہ ان سب سے معذرت کرتا فون کان سے لگاتے آگے کی جانب بڑھ

گیا۔ اب باری باری جونئیرز پریسہ کو آکر مبارکباد دے رہی تھی جسے وہ بمشکل مسکرا کر قبول کر رہی تھی۔ دل کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ وہ سب یوں ہی باتوں میں مصروف کیفے کی جانب بڑھے تھے۔ اپنی مطلوبہ جگہ سنبھالتے ہی پریسہ نے عقیفہ کی جانب دیکھا جو کسی سوچ کے زیر اثر تھی۔

"آج پریسہ کے جیتنے کی خوشی میں میں تم سب کو کچھ کھلانا چاہتا ہوں۔"

فارس کی آواز پہ سب نے صدماتی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا مطلب وہ بھوکا بھی کچھ کھلانا جانتا تھا۔

"کیا سچ میں فارس تم کھلاؤں گے۔ جھوٹ تو نہیں بول رہے نا۔"

بریزہ نے تصدیق چاہی۔ فارس نے ترچھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا اب میں تمہیں جھوٹا لگتا ہوں۔"

وہ مصنوعی ناراضگی سے گویا ہوا۔ سب نے اس کی بات پہ ٹیڑھی میڑھی شکلیں بناتے اس کی جانب دیکھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے فارس۔"

عفیفہ اس پورے قصے میں پہلی بار بولی تھی۔

"چلو اب بکو اس مت کرنے لگ جاتا جو تمہارا پسندیدہ شیوہ ہے۔"

ارتضیٰ کی آواز پہ وہ گہرا سانس بھرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بے نیازی سے بیل گم چباتی مریم کو دیکھتے ان سب کو اشارہ کرتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"اب یہ کہا گیا۔"

ہادی چپس کیچپ میں ڈبوتے ہوئے مصروف سے انداز میں بولا۔

"ننیدے پہلے کھالو پھر کچھ بولنا۔"

عنان اس کے شانے پہ مکہ جڑتے ہوئے بولی تو وہ مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کرتے

چپس کی پلیٹ لیتے ایک جانب ہو گیا۔ ان سب نے اس کے کینے پن پہ دانت

کچکچائے۔ اس دوران پریسہ عفیفہ کو آنکھوں کے اشارے سے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ

کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ان سب کو ڈیپارٹمنٹ کا چکر لگانے کا کہتے وہ خود اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"کیا ہوا تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے عقیفہ۔"

پریسہ نے اس کا ہاتھ تھامتے پریشانی سے اس سے سوال کیا تو اس نے بمشکل مسکراتے نفی میں سر ہلایا اور دور کہی خلا میں دیکھنے لگی۔

"مجھے کچھ بھی تو نہیں ٹھیک ہوں میں۔"

وہ ہکلاتے لہجے میں بولی۔ پریسہ نے ناراضگی سے اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں اس کی مسکراہٹ کی عکاسی نہیں کر رہی تھیں۔

جھوٹ مت بولو عقیفہ۔ تمہارے چہرے سے صاف واضح ہے میں صبح سے محسوس کر رہی ہوں مگر نظر انداز کرتی جا رہی تھی مگر اب تم مجھے بتا ہی دو کہ کیا ہوا ہے ورنہ مجھ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے تنبیہی لہجے میں بولی۔ عقیفہ نے بیچاگی سے اس کی جانب دیکھتے ایک نظر اطراف کا جائزہ لیا۔ ایک بچ چکا تھا تبھی ڈیوارمنٹ میں طلبہ نا ہونے کے برابر تھے۔ عقیفہ کی نگاہیں پل بھر میں آنسوؤں سے بھیگی تھی۔ پریسہ کو بے چینی ہونے لگی۔

"عقیفہ پلیز مت رونا مجھے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے۔"

وہ اس کے چہرے پہ بہتے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے تکلیف سے بولی۔ اسے اس کا رونا ازیت میں مبتلا کر رہا تھا۔ عقیفہ نے اس کی بات پہ کل رات کی پوری تفصیل روتے روتے اس کے گوش گزار دی۔ پریسہ کی حالت ایسی تھی گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اس کا ہاتھ بے یقینی کی کیفیت میں لبوں پہ آن ٹھہرا۔

"تم مذاق کر رہی ہونا عقیفہ۔"

وہ خالی خالی لہجے میں بولی تو اس نے اپنی آنکھوں کو بے دردی سے پونچھتے نفی میں سر ہلایا۔

ہم جیسے لوگ مزاق نہیں کر سکتے۔ ہمارے رشتے یوں ہی کر دیے جاتے ہیں پری۔ ہم" سے پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا جاتا میں نے ابا سے اتنا بولا تھا کہ میں ان کا بیٹا بنوں گی کسی کا سہارہ لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر انہوں نے میری ایک بھی نہیں سنی اور "فیصلہ ہمیشہ کی طرح اس یاسر کے حق میں ہی کیا ہے۔

وہ بھیکے لہجے میں آرزوگی سے گویا ہوئی۔

"تمہیں اپنے حق کیلئے بولنا چاہیے تمہا عقیفہ۔"

پری باور کرانے والے انداز میں بولی ساتھ ہی اس کا ہاتھ تھامتے اسے تسلی دینے لگی۔ میں ختم ہو گئی ہوں پری۔ وہ یاسر بالکل بھی اچھا انسان نہیں ہے اس کی نگاہیں اس کی باتیں اس کا سب کچھ کسی کو نظر نہیں آتا ناجانے کیوں سب پرسکون ہیں۔ مگر اب میں نے بھی سوچ لیا ہے کہ میں ہار نہیں مان سکتی کیونکہ اگر میں نے خاموشی سے ہامی اس رشتے کیلئے بھری تو پھر آگے سے میری بہنوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔ اپنے

ساتھ تو میں کچھ بھی برداشت کر لوں گی مگر ان کے ساتھ کچھ بھی برا میرے اعصابوں پہ
"بہت گراں گزرے گا۔"

وہ یاسیت بھرے لہجے میں بولتی اسے ٹھٹھکا گئی۔ اس نے بے یقینی کی کیفیت میں اس
کی جانب دیکھا۔

کیا مطلب تمہارے ساتھ بھی کیوں کچھ برا ہوگا فضول گوئی سے پرہیز کیا کرو اور اپنے"
لیے آواز اٹھانا گھر جا کر ایم شیور انکل نے اس کے دباؤ میں آکر اس رشتے کیلئے ہامی
"بھری ہوگی۔ وہ سنبھل جائیں گے۔"

وہ محبت سے اس کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے بولی۔ اس نے گہرا سانس بھرتے
مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خیر اب ہمیں وہاں چلنا چاہیے اس سے پہلے کسی کو کسی قسم کا شک ہو۔"

"ہاں تم چلو میں بس آرہی ہوں مجھے صدام بھائی سے کوئی کام ہے۔"

وہ حلق تر کرتے نظریں چڑاتے ہوئے بولی مگر عقیفہ نے اس بات پہ دھیان نا دیا اور مسکرا کر واپس کیفے کی جانب بڑھ گئی وہ سوچ چکی تھی کہ اسے بالکل بھی ہار نہیں ماننی تھی اسے اپنے فیصلے پہ ڈٹ کر کھڑی رہنا تھا تاکہ اس کے ساتھ کوئی نا انصافی نا ہو سکتی۔

پریسہ اسے راہ داری کے حدود سے نکلتا دیکھ کر خود چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی شہرام کے آفس کی جانب بڑھنے لگی۔ اس کے آفس کے باہر پہنچتے ہی اس نے ہمت مجتمع کرتے ہوئے سے دروازہ بجایا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے نا جانے کونسا احساس اسے شہرام کی جانب کھینچ لایا تھا۔ اندر سے آنے والی بھاری کم ان کی آواز پہ اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے رہ گیا۔

"پری ریلیکس وہ تجھے کھا تھوڑی نا جائیں گے۔"

وہ خود کو تسلی دیتے دروازے کی ناب گھمانے لگی لگے ہی لمحے دروازہ چڑکی آواز سے کھلتا چلا گیا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی ایک طائرانہ نگاہ پورے کمرے میں دوڑائی جہاں وہ صوفے پہ پشت کیے بیٹھا کچھ کرنے میں مصروف تھا۔ اس کا چہرہ دوسری جانب ہونے کی

بدولت وہ اسے دیکھنا پائی کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ شہرام جو اپنے بازو پہ آیا زخم کاٹن سے صاف کرنے میں محو تھا کسی کی آمد کے احساس سے جوں ہی گردن ترچھی کرتے دروازے کی جانب دیکھا وہاں کھڑی پریسہ کو دیکھتے اس کی کشادہ پیشانی پہ لاتعداد سلوٹیں نمودار ہوئی۔ وہ کاٹن وہی رکھتے ایک جھٹکے میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں مس آفندی۔"

وہ لہو رنگ آنکھوں سے اسے گھورتے برفیلے لہجے میں بولا تو اس کی آنکھوں سے خوف کھاتے پریسہ کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ اس کی زبان نے بھی بروقت ساتھ چھوڑ دیا۔

"وہ میں آپکو دیکھنے آئی تھی۔"

وہ بوکھلاہٹ میں الٹا سیدھا بولتے زبان دانتوں تلے دبا گئی۔ شہرام نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"صاف بولیں کہ میرا مذاق اڑانے آئی ہیں آپ۔"

وہ سپاٹ لب و لہجے میں گویا ہوا۔ اس کا اسے زمین پہ پھینکنا ابھی تک اعصابوں پہ بری طرح سوار تھا۔

"نہیں سر آئی سوئیر وہ میں دراصل آپ سے سوری کرنے آئی تھی۔"

وہ حلق تر کرتے خوفزدہ لہجے میں بولی اور اپنی انگلیاں چٹھانے لگی۔ شہرام نے تمسخرانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

"سر۔"

وہ یہ لفظ بول کر مدھم سا ہنسا۔

"کیا میں آپکا استاد ہوں مس پریسہ۔"

اس کے بولنے کا انداز اس قدر تلخ تھا کہ پریسہ کی ہمت جواب دینے لگی۔ وہ گھر بھر کی لاڈلی اور ضدی لڑکی اس کے لہجے پہ آکر ہار مان جاتی تھی۔

دیکھیں سر میں نے یہ میچ قطعی نہیں کھیلنا تھا کیونکہ مجھے ایک استاد اور طالب علم "کے رشتے کو تقدس رکھنا آتا ہے مگر سب نے اصرار کیا تو میں نے بس اسی لیے۔"

وہ تفصیل اسے بتاتے تین چار قدم اٹھاتے اس کے نزدیک آئی اور منت کرنے والی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا معاً اس کی نگاہ صوفے پہ رکھی کاٹن پہ پڑی جو سرخ ہو رہی تھی۔ اس کا ہاتھ بے ساختہ دل پہ پڑا۔

"سر یہ کیا آپکو زیادہ چوٹ آئی ہے کیا۔"

وہ بھرائے لہجے میں بولتے اس کے چہرے اور ہاتھوں میں متلاشی نگاہیں دوڑانے لگی مگر اگلے ہی لمحے اس کے بازو پہ آئے گہرے کٹ کو دیکھ اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے تڑپ کر اس کا بازو اپنے کپکپاتے ہاتھوں میں تھاما تھا۔ شہرام جو اس کی آنکھوں میں واضح شرمندگی محسوس کر سکتا تھا اپنے مضبوط بازو پہ اس کی مومی انگلیاں محسوس کر جہاں کا تہاں رہ گیا۔ یہ سب بے اختیاری کی کیفیت میں ہوا تھا۔ پریسہ کا آنسو اپنے بازو پہ گرتا دیکھ وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا۔ اس نے ایک جھٹکے میں اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کرتے ایک سیکنڈ میں اسے پیچھے کی جانب دھکیلا۔ وہ بری طرح لڑکھڑاتے شیشے کی میز کو تھام گئی۔

"ہاؤ ڈئیر یو ٹوٹچ می۔"

وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے حلق کے بل دھاڑا۔ پریسہ نے خوفزدہ ہرنی کی مانند نگاہیں اس کی جانب اٹھائی۔

"وہ میں بس زخم۔"

وہ آنکھوں میں ڈھیروں شکویں لیے صفائی دینے والے انداز میں بولی۔

اپنی بکواس بند رکھیں اور ابھی اسی وقت اس کمرے سے نکلیں ورنہ مجھ سے برا کوئی۔
 "نہیں ہوگا سمجھی آپ اور آئندہ مجھ سے کم از کم دس قدم کے فاصلے پہ رہیے گا۔"

وہ اس کے بازو کو ایک جھٹکا دیتے گرجدار لہجے میں بولا تو اس کے لبوں سے ایک کراہ سی نکلی۔ تکلیف کی شدت سے آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

"پلیز چھوڑیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔"

وہ رحم طلب نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہچکیاں دباتے ہوئے بولی۔ شہرام نے مذاق اڑانے والے انداز میں اس کی جانب دیکھا اور ایک جست میں اسے کھینچ کر اپنے مقابل کیا

یہاں تک کہ ان میں صرف ایک انچ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ شہرام نے اپنی دو انگلیوں کی مدد سے ٹھوڑی سے تھام کر اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔

مجھے بھی بہت تکلیف ہوئی تھی جب میری مات آپکے ہاتھوں ہوئی تھی میرا بس نہیں " "چل رہا تھا کہ آپ کی آتی جاتی سانسیں کھینچ لوں۔

وہ بھنویں اچکاتے مخصوص پٹھانوں والے سپاٹ لہجے میں بولا۔ پریسہ نے نہایت سنجیدگی سے یک ٹک اس کی کانچ سی آنکھوں میں دیکھا۔ کس قدر ظالم تھا وہ شخص جو ناجانے اسے کونسے ناکردہ گناہ کی سزا دے رہا تھا۔

"میرا یقین کریں میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔"

وہ ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں اپنی سرد آنکھیں گاڑتے رنجیدگی سے بولی۔ قد چھوٹا ہونے کی بدولت اسے چہرہ اٹھا کر اس سے مخاطب ہونا پڑ رہا تھا۔

سب جانتا ہوں میں مگر میری ایک بات کان کھول کر سن لیں مس پریسہ ایک بار کی " جیت کا مطلب قطعی یہ نہیں کہ آپ ساری زندگی جیتی ہی رہے گی۔ ہار تو آپ کے

نصیب میں بھی ہے اور وہ ہار بھی ایسی ہوگی جس ہار کے بعد شاید آپ کے پاس کچھ نا
"بچے۔ اس کے بعد سب ختم ہو جائے گا۔"

وہ اس کے بازو پہ دباؤ بڑھاتے جتانے والے انداز میں بولا۔ پولیس نے اس کی بات پہ
غصے سے ایک جست میں اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کروایا تھا۔ کیا سمجھتا تھا وہ خود کو
اس کی سمجھ سے بالاتر تھا وہ شخص۔

آپ کے چہرے پہ تکلیف دیکھ مجھے یقیناً دکھ ہوا تھا کہ نہیں مجھے آپ کے ساتھ کم از
کم ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر اب میرا بیان پوری طرح بدل چکا ہے مجھے آپ کے ساتھ
ایسا بالکل کرنا چاہیے تھا کیونکہ آپ جیسے انا پرست انسان کو یہ مات بے حد ضروری
تھی۔ اب آپ کا انا کا پرچم بلند ہونے کی بجائے ذرا سا نیچے آیا ہے مگر انشا اللہ ایک دن یہ
زمین بوس بھی ہوگا اور اسے قدموں میں روندنے والی میری ذات ہوگی میری مسٹر شہرام
"خان۔"

وہ اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتی ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔ شہرام نے سرد نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

ویسے ہار کر کیسا محسوس کر رہے ہیں آپ۔ چلیں آپ یہ چھوڑیں میں بتاتی ہوں کہ مجھے "جیت کر کیسا محسوس ہو رہا ہے۔ مجھے جیت کر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ بس شدت سے" جی چاہ رہا ہے کہ میں اس جیت کو آپ کے ساتھ سیلیبٹ کروں۔

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتی ہوئے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ شہرام کو دل میں شدید حیرت ہوئی کہ یہ وہی لڑکی تھی جو ابھی صفائیاں پیش کر رہی تھی اور اب اسے جلانے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔"

وہ تنفر سے سر جھٹکتے اسے نظر انداز کرتے اپنی چادر درست کرنے لگا۔ اس کی حاضر جوابی پہ اس کے حلق میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ پریسہ نے اپنے گلے میں موجود سٹالر پہ

گرفت مضبوط کی۔ اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ شہرام خان سے بے تحاشہ ڈرتی ہے مگر فالوٹ وہ کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔

تو آپ کے شوق کے بابت پوچھا کس نے ہے میں تو اپنا شوق بتا رہی ہوں اور ویسے " بھی آپ کا آنا لازم ہے اب سب کو بھی تو معلوم ہو کہ میں دی پرفیکٹ شہرام خان سے "جیت کر وہ تمغہ اپنے نام لکھوا چکی ہوں۔

وہ آئیے میں اس کے عکس کو دیکھتے اپنے بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتے معصومیت بھرے لہجے میں بولتی اسے سلگا گئی۔ شہرام نے طیش کے عالم میں میز پہ رکھے گلدان کو ہاتھ مارا جس کی بدولت وہ زمین بوس ہوتے بری طرح چکنا چور ہوا تھا۔ اس کی حرکت پہ پریسہ کا رنگ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا۔ اس کی ٹانگیں باقاعدہ کانپی تھیں۔

"بی ان یور لمٹس ورنہ میں اپنی حدیں تجاوز کر جاؤں گا۔"

وہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند دھاڑ اٹھا۔ اس کے غرانے سے کمرے کے در و دیوار لرز اٹھے۔ پریسہ اس کی آنکھوں میں خون کا لاوا ابلتے دیکھ کانپتی ٹانگوں سمیت بھاگنے والے

انداز میں باہر کی جانب بڑھی مبادہ وہ سچ میں کچھ ایسا نا کردے جو ان دونوں کیلئے غلط ثابت ہو۔ باہر نکلتے ہی اس نے باقاعدہ اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے گہرے گہرے سانس بھرے تھے مبادہ اس کی لال ہوتی صورت یاد کر وہ ضبط کے باوجود کھلکھلا کر ہنس دی۔ آنکھوں میں نمی ابھی ابھی موجود تھی۔

"ویسے ماننا پڑے یہ اینگری مین غصے میں مزید پیارے لگتے ہیں۔"

وہ دلچسپی سے اس کا چہرہ اور اس کی میچی آنکھیں یاد کرتے مزے سے چہرہ جھکا گئی اور ایک نظر اس کے بند دروازے پہ ڈالتے کیفے کی جانب بڑھ گئی۔ دل نے ناجانے کیوں ایک الگ پرلے پہ دھڑکنا شروع کیا تھا۔ لب اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھل چکے تھے۔

"بھائی۔"

پریسہ کی آواز پہ وہ جو پارکنگ کی جانب بڑھ رہا تھا مضبوط قدم اٹھاتا اس کی جانب آیا اور سوالیہ انداز میں بھنویں اچکائی۔

بھائی آپ کیفے چلیں میرے ساتھ فارس میری جیت کی خوشی میں کچھ کھلانے والا ہے " ہمیں۔

وہ چمک کر بولتی اسے اپنے ساتھ آنے پہ آمادہ کرنے لگی جس نے اسے کچھ دیر میں آنے کا وعدہ کرتے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"ابھی تک فارس نہیں آیا۔"

پریسہ کرسی کھینچ کر بیٹھتی حیرانگی سے گویا ہوئی تو سب نے کندھے اچکاتے نفی میں سر ہلایا۔ وہ نا سمجھی سے آنکھیں گھما کر رہ گئی۔ مریم بھی وہاں موجود نہیں تھی وہ اس کے انتظار میں دونوں ہاتھ چہرے پہ رکھتی اطراف کا جائزہ لینے لگی۔

"میرا موبائل کہاں ہے۔"

مریم تن فن کرتی کیفے میں پہنچی اور میز پہ ہاتھ مارتے نتھنے پھلاتے غصے کی کیفیت میں گویا ہوئی۔ سب کی نگاہیں حیرت انگیز طور پہ اس کی جانب اٹھی تھی جس کا چہرہ لہو چھلکا رہا تھا۔

"کیا تمہارا موبائل ہم اپنی جیب میں لیے گھومتے ہیں۔"

ہادی نے کرسی اس کی جانب کھسکاتے اپنے مخصوص نرم لہجے میں طعنہ مارا جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔ مریم نے تلملا کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی بات پہ اپنے موبائل کے معاملے میں صدا کی پریشان حال عذاب نے سرعت سے اپنے بیگ کی زپ کھولتے تانکا جھانکی تھی تو مریم نے محبت سے اس کی جانب دیکھا کیونکہ واحد اسے ہی پریشانی ہوئی تھی اس کے موبائل کی مگر اس کے دربارہ پرسکون انداز میں بیٹھنے سے اس کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔

"کیا ہوا واپس کیوں بیٹھ گئی۔"

وہ دے دے انداز میں اکھڑ لہجے میں بولی۔ عذاب نے چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے اس کی جانب دیکھا۔

"کیونکہ صد شکر میرا موبائل میرے بیگ میں ہی موجود ہے۔"

وہ کندھے اچکا کر بے نیازی سے بولی اور بریزہ کے آگے سے چپس کی پلیٹ اپنی جانب کھسکاتے کیچپ میں ڈبو ڈبو کر مزے سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔ سب نے اس کی حرکت پہ کتابوں میں سر دھنسا تھا۔ پریسہ نے اس کی بات پہ مسکراہٹ دبائی۔

"مگر یہاں بات میرے موبائل کی ہو رہی ہے۔ تمہارے کی نہیں۔"

وہ اس کے بال کھینچتے ہوئے غصے سے بولی۔ عناب نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے بالوں کو اور اطراف میں متوجہ ہوتے لوگوں کو دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیا۔ مریم نے غشی کے عالم میں اس کی جانب دیکھا۔

"شروع ہونے والی ہے۔ اب کیا کریں۔ WWE مجھے لگتا ہے یہاں"

بریزہ اپنا بیگ کندھے پہ لٹکاتے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہادی کے کان میں سرگوشی کرنے والے انداز میں بولی معاً کسی سوچ کے آتے ہی وہ سرعت سے ان دونوں کے درمیان حائل ہوئی۔ پریسہ اور عقیفہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ایک منٹ ایک منٹ! یہ سب کرنے سے پہلے صرف یہ سوچو کہ فارس کہاں ہے کیونکہ " وہ کمینہ صرف اس وقت ہی موقع سے غائب ہوتا ہے جب ہمارا کچھ قیمتی غائب ہوتا ہے۔ "

وہ ان دونوں کا رخ بروقت اپنی جانب کرتی دانت کچکچاتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں بولی تو مریم کی آنکھوں میں ایک بار پھر خون اتر آیا۔ اس نے سنیپ چیٹ پہ سٹریک اب وہ اتنی دلچسپ لڑائی کی بھیجی تھی اور وہ اس کا موبائل غائب کرتے فرار ہو چکا تھا سٹریک کیسے بھیجے گی یہی سوچ اسے پریشان کر رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ تن فن کرتی اس کے تعاقب میں جاتی سامنے سے تین لڑکیوں کے جھرمٹ میں کھلکھاتے ہوئے فارس کو آتے دیکھ ان سب کی حالت غش کھانے والی تھی۔ جس کے ہاتھ میں ایک عدد بلیو رنگ کا ٹراؤزر موجود تھا جسے وہ اپنے ہاتھوں سے بار بار صاف کرتے اسی کی جانب آ رہا تھا۔ ان سب کی آنکھیں تحیر کے مارے پھیل گئی۔

"مریم۔"

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت سپاٹ انداز میں بولتے اس کی جانب تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ مریم نے اشتعال کے عالم میں مٹھیاں بھینچی۔

یہ لو تمہارے لیے لایا ہوں یہ۔ بہت ہی اعلیٰ برینڈ کا ہے یہ کھلا ہوا دار۔ کہی سے بھی "پھاڑنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

وہ ان تک پہنچتے ہی ٹراؤڈ مریم کی جانب بڑھاتے مصنوعی سنجیدگی سے بولا جبکہ آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

"میرا موبائل کہاں ہے فارس۔"

وہ اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتی دانت پیستے ہوئے جتانے والے لہجے میں بولی۔

تمہارا موبائل اچھا وہ جو سیاہ رنگ کا ہے سیم سنگ کا نا۔ اچھا اچھا وہ۔ اسی کو تو بیچ کر یہ "مہنگا ترین ٹراؤڈ تمہارے لیے خریدا ہے تاکہ تم کل سے یہ پھٹی ہوئی جینز نا پہن کر آؤ اور نا ہی اسے فیشن کا نام دو۔ قسم سے تمہاری حالت ڈار پہ آنکھیں نم سی ہو جاتی

ہیں۔ پریشان مت ہونا بہت ہوادار ہے اسے گھٹنوں سے پھاڑنے کی ضرورت تمہیں قطعی
"پیش نہیں آئے گی۔"

وہ مصنوعی افسردگی سے بولتے اس کے ہاتھ میں ٹراؤڈ رکھ گیا۔ سب نے سکتے کی کیفیت
میں اسکی جانب دیکھا جو اب بریزہ کے آگے رکھی ہوئی چپس اور ہادی کے آگے سے
سٹرنگ کی بوتل اٹھاتے ایک ہی لمحے میں حلق میں اتار گیا تھا۔ مریم نے اس ٹراؤڈ کو
دیکھتے سختی سے مٹھی میں بھینچا۔

"اور کچھ نہیں منگوایا تم لوگوں نے۔"

وہ حیرت سے ان سب کو دیکھتے چلایا مگر ان سب کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت دیکھ فارس
نے ایک نظر مریم کی جانب دیکھا جو سرخ ہوتے چہرے سمیت اسے ہی گھور رہی
تھی۔ وہ ہولے سے مسکرایا تھا۔

چلو اسی کی سٹریک بھیج دو۔ مائی ڈیئر سٹ فرینڈ گفٹڈ می دس وائڈ اینڈ کول ٹراؤڈ۔ اوہو میں
"بھول ہی گیا تھا کہ تمہارے پاس تو موبائل ہی نہیں ہے سٹریک کیسے بھیجو گی۔"

وہ انگلش کا قیمہ نکالتے ہوئے مزے سے بولا معاً اس کے موبائل کا یاد آتے ہی افسردگی سے بولا مگر وہ ہنوز اسے ویسے ہی گھور رہی تھی۔

میں جانتا ہوں تمہیں مجھ پہ بے حد پیار آرہا ہے چلو اسی خوشی میں دو کولڈ ڈرنکس دو" سمو سے ایک پلیٹ بریانی کی اور ایک شوارما تو بے حد لازمی ہے جان بستی ہے میری اس میں۔ ایسا کرتا ہوں میں ہی آرڈر دے آتا ہوں پیسوں کا بعد میں تم کر لینا۔ کیا تم سب بھی "کچھ کھاؤ گے آج مریم ہم سب کو ٹریٹ دے رہی ہے اس پورے ٹراؤڈر کی خوشی میں۔

وہ مسکراتے لہجے میں بولتے ایک نظر سب کو دیکھ کر وہاں موجود لڑکے کو آواز دینے لگا۔ سب نے بمشکل مسکراتے دل ہی دل میں اس کی سلامتی کی دعائیں مانگی تھی جو لاپرواہی سے اپنا آرڈر دے رہا تھا۔

"ایک منٹ ایک منٹ کھلانے تو تم والے تھے آج میری جیت کی خوشی میں۔" پریسہ اس کا چہرہ جانچتی ناگواری سے بولی۔

"ارے وہ سب سے آخر میں دوں گا۔ پہلے کچھ کھا تو لیں۔"

وہ اس کی بات کو ہوا میں اڑاتے ہوئے بولا۔ اس دوران صدام اور اس کے ساتھ موجود شخصیت کو اپنی جانب آتا دیکھ وہ سب کے سب سانس روک گئے۔ فارس نے شرارتی نگاہوں سے شہرام کی جانب دیکھا اور اس کے احترام میں اپنی جگہ سے اٹھتے اسے اپنی کرسی پہ بٹھایا تھا۔ اب حال یہ تھا کہ وہ پریسہ کے بالکل ساتھ والی کرسی پہ براجمان تھا اور پریسہ کا دل اس کی اس قدر قربت پہ اچھل کر حلق میں آگیا۔ فارس نے ایک کرسی کھسکا کر شہرام کے ساتھ لگائی تھی۔ پریسہ بدک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی گھبراہٹ کے پیش نظر صدام اپنی جگہ سے اٹھتے وہاں بیٹھ گیا۔ اس کی اس حرکت کو کسی نے نا سہی مگر شہرام نے شدت سے محسوس کیا تھا تبھی چہرے پہ ناگواری کا تاثر ابھرا۔ پریسہ کو اس کے چہرے پہ ڈھونڈنے سے بھی گزرے واقعے کا کوئی شائبہ نہیں محسوس ہوا تھا البتہ وہ اسے ہمیشہ کی طرح دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔

"چلو بھئی فارس جلدی سے کھلاؤ جو تم کھلانے والے تھے۔"

صدام کی آواز پہ اس نے ایک نظر سب کی جانب دیکھا اور مسکرا کر اپنی جیب سے ٹافیاں نکالتے میز پہ سب کے اگے ایک ایک رکھی تھی۔ سب کی آنکھیں اپنے سامنے رکھی ٹوٹیوں

کو دیکھ آخری حد تک پھیل گئی البتہ شہرام کا چہرہ اس کی حرکت پہ کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔ اس نے سنجیگی سے اس کی جانب دیکھا جو کھسیا گیا۔

یہ لو بھئی ایک اور ٹافی لے لو تم ناراض تو مت ہو۔ جانتا ہوں استاد ہو اور اس کا حق " زیادہ ہوتا ہے۔

وہ شہرام کے آگے ایک اور ٹافی رکھتا ہوا بولا تو اس کی حرکت پہ سب دانت کچکچا کر رہ گئے۔

کیا یار سارے موڈ کا ستیاناس کر دیا لگتا ہے دنیا کے سارے غریب دوست میرے ہی " نصیب میں ہیں۔

ہادی کی اکتاہٹ بھری آواز پہ فارس نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"ہاں جیسے خود تو تو مہینے کا لاکھوں کماتا ہے نا۔"

وہ اپنی حرکت پہ شرمندہ ہونے کی بجائے اس پہ طنز کرنے سے باز آیا۔

انسان اصل میں غریب ہو چاہے مگر اس کا دل اور سوچ کم از کم غریب نہیں ہونی"
"چاہیے۔"

ارتضیٰ نے ان کی گفتگو میں اپنا حصہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

ہاں تو پھر اس لحاظ سے تم دونوں غریب ہوئے نا میں نے کم از کم کھلانے کے بابت "
"سوچا تو ہے نا تو نے تو وہ بھی کبھی نہیں سوچا ندیدے انسانوں۔"

وہ اسے شرم دلاتے ہوئے بولا تو ان دونوں کا منہ اس قدر بے عزتی پہ کھلا کا کھلا رہ
-گیا۔ باقی سب دانت پی دانت جمائے ان کی بکواسیات کا ملاحظہ کر رہے تھے

پکا منحوس ہے یہ مجھ سے لکھوالو جس دن یہ پیدا ہوا ہوگا نا ڈاکٹرز نے بھی یہی کہا ہوگا"
"کہ آپ کے گھر قہر نازل ہوا ہے۔"

ارتضیٰ اپنا جوتا اتارتے اس کی جانب اچھالتا ہوا پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا جو سیدھا
فارس کے دل کے مقام پہ لگا تھا۔

دھک دھک کرنے لگا۔

او میرا جیا رام ڈرنے لگا۔

وہ دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اک ادا سے بولتے سب کو وہاں سے اٹھنے پہ مجبور کر گیا۔ شہرام کے اٹھتے ہی اس کے مخصوص کلون کی خوشبو پریسہ کو اپنے اطراف میں پھیلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے چہرہ جھکاتے اس دلفریب مہک میں گہرا سانس بھرا۔

"ارے کیا ہوا کھایا نہیں تم سب لوگوں نے۔"

فارس نا سمجھی سے گویا ہوا تو سب نے کینہ توڑ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

کیا فائدہ فارس تیرے اتنے بڑے بزنس ٹائیگون کی اولاد ہونے کا جب رہنا تو نے اول "درجے کا کمینا ہی ہے۔"

اب کی بار صدام نے اسے شرم دلانی چاہی۔

"بس یہ نہیں چاہتا کہ میرے باپ کے خزانوں میں کوئی کمی آئے۔"

وہ دل پہ ہاتھ رکھتے دلفریبی سے بولا۔

"تو یہ لے پھر ان ٹوفیوں کو بھی اپنے باپ کے خزانوں میں رکھ دے جاکر۔"

ارتضیٰ اور ہادی وہ دو روپے والی ٹافیاں اس کی جانب اچھالتے ہوئے بولے تو باقی سب نے بھی ان کی تائید کی تھی۔ فارس اپنی اس قدر بے عزتی پہ کھول کر رہ گیا۔

"سر شرام جی آپ بچے ہیں کچھ کہیں گے نہیں۔"

کہا ان کو جاتا ہے جنہیں کہنے کا کوئی فائدہ ہو تم جیسے جو ڈھیٹ ہوتے ہیں نا ان کے " سامنے سر بھی دیوار سے ٹکرا لیے جائیں پھر بھی وہ اپنے موقف پہ قائم رہتے ہیں۔ مجھے "بس ان لوگوں پہ افسوس ہوتا ہے جو تمہیں جھیلنے کا کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ اس کا شانہ تھپتھپا کر اچھی خاصی اس کی کلاس لیتے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ چہرے پہ سرد سا تاثر قائم تھا۔

لو جی نانا کر کے بھی اتنا کچھ سنا گیا ہے یہ انسان۔ جب سنائے گا تو کونسا قہر ڈھائے " گا۔

وہ منہ بسورتے ہوئے گویا ہوا۔ صدام نے اس کی بات پہ مسکراہٹ دبائی تھی کیونکہ شرام کی طبیعت سے وہ بخوبی واقف تھا ابھی بھی وہ صرف صدام کے اصرار پہ یہاں آیا تھا۔

"فارس میرا موبائل تو دے دو کم از کم۔"

مریم کی آواز پہ اس نے گہرا سانس بھرتے اپنی جیب میں سے موبائل نکالتے اس کی ہتھیلی پہ رکھا۔

"موقع ہے ابھی بھی سنبھل جاؤ بعد میں سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

وہ ایک دوست ہونے کی حیثیت سے شاید اسے سمجھانا چاہتا تھا کیونکہ آج دو تین لڑکوں کی غلیظ نگاہیں وہ اس پہ محسوس کرچکا تھا اس کے لباس سے تو فارس کو ویسے بھی چڑ تھی مگر آج اس کا تن بدن جھلس اٹھا تھا تبھی اسے سبق سکھانے کا سوچا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ جسے وہ سبق سکھانے کا سوچ رہا تھا وہ اپنی مرضی کی مالک تھی۔

میں اپنا اچھا برا بخوبی جانتی ہوں فارس تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ میں "آخری بار میں تمہیں وارن کر رہی ہوں۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولی تو فارس نے تاسف سے اس کی جانب دیکھتے قدم سب کی جانب بڑھائے تھے۔ عقیفہ گھر سے فون آنے کی بدولت پہلے ہی جاچکی تھی۔

"رات کو تیار رہنا تم تینوں جانا ہے نا۔"

پریسہ جاتے جاتے ان تینوں کو ہدایت کرنا نا بھولی کیونکہ ان کا رات کو عقیفہ کے گھر جانے کا ارادہ تھا تاکہ وہ لوگ اس کے اماں ابا کو ٹرپ پہ جانے کیلئے منا سکیں۔

"او کے تمہارے گھر ہی ملاقات ہوتی ہے پھر پری وہی سے عقیفہ کے گھر جائیں گے۔"

عنا ب مسکراتے لہجے میں بولی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

کچھ ہی دیر میں وہ سب آگے پیچھے گھروں کی جانب بڑھے تھے۔ پریسہ اور صدام گاڑی میں تھے۔ ہادی اور ارتضیٰ اس کی ہیوی بائیک پہ موجود تھے۔

ارتضیٰ تم مجھے بھی ہیوی بائیک چلانا سکھاؤ نا۔ میرا بھی بہت دل کرتا ہے بائیک چلانے کو۔

وہ پرشوق نگاہوں سے بائیک کو دیکھتے ہوئے بچوں کی سی معصومیت سے گویا ہوئی۔ ارتضیٰ نے مسکراہٹ دبا کر اس کی جانب دیکھا۔

ارے بہنا تھوڑا وقت مزید ٹھہر جاؤ پھر ارتضیٰ تمہیں بائیک چلانا تو کیا بائیک کی سیر بھی " "خود کروائے گا اور آسمان کی بلندیوں کو بھی پہچائے گا۔

وہ معنی خیز نگاہوں سے ارتضیٰ کو دیکھتے ہوئے شیطانیت بھرے لہجے میں بولا جواباً اپنی کمر پہ پڑنے والے دھموکے سے وہ کراہتے اپنی کمر سہلانے لگا۔ اس دوران فارس کی سپورٹس کار ان کے عین نزدیک دھول اڑاتی ہوئی رکی تھی۔ ان سب نے ستائشی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو ایک ادا سے اب اپنے بالوں کو سنوار رہا تھا۔

"آؤ عنب مریم تم دونوں کو آج میں گھر ڈراپ کروں گا تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے۔"

وہ شاہانہ انداز میں بولا۔ بریزہ کو ڈرائیور لینے آچکا تھا جس کی بدولت وہ بھی جاچکی تھی۔ عنب تو اس کی بات پہ بنا کسی تردد کے سرعت سے دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ مریم بھی اس کی تقلید کرتی فارس نے گاڑی کو سرعت سے لاگ کر دیا۔

"پہلے تم مجھے یقین دہانی کرواؤ کہ کل وہی ٹراؤڈر پہن کر آؤں گی۔"

وہ مسکراہٹ دباتے مزے سے بولا۔ مریم نے رعونت زدہ نگاہیں اس کے چہرے پہ جمالی۔

"مر جاؤ تم کمیٰنے انسان۔"

وہ اس کے شانے پہ مکہ جڑتے ہوئے تلملا کر بولی تو وہ دلکشی سے قہقہہ لگاتے گاڑی کا لاک کھول گیا۔ مریم نے سر جھٹکتے اپنی جگہ سنبھالی تھی۔ معاً ان کی نگاہ ارتضیٰ کی بائیک کی جانب اٹھی جہاں ہادی پکی لڑکیوں کی طرح اس کے پیچھے بیٹھے اس کے بازوؤں سے ہاتھ گزارتے اس کے شانوں کو تھام چکا تھا۔ ان دونوں کے منہ اس کی حرکت پہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

منہ بند کر لو لڑکیوں شدید تر سے ہوئے لوگ ہیں میرے دوست۔ کوئی لڑکی منہ نہیں لگاتی اسی لیے خود ہی اپنی حسرتیں پوری کر لیتے ہیں۔

وہ ان کے کھلے منہ پہ چوٹ کرتے ہوئے مزے سے بولا اور زن سے گاڑی آگے بھگا لے گیا۔ ارتضیٰ نے بھی زبردست قسم کا ٹھوکا ہادی کے پیٹ پہ مارتے بائیک کوکک لگاتے ہوا میں اڑائی تھی۔ اب وہ سب آگے پیچھے اپنے اپنے گھروں کی جانب گامزن تھے۔

"کیا لگتا ہے کہ اس کے ماما بابا مان جائیں گے۔"

عنا ب اور مریم نے یکے بعد دیگرے ایک ہی قسم کا سوال کرتے اسے اچھا خاصہ عاجز کر دیا تھا۔ وہ جو خود ابھی پڑی تھی ان کے سوالوں نے اسے مزید گھما ڈالا تھا۔

"تم دونوں اپنے منہ بند رکھو گی تو ضرور کر دیں گے۔"

وہ دانت کچکچا کر بولی اور ایک طار پھر اپنی توجہ ونڈ سکریں سے باہر دوڑتے مناظر پہ جمالی۔ وہ تینوں صدام کے ساتھ عقیفہ کے گھر جا رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا مگر پھر بھی وہ ایک بار اپنی قسمت آزمانا چاہتی تھی۔ پریسہ تو اس کے گھر کے حالات سے واقف تھی مگر اس نے غلطی سے بھی کسی کے سامنے ان باتوں کا ذکر

نہیں کیا تھا۔ اسی اثناء میں کچھ دیر کی مسافت کے بعد گاڑی ایک تنگ سی گلی کے عین باہر کی تھی۔ وہ تینوں گاڑی رکتے ہی گاڑی سے باہر نکل آئی۔

"بھائی آپ نہیں چل رہے کیا اندر۔"

صدام جو سکون سے گاڑی کی سیٹ سے پشت ٹکا کر بیٹھ گیا تھا پریسہ کی حیرت میں ڈوبی آواز پہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"میرا اندر کیا کام بھلا۔ وہ آپ کی دوست ہے جاؤ شاباش میں باہر ہی انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے گویا ہوا تو پریسہ نے بھی مزید بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا اور خاموشی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ شام کے چھ بجنے کی بدولت ہلکی ہلکی تاریکی چھا رہی تھی۔ گھر کی بیل بجاتے ہی چند ساعتوں بعد ہی دروازہ کھلا اور صفیہ نمودار ہوئی مگر سامنے کھڑی پریسہ کو دیکھ ان کے لبوں کی تراش پہ خوبصورت مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ارے پری آئی ہے آجا میرا بچہ کیسا ہے۔"

وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولی ساتھ ہی عناب اور مریم کے سر پہ بھی پیار دیا۔

"ہم تو بالکل ٹھیک ہے آنٹی آپ بتائیں اور عقیفہ کہاں ہے۔"

وہ محبت سے مسکرا کر بولی اس دوران وہ انہیں لاؤنج میں لے آئی تو پریسہ نے صوفے پہ بیٹھتے استفسار کیا۔

وہ تو جب سے یونی سے آئی ہے ایسے لمبی تان کر سوئی ہے جیسے کوئی حل چلا کر آئی 'ہو۔' کو میں بلاتی ہوں۔ منال آپ کو اٹھاؤ اپنی۔

انہوں نے مسکرا کر بولتے منال کو آواز دی تھی۔ اس دوران انہوں نے چائے بھی چولے پہ چڑھادی تھی ساتھ نعیم کو اس کے ساتھ کا سامان لانے کیلئے فون بھی ملا دیا تھا۔ کچھ دیر میں عقیفہ جوں ہی مندی مندی آنکھیں کھولے لاؤنج میں آئی وہاں موجود پریسہ عناب اور مریم کو دیکھ اس کی آنکھیں خوشگوار حیرت سے پھیلتی چلی گئی۔ وہ سرعت سے اپنی آنکھیں کھولتی تیز تیز قدم اٹھاتی ان کی جانب آئی۔

"ارے تم لوگ کب آئے اور یوں اچانک بتایا بھی نہیں۔"

وہ ان سب سے ملتے ہوئے بولی ساتھ ہی پریسہ کے واں کیے گئے بازوؤں میں آسمائی۔

"ہم نے سوچا تم نے تو کبھی اپنے گھر بلانا نہیں ہے ہم ہی تمہیں سرپرائز کر دیں۔"

عنان کی چمکتی ہوئی آواز پہ وہ دھیمسا مسکرائی تھی۔

کیوں اس گھر میں آکر تم لوگوں کو کیا مل جانا تھا۔ "اس کی بات کے جواب میں س قدر"

عفیفہ کا تلخ لہجہ سن وہ سب جہاں کے تھاں رہ گئے۔

"ویسے تم لوگ کس کے ساتھ آئے ہو۔ اس قائم تن تنہا آنے سے تو رہے۔"

وہ اطراف میں نگاہیں دوڑاتے ہوئے نا سمجھی سے گویا ہوا جواباً پریسہ نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

ہاں صدام بھائی کے ساتھ آئے ہیں وہ باہر ہی ہیں ہم تو بس انکل کا انتظار کر رہے ہیں جیسے ہی وہ آئے تو ان سے بات کر کے نکلنے والے بنے۔

وہ سہولت سے بتاتی آخر میں جتانے والے انداز میں بولی تو عفیفہ کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اسے اب ان کے یہاں آنے کا مفہوم سمجھ آیا تھا۔

"تو انہیں بھی اندر بلاتی نا ایسے اچھا تھوڑی لگتا ہے کہ وہ باہر ہیں اور تم سب اندر۔"

وہ اس پہ افسوس کرنے والے انداز میں بولی۔ صفیہ وہاں سے اٹھ کر کچن میں جا چکی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد نعیم بھی رومال سے اپنا ماتھا پونچھتے جوں ہی اندر داخل ہوئے تو عقیفہ کے لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ جیسے کسی نے نوچ لی تھی۔ چہرہ بالکل بے تاثر ہو گیا جو کسی نے ناسی البتہ پریسہ اور صفیہ نے شدت سے محسوس کیا تھا۔ عقیفہ کے بجائے پریسہ نے ہی اس کی دوستوں سے ان کا تعارف کروایا تھا۔ عقیفہ اس دوران بالکل خاموش بیٹھی اپنی انگلیاں مسل رہی تھی۔

بات سنو ذرا باہر نا بڑی سی گاڑی میں نا ایک لڑکا ہوگا اسے بھی اندر لے آؤ وہ پری کا"

"بھائی ہے ایسے اچھا تھوڑی لگتا ہے۔

صفیہ کی بات پہ وہ اثبات میں سر ہلاتے باہر کی جانب بڑھ گئے تو عقیفہ خاموشی سے صفیہ کی مدد کروانے لگی۔ اس دوران وہ تینوں منال اور نوال کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔ مریم کو تو ویسے بھی جڑواں کو دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا اور اب جب وہ اس کے سامنے تھی تو یہ کیسے نا ممکن تھا کہ وہ سڑیک نا بھیجتی۔ اس کی ہمیشہ والی حرکت پہ عقیفہ ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دی تھی۔

"عفیفہ نو ڈاؤٹ مگر تمہاری بہنیں تم سے زیادہ خوبصورت ہیں۔"

مریم نے صاف گوئی سے اپنی رائے کا اظہار کرنا ضروری سمجھا۔ عفیفہ اس کی بات پہ نرمی سے مسکراتے ان سب کو چائے پیش کرنے لگی۔ اس دوران صدام بھی اپنی شاندار شخصیت سمیت خوشبو بکھیرتا اندر داخل ہوا تو عفیفہ نے مسکرا کر اسے سلام کیا تھا جس کا جواب اس نے سنجیدگی سے سر ہلاتے ہوئے دیا۔ اس دوران اس کی نگاہیں ہنوز جھکی ہوئی تھیں۔

"انکل ہمیں ناآپ سے کچھ بات کرنی تھی اگر آپ برا نا مانیں تو کر سکتے ہیں کیا ہم۔"

پریسہ نے گلہ کھنکھارتے بات کی تہمید باندھی تو سب کی نگاہیں اس کی جانب اٹھی تھیں۔ ان کے نا سمجھی سے خود کو دیکھنے پہ پریسہ نے مزید بات کا آغاز کیا۔

انکل وہ دراصل کل شام میں ہمارا ٹرپ جا رہا ہے مالم جبنا جامعہ کی طرف سے۔ دراصل "یونی والوں نے تو ہفتہ پہلے ہی اگاہ کر دیا تھا مگر عفیفہ نے ناجانے کیوں اس چیز کا ذکر

نہیں کیا آپ سے۔ اب ہم سب جارہے ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ عقیفہ کو بھی "ہمارے پاس بھیج دیں کیونکہ یہ ہمارا بالکل پہلا اور آخری ٹرپ ہے۔

وہ اپنی کپکپاتی ہوئی انگلیوں کو چٹختے عاجزانہ لہجے میں بولی۔ مریم اور عناب نے بھی زور و شور سے تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔ عقیفہ نے سکون سے صوفے سے پشت ٹکالی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ابا کا جواب کیا ہونے والا ہے۔ انہوں نے کبھی اسے کسی خالہ پھپھو کے گھر جانے کی اجازت نہیں تھی وہ بھی رہنے کی خاص طور پہ اتنی دور جانے کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ کچھ دیر لاؤنج کی فضا میں خاموشی کا راج رہا۔

"پری ابا کو پریشان مت کرو یہ ممکن نہیں۔"

کوئی مسئلہ نہیں ہے بیٹا۔ میری جانب سے اجازت ہے جانے کی مگر سکیورٹی کا کیا۔

سین ہوگا مطلب سخت حفاظت کی جائے گی گا کیونکہ وہ علاقہ خطرے سے بالکل خالی

"نہیں ہے نا۔"

ان کی بات پہ عقیفہ نے بے یقینی کی کیفیت میں جھٹکے سے رخ مورتے ان کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پہ ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ اس نے اسی طرح پریسہ کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ خوشحالی لوٹ آئی تھی۔

جی انکل اس چیز کا کوئی مسئلہ نہیں ہے تمام سینئرز اور اساتذہ بھی ساتھ ہی "ہونگے۔ ہم آپ کی بیٹی کو محفوظ یہاں پہنچائیں گے۔"

اس سارے واقعے میں صدام نے پہلی بار زبان کھولی تھی۔ صفیہ تو اس کے نرم لہجے پہ صدقے واری چلی گئی۔ ان کی توقع کے برعکس نعیم نے جو فیصلہ کیا تھا اس نے انہیں نے تحاشہ خوشی دی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ان سے ایک بار پھر تصدیق کر لینے کے بعد وہ سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ انہیں بھی گھر جا کر تیاریاں کرنی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے کہ سامنے سے آتی شخصیت کو دیکھتے عقیفہ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ اس کے دل نے شدت سے یہ دعا کی تھی کہ وہ کسی روپوش ہو جائے۔ اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے نعیم کی جانب دیکھا جو اس کے دیکھنے پہ نگاہیں چڑا گئے۔

"ارے بڑے بڑے لوگ آئے ہیں یہاں۔ سب خیر ہے نا۔"

وہ پریسہ کو نگاہوں کے حصار میں لیے معنی خیزی سے بولا مگر اس کے لہجے میں چھپی خباثت صدام کے اعصابوں پہ نہایت گراں گزری تھی تبھی وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے اس کی سمت بڑھا اور اس کے کالر کو اپنے شکنجے میں لیتے ایک جھٹکا دیا۔

میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو مگر اپنی نگاہوں کو لگام دو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا" اور انکل معذرت کے ساتھ جب گھر میں جوان بیٹیاں ہو تو ایسے غلیظ ذہنیت کے حامل "مردوں کو گھر میں گھسانے سے گریز کیا کریں۔

وہ سرد مہری سے ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

نہیں بیٹا جی وہ بس مزاق کر رہا ہے۔ اس کی عادت ہے آپ کسی غلط فہمی کا شکار" "ہو رہے ہیں۔

نعیم نے بات رفع دفع کرنی چاہی تبھی اسے سمجھانے والے انداز میں بولے۔ ان کی صفائی پہ صدام نے بغیر کان دھڑے فقط ہنکارہ بھرنے پہ اکتفا کیا اور پریسہ کی کلائی تھامتے گھر

کا خارجی دروازہ عبور کر گیا۔ ان کے جاتے ہی عقیفہ نے تنفر بھری نگاہ یاسر پہ ڈالی جو اپنی گھنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔

ااری دنیا سمجھ جائے گی مگر میرے ماں باپ اس خبیث انسان کے دیوانے ہی رہیں۔" گے۔ رہی بات آپ کے اس احسان کی جو آپ مان گئے ابا مگر اس کا مطلب میری ہامی یا ہار کی صورت میں مت سمجھیے گا۔ کہ آپ نے میری خوشی کو ترجیح دی تو میں بھی آپ کی "خوشی کو ترجیح دوں گی۔"

وہ اذیت سے بولتی ایک ذہر خند نگاہ یاسر پہ ڈالتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ یاسر اس کی بات پہ تمسخر سے ہنستے صفیہ کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"کیا ہوا سب خیریت ہے نا جو یہ لوگ یہاں آئے ہوئے تھے۔"

وہ صوفے پہ بیٹھتے گہرے لہجے میں گویا ہوا تو ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا۔

ہاں وہ کل عقیفہ ٹرپ پہ جارہی ہے نا اپنی یونی کے ساتھ تو اسی متعلق کوئی بات "پیت کرنی تھی۔"

نعیم نے دل بڑا کرتے اسے آگاہ کیا تو یاسر کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئی۔ وہ ٹیک چھوڑتے سرعت سے سیدھا ہو بیٹھا۔

ٹرپ پہ وہ بھی یونی والوں کے ساتھ چچا۔ ایسا کیسے ممکن ہے لڑکی ذات ہے کوئی اونچ "نیچ ہو گئی تو۔"

وہ مصنوعی پریشانی ظاہر کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں گویا ہوا تو نعیم نے اس کی پریشانی پہ ہولے سے مسکراتے نفی میں سر ہلایا۔

ارے نہیں نہیں پتر اعتبار والے بچے ہیں سارے اور رہی بات عقیفہ کی تو مجھے اس پہ "بھی پورا اعتبار ہے۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولتے اسے بہت کچھ باور کروا گئے۔ یاسر کے چہرے پہ ناگواری کی واضح تحریر رقم تھی جو ان کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہیں رہی۔

آپ کو ایک بار مجھ سے بھی اجازت لے لینی چاہیے تھی آخر کو اس گھر کا فرد ہوں میں " "بھی اور اب تو عقیفہ کا منکیتر بھی ہوں۔

وہ سختی سے مٹھیوں کو بھینچتے مونچھوں کو گھماتے ہوئے ایک ادا سے گویا ہوا۔ صفیہ نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا جو شاید اس پہ حق جتنا چاہ رہا تھا۔

فلحال وہ صرف میری بیٹی ہے اور میں نے اس کیلئے جو بھی فیصلہ لیا ہے اچھا ہی لیا " ہوگا جب وہ تم سے جڑیں گی تو مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہوگا تمہارے فیصلوں میں دخل اندازی کا مگر ابھی اس کے حق میں کسی بھی قسم کا فیصلہ لینے کا اختیار میرے پاس ہی ہے۔ "

نعیم اپنی اذلی نرم لہجے میں بولے۔ وہ غصے کا اظہار کرتے بات کو بڑھانا نہیں چاہتے تھے۔ یاسر کو بھی اب کی بار اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا تو نجل سا ہو گیا۔ اسے اتنی جلدی ایسا برتاؤ نہیں کرنا چاہیے تھا۔

ارے چچا تم تو غصہ ہی کر گئے۔ میں تو بس لڑکی ہونے کی بدولت پریشان ہو رہا تھا مگر تم "ٹھیک کہ رہے ہو تم نے جو بھی فیصلہ لیا ہے بہترین ہی لیا ہے۔ بس وہ جہاں بھی رہے خوش رہیں ہمیں اس کی خوشی ہی عزیز ہے اور میں نے اس کا انتخاب بھی تو اسی لیے کیا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کی بیٹیاں کس قدر بھلی مانس ہے میرا گھر سنور "جائے گا۔"

اس کے محبت سے بولنے پہ ان دونوں کے تنے ہوئے اعصاب سرعت سے ڈھیلے پڑے تھے۔ وہ دونوں اس کی بات پہ کھل کر ہنس دیے۔ وہ ایسا ہی تو تھا لمحوں میں اپنے مصنوعی نرم لہجے سے کسی کو بھی اسیر کر لینے والا اور ابھی بھی ایسا ہی ہوا تھا کہ اس کی باتوں سے ان کے تمام شک و شبہات دور ہوتے چلے گئے تھے۔ اس کے برعکس یا سر کا وجود کسی نے انگاروں کی ضد میں رکھا ہوا تھا۔ وہ کیسے اس بات کو ہضم کر لیتا کہ وہ تین راتیں گھر کے باہر رہے گی اور وہ بھی غیر مردوں کے ساتھ۔ وہ اشتعال کے عالم میں اپنی مٹھیوں کو بھینچ گیا۔

"بھائی کالم ڈاؤن آپ نظر انداز کریں نا۔"

پریسہ نے اس کے چہرے پہ چھائی سرخی بھانپتے اسے تسلی دینی چاہی مگر جواب میں ملنے والی اس کی ذبردست گھوری کی بدولت وہ اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ گئی۔

نظر انداز کر دو اس انسان کی نگاہوں کو۔ میری سمجھ سے باہر ہے کہ تین بیٹیوں کے ماں "باپ ہونے کے باوجود وہ کسی ایسے مرد کو اندر گھسنے ہی کیوں دے رہے ہیں جس کی "نگاہیں انہیں گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

وہ سٹیریننگ پہ مکہ مارتے ہوئے دھیمے لہجے میں غرایا۔ وہ عناب اور مریم کو ان کے گھروں میں چھوڑتے واپسی کے سفر کی جانب گامزن تھے۔ پریسہ نے سہمی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا ذہن میں خیال سا آیا کہ اسے بتادیں عقیفہ کے متعلق مگر پھر وہ کیا کر سکتا تھا اس بابت یہ سوچ کر ایک خاموش نگاہ اس پہ ڈال کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اس کیلئے یہی بہت تھا کہ عقیفہ بھی ان کے ساتھ جارہی تھی اور فلحال وہ اسی میں ہی خوش رہنا چاہتی تھی۔ مزید کسی بھی سوچ کو خود میں الجھا کر وہ اپنا مزا کرکڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"پری۔"

معاً صدام کی پرسوچ آواز پہ اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جو گہری نگاہوں سے اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔

"کچھ چھپا رہی ہو کیا آپ مجھ سے۔"

اس کے سپاٹ لہجے پہ پریسہ کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ اس نے بے ساختہ اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیری۔

"نہیں بھائی کیا ہو گیا ہے میں کیوں آپ سے کچھ چھپانے لگی۔"

وہ حتی الامکان اپنے لہجے کو نارمل کرتے ہوئے بولی تو صدام نے بھی مزید کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنی توجہ ڈرائیونگ کی جانب مبذول کرائی۔

"میں سوچ رہی ہوں حمزہ کو باہر بھیج دو کیا خیال ہے تم دونوں کا۔"

رومانہ نے سنجیدگی سے ان دونوں کو مخاطب کیا جو پوری طرح اپنے موبائل میں محو تھی۔ وہ غصے سے پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

"میں تم دونوں سے مخاطب ہو مریم عائشہ۔"

وہ ٹیلے لہجے میں بولتی ان دونوں کو اپنی جانب متوجہ کر گئی۔

کیا ہو گیا ماما۔ میں بس دو تین ڈریس شرٹس دیکھ رہی تھی انہیں کہا ہے کہ کل دوپہر تک "پہنچادیں کیونکہ میں ان کی ریگولر کسٹمر جو ہوں اب دیکھیں کیا جواب آتا ہے۔"

مریم کی بات پہ وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی جس کی توجہ فلحال جامعہ کی ٹرپ کی جانب تھی اور کچھ اسے سوچھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔

مریم وہ جو تمہاری کبرڈ بھری پڑی ہے اور کے علاوہ عائشہ کے بھی تو ڈھیروں شرٹس "اپینٹس ہیں تم ان سے بھی گزارا کر سکتی ہوں۔"

وہ طیش کے عالم میں باور کرانے والے انداز میں بولی۔

ایم سوری ماما۔ میں اس میں گزارا نہیں کر سکتی۔ اب وہ سب تو میں یونی پہن کر جا چکی۔
 "ہوں دوبارہ پہن کر جاؤں گی تو کیا اچھا لگے گا۔"

وہ منہ بسور کر بولتی اسے تاسف میں مبتلا کر گئی۔ عائشہ ان دونوں کی باتوں سے بے نیاز اپنی
 ٹک ٹاکس بنانے کی جانب متوجہ تھی۔ رومانہ نے حیرت سے ان دونوں کو دیکھا جو ناجانے
 کونسی راہ کی جانب جا رہی تھی۔

"اچھا میں سوچ رہی تھی کہ حمزہ کو باہر بھیجا دوں۔"

وہ ایک بار پھر اپنی رائے کا اظہار ان دونوں سے کرتے ہوئے بولی۔ مریم کی آنکھیں ان کی
 بات پہ چمک اٹھی۔ حمزہ یہاں سے جائے گا مطلب اس کیلئے آزادی ہی آزادی۔
 ماما نیک کام میں دیری نہیں کرنی چاہیے ویسے بھیج کہاں رہی ہیں اسے اور کس کے
 "زر پے۔"

وہ موبائل شیشے کی میز پہ رکھتے دونوں ٹانگیں صوفے پہ رکھ کر آرام دہ حالت میں بیٹھ گئی
 اور مدھم سے لہجے میں بولی۔

سوچ رہی ہوں دبئی کا کیونکہ وہاں میرے کزن رہتے ہیں ان کے ذریعے وہی کا ویزا لگ "سکتا ہے۔"

وہ تفصیل اس کے گوش گزار تے ہوئے بولی تو مریم کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا کہ اس رات حمزہ شاید کسی لڑکی سے ہی فون پہ گفتگو کرنے میں مصروف تھا۔ ناجانے دل کے کس کونے میں حمزہ کیلئے نرم احساس جاگا تھا تبھی اس نے بات کرنے کا سوچا۔

اما ویسے میرے مطابق اگر آپ حمزہ کو وہاں بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہیں تو پھر اس کی "شادی یا پھر نکاح ہی کروادیں لیٹ لیسٹ کیونکہ اگر اس نے وہاں کو پھنسالی تو آپ کو "ہی مشکل ہوگی ہم نے تو اگلے گھر ہی چلے جانا ہے۔"

وہ کندھے اچکا کر بولتی انہیں ڈراوا دینا چاہتی تھی۔ اس نے کھلے لفظوں میں اظہار نہیں کیا تھا کہ حمزہ کو اس نے کسی لڑکی سے بات کرتے ہوئے سنا ہے۔

"تمہیں اپنے علاوہ کسی اور کا خیال کیسے آگیا باجی۔"

عائشہ کی آواز پہ اس نے کینہ توڑنگاہیں اس پہ جمائے دانت کچکچائے جو عذاب بن کر اس کے سر پہ منڈلاتی رہتی تھی۔

نہیں ابھی تم ان سب چیزوں کی بابت بھول جاؤ۔ نکاح تو قطعی نہیں کیونکہ۔ اگر وہ " اس کی بیوی کے عہدے پہ فائز ہو جائے گی تو پھر وہ وہاں جو کمائے گا سب کچھ اپنی بیوی کے نام لکھے گا اور میں ایسا قطعی نہیں ہو سکتی وہ میرا بھی بیٹا ہے اور مجھے بھی اس سے کچھ فائدہ اٹھانا ہے اب تک میں تم لوگوں کا کرتی آئی ہوں اب تم لوگوں کو بھی "کچھ حق ہے یا نہیں۔

وہ تنفر سے بولتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ مریم نے پریشانی سے ان کی جانب دیکھا جو اپنے موقف پہ ڈٹی ہوئی تھی۔ اسے کسی بھی طرح اب حمزہ سے بات کرنی تھی تاکہ وہ ان کے کچھ کرنے سے قبل ہی اپنے لیے کوئی جگاڑ لگا لیتا تبھی اپنا فون تھام کر سب سے پہلے حمزہ کے نمبر پہ میسج سینڈ کیا تھا۔

رات کے سائے چاروں اطراف میں اپنے پر پھیلا رہے تھے۔ ایسے میں نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ تاروں بھرے آسمان پہ نگاہیں جمائے کسی گہری سوچ میں غلطاں تھی۔ گھڑی کی مخصوص ٹک ٹک کی آواز پہ اس کی توجہ اس منظر سے ہٹتے کمرے کے مناظر پہ آکر کی جہاں منال اور نوال بیڈ پہ پرسکون نیند سوئی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں حسرت سی جاگی کہ کاش وہ بھی اس قدر سکون سے سو سکتی۔ یاسر کی بابت سوچتے اس کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے تھے۔ اس نے ایک نظر گھڑی کی جانب دیکھا جو رات کے دس بج رہی تھی۔ پیاس کی شدت سے خشک پڑتے لبوں کو بے دردی سے کچلتے وہ پانی پینے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"ارے اماں آپ ابھی تک سوئی نہیں۔"

وہ صفیہ کو کچن میں بیٹھا دیکھنا سمجھی سے گویا ہوا تو انہوں نے چونک کر آواز کے تعاقب میں دیکھا۔

سونے ہی جارہی تھی مگر پھر باہر چل رہی ہواؤں کا خیال آگیا۔ چھت پہ کپڑے ڈالے "ہوئے ہیں مگر ہوا بہت تیز ہے اوپر۔"

وہ پریشانی سے پیشانی مسلتے ہوئے بولی۔

تو آپ مجھے جگالیتی نا اماں۔ ایسے اوپر جاتی تو گھٹنوں میں درد ہوتا۔ اب جائیں آپ کمرے "میں۔ میں دیکھ لیتی ہوں اور آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ تاسف سے نفی میں سر ہلا کر بولتے خود زینوں کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے جوں ہی قدم چھت پہ رکھے ٹھنڈی معطر کردینے والی ہواؤں نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس نے گہرا سانس بھرتے اس کی مہک کو خود میں سمونا چاہا تھا۔ بارش کسی بھی وقت ہو سکتی تھی کیونکہ آسمان پہ کالی گھٹاؤں نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وہ سرعت سے رسی پہ لٹکے کپڑوں کو اس سے پہلے اتارتی اپنے عقب میں بھاری قدموں کی چاپ محسوس کرتے اس کی آنکھیں تحیر سے آخری حد تک پھیلی تھی معاً صفیہ کا خیال کرتے وہ اپنے سر پہ ہاتھ رکھتے مڑی۔

"امی آپ۔"

اپنے سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ اس کا سانس سینے میں ہی کہی اٹک گیا جبکہ چہرہ خوف کے زیر اثر درد پڑ گیا۔ یاسر نے دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے گہری پرتپش نگاہیں اس کے وجود پہ جمادی جس کا دوپٹہ معمول کے برعکس شانے پہ جھول رہا تھا۔ عقیفہ جو کسی سے بھی نہیں ڈرتی تھی رات کے اس پہر اپنے سامنے کھڑے یاسر کو دیکھتے اس کے دل کی دھڑکن باقاعدہ سست پڑی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ اور اندر کیسے آئے۔"

وہ حتی الامکان اپنے لہجے کو سخت بناتے ہوئے گویا ہوئی تو وہ اس کی بات پہ تمسخر سے ہنستے دو قدم اٹھاتا اس کے نزدیک ہوا۔

تمہیں دیکھنے آیا تھا سینے میں ایک آگ سی جل رہی تھی بس تمہارے دیدار سے وہی "مٹانی تھی۔"

وہ اپنا نچلا لب دانتوں میں دباتے ہوس بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں بولا۔ عقیفہ کے پور پور میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ اس نے سرعت سے اپنے وجود پہ موجود ڈوپٹے کو سر پہ اوڑھنا چاہا مگر اس سے قبل ہی وہ یاسر کی گرفت میں آچکا تھا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی رات کے اس پہر یہاں آنے کی اور میرا دوپٹہ چھوڑو یاسر ورنہ "

"میرے سے برا کوئی نہیں ہوگا سمجھے۔

وہ دھیمے لہجے میں غراتے کسمسانے لگی۔ ساتھ ساتھ اس کا دھیان لگ کی جانب جارہا تھا مبادہ کوئی اوپر نا آجائے کیونکہ اگر کوئی اوپر آتا تو یاسر تو پامال ہوتا ہی ساتھ اس کے کردار پہ بھی انگلیاں اٹھتی۔ اس نے بہت مشکل سے اپنے آنسوؤں کو اندر دھکیلا تھا۔ وہ اس کے سامنے رو کر خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ارے ایسے کیسے چھوڑ دوں ابھی تو پکڑا ہے اب کل تم چلی جاؤ گی تو میں اپنا دل کیسے "

"بھلاؤں گا بھلا۔

وہ اپنے انگلیوں سے اس کی ٹھوڑی کو جکڑتے مصنوعی افسردگی سے گویا ہوا۔ عقیفہ نے اس کے سینے پہ ہاتھ مارتے اسے خود کو دور دھکیلنا چاہا مگر وہ تو جیسے درندہ بنا اسے خود میں بھینچے کھڑا تھا۔ تکلیف کی شدت سے عقیفہ کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگی۔ یاسر چھوڑو مجھے ورنہ میں چلا چلا کر پورا محلہ اکٹھا کر لوں گی پھر اپنے انجام سے تم بخوبی "واقف ہو جاؤ گے۔"

وہ ایک جھٹکے سے اسے خود سے دور دھکیلتی بھینگے لہجے میں وارن کرتی اس سے پہلے نیچے کی جانب بھاگتی یاسر نے ایک جست میں اس کی کمر کے گرد بازو حائل کرتے اپنی سمت کھینچا تھا۔ عقیفہ کو اپنے وجود میں چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

"یا اللہ! نہیں پلیز نہیں مجھے اس سے پہلے ہی اٹھالے یا میرے خدا۔"

وہ جتنی شدت سے چیخ سکتی تھی چلائی تھی مگر لگے ہی لمحے اپنے لبوں پہ اس حیوان کا بھاری ہاتھ محسوس کرتے اسے اپنا سانس رکنا ہوا محسوس ہوا۔ عقیفہ نے اس کے ہاتھ پہ ناخن کھبوتے اسے خود سے دور کرنا چاہا تھا مگر وہ تو گرفت مزید مضبوط کرتا جا رہا تھا۔

"پلیز یاسر تمہیں خدا کا واسطہ ہے چھوڑ دو میرے ابا کے یقین کا ہی بھرم رکھ لوں پلیز۔" وہ ملتجیانہ لب و لہجے میں بولتی اس کے اگے ہاتھ جوڑ گئی۔ اس کی بے بسی و بے کسی پہ وہ دل کھول کر ہنسا تھا۔

ایک شرط پہ چھوڑوں گا کہ اگر تم کل ٹرپ پہ نہیں جاؤں گی کیونکہ اگر تم کل ٹرپ پہ گئی تو پھر جانتی ہو کیا ہوگا پھر روز تمہارے گھر تو آتا رہوں گا مگر تمہاری بہنوں کی خاطر "ہوسکتا ہے جذبات کی رو میں بہکتے میں کوئی ایسا قدم۔"

اس سے پہلے کہ خباثت سے ہنستے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ اپنی بات مکمل کرتا لگے ہی لمحے عقیفہ کا ہاتھ اٹھا اور اس کے گال پہ نشان چھوڑ گیا۔ اس کی جرأت پہ یاسر کو اپنے گال کے ساتھ اپنا دل بھی جلتا ہوا محسوس ہوا۔ لگے ہی لمحے وہ جھکی اور زمین پہ رکھی

لیسٹ اٹھاتے بغیر کوئی لحاظ کیے اس کے سر پہ ماری تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے دوہرا ہوتے بلبلا کر ڈھے جانے والے انداز میں زمین پہ گرا تڑپنے لگا۔ اس کی پیشانی سے خون کا فوارا ابلتے دیکھ عقیفہ کی آنکھیں لہو رنگ ہو گئی۔ وہ بگڑے تنفس سمیت اس کے سینے پہ زور زور سے اپنے پاؤں مارنے لگی۔

تم مر جاؤ یا سر تم مرد کے نام پہ دھبا ہو۔ ایسی موت مرو تم کہ بس سب کو عبرت " حاصل ہو جائے۔ اور اگر میری بہنوں پہ کوئی غلط نگاہ ڈالی تو تمہاری آنکھیں نوچ لوں گی۔ وہ اس کی آنکھوں میں پاؤں مارتے بھاگنے والے انداز میں نیچے کی جانب بڑھی تھی۔ اسی لمحے بجلی ذور سے کڑکی تھی تو وہ گھبرا کر وہی زمین پہ بیٹھتی سم کر رونے لگی۔

"عقیفہ عقیفہ۔"

صفیہ کی پریشان آواز پہ عقیفہ نے سختی سے اپنے دونوں ہاتھ لبوں پہ جمائے تھے۔ اس کی آنکھوں سے یکے بعد دیگرے بے مول آنسو ٹوٹتے اس کے گال پہ بہتے چلے گئے۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی سرعت سے کمرے کا دروازہ کھولتے واشروم کی جانب بھاگی

تھی اور دروازہ لاک کرتے وہی زمین پہ بیٹھتے پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ آنکھوں میں مسلسل رونے کی بدولت جلن سی ہونے لگی تھی۔

یا اللہ پلیر ابا کی آنکھیں کھول دے وہ ایسے تو نہیں تھے۔ اگر آج یا سر کچھ کر دیتا تو اس کا "ذمہ دار کون ہوتا میں تو برباد ہو جاتی۔ میں ختم ہو جاتی یا اللہ۔ میری عصمت کو تار تار کر دیتا" وہ۔

وہ شدت گریہ سے سرخ ہوتی آنکھوں کو میچتے ہوئے بولی اور گھٹنوں میں سر دیتے گر گڑائی۔

"ایک شرط پہ چھوڑوں گا کہ اگر تم کل ٹرپ پہ نہیں جاؤ گی۔"

معاً اس کے ذہن میں اس کے الفاظ گونجے تو اس نے بے دردی سے اپنے گال پہ ہمنے والے آنسوؤں کو پونچھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ہاں نہیں مانوں گی میں کل ٹرپ پہ بھی جاؤ گی تم جیسے انسان سے اپنی بہنوں کی "حفاظت بھی کروں گی اور تم سے شادی تو قطعی نہیں کروں گی چاہے اس کیلئے مجھے اپنی جان ہی کیوں نا لینی پڑے۔"

اس نے بے تاثر لب و لہجے میں بولتے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا جہاں گالوں پہ مٹے مٹے آنسوؤں کے نشان تھے۔ وہ بیسن کانل کھولتے بے دردی سے اپنے ہاتھ منہ رگڑنے لگی جہاں اس درندے نے اسے چھوا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ہچکیوں پہ قابو پاتی واشروم کا دروازہ کھولتے باہر نکلی اور ایک خوفزدہ نگاہ بند دروازے پہ ڈالتی سرعت سے بستر میں گھستے آنکھیں میچ گئی۔ وہ بظاہر جس قدر مرضی بہادر بنتی اندر سے وہ پوری طرح سہمتے ٹوٹ چکی تھی۔ آنسو ایک بار پھر لڑیوں کی صورت میں بہتے گالوں کو بگھورہے تھے۔ ٹرپ پہ جانا اب اس کی ضد بن چکی تھی۔

"آپ کی تیاری ہو گئی پری۔"

وہ جو وارڈروب میں سر دیے جانے کیلئے کپڑے نکال رہی تھی کمرے میں داخل ہوتے عادل اور عافیہ کو دیکھ مسکراتے ہوئے ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ابھی کہاں ڈیڈا۔ ابھی تو بس دیکھ رہی ہوں۔"

وہ منہ بناتے ہوئے بولی اور تھک ہار کر وارڈروب بند کرتے ان کی جانب ہی چلی آئی جہاں وہ صوفے پہ براجمان تھے۔

"تو کب کریں گی پری وقت دیکھو آپ نے سونا بھی ہے۔"

وہ اس کے آلسی پن پہ اسے ایک گھوری سے نوازتے ہوئے بولی۔ عادل نے محبت بھری نگاہوں سے اپنی اس چھوٹی سی گڑیا کو دیکھا جو ان کے دل کا ٹکرا تھا۔ معاً باہر بادل گرجنے کی آواز پہ پریسہ کا ماتھا زور سے ٹھنکا۔ اس نے چونک کر ان دونوں کی جانب دیکھا۔

"اما ڈیڈا کیا باہر بارش ہو رہی ہے۔"

وہ اتا ولے پن سے گویا ہوئی۔ وہ سب ہی اس کی بارش سے دیوانگی کیلئے واقف تھے تبھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گئے۔ اس سے پہلے کہ بھاگنے والے انداز میں باہر کی جانب بڑھتی عادل نے بروقت اس کا بازو تھاما تھا مگر لگے ہی لمحے اس کے لبوں سے نکلتی کراہ پہ عادل کے چہرے سے مسکراہٹ فوراً سے پہلے سمٹی۔ انہوں نے پریشانی سے اسے قریب بٹھاتے اس کی بازو کا جائزہ لیا جہاں کہنی پہ بے تحاشہ خراشیں پڑی ہوئی تھیں۔

"یہ پری چوٹ کیسے لگی آپ نے بتایا کیوں نہیں۔"

وہ ڈوبتے دل کے ساتھ بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکالتے اس کے بازو پہ مرہم لگانے لگے۔ عافیہ بھی اس کی تکلیف کو دل پہ محسوس کرتے اس کا سر تھپتھپا رہی تھی مگر پریسہ اس کا سارا دھیان تو بس باہر ہو رہی بارش کی جانب مبذول ہو چکا تھا۔ وہ کسمسا کر خود کو ان کی گرفت سے آزاد کرانے کی سعی کر رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئی۔

"پری مت جانا بارش میں ایک زخم سونے پہ سہاگہ سردیوں کی بارش ہے بیمار پر جاؤ گی۔" ان کی آواز پہ وہ بغیر کان دھڑے بھاگنے والے انداز میں زینے چڑھتی چھت کی جانب بڑھی تھی۔ وہ دونوں اس کی جلد بازی پہ کڑھ کر رہ گئے۔

"پری پینگ کون کرے گا آپکی۔"

عافیہ کی آواز پہ پریسہ نے دوبارہ سر سے اندر گھسایا۔

"ماما آپ کریں گی نا۔"

وہ بائیں آنکھ دبا کر کھلکھلا کر بولتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

بیمار پڑ جائے گی ناجانے کیوں اتنی ضدی ہوتی جارہی ہے۔ آپ نے کیوں نہیں ٹوکا۔
"اے۔"

عادل نے پریشانی سے اپنی پیشانی مسلی تو عافیہ ان کی فکر پہ مسکراتے اس کے کپڑے
تہہ لگاتے بیگ میں رکھنے لگی۔

کیونکہ میں جانتی تھی کہ اس معاملے میں وہ کسی کی بھی نہیں سنے گی آپ جانتے ہیں۔
"وہ پاگل ہے اس موسم کے پیچھے۔"

وہ ہولے سے ہنستی دوبارہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"اچھا آپ نے پتہ کیا کہ احمد صاحب نے کیوں ہمیں دعوت پہ بلایا تھا۔"

وہ ان کے نزدیک جگہ سنبھالتے ہوئے بولی تو انہوں نے چونک کر اس کی جانب
دیکھا۔ احمد ہادی کے والد اور عادل کے بچپن کے دوست تھے ابھی بھی کچھ دیر پہلے

انہوں نے انہیں اپنے گھر دعوت پہ مدعو کیا تھا سب کے ساتھ۔ تبھی عادل نے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ بچے تو ٹرپ پہ جارہے ہیں ان کی واپس کے ساتھ ہی کچھ ممکن ہے۔ ہم پوچھا تو تھا ان کا کہنا ہے انہیں بہت ضروری بات کرنی ہے دوستی کو کسی اور رشتے "میں ڈھالنا ہے ایسے ہی کچھ کوڈ ورڈنگ تھی۔"

وہ الجھے الجھے تاثرات سمیت بولے تو وہ بھی ہولے سے ان کی بات سے تائید کرتے کندھے اچکا گئی۔

پریسہ بھاگنے والے انداز میں جوں ہی چھت پہ پہنچی نہایت ٹھنڈے اور خوبصورت موسم نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اس نے آنکھیں موندتے ان روح پرور ہواؤں کو خود میں سموتے گہرا سانس بھرا معاً اپنے چہرے پہ پڑتی بوندوں کو محسوس کر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس نے سرعت سے اپنا دوپٹہ باندھا اور مومی پیڑوں کو چپل سے آزاد کرتے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی چھت کے عین بیچ و بیچ آگئی۔ اسی دوران ایک سرد ہوا کا جھونکا اس سے ٹکرایا تو اس کے وجود میں کپکپی سی طاری ہو گئی۔ اس نے اپنے بازوؤں کو

سہلاتے ہمت کرتے دونوں بازو فضا میں کھولے اور گول گول گھومنے لگی۔ بارش کی بدولت لمبے بال آپس میں چپکے ہوئے تھے جبکہ لب ہولے ہولے لرز رہے تھے۔

یہ موسم کس قدر خوبصورت ہے نا خود میں بے انتہا کہانیاں لیے ایک پہیلی سا جو خود میں "الجھانے کا ہنر جانتا ہے۔ ان بارش کی برستی ہوئی بوندوں سے مجھے اپنا آپ بھی جل تھل "اکرتا محسوس ہوتا ہے۔ ان ہواؤں میں میں خود کو اڑتا محسوس کرتی ہوں۔

وہ دھیمے لہجے میں سرگوشی کرنے میں مصروف تھی وہ مکمل طور پہ خود میں لگن تھی معاً اس کی نگاہ بائیں جانب لگے شیڈ کی سمت اٹھی تو آنکھوں میں نا جانے کیوں بے تحاشہ دیپ جل اٹھے۔ وہ آنکھوں میں والہانہ پن لیے اس خوبصورت منظر کو تکنے لگی جہاں شرام خان شیڈ تلے بیٹھے سیگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس کے انگلیوں میں دبی سیگریٹ سے نجانے کیوں اسے شدید جلن محسوس ہوئی تھی۔

سب سے اچھے سے پیش آتے ہیں حتیٰ کہ اپنی انگلیوں میں دبی سیگریٹ کو بھی دیکھو "کس قدر نرمی سے پکڑا ہوا ہے بس ایک مجھ سے ہی انہیں شدید قسم کی چڑ ہے۔

وہ مجھے دل سمیت بولتی افسردہ ہو گئی۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ کیوں اس قدر الجھا ہوا رہتا ہے۔ وہ یک ٹک اسے دیکھتے ایک بار پھر بارش میں گول گول گھومنے میں مصروف ہو چکی تھی معاً ایک دم پاس ہی رکھے جھولے سے پاؤں اڑنے کی بدولت اس سے پہلے کہ وہ توازن کھوتی کسی کے مضبوط ہاتھوں نے بروقت اس کے ہاتھوں کو تھامتے اپنی جانب کھینچا تھا۔ گلے ہی لمحے وہ اپنے دونوں ہاتھ سختی سے اس کے شانوں پہ جمائے گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی۔ کسی احساس کے تحت اس نے اپنی پلکوں کو جنبش دیتے پلکوں کی جھالرجوں ہی اٹھاتے اوپر دیکھا خود کو شہرام کے حصار میں دیکھ اس کی آنکھوں میں روشنیاں سی بڑھ گئی۔ اس کی سنہری کانچ سی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھی شاید سیگریٹ پینے کا اثر تھا۔ اس کے وجود سے اٹھنے والی سیگریٹ اور کلون کی ملی جلی خوشبو اس کے حواس جھنجھلانے کو کافی تھی۔

"لگتا ہے اس موسم کی دیوانی ہیں آپ۔"

اس کے بھاری مردانہ لہجے پہ پریسہ کی آنکھیں پٹ سے کھلتے ساکت رہ گئی اسے یقین نا آیا کہ اس نے اسے مخاطب کیا ہے۔

"آپ مجھ سے بات کر رہے ہیں کیا۔"

وہ عجیب سے لہجے میں بولتے اطراف میں نگاہیں دوڑانے لگی۔ اس کی بات شہرام کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوتی دیکھ اسے اندازہ ہوا کہ اس نے تو بس اسے سہارہ دیتے گرنے سے بچایا تھا مگر وہ تو اسے اپنا مال سمجھ کر چپکے کھڑی ہے تبھی اپنی بے ساختگی پہ خفت سے سرخ پڑتے اپنے ہاتھوں کو اس کے شانوں سے ہٹا گئی۔

"میرا نہیں خیال کہ یہاں آپ کے علاوہ کوئی موجود ہے مس پریسہ آفندی۔"

وہ دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے طنزیہ لب و لہجے میں بولتے اسے ایک بار پھر شرمندہ کر گیا۔ معاً پریسہ کی نگاہ اپنے حلیے پہ پڑی تو شدت سے جی چاہا کہ زمین مچھے اور وہ اس میں سما جائے۔ کس قدر بے شرمی سے وہ بارش میں بھیگے کپڑوں سمیت اس کے مقابل کھڑی تھی۔ ناجانے شہرام کو کیسے علم ہوا مگر اگلے ہی لمحے وہ اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلتے آسمان کی جانب کر گیا جہاں اب چاند ہلکا ہلکا اپنی چھب دکھلا رہا تھا۔ پریسہ جو ساکت کھڑی اس کے اس عمل کے بابت سوچ رہی تھی سرعت سے اپنا ڈوپٹہ کھولتے شانوں پہ

پھیل گئی مگر پھر بھی شرمندگی کا احساس بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ لگے ہی لمحے شہرام نے اپنے شانوں کے گرد لپیٹی اپنی بھوری چادر اتاری تھی۔

"یہ آپ کیا۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی خود کو اس کے گھیرے میں محسوس کر وہ ساکت رہ گئی جو اب نہایت سہولت سے اسے اپنی چادر اوڑھا رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے اس نے پریسہ کو اپنے حصار میں مقید کیا ہو۔ پریسہ نے اس کی مہک میں گہرا سانس بھرا تھا۔

"تمہیں اسے۔"

اس کے سرد لہجے پہ کپکپاتی پریسہ نے الجھی الجھی نگاہوں سے اس کی کانچ سی آنکھوں میں دیکھا تھا جس کا لہجہ ایک بار پھر سرد ہو چکا تھا۔

ایسا کام کر لینے سے قبل اطراف میں نظریں گھمائی چاہیے تاکہ بعد میں اپنے عمل سے "شرمندگی نا محسوس ہو۔ جانتی ہیں اگر یہ حرکت ہماری حویلی میں ہوئی ہوتی تو وہ عورت سزا

کی مستحق ہوتی کیونکہ پٹھانوں کو اپنی غیرت بہت عزیز ہوتی ہے۔ خیر اسے تھامیے رکھیے گا
"اب۔"

وہ برفیلے لہجے میں بولتے ایک تند نگاہ اس پہ ڈال گیا۔ اس کی نگاہیں پریسہ کو اپنے اندر تک
اترتی محسوس ہوئی۔ اگلے ہی لمحے بھاری قدموں کی چاپ پہ اس نے چونک کر نظریں اوپر
اٹھائی تو وہ زینوں کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ناجانے اس کی بات کا اثر تھا یا لہجے کا پریسہ نے
سختی سے اس کی چادر کو خود میں بھینچتے گہرا سانس بھرا تھا۔

"عفیہ تو نے کیا سوچا ہے رشتے کی بابت۔"

وہ جو شام کو جانے کے لیے تیاری کرنے میں محو تھی انکی آواز پہ گہرا سانس بھر کر رہ
گئی۔ رات کا منظر کسی فلم کی مانند ایک بار پھر ذہن کے درپچوں پہ اجاگر ہوا تھا مگر چہرہ
بلکل بے تاثر تھا۔ اس نے ایک نظر منال اور نوال کو دیکھا جو ہمیشہ کی طرح بورڈ کے
امتحانات کی تیاری کرنے میں مصروف تھی۔ وہ صفیہ کو کبھی بھی رات والا منظر جتنا

نہیں چاہتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یاسر اب ان دنوں میں کبھی بھی گھر میں قدم نہیں رکھے گا۔ اسے اس جانب سے تو سکون تھا۔ دل ابھی بھی آنے والے لمحات کا سوچتے ڈر رہا تھا معاً اس نے صفیہ کی بات سے انکار کا جواز تراشنا چاہا۔

دیکھیں اماں ابا کی ان حرکتوں کے باوجود میں کبھی بھی اس بتیس سالہ بڑھے سے "شادی کیلئے کبھی راضی نہیں ہوں گی میری بات آپ آج سن لیں کیونکہ اولاد تو پھر میں بھی انہی کی ہوں۔ ہم سب ابا پہ بوجھ تو کبھی نہیں رہے امی۔ پھر وہ کیوں اس قدر بدل گئے ہیں کہ بیٹی کو ہی اپنی آسانیوں کا ذریعہ بنا رہے ہیں۔"

وہ پیچ و تاب کھاتی دانت پہ دانت جمائے کرخنگی سے دے دے لہجے میں غرائی۔ امی نے تند نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں نمی مجتمع ہو رہی تھی مگر وہ ضبط سے سرخ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

تیرا باپ تو جاتے جاتے مجھے بھی مفت کی روٹیاں توڑنے کا طعنہ دے کر گیا ہے "صح۔ اس کا کہنا ہے کہ میں کسی کے گھر میں کام کر کے اس کا ہاتھ بٹاؤ۔ تو شادی کیلئے

مان جائے گی تو ہماری زندگی بھی سہل ہو جائے گی۔ ناجانے کون اس کے ذہن میں خناس بھر رہا ہے جو وہ کسی کی بھی سننے کو تیار نہیں ہے۔ میں دیکھ سکتی ہوں کہ وہ کس "قدر پریشان ہے ان حالات کو لے کر۔

وہ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑتے التجائیہ لب و لہجے میں بولتی اسے ساکت کر گئی۔ اسے بالکل یقین نہیں آیا تھا کہ یہ بات اس کے باپ نے اس کی ماں سے کہی ہے۔

میری زندگی جہنم بنا کر کونسی آسائشیں مانگ رہے ہیں آپ لوگ امی۔ ابو نہیں سمجھ " رہے مجھے کم از کم آپ تو سمجھیں۔ آپ تو ماں ہیں نا اور مائیں کبھی اپنی اولاد کو جہنم میں "نہیں جھونک سکتی۔ میں اس لو فر انسان سے قطعی شادی نہیں کروں گی۔

وہ بیڈ پہ ان کے نزدیک ہی جگہ سنبھالتی منت کرنے والے انداز میں بولتے ان کا ہاتھ تھام گئی۔ انہوں نے خاموشی سے نگاہوں کا زاویہ بدلتے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ آزاد کروایا۔ عفیہ ان کی حرکت پہ دم بخود رہ گئی۔

دیکھ عقیفہ یہ تیرے حق میں ہی بہتر ہے وہ اچھا خاصا کماتا ہے۔ ایک یہاں تیرا باپ "پڑھوں کی دکان چلا کر تیری اور چھوٹی بہن کی پڑھائی کا خرچہ نہیں اٹھا سکتا اور اگر اٹھا بھی لے گا تو بھی کب تک آخر۔ تو اس کے نام سے جڑے گی تو تیری ساری ذمہ داری "بھی اسے ہی سونپ دی جائے گی۔

وہ سنجیدگی سے اسے باور کرانے والے انداز میں بولی۔ ان کا چہرہ بے تاثر تھا۔ عقیفہ نے ڈھے جانے والے انداز میں اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھاما تھا۔

میں اگر تم لوگوں پہ بوجھ ہوں تو مجھے نہیں کرنی یہ پڑھائی اور جسے آپ کہہ رہی ہیں کہ نا " کہ اچھا کماتا ہے وہ ٹھگ باز ہے بہت بڑا جو بس حرام طریقوں سے لوگوں کو لوٹنا جانتا ہے مگر ناجانے اس نے ابا کی آنکھوں میں کونسی پیٹی باندھ دی ہے جو انہیں کچھ نہیں دکھائی دیتا۔

وہ دانت کچکچاتے رعونت ذدہ لہجے میں بولتی دو انگلیوں سے اپنی پیشانی مسلنے لگی۔

آئے ہائے ایسے کیسے پڑھائی چھوڑ دے گی تو پڑھنا تو تیرا خواب ہے نا اور اب تیری عمر" بھی تو نکلتی جا رہی ہے چوبیس کی ہو گئی ہے تو شادی کرا لے میری بات مان اور اس کے "پیسوں پہ میری بیٹی عیش کرے گی۔"

وہ محبت سے بولتی اپنی گود میں رکھا اس کا سر سہلانے لگی۔ عقیفہ نے ناراضگی سے ان کا ہاتھ اپنے سر سے علیحدہ کیا تھا۔

اماں پیسوں پہ عیش نہیں ہوتی نا ہی ایسے حرام کے پیسے تا عمر چلتے ہیں دور کے ڈھول" ہی سہانے ہوتے ہیں بس وہ جو دکھنے میں مالا مال لگتا ہے نا اندر سے کھوٹا سکا ہے جو عورتوں کو عزت دینا بھی نہیں جانتا۔ نہیں کرنی مجھے شادی۔ میں پڑھائی چھوڑ دوں گی مگر اس سے شادی نہیں کروں گی۔ میری بات سن لیں آپ۔ میرے لیے اس سے شادی "سے بہتر آپشن جانتی ہیں کیا ہے صرف موت۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے تنبیہی لہجے میں بولتی تن فن کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ پیچھے سے اماں نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرایا تھا۔ وہ یوں ہی تن فن کرتی کمرے

میں داخل ہوئی تو نوال اور منال کی جانب دیکھتے ہی اس کا غصہ نئے سرے سے عود آیا۔

میری بات تم دونوں بھی کان کھول کر سن لو میرے جانے کے بعد اکیلے کمرے سے "قطعی باہر مت نکلتا اور اس یاسر کے سامنے تو بالکل مت جانا۔ ہوسکے تو اماں ابا کے "کمرے میں ہی بستر ڈال کر سو جانا پلیز مگر اکیلے مت سونا۔

وہ ان دونوں کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے ازیت لہجے میں گویا ہوئی۔ ان دونوں نے ٹھٹھک کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا جو ناجانے کس احساس کے زیر اثر تھی۔

"آپنی سب ٹھیک ہے نا آپ پریشان۔"

اس سے پہلے کہ نوال اس کے نزدیک آتے بات مکمل کرتی وہ اس کا ہاتھ بے دردی سے جھٹکتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دعا کرنا نوال منال کہ تمہاری آپی مر جائے۔"

وہ بھیگے لہجے میں بولتی ان دونوں کو ترپا گئی اور بھاگنے والے انداز میں واشروم کی جانب بڑھ گئی۔ زندگی انہی پہ کیوں اس قدر سخت ہو رہی تھی۔ اس نے شدت سے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پہ مارتے اپنی سسکیاں روکی تھی۔ وہ اس وقت اس بے بس مورت کی مانند تھی جو اپنی نگاہوں کے سامنے سب کچھ تباہ و برباد ہونے کے باوجود خاموش تھی۔

ایک حسین صبح حویلی کی سرزمین پہ اتری تھی۔ ہوا کے زور سے لہلاتے پتوں کی آوازیں روح کو معطر کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسے موسم میں وہ خان بابا دالن میں بیٹھے حقہ پینے میں محو تھے ساتھ ساتھ ملازم کے ہاتھ میں موجود کھاتے کے رجسٹر پہ بھی نگاہیں گھمالیتے۔ چند لمحوں کی توقف کے بعد ان کے اشارے پہ ملازم کے جاتے ہی برتختہ خانم اور غنچہ خانم چہرہ جھکائے وہاں داخل ہوئی تو انہوں نے سنجیگی سے انہیں سامنے رکھے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ غنچہ کا چہرہ بڑی سی چادر کی اوٹ میں چھپا ہوا تھا۔ وہ دل سے وقار یوسف ذئی کا بہت احترام کرتی تھی۔

"خاناں آپ نے عرض کیا امارے کو۔"

برتختہ خانم کی آواز پہ انہوں نے حقہ ایک جانب رکھتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

غنجہ بہن۔ تم امارے چھوٹے بھائی کی بیوی کے عہدے پہ فائز ہو جس سے اس کی "محبت کی شادی تھی ہم نے اس معاملے میں کوئی اعتراض نہیں کیا تھا یہاں تک کہ تم امارے دشمنوں کے گھر سے تعلق رکھتی تھی حتیٰ کہ اس کے جانے کے بعد بھی تمہارے کو اس حویلی میں وہی مقام درجہ عزت ملی جس کی تم حقدار ہو۔ حتیٰ کہ تمہارے گھر والوں نے اس معاملے میں بہت پتھر اٹکائے تاکہ تم وہاں کو واپس لوٹ جاؤ مگر اس کے جواب میں تمہارا انکار ہمیں پریشان کر گیا مگر اس کے بعد بھی امارے نے تحمل سے کام لیتے حامی بھر لی مگر اب تمہارے میکے کی جانب سے روز بروز ایسی دھمکیاں اور ہمارے "ملازمین پہ حملے امارے لیے بے حد پریشانی کا باعث ہے اب اس کا کیا حل نکالا جائے۔"

وہ نرمی سے ساری تفصیل ان کی سماعتوں میں اندھیلے ہوئے گویا ہوئے۔ ان کی بات پہ برتختہ نے غنجہ کے شانے پہ ہاتھ جماتے اسے تسلی دی البتہ غنجہ کا جھکا سر مزید جھک گیا۔

بھائی صاحب ہم بہت معذرت خواہ ہیں مگر اس میں امارے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ "لوگ آپ سے دشمنی کے چکر میں ہمیں وہاں لانا چاہتے ہیں تاکہ آپ کا سر جھک جائے۔ مگر میں یہاں کا سر جھکنے نہیں دے سکتی۔ وہ لوگ بہت بڑے ہیں سوتیلے ہیں وہ میرے۔ ان کا مقصد بس یہاں کی جائیداد کو ہرپنا جو پشمنینہ کی صورت میں ہی ممکن ہے۔"

وہ بھیکے لہجے میں بولتی اپنی چادر سے گالوں کو رگڑنے لگی۔ خان بابا اور برتختہ خانم اس کی بات پہ ساکت رہ گئے۔ دروازے کے اوٹ میں کھڑی پشمنینہ اور پرخہ کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

"ارے مڑا یہ دیکھو ہمارے قبیلے کے بھی دشمن نکل آئے۔"

پر خہ اپنے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے حیرانگی سے بولی۔ پشمنہ نے اسے آنکھیں دکھاتے اپنی آواز مدہم رکھنے کا کہا۔

مینہ کے صورت میں جائیداد مگر وہ تو اس گھر سے کبھی نہیں جاسکتی اگر یہاں سے کوئی "جاسکتا ہے تو وہ تم ہی ہو غنچہ بہن۔"

ان کی بات پہ پشمنہ کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوا تھا۔ پر خہ نے بروقت اسے ٹھوکا مارتے چڑایا تو وہ چہرہ جھکاتے شرمیلی سی مسکراہٹ سمیت ہنس دی۔ پر خہ نے دل ہی دل میں اس کی مسکراہٹ کی نظر اتاری تھی وہ اس کے بھائی سے اس قدر محبت کرتی تھی مگر جواب میں اس کا بھائی اسے مخاطب کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ ایسا کیوں ہے۔

نہیں بھائی صاحب ام کو وہاں کبھی نہیں جانا۔ امیں اسی گھر میں رہنا ہے امارى بیٹی "امارى جمع پونجى ہے اسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔"

وہ اس سے دوری کے خیال سے ہی تڑپ ہی تو گئی تھی تبھی ممنا کے ہاتھوں مجبور ہو کر بولی۔

"خاناں کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں جو وہ اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جائیں۔"

برتختہ نے اس سارے قصے میں پہلی بار زبان کھولی۔

ہٹے گا تو نہیں وہ لوگ مگر غنچہ کو ان کے منہ پہ ایک بار کروانا ہوگا تاکہ انہیں اچھے سے "یہ بات ازبر ہو جائے کہ غنچہ کہی نہیں جانا چاہتی۔"

وہ پرسوچ لہجے میں بولتے انہیں بھی سوچنے پہ مجبور کر گئے۔

بھائی صاحب آپ کا حکم سر آنکھوں پہ مگر ام اماری مینہ تو ان کے سامنے نہیں آنے "دے گا۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے تنبیہی لہجے میں ہانپتے ہانپتے بولی۔

اگر مینہ ان کے سامنے آ بھی جاتی ہے تو اس میں سے کسی کی یہ اوقات نہیں کہ اس "پہ کوئی حق جتا سکے اگر ان میں سے کسی نے ایسا کچھ کرنے کی جرأت کی تو حویلی میں "گولیاں چلیں گی گولیاں کیونکہ وہ اس حویلی کی عزت پہ نگاہ ڈالنے کی کوتاہی کریں گے۔

وہ گرجدار لہجے میں بولتے وہاں موجود سب افراد کو سہمنے پہ مجبور کر گئے۔ بریتختہ نے تسلی آمیز نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا اس کے برعکس مینہ کی نگاہوں میں اس صورتحال میں بھی صرف ایک ہی شخص کا عکس نمایاں ہوا تھا شہرام خان کا جو اس کی روح کا مکین تھا۔ اس کی آتی جاتی سانسوں میں بستا تھا۔ بچپن سے اب تک صرف اس کے چہرے کو ہی تو اس نے آنکھوں میں بسایا تھا۔ وہ اس کے بابت سوچتے نم نگاہوں سمیت ہنس دی تھی۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہارے بابا یوں مجھ سے پوچھے بغیر تمہیں اجازت دے دیں گے "وہ بھی پورے تین دنوں کی۔

صائمہ چائے کا کپ لبوں سے لگاتی ایک گہری کاٹ دار نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے بولی جو اپنے ہینڈکیری میں اپنا سامان رکھنے میں مصروف تھی۔ ان کی بات پہ بریزہ نے چونک کر ان کی جانب دیکھا تھا۔

اندازہ تو مجھے بھی نہیں تھا مگر شکر میں نے آپ کی غیر موجودگی میں ہی پوچھا ورنہ آپ "ہنگامہ برپا کر دیتی۔"

وہ دل ہی دل میں ان کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے مزے سے گویا ہوئی۔ سامنے بولنے کی ہمت ابھی اس میں قطعی نہیں تھی۔

"میں تم سے بات کر رہی ہوں بریزہ۔"

صائمہ کی نے لچک آواز پہ بریزہ نے چونک کر ان کی جانب دیکھا جن کی آنکھوں میں از حد ناگواری پھیلی ہوئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں تلملا کر رہ گئی۔

جی ماما میں نے تو بس ایسے ہی بابا سے بات کی تھی تو انہوں نے حامی بھری اب اس "میں میرا کیا قصور۔"

وہ دنیا جہاں کی معصومیت چہرے پہ سجائے آنکھیں پٹپٹا کر گویا ہوئی۔

خیر اب تو تم جاہی رہی ہو مگر وہاں جا کر خیال کرنا کوئی ایسی ویسی حرکت نا ہو جو ہمیں "ناگوار گزرے اور جیسے ہی تم لوٹوں گی میں نے مسز حسین کو تمہارے رشتے کے بابت کہ دیا ہے وہ جلد از جلد اس معاملے میں بھی کچھ کر دے گی ویسے بھی پڑھائی بھی تمہاری "مکمل ہونے ہی والی ہے اب ہمیں مزید دیری نہیں کرنی چاہیے۔

وہ کندھے اچکاتی بے نیازی سے بولتی اسے ساکت کر گئی۔ اس نے کوفت سے آنکھیں گھماتے گہرا سانس بھرا۔ ناجانے یہ ان کی بے یقینی اسے کہاں لا کر مارنے والی تھی۔

ماما پلیز مت کریں مجھے ابھی پڑھائی کے بعد جاب بھی کرنی ہے ابھی میرا اس جانب "آنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ شادی کے بعد کیا ہے میں جانتی ہوں آپ کی پسند کی شادی کے بعد لڑائی جھگڑے تو کبھی ٹھیک ہو جانا یہ سب میرے لیے بالکل معنی نہیں رکھتا۔ میں اکتا چکی ہوں اس سب سے۔ کہنا نہیں چاہتی تھی میں یہ سب مگر آپ نے کہنے پہ مجبور کیا ہے۔ کہنے کو تو آپ میری سگی ماں ہیں مگر رویہ آپ کا سوتیلوں سے بھی بدتر

ہے۔ آپ کی ہی اولاد ہوں یقین رکھیں کتنی بار کہوں آپ تو ایسے گھبراتے ہیں جیسے میں اس سے معاف کریں وہاں سے نکاح پڑھوا کر لوٹوں گی۔ آپ کی طرح جلدی شادی کا شوق نہیں ہے مجھے۔

وہ دلکش مسکراہٹ لبوں پہ جمائے آج اتنے عرصے بعد اپنی بابا کی بدولت بول پائی تھی ورنہ صائمہ کی باتوں سے وہ بری طرح ٹوٹی تھی مگر اب مجھے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے بابا نے اس کی طرفداری کی ہے تو ناجانے کیوں اس میں ہمت امنڈ آئی تھی تبھی وہ تمام ضبط کھوتے بول اٹھی تھی۔ اس کی بلاوجہ کی بکو اس پہ صائمہ کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔

"یہ تم کس طرح مخاطب ہو مجھ سے اپنی ماں سے کون اس طرح بات کرتا ہے۔"

وہ تیکھے چتونوں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔ بریزہ نے نرم نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

ماما یقین کریں میرا بھی دل کرتا ہے کہ میں اپنی ماں کے پاس بیٹھو ان سے ڈھیروں " باتیں کرو پورے دن کی تفصیل انہیں بتاؤں مگر میری ماں جب مجھے کسی کھاتے میں نہیں لیتی تو میں کب تک خود کو پاک صاف ظاہر کرو۔ میں اپنے کردار کی صفائی دے دے کر تھک گئی ہوں۔ میری دوستوں کی بھی مائیں ہیں مجال ہے کبھی کسی نے انہیں یوں جامعہ جانے پہ لٹکا ہوں لڑکوں سے مخاطب ہونے پہ انہیں غلط الفاظ کا استعمال کرتے انہیں شرمندہ کیا ہو ان کے کردار بھی انگلی اٹھائی نہیں ہوں نہیں ماما مگر یہاں معاملہ ہی الٹ ہے جانتی ہیں اصل بات کیا ہے آپ بابا سے شادی کے بعد بہت وہمی اور شکی ہو گئی ہے جیسے سب انسان ہی غلط دکھائی دیتے ہیں مگر یقین کریں ماما میں کبھی کسی مرد کی دوسری بیوی نہیں بنوں گی۔ کسی شادی شدہ مرد کو کبھی نہیں پھنساؤں۔ آپ کا یہ شک مجھے خود پہ سے بے اعتبار کر رہا گی۔ آپ کا شک مجھے مار رہا ہے ماما ہے۔ آپ نے ماضی میں جو کوتاہیاں کی ہیں خدا را مجھے اس دلدل میں مت دھکیلیں۔ مجھے ان میں شمار نا کریں۔ تھک گئی ہوں میں نارمل لائف چاہتی ہوں ایک جہاں لڑائی "جھگڑے یہ باتیں تخ الفاظ کچھ بھی نا ہو بس سکون ہو۔

وہ گہرے لہجے میں بولتی اسے ساکت کر گئی۔ اس کا بھیکا لہجہ صائمہ کے دل پہ کسی چابک کی مانند لگا تھا۔ وہ کس قدر اکتائی ہوئی تھی ان سب سے صرف ان کی بدولت مگر اس کا یوں دوسری بیوی بننے کا طعنہ ان کی انا پہ تازیانے کی مانند لگا تھا تبھی بلبلا اٹھی۔

آئندہ تم نے یہ دوسری بیوی کا ذکر کیا نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا بریزہ۔ میں بس "تمہاری ماں ہوں تمہارے بابا کی بیوی۔ تمہاری زبان جو یونی جاکر زیادہ ہی کھل گئی ہے اسے "لگام دینا میں اچھے سے جانتی ہوں۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے اسے وارن کرنے والے انداز میں بولی۔

اما یہ جو دوست ہوتے ہیں نا یہ صرف ہنسنا سکھاتے ہیں زبان درازی کرنا نہیں ہاں "ان کے ہونے سے ہمت آتی ہے سکون آتا ہے اپنی پشت پہ کسی مضبوط ہاتھ کا گمان ہوتا ہے خیر میں تو جامعہ اپنے دوستوں کے بیچ ان تمام لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ کر بس "مسکرا نے جاتی ہوں۔"

وہ نرمی سے مسکراتے کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔ اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی محبت تھی۔ وہ پیشانی پہ شکنیں سجائے اسے گھورنے لگی جو اب اپنے بیگ کی زپ بند کر رہی تھی اس کام سے فراغت حاصل کرتے ہی اس نے اپنے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے گہرا سانس بھرا معاً باہر گاڑی کے ہارن کی آواز پہ اس کے لبوں کی تراش پہ خوبصورت مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اس نے صبح ہی بابا کو گاڑی بھیجنے کا کہا تھا اور انہوں نے بغیر کسی تردد اور سوال جواب کے بھیج بھی دی تھی۔

چلیں میری تو گاڑی آگئی۔ میں جارہی ہوں اس پرسکون دنیا کا باسی بننے جہاں صرف "خوشیاں ہی خوشیاں ہوگی۔ یقین کریں یہ میری زندگی کا پہلا اور یادگار ٹرپ ہوگا میں بہت خوش ہوں آپ بھی خوش رہیں اور میرے متعلق سوچ کر اپنا خون مت جلائیے گا۔ وہ ان کا گال چومتے دھیمے سے ہنس کر بولتے اپنا بیگ اٹھاتی باہر کی جانب بڑھ گئی جہاں پورچ میں گاڑی کھڑی اسی کی منتظر تھی۔ اس کی پشت کو گھورتی صائمہ نے اس کے داخلی دروازے سے باہر نکلتے ہی سر جھٹکا تھا۔

"تم گاڑی عقیفہ کے گھر کی جانب موڑ لو۔ مجھے راستے میں اسے بھی پک کرنا ہے۔"

اس نے ونڈ سکرین سے باہر نگاہیں ٹکائے ڈرائیور پہ حکم صادر کیا تو وہ مودب انداز میں سر ہلاتے اس کے بتائے گئے راستوں پہ گاڑی دوڑانے لگا۔ بریزہ نے موبائل پہ بڈیز کا گروپ کھولتے آن داوے کا میسج سینڈ کیا تھا۔ اس کا دل آج روشنیوں سے پر تھا۔ وہ ٹھوڑی تلے ہاتھ ٹکاتے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دلچسپی سے دیکھنے لگی۔

آج موسم معمول کی بانسبت نہایت خوبصورت تھا۔ آسمان پہ کالی گھٹاؤں نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ صد شکر تھا کہ وہ شام کے وقت ہی مالم جبہ کی جانب جا رہے تھے۔ ساتویں اور آٹھویں سمسٹر کے تمام طلباء جامعہ میں ڈیپارٹمنٹ میں جمع ہو چکے تھے۔ بس انتظار تھا تو فارس کا جو نا جانے کہاں غائب تھا۔

"یہ فارس کہی ہمیں چکمہ دینے کا تو نہیں سوچ رہا۔"

بریزہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہادی کی جانب دیکھا جو کانوں میں ہینڈ فری لگائے گانے پہ بول پہ مکمل طور پہ جھومنے میں مصروف تھا۔ وہ اس کی حرکت پہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

کس سے مخاطب ہو تم بریزہ اس آدمی سے جسے اپنے علاوہ کسی کی کوئی خبر نہیں "

"ہوتی۔

مریم نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی تو وہ ناک منہ چڑھا کر رہ گئی۔

یار فارس کو بلاؤ نا اس کے بغیر کیا مزا ہے اس ٹرپ کا۔ مجھے تو اس ٹرپ سے زیادہ "

فارس کے ساتھ جانے میں دلچسپی تھی کہ اس کے ساتھ یہ سفر بہت مزے کا کٹنے والا

"ہے۔

وہ سب کیفے میں موجود اس طرح کی ملی جلی باتیں اس کے متعلق سنتے غشی کھانے میں مصروف تھے معاً ان کی توجہ ایک نرم نسوانی آواز کی جانب مبذول ہوئی۔

"آج فارس نہیں آیا کیا۔"

وہ سب میز کے اطراف میں بیٹھے باتوں میں باتوں میں مصروف تھے کہ اسی دوران کلاس کی ایک لڑکی فائزہ نے آتے ایک ادا سے استفسار کیا تو ان سب نے ایک کورس میں ہونگ کرتے تالیاں بجائی تھی۔ ہادی نے تو سکتے کی کیفیت میں اپنے کانوں سے ہینڈ فری نکالتے سرتاپا اس کی جانب دیکھا اور اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔

"تمہیں کیا کام ہے فارس سے بی بی۔"

وہ مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عناب نے اس کے انداز پہ اس کے بازو میں ایک زوردار قسم سے چٹکی بھری تھی۔

"وہ بس کل سے دیکھا نہیں تو دل چاہا کہ ایک نظر اسے دیکھ لوں۔ کہاں ہے وہ۔"

وہ اپنے شانے پہ رکھے بالوں کو پشت پہ جھٹکتی اتر کر بولی۔ پہلے تو ہادی نے اس کی بات پہ اپنا ہاتھ لبوں پہ جمایا مگر ان سب کے کھلے چہروں کو دیکھتے اس کا چھت پھاڑ قہقہہ کیفے کی فضا میں گونجا تھا۔ فائزہ اس کے یوں ہنسنے پہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

"جا بہن کیوں اپنی بے عزتی کروانی ہے ہمارے فارس سے۔"

وہ اس کی بات کو ہوا میں اڑاتے اس کی ٹھیک ٹھاک بے عزتی کرتے ہوئے بولا مگر مقابل بھی فائقہ تھی کیسے اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جاتی تھی ڈٹ کر اس کا سامنا کرنے کیلئے کھڑی رہی۔

سوچ لو آج تم اپنی بات سے پھرنا جانا مسٹر ہادی کیونکہ فارس آج مجھے نظر انداز نہیں "اگر پالے گا۔"

وہ لبوں پہ دلکش مسکراہٹ سجائے ایک ادا سے جھکتے ہوئے بولی تو ہادی کی آنکھیں اس کی جرأت پہ کھلی کی کھلی رہ گئی۔ پریسہ جو ابھی صدام کے ساتھ ان کے میز کے نزدیک پہنچی تھی اس کی حرکت پہ پریسہ کے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس نے صدماتی کیفیت میں ان سب کی جانب دیکھا تو عفیفہ نا سمجھی سے شانے اچکا گئی۔ پریسہ نے اپنا ہینڈ کیری میز پہ رکھا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تاکہ ان سب کی باتوں سے لطف اندوز ہو سکے۔

چلو بھئی لگی شرط تم سب کے سامنے یہ فائقہ بی بی مجھ سے شرط لگا رہی ہے مطلب "

"کے ہادی سے اور وہ بھی فارس کے متعلق۔

وہ تمسخرانہ انداز میں بولتے ہنس دیا۔ مریم نے نہایت زیرک نگاہوں سے ان دونوں کی جانب دیکھا۔

ہادی سوچ لو فارس کبھی بھی اپنی بات سے پھر جاتا ہے یہ نا ہو کہ اپنی بات سے مکر کر "

"وہ تمہیں ہی ذلیل کروادے۔ اس کا کچھ پتہ نہیں ہے۔

مریم نے اپنے مطابق اسے آگاہ کرنا ضروری سمجھا مگر ہادی اس کی بات کو چولہے میں

جھونکتے سینہ تان کر یوں کھڑا تھا جیسے فارس سے ایسی کوئی توقع ہی نا ہو۔

ابھی وہ سب انہی باتوں میں مصروف تھے کہ اسی دوران تیز رفتار گاڑی کی آواز پہ ان

سب نے سرعت سے رخ پھیرتے کیفے کے باہری حصے کی جانب دیکھا جہاں ایک سیاہ

رنگ کی گاڑی پوری تیزی سے دھول اڑاتی اس کے پارکنگ ایریا میں گول گول چکر کاٹ

رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ چھوڑتے باہر کی جانب بھاگے جہاں سپورٹس کار میں بیٹھا فارس

آنکھوں میں سیاہ رنگ کے گوگلز لگائے ایک شان سے گاڑی سے چھلانگ مار کر اترا اور سینے پہ ہاتھ رکھتے جھکا تھا۔ سب کلاس کے لڑکے لڑکیوں نے شور مچاتے زبردست قسم کی ہونٹنگ کی تھی جیسے کسی ہیرو کی انٹری ہوئی تھی۔

"کیا کوئی ہیرو آیا ہے جو یہ سب یوں اچھل رہی ہیں۔"

عنا ب کرسی پہ لا پرواہی سے بیٹھی اس جھڑمٹ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

ہیرو نہیں نمونہ آیا ہے اور پہلی بار میرے علم میں اضافہ ہوا ہے کہ نمونوں کے آنے پہ "بھی لوگ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔"

ارتضیٰ ناجانے کہاں سے برآمد ہوتے دانت نکوستے ہوئے بولا۔ عنا ب کی پوری آنکھیں اپنے نزدیک سے آنے والی بھاری مردانہ آواز پہ پٹ سے کھلی۔ وہ ایک دم کرسی سے اٹھتے بھاگنے والے انداز میں باہر کی جانب بڑھی۔

"اوہ اچھا فارس شیخ کی آمد ہوئی ہے جو یہ لوگ اتنا ادھم مچا رہے ہیں۔"

وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئی۔ وہ سب کے سب دروازے سے لگ کر کھڑے اس کی کرم نوازیوں کا ملاحظہ کر رہے تھے جو سب سے ایسے ہاتھ ملاتے ہوئے آگے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ وہ سب اس کی ڈرامے بازیاں دیکھتے رہ گئے۔

"ارے فارس کہاں تھے تم اتنی دیر کیوں کر دی تم نے آنے میں۔"

اس کے نزدیک آتے ہی فائقہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ فارس نے اس کی بات پہ مخصوص انداز میں بھنویں اچکاتے اس کی جانب سرتاپا دیکھا جو جینز پہ گھٹنوں کو چھوتا ٹاپ پہنے ڈوپٹہ سرے سے ہی ندارد تھا۔ منہ پہ میک اپ کی دو سے تین تمہیں تو لازم تھی۔

"کیوں میں نے آپ کے پیسے واپس کرنے تھے کیا۔"

وہ جواباً دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے نہایت معصومیت سے بولتے اس لڑکی کا دل جلا کر راکھ کر گیا مگر اپنی اس بے عزتی پہ وہ سب کو ہنستا دیکھ خود بھی ہنس دی۔

"فارس۔"

وہ اس کے سینے پہ مارتی مصنوعی کھلکھلائی اور اس کی یہ کھلکھلاہٹ ان سب کو بے تحاشہ بری لگی تھی۔

"فائقہ۔"

جواباً وہ بھی اسی کیفیت میں بولتے سب کو کھانسنے پہ مجبور کر گیا۔ ان سب کو ہی اس سے اس قسم کی توقع نہیں تھی۔

ہمارے تو آج تک کسی لڑکی نے یوں سینے پہ ہاتھ نہیں رکھا۔ اچھے خاصے چوڑے سینے "ہیں ہمارے خوبصورت ہیں تگرے ہیں اور کیا چاہیے لڑکی کو۔"

ارتضیٰ ہادی کے کان میں جھکتے ہوئے جلے کٹے لہجے میں بولا۔ ہادی نے اس کی بات پہ افسردگی سے اس کی جانب دیکھا۔

تیرا غم میرا غم ایک جیسا صنم۔ ہمیں تو کبھی کسی نے اتنی محبت سے پکارا ہی نہیں "سینے پہ ہاتھ رکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

وہ ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولا۔

مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے ہم نے شدید کنوارے ہی اس دنیا سے چلے جانا ہے۔ ہمیں "کبھی کوئی حسین دوشیزہ نہیں ملے گی جسے دیکھ کر ہمارا گنگنائے گا۔"

تو اتنی خوبصورت ہے۔"

"فدا دیدار پہ تیرے۔"

وہ ہادی کے شانے پہ سر رکھے افسوس کرنے والے انداز میں بولتے آخر میں خیالی پلاؤ بناتے ہوئے مزے سے بولا۔ ہادی نے اس کی بات پہ اس کا ہاتھ تھپتھپاتے تسلی دی تھی۔

تیرا پتہ نہیں مگر مجھے کوئی بھی مل جائے میں اس سے کام چلا لوں گا مگر کنوارا نہیں "مروں گا۔ بس لڑکی ہونی چاہیے باقی سب کچھ چلے گا۔"

ارتضیٰ کی بات جیسے اس کے دل پہ تازیانے کی مانند چمبی تھی تبھی جتانے والے لہجے میں بولا۔

"توبہ ہے تم دونوں سے کس قدر ترسے ہوئے ہو تم لوگ۔"

عناں ان کی فضول کی بکواس سے تنگ آتے چٹخ کر گویا ہوئی۔

ہاں تو اگر ہم ترسے ہوئے ہیں تو تم سے اتنا نہیں ہو رہا کہ ترس ہی کھالو ہم مظلوموں "پہ۔"

ہادی پکی عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کر بولتے اسے حیرت میں مبتلا کر گیا۔

چلو بھئی ہادی بھیا تیار ہو جاؤ اپنی بے عزتی کیلئے کیونکہ فارس تو فارم میں آچکے ہیں۔ ذرا "نگاہوں کا رخ اس جانب کر کے ملاحظہ فرمائیں۔"

مریم نے طنزیہ نگاہوں سمیت اس کی توجہ واپس اس جانب مبذول کرائی جہاں فارس اپنے ہاتھ میں تھاما ہوا گلاب کا پھول زور زور سے گھما رہا تھا۔

"اے فارس نا کری۔ برباد ہو جائے گا۔"

ہادی نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے مگر وہ کہاں کس کی سننے والا تھا البتہ عفیہ کی آنکھیں پوری طرح چمک اٹھی تھی۔

تجھے میں نے حق نہیں دیا کہ میرے ذاتی معاملات میں بول۔ چل جا یہاں سے پہلی " بار کسی لڑکی نے یوں منہ لگایا ہے اور تو چاہ رہا ہے کہ میں اسے بھی چھوڑ دو۔ ہاں سمجھ "گیا میں تو میرے سے جل رہا ہے جل ککڑا کہی کا۔ ارتضیٰ اسے پیچھے لے جاؤ واپس۔

اس کے غصیلے لہجے پہ ارتضیٰ نے سرعت سے ہادی کو تھاما تو فائقہ نے فاتحانہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ ہادی نے دل ہی دل میں اسے سو گالیوں سے نوازا تھا جو اسے انتہا کا شوق انسان محسوس ہو رہا تھا۔ وہ دل مسوس کر رہ گیا۔ فارس گلہ کھنکھارتے ہوئے دوازنوں بیٹھا اور مسکراتے ہوئے پھول اس کی جانب بڑھایا۔ فائقہ تو خوشی کے مارے باقاعدہ اچھلنے لگی تھی۔ اس اچانک افتاد پہ اس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ فارس جو کافی دیر سے اس کی حرکتوں کا ملاحظہ کر رہا تھا سنجیدگی سے اسے دیکھے گیا جس کی ڈرامے بازیاں ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"مس لیپو ذرا اسے ایک منٹ تھامنا۔"

فارس کی مسکراتی آواز پہ فائقہ نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا معاً اس طرز مخاطب پہ اس کی آنکھیں تحیر کے مارے آخری حد تک پھیل گئی۔

"مگر تم تو مجھے پروپوز کرنے والے تھے نا۔"

وہ اپنی کھسیاہٹ پہ قابو پاتے اپنے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے مدہم لہجے میں بولی۔

ہیں۔ کیا پروپوز وہ کیا ہوتا ہے۔ کیا تم سب جانتے ہو کہ پروپوز کیا ہوتا ہے۔ میں تو اپنے "شوز کے لیسز باندھنے کیلئے نیچے جھکا تھا۔"

وہ جواب میں جس قدر معصومیت سے بولا اس قدر ہی پر جوش ہادی کا بھنگڑا تھا۔ وہ پورے جوش سے ان دونوں کے اطراف میں جھوم رہا تھا۔

"مگر یہ پھول۔"

وہ اپنی اس قدر بے عزتی پہ سختی سے مٹھیاں پھینچتے اپنے لہجے پہ حتی الامکان قابو پاتے ہوئے بولی۔ فارس اس کی بات پہ کھل کر ہنسا۔

"ارے یہ۔ یہ تو میں ایسے ہی لایا تھا لاؤ اسے دو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے پھول چھینتے ہوئے بولا تو وہ اپنی خالی ہتھیلی کو دیکھتی رہ گئی جہاں سے ابھی اس نے پھول واپس لیا تھا۔

"پتیسہ۔ یہ لو یہ تمہارے لیے۔"

وہ پھول فائفہ سے لیتے پریسہ کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا جس نے بغیر کسی تردد کے مسکراتے ہوئے تھام بھی لیا تھا۔ اسے یہ بات اچھے سے ازبر تھی کہ ایسا ہی کچھ ہونے والا ہے اور اس کی توقع کے عین مطابق اس نے ایسے ہی کیا تھا۔

"ایک منٹ میں ابھی آیا۔"

وہ بول کر دوبارہ فائفہ کی جانب بڑھا۔

تمہیں کیا لگا تم میرے ہی دوستوں سے مجھے لے کر شرطیں لگواؤں گی اور اپنے "دوستوں کو بھرم توڑ کر تمہیں کامیابی سونپوں گا۔"

وہ اپنے ہاتھ پشت پہ باندھتے مصنوعی حیرت سے گویا ہوا۔ ہادی نے دل ہی دل میں اس کا منہ چوما تھا۔

فائقہ بی بی میری ایک بات جان لو کہ میں فارس شیخ مر تو سکتا ہوں مگر اپنے دوستوں کا "سر جھکنے نہیں دے سکتا۔ چلو بیٹا اب نئی سواری پکڑو یہ سواری مسافروں سے بھری ہوئی ہے۔"

وہ اسے باہر کا راستہ دکھاتے ہوئے مزے سے بولتے ہادی اور ارتضیٰ کے شانوں پہ ہاتھ جماتے بس کی جانب بڑھ گیا کیونکہ جانے کا وقت ہو چلا تھا تبھی باہر بس بھی آچکی تھی۔

"بے عزتی کر کے عزت کون رکھتا ہے کمینے۔"

ہادی اس کی کمر میں دھموکا جڑتے ہوئے غصے سے گویا ہوا۔

"بے عزت کر کے عزت رکھنے والے کو ہی تو سچا دوست کہتے ہیں میری جان۔"

وہ اس کے بالوں پہ لب رکھتے محبت سے بولا تو وہ تڑپ کر اس کے حصار سے نکلا۔

"درفٹے منہ میرا سر کیوں چوم رہا ہے کمینہ۔"

وہ پے در پے اس کے شانے پہ مکہ جڑتے ہوئے بولا۔ عقب میں آتی لڑکیاں ان کج تخریب کاریوں پہ تلملا کر رہ گئی کیونکہ کلاس کے تمام سٹوڈنٹس ان کی حرکتوں پہ ہنسنے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔ بس میں گھستے ہی ان سب نے سب سے آخر والی سیٹس مل لی تھی۔ باقی سب کی بھی بس میں جگہ سنبھالتے ہی صدام اندر داخل ہوا تھا۔

"بھائی آپ کہاں جارہے ہیں یہاں نہیں بیٹھیں گے۔"

پریسہ نے اسے دوبارہ باہر کی جانب جاتے دیکھنا سمجھی سے استسفا کیا۔

"نہیں گریا میں شہرام کے ساتھ اس کی گاڑی میں وہاں پہنچو گا۔ ہیو آ سیف جرنی ٹو آل۔"

وہ مسکرا کر پریسہ کا سر تھپتھپاتے بس سے باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی پریسہ کی آنکھیں شہرام کے بابت سوچتے لو دینے لگی۔ لب آپ ہی آپ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے معاً وہ اپنے برابر میں کھوئی کھوئی بیٹھی عقیفہ کی جانب متوجہ ہوئی جس نے جب سے وہ آئی تھی ایک بھی بات نہیں کی تھی۔

"عقیفہ۔"

پریسہ کے ٹھوکا مارتے ہی وہ ایکدم ڈر کر شیشے کے ساتھ لگی تھی۔ پریسہ نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا جس کی رنگت ایکدم درد پڑی تھی۔

"ہمم۔ کیا ہوا۔"

وہ اپنے چہرے پہ کپکپاتے ہوئے ہاتھ پھیرتی سہم کر بولی۔ پریسہ کا دل اس کی حالت دیکھ دھک سے رہ گیا۔ وہ اس قدر گھبرا کیوں رہی تھی۔ اس نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھامتے سہلایا تو اس کے چہرے پہ کچھ حد تک رونق بحال ہوئی۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا عفیفہ۔ گھبرا کیوں رہی ہو۔"

وہ اس کے بازو پہ ہاتھ رکھتی متفکر سی گویا ہوئی۔ عفیفہ نے آنکھوں میں آئی نمی کو اندر دھکیلتے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اسے کسی صورت بھی اپنے ساتھ ہونے والے واقعے کی متعلق نہیں بتا سکتی تھی تبھی گہرے گہرے سانس بھرتی اپنے اعصابوں پہ قابو پانے لگی۔

"نہیں بس وہ ویسے ہی میں کچھ سوچ رہی تھی۔"

وہ اپنے لہجے کو ہشاش بشاش بناتے ہوئے مصنوعی مسکراتے ہوئے بولی۔ پریسہ نے پرسوچ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور ہولے سے اس کی بات پہ اثبات میں سر ہلا گئی۔ بحث و مباحثے کا وقت بھی نہیں تھا اور نا ہی جگہ کہ وہ سب کے سامنے یوں بات کو بکھیرتی تبھی ہولے سے ہنس کر ان سب کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"پتیسہ کھانے کو کیا لائی ہو اب ظاہر ہے پورا راستہ ہم بھوکے تھوڑی نا جائیں گے۔" فارس نے اپنی عادت سے مجبور ٹانگ پوری جگہ پہ پھیلاتے مسکینیت سے سوال کیا تو اس نے اپنے بیگ سے ایک چپس کا پیکٹ نکالتے ان کی جانب اچھالا تھا جواباً وہ شکریہ کہتے کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"ماما نے راستے کیلئے سینڈوٹجز بنادیے ہیں مگر میں وہ ابھی کسی کو نہیں دوں گی۔" پریسہ کی تنبیہی آواز پہ ہادی جو چپس سے بھرپور انصاف کرنے میں مصروف تھا مجھے دل سمیت فارس کو دیکھنے لگا جس کی خود کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ اسی طرح سب ہی بار بار اپنے گھروں سے لانے والے چیزوں کے متعلق بتا رہے تھے اور بریزہ کی حالت ایسی

تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اگر وہ سب اس کی جانب آگئے تو وہ کیا بتائے گی۔ اس کے گھر کے حالات کے متعلق تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔

"اوائے فٹ بال تم کیا لائی ہو یا بس ٹھونس کر ہی آئی ہو۔"

ہادی کی مستسفرانہ آواز پہ بریزہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور اڑے اڑے رنگت سمیت اس کی جانب دیکھا۔

میں کچھ بھی نہیں ماما کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی بس تو میں نے انہیں پریشان کرنا۔
"ضروری نہیں سمجھا۔"

وہ کندھے اچکاتی شان بے نیازی سے گویا ہوئی۔ وہ سب اس کی بات پہ عیش عیش کر اٹھے۔ کچھ ہی دیر میں بس اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئی تھی۔ تقریباً دو گھنٹوں کی مسافت طے کرتے ہی ان سب کو نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا تھا بس ایک فارس ہی تھا جس کی آنکھوں میں نیند نامی چیز کا شائبہ تک نہیں تھا۔ معاً اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اس نے کسی چیز کی تلاش میں متلاشی نگاہیں گھمائی اور اپنی جگہ سے

اٹھتے بس میں بنی ہوئی مخصوص جگہ جہاں ان کے بیگز وغیرہ رکھے ہوئے تھے اس میں سے کچھ تلاش کرنے لگا۔ لگے ہی لمحے وہ اپنے بیگ سے پین اور ہادی کی پانی والی بوتل اٹھاتے واپس اپنی جگہ پہ آکر بیٹھا اور گلہ کنکھارتے شرارت سے بھرپور نگاہ ان سب پہ ڈالتے اس پین سے بوتل کو بجانا شروع کیا۔

اے میرے دل کے چین۔"

"چین آئیے میرے دل کو دعا کیجیے۔

وہ ساتھ ساتھ پین کی مدد سے بوتل بجاتا ساتھ ہی اپنے راگ الاپ رہا تھا۔ اس کی آواز اس قدر اونچی تھی کہ آس پاس سوئے سب سٹوڈنٹس گھبرا کر آنکھیں کھولتے اطراف کا جائزہ لینے لگے۔

راجا کی آئے گی بارات رنگیلی ہوگی رات"

"مگن میں نلیچوں گی۔

ہادی اور ارتضیٰ نے خونخوار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو ہنوز آنکھیں موندے ناجانے خود کو کونسا سنگر گردان رہا تھا۔

"اے گھونچو انسان۔ یہ کیا کر رہا ہے۔"

ارتضیٰ اس کے ہاتھ سے بوتل چھینتے غرایا جواباً اس نے منہایت سکون سے اس کی جانب دیکھا۔

"بور ہو رہا تھا بس تو بوریت کا حل بھی تو نکالنا تھا۔"

وہ جواب میں اتنے بھولے پن سے بولا کہ ہادی کا بس نہیں چلا کہ اسے اٹھا کر گاڑی سے باہر پھینک دے۔ وہ پانچوں بھی ناگواری سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"چل پھر میں بھی تیرے ساتھ ہوں تو ایسا کر بجا میں گاتا ہوں۔"

وہ اس کی جانب واپس بوتل بڑھاتے ہوئے مزے سے بولا۔

"یا خدایا کن جنگلیوں کے ساتھ ہم جارہے ہیں۔"

مریم روہانسا چہرہ بنائے تند لہجے میں بولی۔

مریم بی بی پہلے اپنا میک اپ سنوار مہربانی ہوگی کیونکہ ایسا میک اپ سونے پہ سہاگہ "تمہاری اتنی گندی شکل قسم سے کسی چڑیل کا گمان ہو رہا ہے۔

ہادی کی زبان ایک دم پھسلی تھی تبھی ڈرنے کی ناکام اداکاری کرتا ہوا بولا۔

"شٹ اپ یو ایڈیٹ۔"

وہ اپنی توپوں کا رخ ہادی کی جانب کرتے دھیمے لہجے میں گرجی۔

"اکثر لڑکیاں اپنی بے عزتی کے جواب میں انہی لفظوں کا انتخاب کرتی ہیں۔"

فارس نے نہایت سکون سے بولتے اس کا سکون سرے سے ہی غارت کر دیا۔ مریم نے اپنے ساتھ ہی رکھی کوک کی بوتل اٹھاتے اس کے منہ پہ ماری تھی جواباً اس نے کمال مہارت سے کچھ کرتے اسے لبوں سے لگایا تھا۔

"شکریہ مریم اس کی بہت تمنا ہو رہی تھی۔"

وہ اسے اچھا خاصہ زچ کرتے ہوئے بولا۔ اس کی بات پہ جہاں وہ عاجز آئی وہی باقی سب کا قہقہہ بس کی فضا میں گونجا تھا۔

دل تو بچہ ہے جی۔ اووو"

تھوڑا سچا ہے جی۔ اووو

ایسی الجھی نظر ان سے ہٹتی نہیں۔

"پیار سے ریشمی ڈور کٹتی نہیں۔

اب کی بار ارتضیٰ کی بے سری آواز جوں ہی فضا میں گونجی عذاب تو واضح لڑنے کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی مگر سامنے کا منظر دیکھ ناچاہتے ہوئے۔ بھی ان کی ہنسی چھوٹ گئی کیونکہ وہ آنکھیں موندے گنگنا رہا تھا۔ فارس بوتل بجانے میں مصروف تھا اور ساتھ بیٹھا ہادی ان بے سروں کے سروں پہ جھومنے میں مصروف تھا۔ کچھ ہی دیر میں پوری بس میں یہ آوازیں گونج رہی تھیں کیونکہ اب پوری بس ہی اس سب میں شامل ہو چکی تھی۔ اسی طرح ہنستے مسکراتے ان کا لاہور سے مالم جبہ تک کا سفر کٹا تھا۔

صبح کے آٹھ بجے تقریباً وہ سب مالم جبا میں موجود پرل کو نئینینٹل ہوٹل میں موجود تھے۔ سب کو ان کے کمروں میں پہنچایا گیا تھا۔ ہادی ارتضیٰ فارس ایک کمرے میں البتہ وہ پانچوں ایک کمرے میں ٹھہری تھی۔ صدام نے ان نمونوں کے ساتھ ٹھہرنے کی بجائے شہرام کے ساتھ ٹھہرنے کو ترجیح دی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے آرام کرنے کے بعد ان سب نے باہر گھومنے جانے کا سوچا تھا کیونکہ اچھے خاصے لمبے سفر کی بدولت تھکان بھی اسی لحاظ سے تھی۔

یہ یہاں سے ہی اس قدر دلکش لگ رہا ہے تو جب ہم قریب جاکر دیکھے ہیں تو کیا "ہوگا۔"

بریزہ کھڑکی کے پار دکھائی دیتے مناظر کو دیکھتے شدت جذبات کی رو میں بہکتے ہوئے بولی تو سب اس کی پرچوشی پہ کھلکھلا کر ہنس دیے۔ کچھ ہی دیر میں سب تیار ہونے کے بعد باہر کی جانب بڑھ گئے جہاں سب ان کے منتظر تھے۔ انہوں نے بس کی بجائے پیدل چلنے کو ترجیح دی تھی۔ پندرہ منٹ مسلسل چلنے کے بعد آخر کار ایک جگہ پہ رک کر ان سب نے پکچرز کلک کرنے کا سوچا تھا۔

کتنا خوبصورت ہے نا یہ سب بالکل مکمل سا میسرانژنگ سا۔ میرا دل چاہے تو یہاں سے " "کسی واپس جاؤں ہی نا۔

پریسہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے محبت سے بولی۔ عقیفہ نے ایک نظر اسے دیکھا جو بھورے رنگ کے ٹاپ کے ساتھ ہم رنگ ہی اونی ٹوپی پہنے اور بڑا سا کوٹ پہنے چھوٹی سی گریٹا معلوم ہو رہی تھی۔ ایک اس کا قد چھوٹا تھا تو دوسرا اس کے کپڑے بھی کچھ اس طرح کے تھے۔ اس نے پریسہ کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا جہاں چاروں اطراف میں سبزہ ہی سبزہ تھا۔ اونچے لمبے پہاڑوں کے ساتھ ہی قد آور درخت جو آسمان کی بلندیوں کو چھوتے محسوس ہو رہے تھے۔ روح کو جھنجھوڑ دینے والی معطر ہوا سونے پہ سہاگہ مختلف طرز کے نسلی گھوڑے جس پہ وہ سب سواری کرنے میں مصروف تھے۔ شاید یہ جگہ اسی بدولت مشہور تھی۔ مریم جو گھوڑے پہ بیٹھنے کی تگ و دو میں تھی گھوڑے کے اچھلتے ہی ایک دم بری طرح زمین بوس ہوئی تھی۔ اس کے گرنے پہ ایک سیکنڈ کیلئے تو چاروں اطراف میں سکوت چھا گیا معاً گلے ہی لمحے سب کا چھت پھاڑ قہقہہ اسے اچھا خاصہ شرمندہ کروا گیا۔

"چلو مریم نکلو شاباش دیکھو اس گھوڑے کو بھی تمہارا وجود برداشت نہیں ہے۔"

فارس نے گھوڑے پہ ایک شان سے بیٹھتے اس کی نکیل چڑھائی تو وہ اپنی مخصوص آواز نکالتے جتنی تیزی سے بھاگ سکتا تھا بھاگنے لگا۔ پریسہ بھی بھاگنے والے انداز میں ان تک پہنچی اور صدام کا بازو تھامتے کھینچا۔

"بھائی مجھے بھی گھوڑے پہ بیٹھنا ہے پلیز۔"

وہ ان سب کو اس پہ مزا کرتے دیکھ مصالحتی لب و لہجے میں بولی مگر ناچاہتے ہوئے بھی اس کی نگاہ اطراف میں شہرام کی تلاش میں گھوم رہی تھی۔ اسے ایک جانب فون پہ مصروف دیکھ یک گونہ سکون پریسہ کے رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔ کس قدر خوبصورت لگ رہا تھا وہ کسی شہزادے کی مانند۔ بھورے رنگ کی کلف لگی شلوار قمیض ساتھ سیاہ رنگ کی چادر جو اس کی پروقار شخصیت پہ چار چاند لگاتی تھی۔ پٹھان ہونے کی بدولت اس کی رنگت بھی اچھی خاصی سفید تھی۔ وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی معاً بریزہ کی ٹکر سے ایکدم وی لڑکھڑاتے ہوش کی دنیا میں لوٹی۔

پتیسہ تمہیں گھوڑے پہ چڑھانے کیلئے بہت مشقت کرنی پڑے گی پہلے زمین سے تو نکل " آؤ پھر گھوڑے کی سواری کر لینا۔ ویسے بھی اس نے تمہیں کہی اڑا دیا تو جتنی چھوٹی تم ہو " ہمیں دوبارہ نہیں مل پاؤ گی۔

فارس کی بات پہ جہاں صدام نے شرربار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا وہی پریسہ نے شکوہ کناں نگاہوں سے صدام کی جانب دیکھا تھا۔ ایک دم نا جانے اسے کیا سوچھی وہ سفید رنگ کے نہایت ہی خوبصورت نسلی گھوڑے کی جانب بڑھا اور بنا کسی تردد کے اس پہ سوار ہوا تھا۔ لگے ہی لمحے اس نے اپنی چوڑی ہتھیلی پریسہ کی جانب بڑھائی تو اس کے لبوں پہ نہایت ہی خوبصورت مسکراہٹ بکھر گئی۔ ارد گرد تارے سے ٹمٹمانے لگے۔ یہ احساس ہی اس قدر حسین تھا۔ سب ستائشی انداز میں ان دونوں کی جانب دیکھ رہے تھے۔ پریسہ نے ایک مسکراتی نگاہ اس پہ ڈالتے اس کی ہتھیلی پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ صدام نے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے اسے کھینچ کر گھوڑے پہ بٹھایا تو وہ سہم کر اس کے سینے سے جا لگی۔ اس منظر کو دور کھڑے شہرام کی نگاہوں نے بھی محظوظ ہو کر تکا تھا۔ لگے ہی لمحے وہ نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔ صدام نے اس کی نکیل جوں ہی چڑھائی وہ تیز رفتاری میں بھاگنا شروع ہوا تھا۔

"!بھائی"

پریسہ روہانسی ہوتی چیخ کر اس کے سینے سے لگتی دونوں بازو اس کے گرد حماٹل کر گئی۔ ہوا کی زور سے بال لہراتے چہرے پہ آرہے تھے۔ اسے مسلسل آگے کی جانب بڑھتا دیکھ پریسہ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے صدام کی جانب دیکھا جو اسے پرسکون رہنے کی ہدایت دے رہا تھا۔

"آئی لو یو بھائی۔"

وہ اس کا گال محبت سے چومتے اس کے گلے سے لگتے انکھیں موندتے اس احساس کو محسوس کرنے لگی مگر اگلے ہی لمحے صدام نے ناجانے کیا کیا کہ وہ گھوڑا اپنے آگے والے دونوں پاؤں فضا میں بلند کرتے مخصوص انداز میں بولنے لگا۔ پریسہ اس کی حرکت پہ اپنی موت کو انتہائی قریب دیکھ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

"آئی ہیٹ یو بھائی آئی ہیٹ یو اپ بہت برے ہو۔"

وہ اس کے سینے پہ پے در پے مکے برساتے ہوئے بھگے لہجے میں بولی۔ صدام نے ہنستے ہوئے اس کی پیشانی چومتے گھوڑے کو واپسی کی راہ کی جانب بھگایا تھا جہاں سب ان کے منتظر تھے۔

"چل شاباش بس پیسے ختم اب اتر نیچے۔"

فارس اسے بڑے سے پتھر سے مسلسل بیٹھ کر تصویریں بناتا دیکھ غصے سے بولا مگر اس کے ہنوز وہی بیٹھے رہنے پہ فارس نے اس کی ٹانگ کو کھینچتے اسے نیچے اتارنا چاہا تھا کیونکہ شام کے سائے ہر جانب پھیل رہے تھے جس کی بدولت سردی کا احساس بھی دوبالا ہوتا جا رہا تھا۔

"فارس تجھے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔"

ہادی شہرام کو خود کو گھورتا پا کر نہایت سلجھے ہوئے انسان کی مانند سنجیدگی سے گویا ہوا۔ فارس کو اپنے اطراف میں خطرے کی بو آتی ہوئی محسوس ہوئی مگر ہادی کی بات کا

جواب بھی تو اب از حد ضروری تھا تبھی مسکراتے ہوئے اس کے شانے پہ گرد بازو حائل کیا۔

تو جانتا ہے ہماری زندگی میں ایک ایسا شخص لازمی ہوتا ہے جس سے ہم چاہ کر بھی تمیز "سے بات نہیں کر سکتے۔ تو جانتا ہے کہ میری زندگی میں وہ شخص کون ہے۔

وہ اس کے کان میں جھکتے رازداری سے بولا۔ ہادی نے نا سمجھی سے نفی میں سر ہلایا۔ "کون ہے وہ۔"

ہادی کی تجسس سے بھرپور آواز پہ فارس نے مسکراتے ہوئے اس کے بال سنوارے جیسے کوئی ماں اپنے بچے کے سنوارتی ہے۔

"تو میری جان۔"

جواباً وہ جتنی دلفریبی سے بولا اتنی ہی تیزی سے ہادی شعلہ اگلتی نگاہوں سے اسے دیکھتے اس کی گرفت سے باہر نکلا تھا۔

چل میرا پتر ہن چھٹی کر اور تو ارتضیٰ میری پانچ چھ اچھی اچھی تصویریں کھینچ بھئی بھائی کا"

"لیول ہے انسٹا پہ بھی تو ڈالنی ہے۔ ٹرپ ٹو مالم جبہ۔

وہ ایک ادا سے بولتے اپنی تصویریں بنوانے لگا۔

"کیا ہوا کیا دیکھ رہے ہو۔"

شہرام کو یوں بغور ان تینوں کی جانب دیکھتا پا کر صدام اس کے نزدیک آیا اور مسکراہٹ دبا کر بولا۔

"کچھ نہیں بس یہ فارس کے متعلق سوچ رہا ہوں کہ کیا چیز ہے وہ۔"

وہ تاسف سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ صدام اس کی برخستہ بات پہ کھل کر ہنس دیا۔

پہلے میں بھی سوچتا تھا مگر اب میں نے سوچنا چھوڑ دیا ہے کیونکہ ہماری سوچ چھوٹی"

"پر بجائے گی مگر یہ انسان اب اپنی حرکتوں میں بھی استاد بنتا جا رہا ہے۔

وہ اسے فارس کے متعلق آگاہی دیتے ہوئے بولا جواب جگتوں پہ جگتیں مارتے ان دونوں کی حالت پتلی کر رہا تھا۔

"میرے جیسا حاضر جواب بندہ تم لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔"

وہ فرضی کالر جھاڑتے ہوئے گردن کڑا کر بولا۔ ارتضیٰ اور ہادی نے ناگواری سے ناک منہ چڑھایا۔

"ہمیں یکھنے کی تمنا بھی نہیں ہے بھائی۔ تجھے ہی برداشت کر لیں بہت ہے۔"

وہ دونوں یک زبان دکھی ہارے ہوئے لہجے میں بولے۔

"دیکھنا تو تمہیں پھر بھی پڑے گا میرے بچوں کی صورت میں۔"

وہ مغرورانہ لہجے میں بولتے ان دونوں کو رونے پہ مجبور کر گیا۔ اب وہ دونوں باقاعدہ زمین پہ

بیٹھ کر اپنا رونا رو رہے تھے اور فارس ان کی ویڈیو بناتے ہوئے انہیں زچ کرنے میں

مصروف تھا۔

غنجہ تو چل میرے ساتھ ہمارے بازوؤں میں ابھی اتنی سکت ہے کہ ہم تیری باقی ماندہ "زندگی اچھی گزرنا سکے۔"

اپنے بھائی کی بات پہ غنجہ نے چونک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا جس میں لاتعداد شکوے تھے۔

تو سنبھالے گا مجھے۔ تیرے جیسا بھائی ہونے سے بہتر ہے کہ وہ پیدا ہوتے ساتھ ہی "مر جائے تو بھائی نہیں بھائی کے نام پہ ایک گرہن ہے۔"

وہ سب اس وقت حویلی کے مردان خانے میں موجود تھے۔ سامنے صوفے پہ غنجہ کا ایک بھائی اور ساتھ اس کا بیٹا نوفیل براجمان اسے ساتھ لے جانے کو بضد تھے جبکہ وہ بھی اس بار اپنے فیصلے پہ قائم و دائم تھی۔ اس کی کڑک دار آواز پہ ان دونوں کا خون ابال اٹھا تبھی سرعت سے اپنی جگہ سے اٹھے۔

تو یہاں رہ کر مزید بد لحاظ ہوتی جا رہی ہے مت بھول کہ تو ان سے پہلے ہماری بہن" ہے۔ یہاں تو تیرا مضبوط سہارہ بھی نہیں ہے تیرا شوہر مرچکا ہے غنچہ یہاں پہ تم بس "عورتیں ہو۔

وہ دھاڑ کر گویا ہوئے۔ واقدار یوسف ذئی نے انہیں تنہا چھوڑنے کو ترجیح دی تھی تاکہ وہ ایک ہی بار سب باتوں کو تحمل مزاجی سے حل کر لیں۔ غنچہ اس کی بات پہ حیرت سے ہنسی تھی۔ اس کی ہنسی میں بھی ٹوٹے کانچ کی سی کڑھیاں تھیں۔

تنہا میں اب نہیں تنہا میں اس وقت تھی جب اپنی ماں کے گھر میں ہوتے ہوئے " میرے بھائیوں نے میری شادی کے بعد دھکے دے کر اس گھر سے نکالا تھا ان کیلئے میرا وجود ناقابلِ برداشت تھا۔ تنہا میں اب نہیں ہوں۔ میرے شوہر کے جانے کے بعد ان لوگوں نے مجھے تم کم ظرف لوگوں کی طرح دھکے دے کر گھر سے نہیں نکالا بلکہ اسی گھر "میں پناہ دی ہے مضبوط پناہ۔

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے ہو چھلکاتی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔ ان دونوں بھائیوں نے کٹیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

یہ سہارے کھوکھلے ہیں دیکھ یہ لوگ پہلے ہی ہمارے دشمن تھے تو مت بھول کہ یہ " لوگ ہمارے خون کے پیاسے تھے۔ ابھی بھی تجھے ان لوگوں نے اپنے بھائی کی بدولت قبول کیا تھا مگر اب تجھے یہاں رکھنے کا مقصد سراسر مطلب تیرے اعتماد کو ٹھیس "پہنچانے کا ہے۔ تجھے یہاں رکھ کر ہمیشہ کیلئے تمہارے حصے کی جائیداد اپنے نام کرنا ہے۔

بس کرجاؤ تم لوگ۔ یہ لوگ آپ سے بھی زیادہ امیر ہیں انہیں کیا پڑی ہے ہمارے " حصے کی جائیداد ہڑپنے کی۔

وہ ان کی بے مقصد باتوں پہ ترخ کر بولی جو شاید نہیں یقیناً اسے ان لوگوں سے بدگمان کرنے کی کوششوں میں تھے۔

تو سمجھ نہیں رہی بہنا۔ تو ہمارے ساتھ چل اور اپنا حصہ مانگ۔ مینہ کی شادی ہم "میرے بیٹے سے کریں گے۔ تو بھی ہم خوش ہم بھی خوش اور مینہ اور نوفیل بھی خوش۔

وہ مسکراتے لہجے میں بولتے انہیں سمجھانے لگے مگر وہ تھی کہ سمجھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ ایکدم وہ ان کی بات پہ تمسخر سے ہنسی تھی۔ ان کی ساری بات کا نتیجہ وہ اخذ کر چکی تھی۔

بس! میں اب تک واپس یہاں نہیں لوٹا کہ تم بہن بھائیوں کی آپسی بات ہے مگر اب "یہاں باپ ہمارے گھر کی عزت پہ آگئی ہے پشیمینہ اس گھر کی فرد ہے اور اسی گھر میں رہے گی۔ اس کا اس گھر سے جو رشتہ ہے وہ میں چاہ کر بھی نہیں ٹوٹنے دوں گا۔ ابھی کے ابھی تم دونوں یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

وہ غصے سے بولتے باقاعدہ ہانپنے لگے۔ غنچہ نے سرعت سے ڈوپٹہ چہرے کے آگے کرتے دھکا تھا۔ وہ دونوں بھائی اپنی ناکامی پہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔

"تم لوگوں کو تو ہم دیکھ لیں گے۔ بس انتظار کرو کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

وہ غصے سے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ انہیں لگا تھا کہ غنچہ کو منانا بالکل مشکل نہیں ہوگا مگر یہاں آکر انہیں اندازہ ہوا تھا کہ یہ کام تو بے حد مشکل ہے۔

"نا مینہ باجی چھوڑ دے امارے کو۔ مورے دیکھے گی تو غصہ کرے گی۔"

معاً ان دونوں کی نگاہ باغیچے میں نکر میں بنے جھولے کی جانب اٹھی جہاں دو لڑکیاں آپس میں کھلکھلانے میں مصروف تھیں۔ ان دونوں نے بغور اس جانب دیکھنا چاہا مگر دونوں کے چہرے چادر سے ڈھکے ہوئے تھے اسی لمحے ہوا کے زور سے جھولے لیتی پرخت کے چہرے سے چادر سرکی تھی اور ان دونوں کی نگاہیں وہی ساکت رہ گئی۔ وہ بے یقین نگاہوں سے اس سرخ و سفید رنگت کی حامل لڑکی کو دیکھ رہے تھے جس کے چہرے پہ معصومیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شرارتی پن جھلک رہا تھا۔ وہ تو تحیر سے پھیلی آنکھوں سمیت اسے تک رہے تھے اس کے چادر لیتے ہی غصے سے ہاتھ پہ مکہ مارتے گہرا سانس بھر گئے۔ اگلے ہی لمحے دونوں کی آنکھیں مخصوص انداز میں چمکی تھیں اور ان آنکھوں میں ناکامی کی جگہ ایک حیوانیت نے لے لی۔ وہ خباثت سے ہنستے ایک نگاہ اس پہ ڈالتے

مونچھوں کو تاؤ دیتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ اس کے برعکس پرخہ اور مینہ ان کی آمد سے ہی بے خبر تھی۔

بھائی اماری جان پہ مہربانی کریں اور کچھ حل نکالیں اس کا اس سے قبل کہ وہ لوگ "مینہ کے واسطے کچھ غلط قدم اٹھالیں اب یہ سب آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

وہ بھرائے لہجے میں بولتے بے بسی سے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سامنے جوڑ گئی۔ انہوں نے آنکھوں میں وحشت لیے سامنے دیوار پہ مرکوز شہرام خان کی تصویر کو دیکھا اور جب وہ بولے تو ان کا لہجہ چٹانوں سے بھی سخت تھا۔

ہم ابھی اور اسی وقت شہرام کو فون کرتے ہیں اب اس کے واپس لوٹنے کا وقت ہو گیا "ہے۔ ام مزید اسے شہر میں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتے ورنہ یہاں سب برباد ہو جائے گا۔"

غنجہ نے ان کا چہرہ جانچا جہاں نرمی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ایک عجیب سی سرد مہری رقم تھی۔

"مگر خاناں وہ وہاں اپنا کام کرنے گیا ہے وہ یوں نہیں لوٹے گا آپ جانتے ہیں۔"

برتختہ کے شکایتی انداز پہ وہ ایک گہری نگاہ ان پہ ڈال کر انہیں نظر انداز کرتے مضبوط چال چلتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ ان کے جاتے ہی ان دونوں نے بے بسی و بے کسی سے ایک دوسرے کا چہرہ جانچا۔

شاید دازمون د ماشومانو لپارہ غورہ وی مگر مون دراتلونکی وخت خہ ډیر ویرہ احساس "کوو"

شاید ہمارے بچوں کے حق میں یہی بہتر ہے مگر ہمارے کو آنے والے وقت سے) بہت خوف محسوس ہو رہا ہے۔ کہی نئے رشتے بنانے کے چکر میں پرانے رشتے بکھرنا (جائیں۔

برتختہ خانم سر ہاتھوں میں گراتے ہوئے تشویش زدہ لہجے میں بولی کیونکہ ابھی ماضی کے پنے ان کے ذہن کے درپچوں میں تازہ تھے۔ انہیں مندل ہونے میں ابھی وقت درکار

تھا اور اس پہ مزید یہ سب۔ ناجانے شہرام کیا کر بیٹھے۔ اس کے غصے سے تو ویسے ہی سب کی جان جاتی تھی۔

کالی رات مزید گہری ہوتی جا رہی تھی مگر اس کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہیں تھا۔ دور کہی سے آنے والی پانی کی لہروں کی آواز سے پیدا ہونے والے شور کی بدولت اس کی نیند میں بے تحاشہ خلل پڑ رہا تھا۔ اس نے ایک سہمی ہوئی نگاہ پورے کمرے میں دوڑائی جہاں پریسہ اس کے ساتھ بیڈ پہ اور مریم ان کے پاؤں والی سائیڈ پہ جبکہ نیچے میٹرس بچھائے عنب اور بریزہ نیند کی وادیوں میں اتر چکی تھی۔ ناجانے کیوں گھٹن کا احساس بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اسے کمرے میں چل رہے ہیٹ کی روشنی کی بدولت کوئی ہیولا سا محسوس ہوا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے اطراف میں نگاہیں گھماتی پریسہ کی جانب جھکی۔

"پری۔"

وہ بھیگے لہجے میں بولتے اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگی مگر وہ تو ایسا سوئی تھی کہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیرتے اپنی جگہ سے اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کھڑکی کی جانب بڑھی جہاں سے اندھیرا ہونے کی بدولت کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ذہن میں ایک بار پھر یا سر کی باتیں بری طرح گردش کرنے لگی۔ اس نے گہرا سانس بھرنے کی کوشش کی مگر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے فضا میں آکسیجن کی کمی ہو گئی ہو۔ بازو میں ہورہی جلن کی پیش نظر اس نے اپنا بازو جوں ہی نگاہوں کے سامنے کیا سامنے ہی ناخنوں کے نشان نظر آرہے تھے۔ عقیفہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹتے اس کے گال پہ بہا تھا۔ ایک دم بھاری قدموں کی چاپ پہ عقیفہ نے سرعت سے اپنی پشت پہ دیکھا جہاں وہ ہنوز سو رہی تھی مگر قدموں کی آواز تو بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔

"نہیں نہیں۔ پری۔ اماں۔ مجھے بچالو پلیز۔"

وہ اپنے دونوں کانوں پہ سختی سے ہاتھ جماتی روتے ہوئے بولتے قالین پہ بیٹھتی چلی گئی۔ اس کا دل گویا کانوں میں دھڑک رہا تھا۔

میں مرجاؤں گی مگر اس یاسر کے ساتھ شادی نہیں کروں گی کبھی بھی۔ نہیں کروں۔"
"اگے۔"

لگے ہی لمحے وہ سوچ چکی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس کی سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں
مفلوج ہو چکی تھی۔

وہ پاگلوں کی طرح اپنے گالوں کو بے دردی سے پونچھتی کمرے کے دروازے کی جانب
بڑھی اور کپکپاتے ہاتھوں سے کمرے کی چٹخنی گراتے ایک سہمی ہوئی نگاہ باہر گھمائی مگر
وہاں تو کسی زری روح کا نام و نشان ہی نہیں تھا۔ آنکھوں سے آنسو تواتر بہہ رہے تھے۔ وہ
ننگے پاؤں ہی ملگجے سے حلیے میں بے دم سی آگے کی جانب بڑھتی جا رہی تھی۔ ڈوپٹہ وجود
سے سرے سے ہی ندارد تھا معاً وہ لڑکھڑائی تھی مگر سامنے موجود زینوں کو دیکھ وہ غائب
دماغی کی کیفیت میں اس پہ چڑھنے لگی۔

تیری دنیا بہت ظالم ہے اسلئے بہت زیادہ۔ جس باپ کو سب کچھ مانا ہے وہی باپ مجھے "جہنم میں کیوں جھونک رہا ہے۔ ہم بیٹیاں کیوں باپ کے فیصلوں میں بے بس ہوتی ہیں۔"

وہ تکلیف سے روتے روتے بڑبڑائی اور اوپر چھت پہ پہنچتے ہی وہ عین نکر پہ آکھڑی ہوئی۔ اس نے چونک کر نگاہ نیچے کی جانب دوڑائی تو اس کا دل بے ساختہ ڈوب کر ابھرا۔ کس قدر خوفناک منظر تھا۔

"نہیں عقیفہ خودکشی حرام ہے۔ تو ایسے حرام موت کو گلے نہیں لگا سکتی۔" اس کے دل نے اسے سرزنش کی۔

"اگر تو اس دنیا میں رہی تو یہاں وہ حیوان تجھے جیتے جی مار دے گا۔"

اس کے دماغ نے فوراً اس کے دل کی بات کی تردید کی۔ عقیفہ نے خالی خالی نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائی۔

بلاشبہ تیری دنیا بہت وسیع ہے مگر صرف امیروں کیلئے ہی ہم جیسے لوگ تو بس اس " دنیا میں ٹھوکریں کھانے کیلئے بنائے گئے ہیں۔ ٹوٹ گئی ہوں میں میرے اس بس ایک التجا ہے تیرے میرے بعد میری بہنوں کو اس درندے سے محفوظ کر لینا۔ اس کی غلیظ "نگاہوں سے بچا لینا اسے۔

وہ ویران لہجے میں بولتے اپنی آنکھوں کو سختی سے میچ گئی۔ ڈر کی بدولت آنکھیں بری طرح کانپ رہی تھیں۔ اس نے خوفزدہ دل سمیت ایک قدم مزید آگے بڑھایا تھا۔ آنکھیں ہنوز بند تھیں اور ان بند آنکھوں میں پنہاں ڈھیروں شکوے ڈھیروں ناکام حسرتیں بھی مقید تھیں۔

"عفیفہ۔"

ایک زوردار چیخ کے ساتھ ہی پریسہ نے اسے اپنی جانب کھینچا جس کی بدولت وہ لرکھراتی ہوئی کسی لچکیلی ڈال کی مانند اس کی جانب کھینچی آئی۔ پریسہ کا رنگ لٹھے کی مانند سپید پڑ رہا تھا البتہ عفیفہ کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ وہ دونوں فوق چہرے سمیت ایچ دوسرے کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

"یہ تم کیا کر رہی تھی عقیفہ۔"

وہ خالی خالی لہجے میں بولی تو اس کے حلق میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"نہیں۔ وہ میں کچھ نہیں بس پتہ نہیں یہاں کیسے آگئی۔"

وہ اپنے لہجے میں جھوٹ کی آمیزش کرتے ہوئے بولی تو پری نے تلخ مسکراہٹ سمیت اس کی جانب دیکھا جو کسی ماہر انسان کی مانند جھوٹ بولنے کی تگ و دو میں تھی مگر پریسہ جانتی تھی کہ اس کے ہکلائے کا مطلب سراسر جھوٹ بولنا ہے۔

تم یہاں خودکشی کرنے جا رہی تھی تمہارا دماغ خراب ہے۔ پاگل تو نہیں ہو گئی تم۔ دل تو "چاہ رہا ہے کہ رکھ کر تمہارے منہ پہ دو تھپڑ لگاؤں تاکہ تمہیں اندازہ ہو کہ تم کونسا گناہ "سرزد کرنے جا رہی تھی۔

وہ اسے بے دردی سے جھنجھوڑتے ہوئے بولی تاکہ اسے اس کی کوتاہیوں کا اندازہ ہو سکے۔ اس دوران وہ بالکل ساکت و جامد تھی کسی ٹھہرے ہوئے سمندر کی مانند۔ پریسہ

کے اشتعال میں مزید اضافہ ہوا۔ اس نے بے دردی سے اس کا بازو جھٹکتے دو تین گہرے سانس بھرے تھے۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں عقیفہ۔"

وہ اس کے بازو کو ایک بار پھر سے جھنجھوڑتے حلق کے بل دھاڑی۔ عقیفہ نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھتے سے پیچھے کی جانب دھکیلا تو وہ مشکل گرتی گرتی پچی۔

کیا پوچھ رہی ہو مجھ سے۔ کیا جاننا چاہتی ہو۔ میری بے بسی جاننا چاہتی ہو۔ میری بے بسی "کا مذاق اڑانا چاہتی ہو۔ یہ دیکھنا چاہتی ہو کہ ہم غریبوں کا کوئی ولی وارث نہیں ہوتا اور تم امیر ہو کر کس قدر خوش قسمت ہو۔ یا یہ جاننا چاہتی ہو کہ میرے باپ نے اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے مجھے کسی بھی ایرے غیرے سے باندھ دیا ہے جس کی نگاہوں سے نا میں محفوظ ہوں اور نا ہی میری چھوٹی بہنیں۔ جانتی ہوں یہاں آنے سے ایک دن قبل کیا ہوا ہے اس غلیظ آدمی نے میری عزت کو تار تار کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے میرے ماں باپ کی موجودگی میں یہ سب ہوا ہے پری سب ان کی موجودگی میں ہوا ہے

ان کا اندھا اعتماد اس شخص پہ کسی دن ہم تینوں بیٹیوں کو کھا جائے گا۔ مجھے دھمکی دی اس نے کہ میں ٹرپ پہ نا جاؤں مگر میں ہٹ دھرم بن کر پھر سے آگئی کیونکہ مجھے اس کے آگے جھکنا نہیں تھا میں نہیں جانتی کہ میری بہنوں کے ساتھ کیا ہوگا مجھے بہت "خوف آرہا ہے۔ میں مرجاؤں گی میں مرنا چاہتی ہوں اس زندگی سے چھٹکارا چاہتی ہوں۔

وہ اذیت سے بولتے اپنی بے بسی اس پہ آشکار کرتے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ پریسہ کی حالت تو ایسی تھی گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اسے سب سے زیادہ تکلیف عقیفہ کی اس بات نے دی تھی کہ وہ سمجھتی تھی کہ وہ اس کا مذاق بناتی ہے۔ کیا دوستی میں یہ سب بھی ہوتا ہے اس نے تو کبھی نہیں سنا تھا ایسا۔

"تم مجھے اتنا غلط سمجھتی ہو۔"

اس کے لبوں سے ادا ہونے والے شکوہ کناں الفاظ عقیفہ کے وجود کو شرمندگی کی اتھاں گہرائیوں میں ڈبا گئے۔ اس نے سختی سے نفی میں سر ہلاتے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا مگر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

نہیں عقیفہ نہیں بس۔ تم نے تو آج دوستی کا بھرم تک چھین لیا۔ آج تک تمہاری ہر بات کو دوست کم بہن زیادہ ہونے کے ناطے سمجھا ہے میں نے۔ تمہارے درد کو اپنے دل پہ محسوس کیا ہے میں نے مگر تم نے کیا کیا تم نے تو ایک لمحے میں اتنے سالوں کی دوستی کو یوں لمحوں میں بے اعتباری کے نذر کر دیا۔ کیا ہے میرے پاس بتاؤ مجھے۔ یہ امیری گھر بنگلہ پیسہ گاڑی یہ سب کچھ کیا ہے یہ وقتی آسائشیں نا۔ جانتی ہو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔ بس ایک چیز چاہیے اپنا آپ مکمل۔ کبھی خود کو تم نے آئینے میں دیکھا ہے بالکل مکمل ہو تم ہر چیز پر فیکٹ۔ خوبصورت ہو لمبی ہو ہر چیز ہے نا تمہارے پاس۔ مجھے دیکھو نا میں اتنی خوبصورت ہوں اور اس چھوٹے قد کے آگے مزید بد صورت لگتی ہوں گی۔ اصل کمی یہ ہے۔ روز کبھی کسی سے تو کبھی کسی سے اپنی اس کمی کے بارے میں سنتی ہوں کیونکہ کوئی بھولنے ہی نہیں دیتا مجھے۔ طرح طرح کے طنز میں ڈوبے لہجے۔ لڑکی چھوٹی ہو تو اس کا قصور موٹی ہو تو اس کا قصور کالی ہو تو اس کا قصور کیوں؟ کیوں ہے ایسا۔ کیا میں اپنی اس امیری سے اپنا قد ٹھیک کروا سکتی ہوں لوگوں کے منہ بند کروا سکتی ہوں نہیں عقیفہ۔ اللہ کا بنایا کوئی انسان مکمل نہیں ہے اگر اس ذات نے تمہیں یہ کمی

دی ہے تو مجھے بھی کمی دی ہے میں پیسوں کے ساتھ مکمل نہیں ہوں۔ میں یہ سب بولنا نہیں چاہتی تھی مگر آج تمہارے ہمت ہار جانے پہ میں بولنے پہ مجبور ہوئی ہوں کہ کیوں کیوں تم ہار مانو نہیں کیا میں نے لوگوں کے چبھتے رویے محسوس کر کے ہار مان لی ہاں کبھی کبھی ضبط ٹوٹتا ہے بہت روتی ہوں راتوں کو کسی سے بھی بات کرنے کو جی نہیں چاہتا مگر پھر اگلے دن میں ایک نئی امید سے جاگتی ہوں کہ آج پورا دن بغیر کسی طنز کے گزرے گا۔ کبھی اس طرح حرام موت کو گلے لگانے کے بابت نہیں سوچا میں نے۔

وہ غمض کے عالم میں بولتے بولتے آخر میں ہانپ گئی۔ لفظ مزید ساتھ دینے سے انکاری تھے اور عقیفہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک ریلہ جاری تھا۔

"پری ایم سوری میں ایسا قطعی نہیں۔"

اس سے قبل کہ وہ اپنی صفائی میں کچھ بولتی عقیفہ نے بے دردی سے اپنے آنسوؤں کو رگڑتے نفی میں سر ہلایا۔

تم ناچاہنے کے باوجود اپنے الفاظوں سے کسی کی دل آزاری کر چکی ہو عفیہ۔ خیر یہ وقت " نہیں ہے یہ سب باتیں کرنے کا ہمیں کمرے میں چلنا چاہیے اس سے قبل کوئی باہر "آکر غلط سمجھے۔

وہ بوجھل لہجے میں بولتے اس سے پہلے قدم کمرے کی جانب بڑھاتی اپنی پشت پہ کھڑے فارس کو دیکھتے ان دونوں کے لبوں سے ایک چیخ بلند ہوئی۔ وہ دونوں لبوں پہ سختی سے ہاتھ جمائے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کے ہیولے کو تک رہی تھی جو کس قدر بھیانک لگ رہا تھا۔ ان دونوں نے بیک وقت شدت سے دعا کی کہ کاش اس نے کچھ ناسنا ہو۔ اس کے چہرے پہ چھائے اضطراب کو دیکھتے ان دونوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

"فارس۔ تم یہاں اتنی رات کو۔"

بالآخر پریسہ نے ہمت کر کے اسے مخاطب کیا تو اس کے تنے ہوئے تاثرات ڈھیلے پڑے۔

یہی سوال اگر میں تم دونوں سے پوچھو کہ آدھی رات کو چڑیلوں کی مانند چھت پہ کیوں "منڈلا رہی ہو۔"

وہ خشمگین نگاہوں سے ان دونوں کی اڑی اڑی رنگت دیکھتے گویا ہوا۔

"ہم یہاں کچھ خاص نہیں بس چھت دیکھنے آئے تھے۔"

عفیفہ کھسیاہٹ سمیت کچھ الٹا سیدھا بولتے اسے حیرت میں مبتلا کر گئی۔

"آدھی رات کو چھت کر کیا کوئی جن عاشق کروانا ہے کیا تم دونوں نے عجیب انسان ہو۔"

وہ مشکوک نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بولا جیسے کچھ اگلوانا چاہتا ہو۔ عفیفہ اور پریسہ نے چور نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

"ہمیں چھوڑو تم اپنا بتاؤ کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔"

پریسہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے دو قدم اس کے نزدیک ہوئی۔ فارس نے ستالشی انداز میں اس کی جانب دیکھا اور اپنی پینٹ کی پوکٹ سے عینک نکالتے آنکھوں پہ لگائی اور پرفیوم تھام کر اچھے سے خود پہ چھڑکنے لگا۔

بھئی ہم تو چاہتے ہیں کہ کوئی چڑیل ہم پہ عاشق ہو ہی جائے۔ اپنی زندگی میں ایک آدھا"

"اڈو پنچر تو لازماً کرنا چاہیے۔"

وہ دلفریبی سے بولتے چھت سے نیچے جھانکنے لگا جس کی اونچائی دیکھ اسے اپنے کانوں سے دھواں نکلتا ہوا محسوس ہوا۔

تمہارا دماغ ٹھکانے پہ ہے کیا یہ چڑیل اصل میں تم سے چمٹ گئی نا تمہارا تراہ نکل "جائے گا۔"

عفیفہ نے دانت پہ دانت جھاتے اسے جتنا چاہا مگر جواب میں فارس ایسے ہنسا جیسے کسی بچے کی بات پہ مسکرایا جاتا ہو۔

"آج تک تم لوگوں کو دیکھ کر تراہ نکلا کیا نہیں نا تو پھر اسے بھی دیکھ کر نہیں نکلے گا۔" وہ دل جلانے والی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے اس کا دل جلا کر راکھ کر گیا۔

"تم ہمیں چڑیلیں بول رہے ہو۔"

پریسہ تو باقاعدہ لڑنے پہ اتر آئی تبھی اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے کرخت لہجے میں بولی مگر وہ تھا کہ کسی کے ہاتھ ہی نہیں آ رہا تھا۔

یار کیا ہو گیا ہے ویٹ میں تم لوگوں کو چڑیلیں بول سکتا ہوں کیا۔ تم لوگ تو ڈائن ہو وہ " "بھی خون چوسنے والی بھلا ڈائن اور چڑیل کا آپس میں کیا مقابلہ۔

وہ نہایت معصومیت سے بولتے بات کا رخ بدل گیا۔ اس کے زچ کرنے پہ ان دونوں نے مسٹیاں بھینچتے پیر پٹھے۔

دفعہ ہو جاؤ تم اسلہ کرے تم پہ کوئی چڑیل عاشق ہو اور وہ تمہیں یہاں سے کبھی جانے نا " "دے تمہارے اس سے درجن بچے ہو اور وہ بچے مل کر تمہیں گنجا کر دیں۔

وہ زور و شور سے اسے بددعائیں دیتے ہوئے بولی۔ فارس نے بے نیازی سے شانیں اچکائی۔

میری فکر چھوڑو اپنی خیر مناؤ کسی راستے میں کوئی جن بھوت نامل جائے۔ "0"

وہ بائیں آنکھ دباتے مزے سے بولا۔ ان دونوں کو اس کی بات ایک لمحے کیلیے بے تحاشہ کھٹکی لگے ہی لمحے سکوت چھا گیا۔ بھلا وہ ایسا بھی کیا کر سکتا تھا تبھی سر جھٹکتے زینوں کی جانب بڑھ گئی۔ ایک تو سب سے زیادہ خوفناک چیز یہاں کی سیڑھیاں تھیں جسے اترنے

چڑھنے میں انہیں بے تحاشہ دقت پیش آرہی تھی۔ وہ آگے پیچھے ایک دوسرے کی تقلید میں کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی معاً انہیں اپنے عقب میں کسی کی موجودگی کا گمان ہوا۔ ان کے حلق میں باقاعدہ کانٹے سے چبھنے لگے۔ وہ چورنگاہوں سے ایک دوسرے کو تنہا دیکھنے کے بعد اطراف میں نگاہیں گھمانے لگی مگر وہاں صرف دور ایک روشنی کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔

"یہ بس فارس کی باتوں کا فتور ہے اور کوئی بات نہیں۔"

پریسہ خود کو ہمت دینے والے انداز میں بولتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے لگی معاً اپنے سامنے سے اڑتی کسی چیز کو دیکھ ان دونوں کی چیخ بے ساختہ تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ روشنی کبھی جلتی تو کبھی بجھتی ان دونوں کے رنگ خوف سے لٹھے کی مانند سپید پڑ گئے۔ پریسہ نے سرعت سے عقیفہ کا ہاتھ تھامتے بھاگنے والے انداز میں قدم کمرے کی جانب بڑھائے تو ایکدم ایک چیز اڑتی ان کے قدموں پہ گری تھی پریسہ کی ہولناک چیخ ہوری راہداری میں گونجی تھی۔ وہ دونوں اب دیوار سے لگی تھر تھر کانپتی اپنی زندگی کیلئے دعاگو تھی۔

"فارس۔"

عفیفہ نے شدت سے اسے پکارا مگر جواب ندارد۔

مجھے لگ رہا ہے عفیفہ کے وہ بھی فارس نہیں تھا وہ کوئی اور تھا اس ہوٹل میں لازماً کچھ ایسا ویسا ہے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے اندھیرا بھی اس قدر ہے۔

وہ کانپتے لہجے میں بولی عین اسی وقت راہداری کی لائٹ دوبارہ سے جلی تو ان کی نگاہ اپنے قدموں میں گرمی خون آلود چیز پہ جمی کی جمی رہ گئی۔ وہ حق دق ساکت نگاہوں سے اسے تک رہی تھی جو شاید کوئی پرندہ تھا۔ پریسہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹتے اس کے گال پہ بہا لگے ہی لمحے اس کے رونے میں شدت آگئی۔ وہ آواز سمیت اونچا اونچا رونے لگی تھی۔ عفیفہ نے گھبرا کر اس کی جانب دیکھا جو بری طرح رونے میں مصروف تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے تسلی دیتی ذبردست قسم کے قہقہوں کی آواز پہ ان دونوں نے چونک کر بائیں جانب دیکھا جہاں سے فارس ارتضیٰ اور ہادی انہی کی جانب آرہے تھے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ مارتے مسلسل ہنس رہے تھے۔ ان دونوں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کی

جانب اور ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا لگے ہی لمحے شدید اشتعال کے عالم میں وہ ان کی جانب بڑھی تھی۔ ان کی آوازوں سے باقی سب بھی اٹھ کر وہی آچکے تھے اور حیرانگی سے صورتحال کا ملاحظہ کرنے میں مصروف تھے۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں اتنی رات کو۔"

شہرام کی بھاری سرد آواز پہ ان سب نے نگاہوں کا رخ ان کی جانب کیا جہاں سب موندی موندی نگاہوں میں حیرانگی سموئے اس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ پریسہ ایکدم آنکھوں میں ڈھیروں شکوے لیے صدام اور شہرام کی جانب بڑھی۔

سر ہم دونوں چھت پہ گئے تھے تو ان تینوں نے پیچھے سے آکر ہمیں ڈرایا یہ دیکھیں یہ " زمین پہ ناجانے کیا گرا ہے اور وہ روشنی بھی کبھی جل رہی تھی تو کبھی ماند پڑ رہی تھی بس "اسی لیے ہم بہت ڈر گئے تھے۔

اس نے بھرائے لہجے میں اپنی بات مکمل کی تو شہرام کی پیشانی میں شکنیں نمودار ہوئی۔ صدام نے آگے بڑھتے بے ساختہ اسے اپنے حصار میں لیتے ان تینوں کو کٹیلی نگاہوں سے گھورا۔

اول تو آپ کا یوں آدھی رات کو بغیر کسی کی اجازت کے یوں باہر نکلنا بنتا نہیں تھا اور "دوسری بات اگر انہوں نے ایسی کوئی حرکت کی بھی ہے تو آپ کا یوں سب کی نیند میں "خلل ڈالنا نہیں بنتا تھا مس پریسہ۔

وہ اپنی کانچ سی آنکھوں میں ڈھیروں ناگواری لیے تنفر بھرے لہجے میں بولتے پریسہ کو ساکت کر گیا۔ مطلب غلطی ہر چیز میں اسی کی تھی۔ صدام نے گھورتی نگاہوں سے شہرام کو دیکھا جو اب سر جھٹکتے ان تینوں کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

میں آپ تینوں کو پہلی اور آخری بار وارن کر رہا ہوں مجھے آج کے بعد آپ کی کوئی شکایت "نا ملے اگر یہاں آپ کو یہاں لایا گیا ہے تو تمہذیب کے دائرے میں رہیے۔ اسے پھلانگنے "کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے تنبیہی لہجے میں بولا۔ جبرے بری طرح بھینچے ہوئے تھے۔ اس کی بات پریسہ کے سر پہ لگی تلووں پہ بجھی۔ اس کا دل مقابل شخص کے لیے الگ ہی پرلے پہ دھڑک رہا تھا اور اس کے دل میں سرے سے ہی اس کیلئے کوئی جذبات نہیں تھے وہ کس قدر ٹھہرا ہوا شخص تھا جس کے اندر احساسات نامی کوئی چیز ہی نہیں تھی۔ عقیفہ نے اس کے تیوروں سے گھبراتے اسے لوگنا چاہا مگر اس سے قبل ہی وہ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروا چکی تھی۔ وہ اپنے لرزتے دل کو سنبھالتے اس کے عین مقابل ہوئی۔

سر شہرام آپ استاد ہیں میں اچھے سے جانتی ہوں مگر آپ کو استاد اس لیے نہیں بنایا" گیا کہ آپ ہر بات پہ صرف میری ہی غلطی نکالیں چاہے میری غلطی ہو یا نا ہو آپ کو ہمیشہ میں ہی کیوں غلط دکھائی دیتی ہوں۔

میں کچھ کروں تو غلط ناکروں تو غلط کچھ بولوں تو غلط کچھ نا بولوں تو غلط آج آپ بتا ہی "دیں کہ مجھ سے چاہتے کیا ہیں آپ۔"

وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھتی غصے سے نکتھنے پھلاتی پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ صدام نے گھبرا کر شہرام کو سرخ پرٹا چہرہ دیکھا تھا جو ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

میرا مسئلہ جانتی ہیں کیا ہے آپ کی یہ زبان۔ ویسے بی اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا ہے کہ آپ "پہ یہ فقرہ بخوبی سوٹ کرتا ہے کہ قد سے زیادہ تو یہ زبان لمبی ہے۔"

وہ سلگتے لہجے میں بولتے اس کے پور پور کو سلگا کر راکھ کر گیا۔ بس اسی سے تو سننا باقی رہ گیا تھا کہ اس کا قد چھوٹا ہے۔

چلیں اچھی بات ہے کچھ تو لمبا ہے اور یہ جو لمبی زبان ہے نا یہ میں بہت اچھے سے "چلانا بھی جانتی ہوں۔ اب دیکھیں میری زبان کے جوہر آپ کی حالت ایسی ہو رہی ہے جیسے ابھی سر کر راکھ ہو جائیں گے۔ اور ایک آخری بات پریسہ آفندی کو ہلکے میں مت لیجیے"

"گا میں آپ جیسوں پہ بہت بھاری پڑتی ہوں۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتی دلچسپی سے اس کے پل پل بدلتے تیور دیکھ مزے سے بولی۔ شہرام نے اب کی بار کٹیلی نگاہوں سے صدام کو دیکھا جو ہونق پن سے پریسہ کی چلتی۔ شہرام زبان کو دیکھ رہا تھا۔ باقی سب بھی دلچسپی سے اس صورتحال کا ملاحظہ کر رہے تھے نے قہر برساتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا تھا۔

ڈونٹ یو ڈیئر می مس پریسہ میں آپ کا استاد ہوں اور ایک سلوڈنٹ ہونے کے ناطے " آپ پہ عائد ہے کہ آپ ہمارے درمیان موجود رشتے کا خیال کریں ورنہ میں تمام لحاظ بالائے طاق رکھ دوں گا اور صدام تم اپنی گھر کی عورتوں کو اتنا بھی لاڈ پیار مت دو کہ وہ "بگڑتی چلی جائیں۔

وہ پریسہ کے کانوں میں سیسہ انڈیلتے آخر میں صدام سے مخاطب ہوا۔

ریلیکس شہرام اٹس ناٹ آگ ڈیل۔ یہاں ہم سب ٹرپ انجوائے کرنے آئیں ہیں اگر " انہوں نے کوئی مذاق کر بھی لیا تو اٹس ناٹ آگ ڈیل کالم ڈاؤن۔

وہ تحمل سے اسے سمجھانے والے انداز میں بولا تو شہرام ایک سرسری سی نگاہ پرلے پہ
ڈالتے وہاں سے اگے کی جانب بڑھ گیا کیونکہ اس کی آنکھوں میں واضح حیرانی درج تھی اور
اسے اس چیز سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔

"سر شہرام خان پٹھان۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھتا فارس کی شرارت سے لبریز آواز پہ اس
کے قدم زمین پہ ہی جم گئے۔ وہ قدم بہ قدم چلتا اس کے نزدیک آیا۔
وہ کیا ہے نامعافی تو میں مانگوں گا نہیں مگر ایک بات "آپ سے ضرور کہوں گا کہ ہم آپ
کی اس پہلی اور آخری تنبیہ کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کو یہ فیصلہ سناتے ہیں کہ ہم یہ
"کام پھر سے کریں گے بار بار کریں گے اور ہمیشہ کریں گے۔"

وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر بولتے اپنے مخصوص انداز میں بائیں آنکھ دبا گیا۔ اس کی
بات پہ جہاں صدام کا فلک شکاف قہقہہ راہداری کی فضا میں گونجا وہی شہرام تاسف سے
نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"اے چل اٹھ کمرے سے جاکر سو سوتی قوم۔"

شہرام کے جاتے ہی وہ زمین پہ بیٹھ کر اونگھنے میں مصروف ہادی کو لات مارتے ہوئے بولا تو اس نے ہلکی سی پلکیں واں کرتے اس کی جانب دیکھا اور اس کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔

"معذرت میری جان مگر میری مام کہتی ہیں کہ گرمی ہوئی چیزوں کو نہیں اٹھانا چاہیے۔" وہ مصنوعی دکھ سے بولتے اسے ایک فلائنگ کس سے نوازنا ارتضیٰ کے شانے پہ بازو پھیلاتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ ہادی نے اس کی پشت کو دیکھتے دانت کچکچائے تھے۔ صدام نے ایک نظر سنجیگی سے ان سب کی جانب دیکھا جو اب اپنے اپنے کمروں کو لوٹ رہے تھے۔

"پری۔"

اس نے سنجیگی سے اسے پکارا۔ پریسہ نے انگلیاں چٹختے اس کی جانب دیکھا۔

آپ کو شہرام سے ایسے مخاطب نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ جو بھی ہے فلحال وہ آپ کا "استاد ہے اور استادوں سے یوں گستاخانہ لہجے میں مخاطب نہیں ہوا جاتا۔

وہ اپنے لہجے میں کچھ حد تک سختی سموئے بولا تو پریسہ نے شکایتی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

بھائی آپ نے دیکھا نہیں وہ بھی میرے قد پہ آگئے۔ ابھی فارس اور ان دونوں کی غلطی "تھی مگر صرف مجھے ڈانٹا یہاں تک کہ عقیفہ کو بھی کچھ نہیں کہا پتہ نہیں کیوں ان کی صرف مجھ سے ہی کوئی دشمنی ہے حالانکہ باقی سب سے وہ نرمی سے مخاطب ہوتے ہیں "بس مجھ سے بات کرتے ہوئے وہ انگارے چباتے ہیں۔

وہ روہان سے لب و لہجے میں بولتی اسے مسکرانے پہ مجبور کرگئی۔

میں نے پہلے بھی آپ کو یہ بات باور کرائی تھی کہ اس کی نیچر شروع سے ایسی ہے "سرد مزاج کم گو اپنے احساسات کو دل میں دبا کر رکھنے والا۔ زیادہ کسی پہ نہیں کھلتا وہ۔ وہ ایسا ہی ہے۔ میں نے اسے کبھی بھی ضرورت سے زیادہ کسی سے بات کرتے ہوئے

نہیں دیکھا اور ہم انسان کی نیچر میں رد و بدل نہیں کر سکتے۔ ہمیں بس کو مپر وائر کرنا آنا
"چاہیے۔"

وہ اس کا سر نرمی سے سہلاتے سمجھانے والے انداز میں بولا تو پریسہ اس کی بات پہ نرمی
سے مسکراتے اثبات میں سر ہلا گئی۔ اسے بھی تو وہ ایسے ہی اینگری مین کی طرح ہی اچھا
لگتا تھا۔ اس کے بابت سوچتے اسے اپنے وجود میں میٹھی سی گدگدی ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ
گہرا سانس بھرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ ابھی سونا بھی تھا اور نیند پوری کرنی
تھی تاکہ کل وہ لوگ مزید تفریحی مقامات پہ جاسکیں۔ وہ یہ بات سوچ چکی تھی کہ فلحال
وہ عقیفہ سے قطعی بات نہیں کرے گی کیونکہ اس بار اس نے اس کا دل توڑا ہے۔

اگلی صبح بھی وہاں موسم اچھا خاصہ سرد اور ٹھہرتا ہوا تھا ان سب نے اس مناسبت
سے ہی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ ان کا ارادہ مالم جبہ کی سب کی مشہور مقام
سکائے ریزورٹ جانے کا تھا۔ تقریباً دس بجے وہ لوگ وہاں جانے کیلئے نکلے تھے کیونکہ

ریزورٹ ان کے ہوٹل سے کچھ فاصلے پہ تھا۔ بس میں بھی فارس وغیرہ کی بدولت خوط ہلا گلہ مچا ہوا تھا۔ تقریباً پونے گھنٹے بعد ان کی گاڑی ریزورٹ کی حدود میں داخل ہوئی تھی۔ وہاں کی خوبصورتی دیکھ وہ سب مبہوت رہ گئے۔ آنکھوں کو چندھیا کر دینے والا منظر تھا۔ قد آور درخت جو برف میں ڈھکے ہوئے تھے چاروں اطراف میں برف نے اپنا آپ بکھیرا ہوا تھا۔ ایکدم سردی کا احساس شدت سے بڑھا تھا۔

"یار آئی مسٹ سے اُس جسٹ امیزنگ۔"

عناب کی کھوئی کھوئی آواز پہ سب نے تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہاں طرح طرح کی چیزوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ کچھ لوگ چئیر لفٹ لینے میں مصروف تھے اور کچھ ہائیکنگ کرنے میں مصروف تھے اور وہ سب سب کو ایک نظر دیکھتے سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے۔

افف یا خدایا یہ کیسے چئیر لفٹ پہ بیٹھے ہیں میری تو جان نکل جائے گی۔ دیکھ کر ہی کچھ "ہو رہا ہے۔"

پریسہ کی آواز پہ ایک بار پھر فارس کو شرارت سو جھی تھی گلہ کھنکھارتے اس کے نزدیک ہوا۔

پتیسہ یہ چھوٹے بچوں کیلئے ہے بھی نہیں۔ یہ ہم جیسے لوگوں کیلئے ہے۔ اب تمہیں دکھ " "تو ہوگا مگر سچ تو سچ ہے نا اور سچ کرؤا بھی لگتا ہے۔

وہ مصنوعی افسوس کرنے والے انداز میں بولتے اسے ضبط سے مٹھیاں بھینچنے پہ مجبور کر گیا۔

اور یہ تم جیسوں کیلئے بھی نہیں ہے کیونکہ تم نے ہر جگہ ہمیں بس شرمندہ ہی کروایا " "ہے۔

مریم کہاں باز رہنے والوں میں سے تھی تھی دل جلانے والے لہجے میں بولی۔ فارس نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا مطلب اس سے پنکا۔

مس مریم آپ میری دوست ہیں تو دوست ہی رہیں میری ماں بننے کی ضرورت نہیں" ہے۔ پھر میں تمہیں کچھ کہوں گا تو تم کہو گی فارس اپنی حد میں رہو ڈونٹ کراس یور لمٹس "اور پھر جو لمٹس کراس نا کرے وہ میں تو ہو ہی نہیں سکتا۔

وہ اس کی نقل اتارتے ہوئے بولا۔ مریم نے خفت سے سرخ پڑتے اس کی جانب دیکھا جواب اسے جواب دیتے کس قدر پرسکون تھا۔

"فارس چلو نا یہ چئیر لفٹ پہ بیٹھتے ہیں۔"

وہ پر جوش سی کیفیت میں گویا ہوئی۔ فارس نے اپنی مخصوص انداز میں بھنویں اچکاتے اس کی جانب دیکھا اور کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلا گیا۔

"اچھا ٹھیک ہے مگر پتیسہ تم وعدہ کرو چیخو گی نہیں۔"

وہ اس سے وعدہ لیتے ہوئے بولا۔ پریسہ نے سرعت سے نفی میں ہلایا۔

"اوکے گاٹز فولو می۔"

وہ اپنی جیکٹ کو فرضی جھاڑتے مغرورانہ چال چلتے چئیر لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔

"تم دونوں کو کیا ہوا ہے کیا کوئی لڑائی ہوئی ہے۔"

بریزہ کی حیران کن آواز پہ ان دونوں نے پٹ سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ پریسہ تو خاموشی سے چہرہ جھکا گئی البتہ عقیفہ نے بمشکل مسکراتے اس کا وہم دور کرنا چاہا تھا۔ بریزہ مسکرا کر آگے کی جانب بڑھ گئی کیونکہ وہ مریم کے ساتھ بیٹھنے والی تھی۔

"پریسہ میری بات۔"

مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی عقیفہ پلیز سٹاپ اٹ۔ میں نہیں چاہتی کہ یہاں کوئی "اتماشہ کھڑا ہو۔"

وہ سپاٹ لہجے میں بولتی آگے کی جانب بڑھ گئی۔ عقیفہ نے بے بسی نے ہتھیلی پہ مکہ مارا۔

"میں نہیں بیٹھوں گی اس پہ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

"پریسہ مت کرو ایسے زیادہ خطرہ ہوگا فارس کو ہاتھ دو۔"

صدام کی کرخت آواز پہ پریسہ نے سہمی ہرنی کی مانند نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اسے بار بار فارس کو ہاتھ تھمانے کی تلقین کر رہا تھا۔ شہرام کی نگاہیں بھی اسی پہ جمی تھیں۔ غصے سے اسے اپنے دماغ کی رگیں تنتی ہوئی محسوس ہوئی۔ پریسہ نے آنکھیں موند کر گہرا سانس بھرتے اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھا تو اگلے ہی لمحے فارس نے اسے اپنی جانب کھینچتے خود ہی دونوں کے درمیان فاصلہ قائم کر لیا۔

"فارس یہ نیچے تو بہت گہرا ہے اگر میں یہاں سے گری تو سیدھا اوپر جاؤں گی۔"

وہ کانپتے لہجے میں بولتی اس کی سپورٹ کو سختی سے جکڑتے آیت الکرسی کا ورد کرنے لگی۔ اوپر دیکھنے پہ کشادہ آسمان کا منظر بھی کس قدر دلکش دکھائی دے رہا تھا۔ فارس نے اپنے موبائل کا فرنٹ کیمرہ کھولتے اس کی ویڈیو بنانا شروع کی تھی ساتھ ساتھ وہ سب اس کا مذاق بنانے میں مصروف تھے۔ پھر پوری چئیر لفٹ کے دوران اس نے چیخ چیخ کر سب کے کان پکاد لیے تھے۔

شکر ہے پتیسہ یہ چٹیر لفٹ آج کی صدی میں ختم ہوگئی ورنہ مجھے تو اپنی سماعتیں "مفلوج ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔"

نیچے اترتے ہی وہ اسے تنگ کرنے کی خاطر مصنوعی غصے سے بولا۔ پریسہ نے ہٹیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا ابھی بھی دل گویا کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہی غائب ہو جائے۔ اس کے بعد ان سب کا ہائیکنگ کا ارادہ تھا۔ ویسے بھی اونچائی اچھی خاصی تھی اور چڑھنا بھی برف پہ تھا اسی لیے ان سب نے ہمت کرتے ہائیکنگ سٹکس اور ہائیکنگ شوز پہنتے سفر شروع کیا تھا۔ صدام اور شہرام نے کرنے سے قبل ہی اس چیز سے ہار مان لی تھی کیونکہ ان دونوں کا یوں سفر کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

کتنا چلنا پڑے گا مزید اوپر جاتے جاتے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہماری قلفی جم "جائے گی۔"

عذاب نے کپکپاتے دانتوں کو آپس میں بھینچتے دھیمے سے لہجے میں انہیں مخاطب کیا۔

"کوئی بات نہیں ہم تمہارا قلفی والا وجود میوزم میں لگوائیں گے۔"

ارتضیٰ اپنا تمام تر زور لگاتا سرسراتے لہجے میں بولا۔ جوں جوں وہ اوپر بڑھتے جارہے تھے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا وہ آسمان کے درمیان میں سفر کر رہے ہو۔

اور تمہیں میوزم میں بھیجنے کیلئے قلفی بننے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی تمہارا حسین " "چہرہ ہی لوگوں کو لطف اندوز کرنے کیلئے کافی ہے۔

اچھا کیا ہو گیا ہے بس کردو سردی سے یہاں جان نکل رہی ہے اور تم لوگوں کی فضول " "بحث طول لیتی جا رہی ہیں۔

مریم نے اپنے ہاتھوں کو مسلتے انہیں شرم دلانی چاہی۔ ابھی وہ اچھا خاصہ خود کو کور کیے ہوئے تھے مگر جوں جوں وہ اوپر کی جانب بڑھ رہے تھے سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اوپر کی جانب بڑھتے عقیفہ نے اپنے چاروں اطراف میں نگاہیں دوڑائی لگے ہی لمحے اس کی آنکھیں آخری حد تک پھیل گئی۔ وہ پاگلوں کی طرح سب سٹوڈنٹس کے جھڑمٹ میں پریسہ کو تلاش کر رہی تھی۔

"پپ۔ پریسہ کہاں ہے۔"

اس کی سرسراتی آواز پہ سب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کا رنگ پھیکا پڑنا جا رہا تھا۔

کہاں ہے سے مراد یہی ہوگی چھوٹی سی تو ہے۔ تنگ کر رہی ہوگی ہمارے ساتھ ہی۔"

"تھی۔ ایسے کیسے کہی جاسکتی ہے۔"

فارس نے مزاح میں بولتے اس کی بات کو ٹالنا چاہا مگر اندر سے اس کا دل بھی نہایت زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ فارس کے اشارے پہ سب نے مخصوص جگہوں کا تعین کرتے اس کو تلاش کرنا شروع کیا تھا۔ صدام کو وہ فون ملا نہیں سکتے تھے کیونکہ اگر اسے فون ملاتے تو وہ ضرور پریشان ہو جاتا۔ ان لوگوں نے اسے خود ہی تلاش کرنے کو ترجیح دی تھی۔ وہ کہی نہیں ہے اب کیا ہوگا۔ ہمیں ساتھ ساتھ رہنا چاہیے تھا۔ اف ف یا خدایا یہ ساری"

"برف ہے اگر اسے کچھ ہو گیا تو۔ مجھے بہت خوف آ رہا ہے فارس۔"

پریشانی سب کے چہروں سے صاف جھلک رہی تھی مگر عفیفہ تو باقاعدہ رونا شروع ہو چکی تھی۔ فارس نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا معاً اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔

"اوپر آتے ہوئے سب نے لوکیشن اون کی تھی نا۔"

"اکی تو تھی مگر یہاں تک پہنچتے تمام سگنلز جاچکے ہیں۔"

بریزہ کی آواز پہ اس کے چہرے سے رونق گویا کسی نے چھین لی تھی۔ وہ تشویش کے عالم میں اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ ناجانے وہ کہاں رہ گئی تھی۔ ان سب کے چہروں کی ہوائیاں اڑ چکی تھی۔ فارس تقریباً بھاگنے والے انداز میں نیچے ڈھلوان کی جانب بڑھا تھا۔ وہ کسی صورت میں کچھ غلط نہیں ہونے دے سکتا تھا۔ وہ سب بھی چیخ و پکار کرتے اس کے تعاقب میں لپکے تھے کیونکہ یوں برف پہ بھاگنا وہ بھی نیچے کی جانب کسی بھی صورت خطرے سے خالی نہیں تھا۔

"پریسہ۔ پری۔"

ان سب کی چلاتی آوازیں اطراف میں پھیلے سنائے گونجتے واپس انہی کی جانب لوٹ رہی تھی مگر آگے سے پریسہ کا جواب سرے سے ہی ندارد تھا۔

آسمان پہ چھائے بادلوں میں ہوتی غرغراہٹ کی آواز پہ ان دونوں نے آسمان کی جانب دیکھا جہاں سیاہ گھٹاؤں میں لدا آسمان ایک نئی داستان رقم کر رہا تھا۔

ہوا کے زور سے وجود میں اترتی سنسناہٹ کپکپانے پہ مجبور کر رہی تھی۔ وہ دونوں لکڑی کے بیچ پہ بیٹھے تھے۔ شہرام اپنی عادت کے مطابق سگار سلگانے میں مصروف تھا البتہ صدام کوفت سے اس کی حرکتوں کا ملاحظہ کر رہا تھا۔

"بس کرجاؤ شہرام کتنا پیو گے۔"

جب اس کی برداشت کی حد ٹوٹ گئی تبھی جھنجھلاتے لہجے میں بولا۔ شہرام نے نہایت سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا اور سکون سے نگاہوں کا زاویہ بدل گیا گویا اس کی بات کا

جواب دینا ضروری نا سمجھا ہو۔ وہ تاسف سے نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اس کے تاثرات دیکھ اسے اندازہ ہوا تھا کہ اسے کسی قسم کی پریشانی ہے۔

"شہرام از ایوری تھنگ آل رائٹ۔ کوئی پریشانی تو نہیں ہے تمہیں۔"

وہ اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے محبت سے بولا تو وہ ہولے سے نفی میں سر ہلاتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کا دایاں شوز اسے قدموں میں روندنے میں مصروف تھا اور ہاتھ اپنی چادر درست کرنے میں۔

شاید تم بھول رہے ہو کہ ان وحشتوں سے میرا بہت پرانا رشتہ ہے صدام۔ میں خاموش ہوں تو خاموش رہنے دو میرے اندر کے شیر کو جگا کر مجھے دھاڑنے پہ مجبور مت کرو۔ اگر "میں بپھر اٹھا تو پھر ساری دنیا دیکھے گی۔"

وہ آنکھوں میں واضح چیلنج لیے سرد مہری سے بولا۔ صدام نے خاموش نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں چاہتا ہوں یہ شیر بپھرے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چیلنجنگ لہجے میں بولتے اسے تلخی سے ہنسنے پہ مجبور کر گیا۔

"یہ دنیا ڈر جائے گی۔"

وہ مختصر جواب دیتے دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے وہاں جما گیا جہاں سے وہ سب اوپر کی جانب بڑھے تھے۔

"تو کیا تم اس دنیا کے خوف سے۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا فون بجنے کی آواز پہ ان کی باتوں کا تسلسل توڑا تھا۔ شہرام نے چونک کر موبائل کی جانب دیکھا جہاں خان بابا کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس کی پیشانی پہ بے تحاشہ شکنیں نمودار ہوئی۔ لگے ہی لمحے صدام کی موجودگی کے پیشِ نظر فون کان سے لگاتے ایک جانب ہوا تھا وہ صدام پہ کچھ بھی بالکل بھی واضح نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"جی بابا۔"

فون اٹھاتے ہی اس نے سنجیگی سے استفسار کیا۔ چہرے پہ اذلی سردپن عود آیا تھا۔ جواب میں اسے ان کی جانب سے جو سننے کو ملا ایک بار پھر اس کے حواس جھنجھلا کر رکھ گیا۔ اس نے سختی سے لبوں پہ لب جماتے اپنے اشتعال پہ قابو پایا۔

بابا، دا حتماً ممکنہ نہ دہ، زہ یوازی دہ اون ی دلته یم، دا کار زما زہ تہ دہ رن ب دی"

"دی، زہ ی د ہیچا لپارہ نہ شم پرہنیں ودلا ی

بابا یہ قطعی ممکن نہیں ہے ابھی تو مجھے گئے فقط دو ہفتے ہوئے ہیں۔ یہ جاب میرے (دل کے بہت قریب ہے میں اسے کسی کے لیے بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

صدام کو اس کی بات کا ایک لفظ بھی پلے نہیں پڑا تھا کیونکہ وہ سراسر پشتو میں مخاطب تھا۔ مٹھیاں غصے سے بھینچی ہوئی تھیں۔

زہ بہ د ہیخ دلیل لپارہ خیل خان تہ زیان ونہ رسوم، دا خ ل تا سو کولی شی ہر خہ"

"چ ی و غوا ی

میں کسی کی بھی وجہ سے اب اپنا نقصان نہیں کروں گا۔ اس بار آپ جو مرضی کر لیں یا کہ لیں۔

وہ پتھریلے لہجے میں بولتے تنفر سے سر جھٹک گیا۔ آگے سے نجانے اسے کہا گیا وہ ایکدم ڈھیلا پڑا تھا۔ صدام کے اس کے چہرے پہ پھیلا اضطراب بخوبی محسوس کیا تھا جس کے چہرے پہ اب ہار واضح تھی۔ صدام نے پرسوج نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"زہ بہ یہ دریو یا خ لورو ورخ وک ی راشم"

(میں پہنچ جاؤں گا تین چار دنوں میں۔)

اس نے برفیلے لہجے میں بولتی بات ہی سرے سے ختم کر دی تھی۔ اس نے فون جیب میں ڈالتے رخ صدام کی جانب کیا جو بغور اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے مخصوص انداز میں بھنویں اچکاتے اس کی جانب دیکھا تو وہ گرہڑا گیا۔

"کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہو۔"

وہ ہلکے پھلکے لہجے میں گویا ہوا۔ اس کے چہرے پہ گزری بات کا شائبہ تک نہیں تھا۔ صدام نے بھی بات کو سرسری سا لینے پہ ہی ترجیح دی تھی تبھی بمشکل مسکراتے سر جھٹک گیا۔

"کس کا فون تھا۔"

اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے وہ نا سمجھی سے مستسفرانہ انداز میں گویا ہوا۔

"خان بابا کا۔"

وہ آسمان پہ ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے سنجیدگی سے بولا۔ جہاں بجلی چمک رہی تھی۔

میرے خیال میں ہمیں انہیں یوں ایسے خراب موسم میں جانے نہیں دینا چاہیے تھا۔

خدا نخواستہ بیچ راہ میں بارش ہو جائے تو واپسی کا راستہ بے حد کٹھن ہوگا۔ کیا خیال ہے ان کے تعاقب میں چلتے ہیں اوپر لڑکیاں بھی ہیں اور ہمیں یوں انہیں تن تنہا چھوڑنا بالکل درست فیصلہ نہیں ہے۔ وہ سب ہماری ذمہ داری پہ یہاں آئی ہیں۔

شہرام کی پریشان کن آواز پہ صدام نے بھی بنا کسی تردد کے اثبات میں سر ہلایا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے خود کو اچھے سے کور کرتے ان کے تعاقب میں آگے کی جانب بڑھ گئے۔ صدام نے بھی اس کی تقلید میں قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ اب وہ ساتھ ساتھ فارس یا ہادی کو کال ملانے میں بھی مصروف تھے مگر کوئی فون اٹھا نہیں رہا تھا۔ اسی دوران بجلی ذور سے چمکی تھی ساتھ ہی بارش کی بوندوں نے ان پہ برسنا شروع کر دیا۔ ان کے قدموں کی رفتار خود بخود تیز ہوئی تھی۔

لیسٹ آباد کا موسم معمول کی نسبت ذرا سا گرم تھا۔ تین دنوں نے نا ہونے والی بارش کی بدولت ہوائیں نارمل ہو چکی تھی ورنہ سرد ہوائیں انسان کے وجود کو ٹھہرا کر رکھ دیتی تھی۔ ایسے موسم میں پشمنیہ اور پر خہ خاندانی ملازم کے ہمراہ گاڑی میں حویلی کی جانب رواں دواں تھی۔ پر خہ کے امتحانات کا داخلہ جانا تھا جس کی بدولت اس نے اپنے ساتھ پشمنیہ کو لے جانے میں ترجیح دی تھی تاکہ اسے تنہا وہاں کسی قسم کی دقت نا ہو اور ہوا بھی کچھ یہی تھا پشمنیہ کے ساتھ کی بدولت اس کا گھنٹے کا کام فقط آدھے گھنٹے میں مکمل

ہو گیا تھا کیونکہ پشمنہ وہاں خود بھی انٹر پڑھی ہوئی تھی تبھی اسے اس کالج کے چپے چپے کے بابت علم تھا۔

"مینہ باجی امارا بہت جی چاہ رہا ہے کہ آج نواب کے گول گپے کھائیں جائیں۔"

وہ ونڈ سکریں کے پار بھاگتے دوڑتے مناظر کو دیکھتے چٹخارہ بھرتے ہوئے بولی۔ مینہ نے اس کی بات پہ سرعت سے نفی میں سر ہلایا مبادہ ملازم نے سن نالیا ہو کیونکہ اگر خان بابا کو کانوں کان خبر ملتی تو ان کا باہر آنا جانا سختی سے منع ہو جانا تھا۔

چپ کر جاو پر خہ یہ ٹھیک نہیں ہے اپنی زبان کو لگام دو کیونکہ اگر خان بابا کو اس بابت "علم ہو گیا تو تمہارے امتحانات خطرے میں پڑ جائیں گے۔"

مینہ نے اسے ڈرانا دھمکانا چاہا۔

"ام تو پہلے بھی یہی چاہتے ہیں باجی۔"

وہ دانت نکوس کر بولتی اسے تاسف میں سر ہلانے مو مجبور کر گئی۔ اس کے بعد ان دونوں نے ملازم کے خوف کی بدولت اس بابت کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ گاڑی حویلی کی جانب رواں

دواں تھی معاً گول چکر کو پار کرنے کے دوران ان کی گاڑی ایکدم جھٹکا کھا کر کی تو ان دونوں نے پریشانی سے ملازم کی جانب دیکھا معاً ان کی نگاہ گاڑی کے باہر کھڑے ایک آدمی کی جانب اٹھی جو آنکھوں میں شیطانیت لئے اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔ اس کا دل بے ساختہ ڈوب کر ابھرا۔

"مینہ باجی یہ کون لوگ ہیں۔"

پر خہ اس کے ساتھ جڑتے ہوئے بولی تو پشمنہ نے سپاٹ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اشتعال سے دروازہ کھولتی ملازم نے سختی سے اسے لوک دیا۔ بی بی جی یہ درست نہیں ہے خان بابا نے ایسا کچھ کرنے سے سختی سے منع کیا۔

"ہے۔ آپ یوں باہر نہیں نکل سکتی۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولا۔ مینہ نے خشمگین نگاہیں اس کے چہرے پہ جمائی۔ اس کا انکار کرنا پشمنہ کے وجود میں آگ برپا کر گیا تھا۔

اور تم کون ہوتے ہو ہم پہ پابندی عائد کرنے والے آئندہ ام سے اس لہجے میں مخاطب "مت ہونا اور پر ختم پریشان مت ہو کچھ نہیں ہوا ام ابھی اس سے نیٹ کر آتے ہیں۔"

وہ اس کا سر تھپتھپا کر اسے تسلی دیتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلی تو نوفیل نے خباثت سے مسکراتے سر تاپا اس کا جائزہ لیا۔ مینہ نے اچھے سے بڑی سی چادر میں اپنے چہرے کو چھپایا تھا تاکہ اس کے وجود پہ کسی کی غلط نگاہ نا پڑے۔ اب بس اس کی آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں اور انہی آنکھوں کا ہی تو وہ دیوانہ تھا بس اسی وجود کو وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پشمینہ نے ایک رعونت زدہ نگاہ اس پہ ڈالی جو سفید رنگ کا کلف زدہ لباس پہنے ساتھ سر پہ پٹھانوں کی مخصوص ٹوپی پہنے اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔ سیاہ آنکھوں میں دہشت بھری ہوئی تھی۔ پشمینہ کا پور پور سلگنے لگا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی اماری گاڑی کو پیچ راہ میں یوں روکنے کی تم شاید بھول رہے ہو "ا کہ ام کس کی عزت ہیں۔ امارا رتبہ کیا ہے۔"

وہ حلق کے بل دھاڑی۔ نوفیل نے بھنویں اچکاتے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

نہیں ام نہیں جانتے کہ تمہارا رتبہ کیا ہے امارے کو بس اتنا معلوم ہے کہ تو امارے "دل میں بستی ہے اور تجھے تو ام کسی بھی قیمت پہ حاصل کر کے رہے گے۔"

وہ بائیں آنکھ دباتے حیوانیت بھرے لہجے میں بولا۔

اگر تو امارے مامے کا بیٹا نا ہوتا نا یقین کر آج میں یہاں گولیاں چلوا دیتی اور اگر آج "شہرام خان یہاں ہوتا تو امارے معاملے میں ایسی گستاخی پہ یہاں پہ گولیاں چلتی کیونکہ تو نے شہرام خان کی عزت پہ غلط نگاہ ڈالنے کی جرأت کی ہے۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے پتھر یلے لہجے میں بولتی بپھر اٹھی۔ نوفیل نے اس کی بات پہ تمسخر سے ہنستے مذاق میں اڑایا۔

اسی شہرام خان کی عزت ہے تو جو کسی گیدڑ کی طرح چھپا بیٹھا ہے جسے یہاں کیا ہو رہا "ہے کیا نہیں اس سے کسی قسم کا ہوش نہیں۔ تو بس خوش فہمیوں کے پہاڑ بلند کر "حاصل تجھے کچھ نہیں ہوگا یہ امارا تجربہ بولتا ہے۔"

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔ مینہ کی آنکھوں سے وحشت ٹپکنے لگی تھی۔

امارے کو حاصل ہے یا نا حاصل میری ایک بات کان کھول کر سن لو تم ام بچپن سے " شہرام خان کی امانت تھی ہے اور رہے گی۔ مینہ کا وجود شہرام خان کے ہونے سے ہے "اس کے بغیر وہ ایک کھوکھلے وجود کے سوا کچھ نہیں۔

اس کی بات پہ اہانت کے احساس سے نوفیل کا چہرہ سرخ انگارہ ہو گیا۔ آنکھیں لہو ٹپکانے لگی معاً اس کی نگاہ گاڑی سے نکلتی پر خہ پہ پڑی تو اس کی آنکھیں لگے ہی لمحے چمک اٹھی۔ ایک مخصوص شیطانی چمک اس کی آنکھوں میں لہراتے ہی اس کا ذبردست قسم کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا۔ اس کے یوں ہنسنے پہ پر خہ گھبرا کر پشیمینہ کا ہاتھ تھام گئی جو اسے یوں باہر نکلنے پہ سرزنشی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ نوفیل کے ملازم ہاتھوں میں بڑی بڑی رائفلز تھامے الرٹ ہوئے۔

ویسے امارہ جانب سے ایک پیشکش ہے اگر قبول ہو تو سن لینا تم نا سہی تو یہ وجود بھی "کچھ کم نہیں ہے۔

وہ شیطانیت سے ذبردست قسم کا قتمہ لگا کر بولتے ان کے چہرے فق کر گیا۔ اس کی بات پہ پرخہ کے ساتھ ساتھ پشمنہ کے کان بھی سائیں سائیں کرنے لگے۔ پرخہ نے خوفزہ نگاہوں سے پشمنہ کی جانب دیکھا جس کا ہاتھ لگے ہی لمحے فضا میں بلند ہوتے ہی نوفیل کے گال پہ نشان چھوڑ گیا۔ اس سے پہلے کہ اس کا تمام ملازم بپھر کر اس کی گستاخی پہ آگے بڑھتے نوفیل نے ہاتھ کے اشارے سے پی اسے ٹوک دیا۔ ان کے قدموں کو وہی بریک لگی تھی۔ پشمنہ غصے سے باقاعدہ ہانپ رہی تھی۔ وہ اس طرح کی بکواس کرنے کی جرأت کر بھی کیسے سکتا تھا۔ کیا شہرام خان یا اقدار یوسف ذئی کا خوف ان کے ذہنوں سے مٹ چکا تھا۔

"یہ تمھڑا ہم عزت دار پٹھانوں کی بیٹی پہ غلط نگاہ ڈالنے کیلئے۔"

وہ جتا کر تنفر بھرے لہجے میں بولتی پرخہ کا ہاتھ کھینچ کر گاڑی کی جانب بڑھی تھی۔

"چلو تم گاڑی چلاؤ۔ مزید وقت کا ضیاع کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔"

گاڑی کے شیشے اوپر چڑھاتے ہی اس نے ملازم کو حکم صادر کیا جس نے گھبرا کر سرعت سے گاڑی کا گئیر بدلتے حویلی کی جانب بڑھائی تھی۔ نوفیل نے نفرت بھری نگاہوں سے گاڑی کو نگاہوں سے اوجھل ہوتے دیکھا تھا۔ ذہن کے درتچوں میں سرعت سے کچھڑی بننے لگی تھی۔ ایکدم کو تلخی سے ہنستے اپنی شیو کو انگلیوں سے مسلنے لگا۔

وہ ہلکی ہلکی ہو رہی بارش میں آگے کی جانب برہتے جا رہے تھے۔ صد شکر تھا وہ ہائیکنگ کرنے پہاڑ پہ چڑھے تھے تبھی پاؤں میں موجود جوتے بے حد مددگار ثابت ہوئے تھے۔ برف کی وجہ سے بے حد پھسلن تھی۔

ناجانے کہاں غائب ہے یہ سب۔ اتنی جلدی تو کوئی بھی اس پہاڑ کے پیک پوائنٹ پہ نہیں پہنچ سکتا۔

شہرام نے پریشانی سے پریشانی مسئلے صدام کی جانب دیکھا جس کی حالت بھی اب خراب ہونا شروع ہو چکی تھی۔ ان دونوں نے اسی لمحے علیحدہ علیحدہ جانے کا فیصلہ لیا تھا۔

تم ایسا کرو بائیں جانب جاؤ اور احتیاط سے جانا۔ میں تو ایسے ہی علاقے کا باسی ہوں۔
 "تمہیں خیال کرنا ہوگا۔ میں دائیں جانب جاتا ہوں۔"

وہ اس کا شانہ تھپتھپاتے سرد لہجے میں اسے باور کرواتے اپنے منتخب کیے راستے کی جانب مڑ گیا۔ ساتھ ساتھ وہ فارس کو بھی فون ملاتا جا رہا تھا مگر شاید سگنلز کا مسئلہ ہونے کی بدولت دوسری جانب بیل ہی نہیں جا رہی تھی۔ کسی انہونی کے احساس سے اس کا دل بے ساختہ ڈوب کر ابھرا۔ وہ موبائل میں مصروف بڑھتی ٹھٹھرتی سردی کو نظر انداز کرتے آگے کی جانب بڑھ رہا تھا معاً ایک جگہ اس کی نگاہ ٹھٹھک کر رکی۔ کسی غیر معمولی پن کے احساس سے اس نے زیرک نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیا اور دھڑکتے دل سمیت اس جانب چل دیا جہاں کسی وجود کا اسے گمان ہوا تھا۔

"اتنی سردی میں یہاں اکیلا کوئی وجود۔"

وہ حیرت و صدمے کی کیفیت میں بولتے قدم اس کی جانب بڑھانے لگا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا اس کے دل کی دھڑکن سست پڑتی جا رہی تھی۔ کچھ دوری پہ اسے اندازہ

ہوا تھا کہ وہ کوئی نسوانی وجود ہے کیونکہ اس کے بال اطراف میں پھیلتے ہوئے تھے مگر نزدیک پہنچتے ہی وہ بھاگنے والے انداز میں اس تک پہنچا کیونکہ وہ ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔ چہرہ دوسری جانب ہونے کی بدولت وہ فلوقت اس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ وہ متفکر سا دوازنوں اس کے قریب بیٹھا اس کا شانہ تھپتھپایا تھا مگر سردی کی بدولت اس کا وجود بالکل سرد پڑ رہا تھا۔ اسے اسے چھوتے کسی پتھر کا گمان ہوا تھا۔ شہرام نے تمام تر سرد مہری بالائے طاق رکھتے ایک جھٹکے سے اس کے کمر کے گرد بازو حائل کرتے اسے سیدھا کیا مگر اگلے ہی لمحے اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا۔ اسے اپنے اطراف میں دھماکے ہوتے محسوس ہوئے کیونکہ سامنے کوئی اور نہیں بلکہ پریسہ کا وجود تھا جو نیلی پڑ رہی تھی۔ شہرام نے بے ساختہ اس کا گال تھپتھپایا۔

"پریسہ آنکھیں کھولیں۔"

وہ اس کا گال سہلاتے ہوئے بولا مگر اتنی سردی میں کہاں اس کے وجود کو حرارت نصیب ہوتی۔ اس نے اسے دوسرے بازو میں منتقل کرتے سرعت سے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور صدام کو کال ملائی تھی۔

"ڈیم اٹ۔"

فون نالنے کی بدولت اس نے بے بسی و بے کسی سے دھاڑ کر موبائل پھینکنا چاہا مگر پھر ناجانے کیا سوچتے وہی تھم گیا اور اس کے ہاتھوں کو سہلاتے اس کے وجود میں گرمائش اتارنے لگا مگر صورتحال نا سنبھلتے دیکھ اس نے ایک جست میں اس کے وجود کو بازوؤں میں بھرا اور احتیاط سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا نیچے کی جانب بڑھنے لگا۔ بارش کی بدولت بے تحاشہ پھسلن تھی۔ اس نے ایک درخت کے سائے میں ٹھہرتے اپنے شانوں کے گرد لپٹی چادر اتاری اور اس کے وجود کو اس سے اچھے سے ڈھانپا تھا۔ اس دوران اس کے ہاتھ پاؤں بری طرح کپکپا رہے تھے کیونکہ اس کے چہرے اور ہاتھوں پہ بری طرح نیل پڑے ہوئے تھے۔ ایک ہی جگہ پہ برف پہ کافی دیر پڑے رہنے کی بدولت بازوؤں سے سکن بھی جھلس چکی تھی۔ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ کیا کیا جائے۔ وہ ایک بار پھر اسے باہوں میں بھرے نیچے کی جانب چل دیا۔

"شہرام۔"

تقریباً اس کا ابھی آدھا راستہ ہی کٹا تھا کہ اپنے عقب سے آنے والی بے چین آواز پہ شہرام کے آگے کی جانب بڑھتے قدم وہی تھمے تھے۔ صدام کے ساتھ ساتھ وہ سٹ بھی ہانپتے ہانپتے اسی کی جانب چلے آ رہے تھے۔

"یہ۔ یہ کون ہے شہرام۔"

صدام کو اپنی آواز گہری کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے اس کی بات پہ بے ساختہ نگاہیں چڑائی۔ صدام کا دل کسی انہونی کے خیال سے بری طرح لرز اٹھا۔ فارس اور باقی سب کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔ ان سب کے دلوں سے شدت سے دعا نکلی تھی کہ جیسا وہ سوچ رہے ہیں کاش ویسا نا ہو مگر اگلے ہی لمحے صدام کے اس کے چہرے سے چادر ہٹاتے ہی اسے اپنے وجود سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"پری۔ لاڈو۔"

طرح طرح کی ملی جلی آوازیں عین اسی لمحے سب کے لبوں سے برآمد ہوئی۔ اس کی حالت کس قدر ابتر تھی۔ گردن بھی ایک جانب لڑھکی ہوئی تھی۔ صدام نے تڑپ کر اسے شہرام

کے بازوؤں سے لیا اور بنا کسی وقت کا ضیاع کیے تیز تیز قدموں سے نیچے کی جانب بڑھنے لگا۔

"صدام احتیاط سے نیچے کافی ڈھلوان ہے۔"

اس کے سخت لہجے پہ بھی صدام نے کان نہیں دھڑے۔ اس کی نگاہوں میں تو بس پریسہ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو وہ ماما بابا کو کیا جواب دے گا۔ اس نے سختی سے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو بے دردی سے پونچھ ڈالا۔ وہ سب بھی تیز تیز قدموں سے اس کی تقلید میں نیچے کی جانب بڑھے تھے۔ تقریباً بے سمنٹ کی ان تھک محنت کے بعد وہ سب اپنی گاڑیوں کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ شہرام صدام اور فارس شہرام کی گاڑی میں اسے لیتے ہسپتال کی جانب بڑھے کیونکہ مزید ایک لمحے کی بھی دیری اس کی جان کو خطرے میں ڈال سکتی تھی۔ اس کے برعکس باقی سب بس میں بیٹھتے واپس ہوٹل کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔

"اگر پری کو کچھ ہو گیا تو۔"

بریزہ کی سرسراتی ہوئی خوفزدہ آواز پہ سب نے فٹ چہروں سمیت اس کی جانب دیکھا۔

خدارا خاموش ہو جاؤ ویسے بھی اس کی حالت کا سوچتے میرے وجود سے جان نکل رہی "ہے۔ ہم تو یہاں انجوائے کرنے آئے تھے یہ کیسے ہو گیا۔"

عفیہ اس کی بات پہ تڑپتے بھگکے لہجے میں بولی۔ باقی سب نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

ہم سے یہ غلطی نہیں ہونی چاہیے تھی۔ افس خیال کرنا چاہیے تھا ہمیں۔ اگر اتنی بڑی "کوٹاہی کا نتیجہ پریسہ کی حالت خرابی کی صورت میں نکلا تو صدام اور شہرام ہمیں کبھی نہیں بخشیں گے۔"

ہادی نے تفکر سے اپنی پیشانی مسلتے ارتضیٰ کی جانب دیکھا جس کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔

ہسپتال پہنچتے ہی بغیر کسی وقت کی تاخیر کیے ایمر جنسی وارڈ میں لے جایا گیا تھا۔ شہرام کا چہرہ بالکل بے تاثر تھا وہ پلر سے پشت ٹکائے کسی گہری سوچ میں غلطاں تھا اور صدام آنکھوں میں نمی لیے وارڈ کو تک رہا تھا۔ پریشانی سے سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

"صدام۔"

فارس نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھتے شرمندگی سے اسے پکارنا چاہا مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے ہی اسے خاموش کروا دیا تھا۔

پلیز فارس فالو وقت میں کسی سے بھی کسی بھی قسم کی بات کرنے کی حالت میں نہیں " ہوں تم تینوں کی ذمہ داری پہ لڑکیاں اوپر گئی تھی ہائیکنگ کرنے اگر دم نہیں تھا کہ کسی "کا خیال کر سکتے تو پھر کیوں لے کر گئے تھے انہیں اپنے ساتھ۔

وہ غصے اور دکھ کی ملی جلی کیفیت سمیت دھاڑا۔ فارس نے گہرا سانس بھرتے اس کی ۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ پریسہ گھر بھر میں سب کی لاڈلی ہے تبھی وہ شاید اس کی جانب دیکھا اس حالت پہ اپنے حواسوں میں نہیں ہے تبھی فلحال اس نے کسی بھی قسم کی مزید

کوئی بات کرنے سے بہتر ایک جانب ہو جانا ہی بہتر سمجھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک بار خیر خیریت کی خبر آجائے تبھی وہ اپنی صفائی پیش کرے گا۔ شہرام کی نگاہیں گاہے بگاہے فارس اور صدام کی جانب اٹھتی اور دوبارہ نگاہوں کا زاویہ بدل لیتا۔ اس کے چہرے سے اندازہ لگانا بے حد مشکل تھا کہ اس کے ذہن و دل میں کیا چل رہا ہے۔ چند ساعتوں بعد ڈاکٹر کے باہر آتے ہی وہ بے تابی سے ان کی جانب لپکے تھے ماسوائے شہرام کے جو دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے بغور ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

پیشینٹ کی حالت بے حد خراب تھی اتنی دیر سردی میں ٹھہرنا اور وہ بھی بے سدھ خیر" فلحال ان کے وجود کو گرمائش دی جا رہی ہے مگر سردی پہ مسلسل آدھا پونہ گھنٹہ لیٹے رہنے کی بدولت ان کے بازو کچھ حد تک جھلس گئے ہیں اور پیشانی پہ بھی زخم آیا ہے۔ ہم نے ٹریسمنٹ کر دیا ہے مگر زخم بھرنے میں وقت درکار ہوگا۔

وہ پیشہ وارانہ انداز میں بولتے اپنا کوٹ درست کرتے اپنے کیمین کی جانب بڑھ گئے۔ ان کے جاتے ہی صدام دونوں ہاتھوں میں سر گرائے ڈھے جانے والے انداز میں بیچ پہ

بیٹھا تھا۔ فارس نے اس کے ساتھ ہی جگہ سنبھالتے اس کی پشت تھپتھپائی تھی تبھی وہ اس کے شانے سے لگا اونچا لمبا مرد سسک اٹھا۔

ناجانے کس قدر تکلیف میں ہوگی وہ ماما بابا کو معلوم ہوگا تو وہ کس قدر پریشان ہونگے کہ "میں اس کی حفاظت تک نہ کرپایا۔"

وہ شکست خورد لہجے میں گویا ہوا۔

صدام یہ چوٹ اس کے نصیب میں تھی۔ ہم کسی کو بھی قصور وار نہیں ٹھہرا سکتے بس "اللہ نے یوں ہی اسے اس زخم سے متعارف کروانا تھا۔"

شہرام بے تاثر چہرے سمیت مضبوط قدم اٹھاتے صدام کی جانب آیا اور بیچ پہ رکھی چادر کو اچھے سے خود پہ اوڑھا تھا۔

صدام میں ہوٹل پہنچ رہا ہوں وہاں جا کر تمام انتظامات بھی دیکھنے ہیں میرے خیال میں "ہمیں آج رات ہی گھر کو روانہ ہو جانا چاہیے کیونکہ ایسے ٹھہرتے موسم میں مزید یہاں "ٹھہرنا بالکل مناسب نہیں ہے۔"

وہ سپاٹ لب و لہجے میں اسے باور کراتے اسے تسلی دیتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ پیچھے فقط فارس اور صدام ہی رہ گئے تھے اور ان دونوں کی منتظر نگاہیں وارڈ کی جانب جمی تھی کہ کب انہیں اس کے ہوش میں آنے کی خبر سنائی جائے گی۔ چند لمحوں کی توقف کے بعد نرس کے اطلاع دینے پہ وہ بنا کسی تردد کے تیز تیز قدموں سمیت کمرے کی جانب بڑھے جہاں وہ ہلکا ہلکا ہوش میں لوٹ رہی تھی۔ صدام سرعت سے سٹول کھینچتے اس کے نزدیک ہی براجمان ہوتے اس کے سر کے بالوں کو سہلانے لگا۔

"بھائی۔"

"بھائی کی جان۔"

صدام نے نرمی سے جھکتے اس کی پیشانی پہ اپنے لب رکھے تو وہ اپنی تمام تر تکلیف بھلائے نرمی سے مسکرا دی تھی۔ فارس کو اس کی ہمت اور صبر کا اندازہ اسی لمحے ہو گیا تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا تھا۔

جان نکال دی آپ نے ہم سب کی۔ ایسے کون کرتا ہے اور فارس کی تو ابھی میں کلاس " لیتا ہوں جو آپکا خیال نہیں رکھ پایا۔

وہ محبت سے بولتے آخر میں فارس کو دیکھتے پتھر یلے لہجے میں بولا تو وہ نجل سی ہو گیا۔ پریسہ نے سرعت سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

مگر اس میں فارس کا کیا قصور وہ تو ہمیں ساتھ لے کر ہی چل رہا تھا مگر وہ مجھے درخت " دکھائی دیا ایک اس پہ گلابی پھول تھے میں کھوئی کھوئی کیفیت میں اس کی جانب چل دی تھی مگر پھر ایک بڑی سی ڈھلوان آئی تھی جس کے بعد میں اس سے اڑ کر گری مگر اس کے بعد مجھے اندازہ نہیں ہوا کہ میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔

وہ شرمندگی و ملال کے زیر اثر چور لہجے میں بولی۔ صدام نے ناراضگی سے اس کی جانب دیکھا جبکہ فارس نے تشکر بھرا سانس خارج کیا۔

شکر ہے پتیسہ تم نے اسے سچ بتا دیا ورنہ تمہارا یہ جلا د بھائی گھور گھور کر ہی میری جان " لے لیتا۔

وہ واپس اپنی مخصوص ٹون میں لوٹتے چڑ کر بولا تو وہ دونوں اس کے لہجے پہ ناچاہتے ہوئے۔ اس نے بے ساختہ کسی بھی مدہم سا ہنس دیے معاً پریسہ کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا کی تلاش میں نگاہیں دوڑائی تھی مگر ان دونوں کے علاوہ کسی بھی وجود کو وہاں موجود نا دیکھ اس کے لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ سرعت سے سمٹی۔ آنکھوں میں ناامیدی سی در آئی تھی۔

کیا ہوتا اگر وہ بھی ان دونوں کے ساتھ یہاں اور اس کے پاس ہوتا۔ اس کے سارے "زخم درد تو اس کی موجودگی محسوس کرتے ہی مندمل ہو جانے تھے۔ وہ لبوں کو آپس میں سختی سے بھینچتے دل ہی دل میں شکوہ کناں تھی۔

"بھائی میں آپ سب کو ملی کیسے۔"

اس نے نجانے کس سوچ کے تحت سوالیہ لہجے میں اسے مخاطب کیا تو صدام کے ساتھ ساتھ فارس نے بھی چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے سے ناجانے کیوں بے چینی چھلک رہی تھی۔

ہمیں نہیں بلکہ شہرام کو ملی تھی۔ تلاش ہم سب کر رہے تھے مگر آپ کا ملنا شاید شہرام " کی قسمت میں تھا۔

وہ متانت سے بولتے پریسہ کو زندگی کی نوید سنا گیا۔ اس کی آنکھوں میں واضح جگنو ٹمٹانے لگے۔ لبوں پہ دھیمی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ مطلب وہ نا صرف اس کے پاس تھا بلکہ اسے بچانے والا بھی وہی تھا اس کے انتہائی قریب تھا یہاں تک کہ وہ اسے محسوس بھی کر سکتی تھی۔ دل کے تار بدلے تھے اور اطراف میں موسم بھی کھلکھلا اٹھے۔

"تو بھائی کہاں ہیں وہ۔"

اس کی کھنکتی آواز پہ صدام نے آنکھوں میں نا سمجھی لیے اس کا چہرہ جانچا تو وہ سٹیٹاتے ہوش کی دنیا میں واپس لوٹی کیونکہ سامنے اس کا بھائی موجود تھا نا جانے وہ یہ بات کیوں فراموش کر گئی تھی۔

میرا مطلب ہے کہ کہاں ہے وہ مجھے انہیں تھینکیو بولنا ہے کیونکہ اگر وہ مجھے آج نا " بچاتے تو میں تو پکا آسمان کی جانب کا سفر طے کر رہی ہوتی اس وقت۔

وہ اپنی بات کی تصحیح کرتے ہوئے مزے سے بولی۔

اس کی مزاحیہ بات پہ صدام نے شکوہ کناں نگاہوں سے البتہ فارس اس کی بات کو کسی کھاتے میں لائے بغیر زبردست قسم کا قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"ایک منٹ تم اور مرنے والی چیز توبہ کرو پتیسہ۔"

وہ طنزیہ لب و لہجے میں بولتے اسے حیران کر گیا۔

"کیوں مرنے کیلئے بھی کیا آپ کے اندر کچھ ہونا ضروری ہے۔"

وہ اپنی تکلیف کو دباتے تیز لہجے میں بولی۔ ایک یہ انسان کبھی بھی زچ کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

"مجھے ایک بات بتاؤ تمہیں جہنم میں جانے کا اس قدر شوق کیوں ہیں۔"

وہ نہایت سنجیدگی سے بولتے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ گیا۔

"کیا مطلب۔"

پریسہ اس کی بکواس پہ بھونچکا رہ گئی۔

مطلب یہ ہے جب تم مروگی تو جہنم میں ہی جاؤ گی نا جنت میں جانے والے تمہارے "اکام تو ہے نہیں۔"

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت بولتے اسے اچھا خاصہ زچ کرچکا تھا۔

"استغفر اللہ جہنم میں جائیں میرے دشمن جیسے کہ تم۔"

وہ اس کی بات جھرجھری لیتے ہوئے بولی۔ فارس نے اس کی بات پہ تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھا۔

ہم تو بھی جنت میں جائیں گے وہ کیا ہے نا ہماری حواریں وہاں مچو انتظار ہے ہم "انہیں اپنے دیدار کو ترسانا نہیں چاہتے۔ اگر تم کہو گی تو ہم تمہیں بھی ساتھ لے جائیں گے۔"

وہ شاہانہ لب و لہجے میں بولا۔ اس کی پیشانی پہ بے تحاشہ بل نمودار ہوئے۔

"تمہارے ساتھ تو میں جنت میں بھی جانا پسند نا کروں۔"

وہ جلے کٹے لہجے میں بولتے سر جھٹک گئی معاً بازو میں ہونے والی جلن کی بدولت اس کے لبوں سے ایک سسکی نکلی تھی۔ فارس نے پریشانی سے اس کی جانب دیکھا تو وہ ہولے سے نفی میں سر ہلا گئی۔ فارس صدام کو دیکھنے رسیپشن کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی پریسہ کے لبوں کے ساتھ آنکھیں بھی دلکشی سے مسکرا اٹھی تھی۔

نجانے مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔ شاید میں انہیں پسند۔ نہیں پسند تو شاید بہت چھوٹی سی "چیز ہے میں ان سے محبت۔ اگر ایسا ہو گیا تو کیا وہ بھی مجھ سے محبت۔ ہاں وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں تبھی تو مجھے یہاں لائے ہیں بغیر کسی کا خیال کیے وہ ضرور مجھے لے کر پریشان ہونگے۔ اس دن انہوں نے مجھے چادر بھی تو اوڑھائی تھی۔ مگر وہ تو مجھے دیکھ کر ہمیشہ مرچیں چباتے ہیں تو کیا ہوا پریسہ تجھے بھی تو ان کا اینگری روپ دل کو بھاتا ہے "مجھے اس شخص کے کم گو انداز سے ہی عشق ہے۔

وہ خود ہی اپنے سوالات کے جوابات دیتے نم نگاہوں سمیت ہنس دی تھی۔ اس کے بابت سوچتے ہی دل میں میٹھی سی گدگدی ہوئی تھی۔ اس نے ایک نظر اپنے ہاتھ پہ آئے زخم کو دیکھا مگر اسے سوچتے اس کی نزدیکی کو سوچتے اسے ان زخموں پہ بھی پھوار

پڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ ایکدم وہ شرمیلے پن سے ہنس دی۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ دونوں - صدام نے ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تھے شاید ڈسچارج پیپر تیار ہو گئے تھے اسے باہوں میں بھرتے قدم باہر کی جانب بڑھائے کیونکہ پاؤں میں ہلکی ہلکی سوجھن ہو لے کی بدولت چلنے میں دقت پیش آئی تھی۔

"ارے شہرام کی گاڑی یہی ہے مگر وہ تو کب سے جا چکا ہے۔"

فارس نے نا سمجھی سے سیاہ رنگ کی گاڑی کی جانب دیکھا تو صدام کی آنکھوں میں بھی حیرانی در آئی معاً وہ کچھ سوچتے ہنس دیا۔

خود اس نے مصیبت سر لے لی ہوگی مگر ہمیں کسی قسم کی پریشانی نا ہو تبھی یہ یہی "چھوڑ گیا۔"

اسی دوران وہی کھڑے گاڑ نے چابیاں لاتے ان کی جانب بڑھائی تھی جسے انہوں نے سہولت سے تھام کر پریسہ کو پچھلی سیٹ پہ بٹھایا تھا۔ پریسہ نے ایک نظر اس گاڑی کو دیکھا۔ آنکھوں میں الوہی سی چمک نے احاطہ کیا ہوا تھا۔

مطلب وہ گاڑی بھی میرے لیے چھوڑ گئے۔ کیا سچ میں انہیں میرا خیال ہے مطلب وہ "بھی وہی سب محسوس کرتے ہیں جو میں کرتی ہوں۔"

وہ دھڑکتے دل سمیت سوچ رہی تھی۔ دل میں اس کیلئے ایک اور احساس پنچے گاڑھ کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ آسودگی سے مسکراتی سیٹ سے پشت ٹکاتے آنکھیں موند گئی۔ فارس نے انگلیشن میں چابی گھماتے گاڑی ہوٹل کی جانب دوڑائی تھی۔ محبت کا خمار نیا نیا تھا تبھی اس کا پورا وجود کھل اٹھا تھا۔ اس سے سامنے کا سوچتے ہی اس کے دل کو کوئی مٹھی میں جکڑ رہا تھا۔

"شہرام سر پر سہ کیسی ہے اب۔"

عنان کی پریشان کن آواز پہ شہرام نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلایا اور ان سب کو اپنی اپنی پیکنگ کرنے کی تاکید کرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ ابھی دس منٹ پہلے ہی ہوٹل پہنچا تھا اور اس کا ارادہ سب سے پہلے یہاں سے نکلنے کا تھا۔ ابھی بہت

سے ایسے کام تھے جو اسے نپٹانے تھے۔ اس کے سرد انداز پہ عناب اور عقیفہ نے ناک منہ چڑھا کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

سٹون مین۔ قسم سے آج تک ایسے سخت مزاج شخص سے سامنا نہیں ہوا۔ نہیں"

"ہمارے سامنے منہ کھولنے سے کیا ہو جائے گا بس ہلکی سی گردن ہلائی اور یہ جا وہ جا۔

عناب اس کے بگڑے تیور یاد کرتے چڑ کر بریزہ سے بولی جس نے اس کی بات پہ متفقانہ انداز میں زور و شور سے سر ہلایا تھا۔

میں بلاوجہ منہ کھولنا پسند نہیں کرتا اور جس دن میرا منہ کھل گیا نا اس دن آپ سب"

"کے منہ بند ہو جائیں گے اسی لیے بی کیئر فل۔

اپنے عقب سے آنے والی پتھریلی بھاری آواز پہ ان دونوں کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑتے ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کر گئی۔ انہوں نے جھٹکے سے رخ موڑتے خوفزدہ انداز میں شہرام کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ چٹانوں جیسی سختی تھی۔ صاف ظاہر تھا

اسے اپنی بات پہ ان کا یہ تبصرہ ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ وہ غصے سے تن فن کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"اف یہ ایک جن بن کر کہی سے بھی نازل ہو جاتے ہیں۔"

عذاب دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے بولی اور ان دونوں نے تسلی ہو جاتے ہی کمرے کی جانب دوڑ لگائی تھی تاکہ سب کو پیکنگ کرنے کی تاکید کر سکے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد پریسہ بھی کمرے میں موجود تھی اور سب اس کی خاطر داریوں میں مصروف مگر وہ جسے دیکھنے کی چاہ دل میں دبائے بیٹھی تھی وہ سستگر تو کہی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"کیا معلوم وہ سب کے سامنے نا آنا چاہتے ہو۔"

وہ اپنی انگلیاں چٹختے ہوئے سوچ رہی تھی معاً اپنے نزدیک کسی وجود کا گمان ہوتے ہی اس نے بائیں جانب دیکھا جہاں عقیفہ بیٹھی اسی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے دیکھتے ہی اس نے دونوں ہاتھوں سے کان کو پکڑتے سوری کہا تھا۔

"پری پلیز بس کرو نا تم جانتی ہو کسی کی بھی ناراضگی سے میری جان جاتی ہے۔"

وہ تھکے تھکے لہجے میں بولی۔ پریسہ نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس کے شانے کے گرد بازو حائل کیا تھا۔

ہاں تو میں کونسا زیادہ دیر ناراض رہ سکتی ہوں مگر تمہاری حرکت پہ یہ ضروری تھا تاکہ تمہیں اندازہ ہوتا کہ تم کیا کرنے جا رہی تھی مگر پھر تمہارا مجھے اپنی ہی ذات پہ مذاق بنانے کا طعنہ دینا اس لمحے میں ٹوٹ گئی تھی عقیفہ دوستوں میں یہ سٹیٹس رنگ وغیرہ نہیں دیکھے جاتے میری جان۔ بس محبت ہوتی ہے ایک انوکھی سی کشش ہوتی ہے۔ ان چیزوں سے کچھ نہیں حاصل۔ یہ تو ویسے بھی اسی دنیا میں رہ جانی ہیں ہم تنہا آئے تھے اور تنہا ہی جائیں گے یہ آسائشیں بس اسی دنیا تک محدود ہیں۔

وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔ عقیفہ نے خاموشی سے چہرہ جھکا لیا کیونکہ وہ جو بھی بات کر رہی تھی بالکل ٹھیک کہ رہی تھی۔

میں جانتی ہوں مگر میں بہت فرسٹریٹ ہو گئی تھی اس سب سے۔ زندگی جینے کا دل " نہیں کرتا میرا۔ بہت تکلیف ہوتی ہے اپنے گھر کو دیکھ کر اور تم جانتی ہو کہ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے بابا کبھی بھی اپنی بیٹیوں کو اپنی کمزوری نہیں سمجھتے اگر وہ ہمیں بیٹوں سے کم اور اسی دقیانوسی سوچ کے مالک ہوتے تو ہمیں وہ یوں آزادی سے پڑھا لکھا نارہے ہوتے میں آج اس کو یونی میں نا پڑھ رہی ہوتی انہیں بس ہماری آگے کی زندگی کی "پریشانی ہے اور وہ یہ سب کسی کے دباؤ میں آکر ہی کر رہے ہیں۔

وہ خالی خالی لہجے میں بولتی پریسہ کو ساکت کر گئی۔ اس نے چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے اس کی جانب دیکھا۔

"اگر تم یہ سب جانتی ہو تو کچھ کر کیوں نہیں رہی۔"

وہ حیرت سے دبے دبے لہجے میں چلائی۔ عقیفہ نے گھبرا کر اس کے لبوں پہ ہاتھ جمایا۔

آرام سے بولو اور میں خاموش اس لیے ہوں کیونکہ میں ابا کے منہ سے سب اگلوانا " چاہتی ہوں۔ یہ جو گناہ میں کرنے جا رہی تھی اس کا بے حد افسوس ہے مجھے مگر اب گھر

جا کر سب سے پہلے مجھے اس یاسر کا ہی سب سے پہلے بندوبست کروانا ہے کیونکہ اس کی "ذات سے سب سے زیادہ خطرہ ہم تینوں بہنوں کی جان کو ہی ہے۔"

وہ گہرا سانس بھرتے نم لہجے میں بولی۔ پریسہ نے اسے ساتھ لگاتے بے ساختہ تسلی دی جو کس قدر پریشانیوں میں گھری ہوئی تھی۔

"یقین کرو اگر کچھ ممکن ہوتا تو میں سب کچھ تم پہ وار دیتی۔"

وہ اس کے گال پہ ہاتھ رکھتے محبت سے بولی۔ عقیفہ نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"جانتی ہوں۔"

وہ ہولے سے بولتی اسے سینے میں بھینچ گئی۔ پریسہ نے سکون سے آنکھیں موندی تھی۔ ٹھیک کہتے ہیں اگر دوست سچے اور محبت کرنے والے ہو تو زمانے کی گرم ہوا کو بھی سرد ہوا کا جھونکا بنادیتے ہیں۔

کیوں ہانپ رہی ہو غصے سے ٹک کر سکون سے بیٹھ کیوں نہیں جاتی۔ کوئی بات ہے کیا" "مینہ۔

وہ جب سے حویلی لوٹی تھی کمرے میں بے چینی سے یہاں وہاں منڈلا رہی تھی مگر سکون تھا کہ میسر ہی نہیں تھا تبھی غنچہ نے اسے لٹکتے استسفار کیا۔

"نہیں مورے کچھ نہیں۔"

وہ تھکے تھکے انداز میں بولتی بیڈ پہ گرنے والے انداز میں بیٹھی تھی۔ اس نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کے چہرہ مضطرب تھا۔

ام کو پتہ ہے کہ کوئی بات ضرور ہے تو ایسے ہی پریشان نہیں ہوتی اور جب سے لوٹی" ہے ایسے ہی پھیکے پن سے گھوم رہی ہے اگر کوئی بات ہے تو ام کو بتا۔ اگر امارے بس "میں ہوا تو اس کا حل لازماً تلاش کریں گے۔

وہ اس کے ساتھ ہی جگہ سنبھالتی محبت سے بولی۔ اپنے شوہر کے جانے کے بعد اب یہ ہی ان کا قیمتی سرمایہ تھی تبھی اس کے چہرے پہ پریشانی پہ ان کی جان پہ بن آتی تھی۔

مورے آج جب ہم کالج سے لوٹ رہے تھے تو نوفیل آفریدی کی گاڑی نے امارا راستہ "روکا تھا۔"

وہ انگلیاں آپس میں الجھاتے سپاٹ لہجے میں بولی۔ غنجہ کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دل پہ پڑا۔ انہوں نے اضطرابی کیفیت میں اس کا چہرہ جانچنا شروع کر دیا۔

سب ٹھیک تھا نا مینہ کچھ ہوا تو نہیں یا اس نے کچھ کہا تو نہیں۔ تم اسے نظر انداز "کر دیتے بس۔"

وہ متفکر سی بولی۔ پشمنہ نے نرمی سے ان کے دونوں ہاتھوں کی پشت پہ اپنے لب رکھے۔

مورے ام اسے نظر انداز ہی کرنے والے تھے مگر اس کی گاڑی اور اس کے ملازم امارا"
 "راستہ روکے کھڑے تھے تبھی ام کو باہر نکلنا پڑا اسے جواب دینے کو۔
 وہ گہرا سانس بھر کر بولتی ان کی پیشانی پہ بل نمودار کروا گئی۔

تو گاڑی سے باہر نکلی تھی اس کے سامنے تیرا دماغ کھسکا ہوا ہے کیا مینہ تو جانتی ہے"
 کہ خان بابا کو اس بارے میں علم ہوا تو کیا ہوگا وہ غضب ناک غصہ کریں گے اور کسی
 بھی قسم کی سزا دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ تو مت نکلتی باہر فون ملائی حویلی
 "میں۔"

وہ اسے زبردست قسم کی جھاڑ پلاتے ہوئے متوقع صورتحال سے باور کراتے ہوئے بولی تو وہ
 شرمندگی سے چہرہ جھکا گئی۔

مورے وہ اتنے غلط الفاظ کا انتخاب کر رہا تھا اور ویسے بھی خان بابا کو کون بتائے گا میں"
 نے پہلے نرمی سے اسے مخاطب کیا مگر پھر اس نے پرخہ کو دیکھ کر اس قدر گندی بات کی
 "کہ ہم سے ضبط نا ہوا تبھی اس کے گال پہ تھپڑ مار دیا۔

وہ کس قدر تفاخر سے اپنا کارنامہ ان کی سماعتوں میں اتار رہی تھی اور وہ فق چہرے سمیت لبوں پہ ہاتھ جمائے بیٹھی تھی جیسے اس سے اس قسم کی توقع قطعی نا ہو۔

تو نے اس کو تھپڑ مار دیا مینہ۔ یہ کیا کر دیا تو نے ایسا بھی کیا بول دیا تھا اس نے۔ یہ " مردوں کے معاملے ہوتے ہیں اگر ان کی انا اور غیرت پہ آجائے تو یہ جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ تو نے کیا کر دیا۔ تو اماری بات یاد رکھ وہ اب کچھ نا کچھ ایسا ضرور کرے " گا جو خان بابا کے اعصابوں کو شدید ناگوار گزرے گا۔

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے سرد مہری سے اسے جتانے والے انداز میں بولی۔ پشیمینہ ان کی بات پہ لبوں کو آپس میں پیوست کر گئی کیونکہ ان کی بات بھی سو آنے درست تھی۔

"شادی کی پیشکش کر رہا تھا امارے کو یہ جانتے ہوئے بھی کہ۔"

وہ غصے سے بپھر کر بولتی آخر میں تھمی۔

اور پر خہ کو جانتی ہیں کیا بکواس کر رہا تھا۔ بول رہا تھا کہ اگر تم نہیں تو وہ سہی۔ وہ چھوٹی " ہے ابھی مورے۔

وہ اذیت سے بولتے اپنا دونوں دونوں ہاتھوں میں تھام گئی۔ غنجہ نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھتے اپنے ساتھ لگایا تھا۔ وہ ان کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ اتنے عرصے کا ضبط تھا جو آج ٹوٹا تھا اور آج وہ اپنے دل کا تمام غبار نکالنا چاہتی تھی۔

کیوں ہے ایسا مورے۔ ام کیوں سب کے ساتھ ہوتے ہوئے اکیلے ہیں۔ کوئی اپنی "زمہداری کیوں نہیں نبھاتا۔ شروع سے جس کے نام پہ میں بیٹھی ہوئی ہوں وہ مجھے کیوں فراموش کر جاتا ہے۔ ام کیوں یہ عذاب جھیلے مورے۔ ام کو بھی پرسکون زندگی گزارنی ہے "وہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں میری جان لے لیں گے۔ وہ پردرد لہجے میں بولتی غنجہ کے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ گئی۔

نہیں نا میرا بچہ۔ خان بابا نے اسے فون کیا ہے اور اب وہ جلد ہی لوٹ آئے گا۔ پھر "سکون ہی سکون ہوگا وہ کبھی بھی خان بابا کی بات نہیں ٹالے گا۔

انہوں نے بے ساختہ اسے تسلی دی۔ وہ ہچکیاں بھر کر رہ گئی۔ آنکھوں کے دیتچوں میں شہرام کی صورت آسمائی تھی۔ ان کی بات نے ایک نئے سرے سے اس کے وجود میں

روشنیاں سی بھردی تھی۔ وہ درست ہی تو کہہ رہی تھی اس نے آج سے پہلے بھی کبھی خان بابا کی بات نہیں ٹالی تھی جو اب ٹالتا۔ اب اسے بس اس کی واپسی کا انتظار تھا کہ کب وہ آتا اور کب اس کی پیاسی نگاہیں اس کا دیدار کرتی مگر وہ اس قدر پتھر دل تھا کہ اسے مخاطب کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کا انداز یاد کرتے مینہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ ایک یہی چیز اس کا دل ہولا کر رکھ دیتی تھی۔ اس کی واپس مطلب پھر سے اس کی نظر اندازی۔ اس نے تکلیف سے آنکھیں میچی۔ غنچہ نے محبت سے اس کے بال سہلاتے اس کی پیشانی چومی تھی۔

واپسی کی ان سب کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھی۔ رات کے وقت ان سب کا واپسی کے سفر کا ارادہ تھا۔ ابھی بھی وہ سب پریسہ کے نزدیک ہی بیڈ پہ ڈیرا جمائے بیٹھے ہوئے تھے۔

"پریسہ تم ٹھیک ہونا اب۔"

ہادی نے سادہ سے لہجے میں سوال کیا۔ فارس کی رگِ ظرافت پھر پھر کی۔

"اب تک تو ٹھیک تھی مگر اب تجھے دیکھنے کے بعد ٹھیک نہیں رہے گی۔"

وہ سکون سے بولتے اسے بے سکونی میں مبتلا کر گیا۔ وہ اس کی بات پہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

قسم سے اتنے عرصے بعد فکلیٹی کو ہمارا خیال آیا تھا مگر قسمت ہی شاید ہمارے حق میں نہیں ہے جو کچھ نا کچھ غلط ہو جاتا ہے۔ قسم سے اس زندگی سے ہی تنگ آگیا ہوں میں۔

ارتضیٰ اکتاہٹ آمیز لہجے میں بولا۔

"ہاں تو تھوڑا سا وقت نکال کر مریوں نہیں جاتے۔"

فارس کی حاضر جوابی پہ ارتضیٰ نے اپنا جوتا اتارتے اس کے منہ پہ اچھالا تھا جو اس نے بروقت کچ کر لیا۔

خیر پریسہ کو اب کچھ وقت کیلیے آرام کرنے دو ہم بھی تھکے ہوئے ہیں کچھ دیر آرام"
"اگر کے ہی واپسی کیلیے نکلیں گے۔

مریم سنجیگی سے بولتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ باقی سب بھی اس کی بات سے کسی
- پریسہ نے ایک نظر گھڑی کی جانب دیکھا جو شام کے چھ بجارہی حد تک مستفق تھے
تھی۔ وہ سب باری باری وہاں سے اٹھتے جاچکے تھے۔ تمام لڑکیاں کمرے میں ہی لیٹنے کا
انتظام کرتے لائٹ بھی بجھا چکی تھی مگر پریسہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ وہ یک
ٹک کھڑکی سے باہر دکھائی دیتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ اسے شدت سے شہرام کا انتظار تھا
مگر وہ ناجانے کیا چھپا بیٹھا تھا۔ دس منٹ بعد ہی کمرے میں ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز سن
وہ تاسف سے نفی میں سر ہلا کر مسکراتے اپنی جگہ سے اٹھی مگر پاؤں میں ذور ڈالنے سے
تکلیف کا احساس بڑھ رہا تھا۔ وہ اپنی تمام تر ہمت مجتمع کرتے دیوار کا سہارہ لیتے دروازے
کی جانب بڑھی اور دروازہ کھولتے ایک نظر باہر کا جائزہ لیا جہاں کسی زی روح کا نام و
نشان تک نہیں تھا۔ وہ اپنے وجود میں اٹھتی ٹیسوں کو نظر انداز کرتے چھوٹے چھوٹے قدم
اٹھاتے راہداری کی جانب بڑھنے لگی کہ شاید دل کو جس کی تمنا ہے وہ دکھ جائے۔ معاً اس

کی نگاہ ایک منظر پہ ٹھٹھک کر کی اور اس کیلئے تو اس سے زیادہ دلفریب منظر کوئی تھا ہی نہیں۔ لبوں پہ محفوظ کن مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ سیاہ آنکھوں میں دیپ سے جل اٹھے تھے۔ چہرے پہ گلال سا بکھر گیا۔ اس نے کپکپاتے ہاتھ اپنے گالوں پہ پھیرتے خود کو کمپوز کیا اور اس کی جانب بڑھنے لگی جو صوفے پہ بیٹھا اس کی توقع کے عین مطابق سگار سلگانے میں مصروف تھا۔ کسی کی آہٹ محسوس کرتے اس نے جوں ہی اپنی لہو رنگ نگاہیں پشت پہ گھمائی وہاں کھڑے وجود کو دیکھتے اس کے وجود میں غصے کے بھانجھڑ سے جلنے لگے۔ اس کی لہو رنگ آنکھیں دیکھ پریسہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ اس کی یہاں موجودگی ہی ناقابلِ یقین تھی۔

"یہاں کیا کر رہی ہیں آپ۔"

اس کی برفیلی آواز پہ پریسہ کے رہے سے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

"مم۔ میں وہ آپ کا شکریہ کرنے آئی تھی۔"

اس نے چہرہ جھکاتے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ شہرام کی نگاہیں بلا ارادہ طور پہ اس کے پاؤں پہ جاکی جس میں ابھی بھی سو جھن موجود تھی۔

"اچھا تو آپ کو کیسے علم ہوا کہ میں کہاں ہوں۔"

اس کے سرد لہجے میں طنز کرنے پہ پریسہ نے اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیرتے اس کی بھوری کانچ سی آنکھوں میں دیکھا جو بالکل ساکت تھی۔ یکلخت پریسہ کے چہرے کا رنگ سرخ پڑا تھا۔

میرے دل نے گواہی دی تھی کہ آپ یہاں ہونگے اور دیکھیں میں ٹھیک تھی ویسے"

"بھی اپنے دل کا تو پتہ ہوتا ہے ناکہ وہ کہاں دھڑک رہا ہے۔

بے اختیاری میں یہ الفاظ اس کے لبوں سے پھسلے تھے جبکہ اس کے معنی خیز لہجے پہ شہرام کو اپنا وجود اتھاں گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے شاکی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے قدم اس کی جانب بڑھائے۔ پریسہ سہم کر پیچھے پلر سے جا لگی۔ اس کی

آنکھوں میں جو پیام تھا وہ شہرام خان بخوبی سمجھ چکا تھا اور دل ہی دل میں اس کی حماقت پہ تمسخر سے ہنس بھی رہا تھا۔

جانتی ہیں کس قسم کی بے ہودہ بکواس کر رہی ہیں آپ میرے ساتھ۔ دماغ ٹھکانے پہ "ہے یا کھسک گیا ہے۔"

وہ پلر پہ مکہ مارتے پھرے شیر کی مانند غراتے اسے کپکپانے پہ مجبور کر گیا۔ پریسہ نے سہمی ہرنی کی مانند نگاہوں سمیت چہرہ اٹھاتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ایک اس کا قد چھوٹا تھا سونے پہ سہاگہ مقابل کا قد کافی لمبا تھا کہ اسے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنا پڑ رہا تھا۔ اس کے غصے سے جان جا رہی تھی مگر وہ اپنے موقف سے پیچھے بھی نہیں ہٹ سکتی تھی۔

یہ بکواس نہیں ہے یہ حقیقت ہے جسے آپ تسلیم نہیں کر رہے کہ آپ مجھ سے دلی "وابستگی رکھتے ہیں تبھی تو مجھے آج بچایا ہے اور اس دن جو چادر دی تھی۔"

اس کے ایک ایک لفظ پہ زور دینے سے شہرام کا اس کی بات پہ فلک شکاف قتمہ بلند ہوا۔ اس کے مسلسل ہنسنے پہ پریسہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑتے چہرے سمیت خود میں سمٹ کر رہ گئی۔ وہ مسلسل ہنس رہا تھا اور پریسہ کی حالت ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ کیا وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ پریسہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا۔ تکلیف کا احساس رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔

میں اور آپ سے محبت۔ کیا میرا سٹینڈرڈ اس قدر گرا ہوا ہے کہ میں اپنی سلوڈنٹ سے "عشق معشوقیاں لڑاؤں۔ پٹھان ہوں میں اور انہیں اپنی غیرت بہت عزیز ہوتی ہے۔ اگر آج جان بچائی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنے دل میں کسی بھی قسم کا احساس پنپنا "شروع کر دیں اگر میں جان بچا سکتا ہوں تو جان لینے کا حوصلہ بھی رکھتا ہوں۔

وہ اس کی ٹھوڑی کو سختی سے اپنی گرفت میں لیتے اس کے چہرے پہ جھکتے برفیلے لہجے میں پھنکارا۔ پریسہ کے ہاتھ بے یقینی کی کیفیت میں لڑھک کر پہلو میں آن گرے۔ وہ متحیر سی اسے دیکھے گئی جس کے چہرے پہ نرمی کا شائبہ تک نہیں تھا مگر وہ اتنی جلدی ہمت بھی تو نہیں ہار سکتی تھی کیونکہ اگر وہ ہمت ہار جاتی تو اس کی محبت تو بے مول

ہوتی نا۔ وہ تو اس راہ کی اکیلی مسافر رہ جاتی۔ اس کا کیا وجود ہوتا۔ وہ تو کسی مورت کی مانند ساکت و جامد ہو جاتی۔ شہرام نے اس کا چہرہ جانچا جو بالکل شفاف چمکتا ہوا تھا اور اس پہ چھلکتا عزم اسے شدید اشتعال کی جانب دھکیل رہا تھا۔ اسے اپنے حواس سلب ہوتے محسوس ہوئے۔

آپ کچھ بھی کہ لیں مگر میں جانتی ہوں کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں اور میں پریسہ " آفندی آج بنا کسی خوف کے آج کے منہ پہ یہ اعتراف کرتی ہوں کہ مجھے شہرام خان سے بے تحاشہ محبت ہے مجھے اس کے احساس سے محبت ہے مجھے اس کی کلون کی مہک سے محبت ہے مجھے اس کے غصے سے عشق ہے مجھے اس کی سرد مہری سے ایک عجیب سا سکون ملتا ہے مجھے اس کی موجودگی سے لگاؤ ہے حتیٰ کہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا پریسہ "آفندی شہرام خان کی دیوانی ہے اور یہی دیوانہ پن آپ کو بھی ایک دن لے ڈوبے گا۔

وہ اس کے بھاری مضبوط ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے بے خوفی سے ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔ شہرام اس کی آنکھوں میں چیلنج دیکھ بلبلا اٹھا اور یہی اس کی انا پہ گہرا وار ہوا۔ اس نے غمض کے عالم میں اس کے بازوؤں کو سختی سے جکڑتے دباؤ بڑھایا کہ تھا

پریسہ کے لبوں سے سسکی برآمد ہوئی۔ وہ اس کے زخم پہ دباؤ بڑھاتے اسے تکلیف کے احساس سے روشناس کرا رہا تھا۔

مجھے پریسہ آفندی سے نفرت ہے صرف نفرت۔ ابھی اور اسی وقت میری نگاہوں سے دور"

"ہو جائیں ورنہ اپنے انہی ہاتھوں سے جان لے لوں گا۔

وہ اسے بے دردی سے صوفے پہ پھینکتا گرجا اور دونوں ہاتھوں کی مسٹھیوں میں سر کو بالوں کو جکڑتے ایک تنفر بھری نگاہ ساکت بیٹھی پریسہ پہ ڈالتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اسکا اٹھتا ہر قدم پریسہ کو اپنے دل پہ پڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے فوق چہرے سمیت اس کی پشت کو دیکھا اور اپنے زخم سے آلود بازوؤں کو سہلاتے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی جہاں ابھی بھی اس ستمگر کا لمس اسے محسوس ہو رہا تھا۔

"تم کہاں سے آرہی ہو اور یہ چہرہ کیوں اتنا سرخ پڑ رہا ہے۔"

وہ اپنے چہرے پہ پانی کے دو تین چھپاکے مارتے جوں ہی لڑکھڑاتے قدموں سمیت جوں ہی اندر داخل ہوئی سامنے ہی کھڑی عذاب اسے تیکھے چتوڑوں سے گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی مگر اس کی اگلی بات پہ اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا مگر اب جواب تو دینا تھا نا تبھی مرے مرے انداز میں سر جھٹک گئی۔

"نہیں کچھ نہیں میں تو بس باہر تازہ ہوا کھانے گئی تھی۔"

وہ نگاہیں چڑا کر بولتی بیڈ پہ جا بیٹھی تاکہ اپنا ہینڈ کیری پیک کر سکے۔ مریم نے بھی اب کی بار اس کی جانب دیکھا۔

کیا مطلب بھئی تازہ ہوا کھانے گئی تھی اپنی حالت دیکھی ہے کس قدر خراب ہے محترمہ۔

"ہسپتال سے آرہی ہیں اور انہیں تازہ ہوا کھانے کی پڑی ہے۔"

مریم اس پہ طنز پہ پھول نہچھاؤڑ کرتے ہوئے بولی تو بریزہ نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

یار کیا ہو گیا ہے کول ڈاؤن ہم لوگ گھر جارہے ہیں نا تو بس وہاں یہ سب مناظر یہ ہوا"

"ایسا کچھ نہیں ملے گا میں بس آخری بار ان نظاروں کو جینے گئی تھی۔

وہ اپنے لہجے کو بمشکل ہشاش بشاش بناتے ہوئے بولی باقی سب کو کسی حد تک اس کی بات سے متفق ہو گئے مگر عقیفہ کی مشکوک نگاہیں ابھی بھی اس پہ جمی تھی۔

"اچھا تو یہ تمہاری آنکھ کو کیا ہوا ہے اس بارے میں بتانا پسند کرو گی۔"

عقیفہ تنک کر بولی۔ پریسہ کو اب کی بار ان سب کی تفشیشی کرنے پہ اشتعال آن گھیرا۔

کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو ایسے برتاؤ کر رہے ہو جیسے میں جھوٹ بول رہی ہوں بول تو رہی"

ہوں کہ باہر گئی تھی ہوا کے دوران آنکھ میں کچھ چلا گیا ہوگا یہ ایشو بنانے والی کوئی بات

"! نہیں ہے۔

وہ غمغیز کے عالم میں بولتی سر جھٹک گئی۔ اس کے غصیلے لہجے پہ ان سب کو سانپ سونگھ گیا کیونکہ اس نے کبھی بھی یوں برتاؤ نہیں کیا تھا کسی کے ساتھ۔

کیا ہو گیا ہے تم سب کو پتیسہ کونسا کسی کے ساتھ ڈیٹ پہ گئی تھی جو تم سب اتنا

"مشکوک برتاؤ کر رہی ہو۔"

عین اسی لمحے فارس کی شوخ آواز پہ پریسہ کا رنگ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے اس کی ذات پہ طنز کیا ہو مگر اس کے چہرے پہ دیکھتے ہی اسے سراسر یہ اپنا وہم محسوس ہوا تھا تبھی اس کی بات پہ بمشکل مسکرا دی۔

پریسہ اور ڈیٹ وہ تو پیار محبت کے معاملات میں کبھی نہیں پڑی ڈیٹ پہ خاک جائے

"اگی۔"

عفیہ بیگ پیک کرنے میں مصروف ہنستے ہوئے بولی۔

"ہو سکتا ہے اس نے سوچا ہو کہ شادی سے قبل ہر قسم کا تجربہ کرنا چاہیے۔"

ہادی بائیں آنکھ دباتے مزے سے بولا۔ اس کی بات پہ پریسہ کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ کس قدر مشکل تھا اپنے جذبات پہ پل باندھنا مگر ان سب کے سامنے اسے ضبط کرنا تھا کیونکہ اگر وہ ضبط کھودیتی تو ناجانے وہ سب اس کی بابت کیا سوچتے۔ کچھ ہی دیر میں صدام کے فون پہ ان سب نے اپنے اپنے سامان ٹرالی میں رکھے اور لفٹ کی جانب بڑھ گئے کیونکہ بس اپنی مطلوبہ جگہ پہ آچکی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے آپکی۔"

صدام نے اسے ساتھ لگاتے محبت بھرے لہجے میں استفسار کیا۔ صورت دیکھ کر تو بالکل ٹھیک لگ رہی ہیں کیوں صدام۔ یقیناً اندر سے بھی اب ٹھیک "ہو چکی ہوگی۔ تم پریشان مت ہو ایسی حالت میں بھی انہوں نے خود کو بہت مضبوط ظاہر کیا ہے۔ دراصل انہوں نے اپنا دل مضبوط کر لیا ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ اس کی بات کا جواب دینے کیلئے منہ کھولتی اپنے عقب سے آنے والی پتھریلی آواز پہ پریسہ کا سر خود بخود جھکتا چلا گیا۔ شرمندگی اس قدر تھی کہ شدت سے

جی چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ وہ اس کے عین سامنے آن کھڑا ہوا تھا شاید اس کے ضبط کا امتحان لینا چاہتا تھا پریسہ نے بار بار نگاہیں اٹھاتے اسے دیکھنے کی کوشش کی مگر ہر بار ناکام ٹھہر جاتی یکلخت اس کی بات سوچتے اس کے زہن میں جھماکہ سا ہوا۔ اسے تو فالوقت ہمت نہیں ہارنی تھی۔ اسے ان حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا تھا اور مقابل شخص سے اس کی محبت کا اعتراف بھی کروانا تھا تبھی اپنی تمام تر ہمت متجمع کرتے اس کی بھوری کانچ سی آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں گاڑھی۔

آپ کو میرے دل کے بابت کیسے اس قدر علم ہے شہرام سر۔ آپ میرے دل میں "تھوڑی نارہتے ہیں۔"

وہ دل جلانے والے انداز میں بولتی اسے بیک وقت لال پیلا نیلا کر گئی۔ اس نے تند نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں واضح چیلنج تھا مطلب اپنا دھتکارے جانے کا احساس بھی اس کی انا پہ وار ثابت نہیں ہوا تھا۔ صدام ان دونوں کی ہمیشہ والی نوک جھوک پہ مسکراتے تاسف سے نفی میں سر ہلا گیا۔

یہ کیا تم دونوں ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہو بچوں کی طرح۔ اتنے بڑے ہو گئے ہو کم۔"
 "از کم شہرام تم تو بڑوں کی طرح برتاؤ کرو۔"

وہ سرزشتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

تمہاری بہن کو میرے گلے پڑنے کا بہت شوق ہے شاید تبھی میرے اطراف میں "
 "منڈلاتی رہتی ہے۔"

شہرام کے کاٹ دار لب و لہجے پہ اہانت کے احساس سے پریسہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ اس
 نے بھیگی نگاہوں میں شکوہ لیے اس کی جانب دیکھا تو وہ دلکشی سے مسکرا دیا اس کی
 آنکھوں میں یہی ہار اس کے لطف میں اضافہ کرتی تھی۔

"یقین کریں آپ کو بے بس دیکھ کر مجھے جتنا مزا آتا ہے نا وہ ناقابلِ بیان ہے۔"

ایکدم پریسہ کھنکھتے لہجے میں بولتی شہرام کے وجود کو آگ کی بھیٹی میں پھینک گئی۔ وہ کیسے
 فراموش کر گیا تھا کہ مقابل پریسہ آفندی ہے۔ شہرام نے سختی سے جبرے بھینچتے اس کی
 آنکھوں میں دیکھا جہاں سکون کا ایک جہاں آباد تھا۔

"کیا ملتا ہے آپ کو یہ سب کر کے۔"

صدام کے جاتے ہی وہ ذہر خند لہجے میں دھاڑ اٹھا مگر آواز اتنی ہلکی تھی کہ صرف پریسہ کی سماعتوں تک اترتی۔ یہ بات اس کی انا پہ ایک تازیانے کی مانند تھی کہ پریسہ ایک عورت ہو کر دھڑلے سے اس سے یوں اعتراف کر رہی ہے۔ پریسہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے اس کے مقابل آئی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سے مسکرائی۔

اتنے انگارے مت چبایا کریں پھٹان صاحب یقین کریں مجھے آپ سے عشق کرنے کی " ایک نئی وجہ مل جاتی ہے۔

وہ چاشنی بھرے لہجے میں بولی۔ ایک بار پھر اس کے اعتراف پہ شہرام کی آنکھوں میں لہو اتر آیا۔ اس نے نفرت بھری نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھا جو اس کے سامنے بے شرمی کی تمام حدیں پھلانگ رہی تھی۔

"یو آر جسٹ۔"

اس سے قبل وہ اپنی بات مکمل کرتا فارس کی آمد پہ اس نے مشکل خود پہ ضبط کرتے اس سے فاصلہ قائم کیا۔

"چلو پتیسہ تمہیں سہارہ دے کر بس تک پہنچا دوں۔"

اس نے مسکراتے لہجے میں بولتے اسے پیشکش کی۔ اس سے پہلے کہ پریسہ شہرام کی آنکھوں میں دیکھتے اس کا ہاتھ تھامتھی صدام نے ان کے نزدیک آتے ایک بار پھر اس کے شانے کے گرد بازو حائل کیا۔

"پریسہ بس میں نہیں بلکہ ہمارے ساتھ گاڑی میں جارہی ہے۔"

صدام کی بات پہ پریسہ نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا جو اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ شہرام نے دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت اس کی جانب دیکھا۔ آنکھوں میں جیت کا خمار واضح تھا۔ پریسہ کو اس کی حرکت پہ ہنسی تو بہت آئی مگر ضبط کرتے اپنی مسکراہٹ کا گلہ گھونٹ گئی۔

"اور یہ آپ سے کس نے کہا بھائی۔"

پریسہ سہارہ لینے کی خاطر فارس کا بازو کانپتے ہاتھوں سے تھامتی نا سمجھی سے بولی۔
 میں بول رہا ہوں بس میں جھٹکے لگیں گے جو آپ کیلئے بالکل مناسب نہیں ہے اسی"
 "لیے آپ گاڑی میں ہی جاؤ۔

صدام اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔ شہرام کی آنکھیں اس دوران دلکشی
 سے مسکرا رہی تھی البتہ لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ پریسہ اسے ہارتا ہوا دیکھ تو نہیں
 سکتی تھی مگر فلحال یہ کرنا بے حد ضروری تھا۔

بھائی ایم سوری میں قطعی آپ جیسے بور انسانوں کے ساتھ گاڑی میں نہیں جاؤں"
 گی۔ اتنا لمبا رستہ سو سو کر گزر جائے گا۔ نا آپ لوگ کوئی بات کرتے ہیں میں تو آپ کی
 شکلیں ہی دیکھتی رہ جاؤں گی میں بس میں ہی جاؤں گی اپنے دوستوں کے ساتھ وہ سب
 "کے سب میرا خیال رکھنا بھی بخوبی جانتے ہیں اور میرا دل رکھنا بھی۔

سپاٹ انداز میں بولتے آخر میں ناجانے کیوں اس کا لہجہ بھینگا تھا مگر وہ لگے ہی لمحے خود
 پہ ایک بار پھر مضبوطی کا خول چڑھا گئی تھی۔

چلو صدام مزید وقت کا ضیاع کرنا بالکل ٹھیک نہیں جس کا جانے کا نہیں دل تو"
"زبردستی کیسی ویسے بھی ان کا دل وہی لگتا ہے۔

شہرام تند لہجے میں بولتے اس کے پور پور کو سلگالیا۔ اس کے لہجے میں ایسی کاٹ تھی جو
ایک بار پھر پریسہ کا دل چکنا چور کر گئی۔

دل تو میرا ہر جانب لگ جاتا ہے مگر شاید کچھ لوگ دل لگانے کے قابل نہیں ہوتے"
"فرق صرف اتنا ہی ہے۔

وہ کٹیے لہجے میں بولتی فارس کا بازو تھام کر لڑکھڑاتے قدموں سمیت بس کی جانب بڑھ
گئی۔ اس نے نرمی سے اسے تھام کر گاڑی میں بٹھایا تھا۔ شہرام شرربار نگاہوں سے اس
کی پشت کو دیکھتا رہ گیا یہاں تک کہ وہ بس اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ شدت
جزبات سے سرخ پڑتے چہرے سمیت وہ تنفر سے سر جھٹکتے اپنی گاڑی کی اگلی سیٹ
کی جانب بڑھا تھا۔

میرا تو شدت سے دل چاہ رہا ہے کہ کل یونی نا آؤ بس گھر میں آرام کر لوں تھکاوٹ بھی تو"
"اتارنی ہے۔

بریزہ آنکھیں موندتے ہوئے بولی۔

اچھا اور جو ہم تمہارا فٹ بال جیسا چہرہ دیکھ دیکھ کر تھک گئے ہیں ہمیں تو پھر دارِ فانی"
"سے کوچ ہی کر چانا چاہیے۔

ہادی کے تنک کر بولنے پہ سب نے مسکراہٹ ضبط دی البتہ بریزہ نے نہایت سنجیدگی
سے اس کی جانب دیکھا۔

"شوق سے۔"

اس کے نہایت سکون سے بولنے پہ فارس کا بلند بانگ قہقہہ بس کی فضا کو خوشگوار کر گیا۔
ابے گھونچو انسان کس قسم کا انسان ہے تو نا یہاں عزت اور نا ہی گھر میں عزت۔ شدید"
"بے عزتی کا مارا انسان ہے تو۔

فارس اسے اچھی خاصی شرم دلاتے ہوئے بولا۔ اس کی بات پہ وہ جل بھن گیا۔

اچھا جی کبھی اپنے پہ غور کیا ہے تجھے تو جیسے کھانے پیش کیے جاتے ہیں نا اچھے سے "

"جانتا ہوں کیسے بیچارے کتے کو آگے لگایا ہوا ہے۔

ہادی کاٹ دار لہجے میں بولتے ہنس دیا۔

"اچھا مطلب کتے نے کتے کو ہی آگے لگایا ہوا ہے۔"

ارتضیٰ کی بات پہ ایک لمحے کو پوری بس میں سناٹا چھا گیا۔ ان سب نے فارس نے سنجیدگی سے ارتضیٰ کی جانب دیکھا تھا جو اب کھسیاتے اپنا رونا شروع کر چکا تھا۔ فارس نے ایک ذبردست قسم کا مکہ اس کی کمر پہ رسید کیا تو وہ بلبلا اٹھا۔

"اب اسے کیا ہوا۔"

عنا ب اسے ایک پل میں ہنستا اور ایک پل میں ہی روتا دیکھ بوکھلاتے لہجے میں بولی۔ ان سب کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ اسے اچانک ہوا کیا۔

"یہاں کچھ کچھ ہوتا ہے کا سیکول چل رہا ہے۔"

فارس کے سکون سے بولنے پہ ان سب نے الجھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

مطلب یہ کہ محبوبہ کے پنکچر ہونے کے بعد اسے اپنی پرانی محبوبہ کی شدت سے یاد "ستارہی ہے۔"

فارس کی برخستہ بات پہ ان سب نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"تم لوگ دیکھنا ایک دن میں بھی بائیک لوں گی۔"

عنا ب چمکتی نگاہوں سمیت بولتی ان سب کو داد دینے پہ مجبور کر گئی۔ ان سب کے لبوں سے کورس میں اوو نکلا تھا۔

عنا ب بہن تمہیں لینے کی کیا ضرورت ہے ہمارا ارتضیٰ ہے نا یہ تمہیں گھمائے گا پھر "دونوں ایک ساتھ مزے کرنا۔"

ہادی نے مسخرے پن سے بولتے معنی خیز نگاہوں ارتضیٰ کی جانب دیکھا۔ ارتضیٰ نے اسے درجن درجن صلواتوں سے نوازا۔

"کیا مطلب یہ کیوں گھمائے گا مجھے۔"

وہ حیرت کی زیادتی سے پھیلی آنکھوں سمیت بولی۔

"ارتضیٰ بتادوں کیا۔"

ہادی کے شریر انداز میں بولنے پہ ارتضیٰ نے کٹیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"آجا میری جان پہلے تجھے تو گھما دوں۔"

ارتضیٰ نے اسے اس کے بالوں سے پکڑتے گول گول گھما ڈالا۔ اس کے بالوں کو چھوڑتے ہی ہادی نے بمشکل اپنے چکراتے سر کو سنبھالا۔

"کیسا لگا گھوم کر میری جان۔"

ارتضیٰ اس کے گالوں کو کھینچتے ہوئے تمسخرانہ لہجے میں بولا۔ عناب پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"یار تم لوگ بچے ہو کیا۔ میچور بنویں حرکتیں کر کے ناجانے کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو۔"

مریم ان سب کی جانب دیکھتے ناگواری سے بولی۔ عقیفہ اور پریسہ نے خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔

باجی مریم کیا آپ کو کسی نے مخاطب کیا۔ نہیں نا تو پھر دوبارہ اپنا چہرہ آگے کی جانب "موڑ لیں۔ ہمیں بھی بڑی عمر کی عورتوں کے ساتھ اس طرح کی حرکتیں کرنے کا کوئی "شوق نہیں ہے۔"

فارس معصومیت کے تمام ریکارڈ توڑتا ہوا جتانے والے لہجے میں بولا۔ اب کی بار سب سے اونچا قہقہہ بریزہ کا بلند ہوا جو مریم کی گھورتی نگاہوں سے وہی تھم گیا البتہ دل ہی دل میں وہ سب اس کے سرخ پڑتے چہرے سے خوف محظوظ ہو رہے تھے۔ پریسہ نے ایک مسکراتی نظر ان سب پہ ڈالی جنہوں نے کافی حد تک اس کا موڈ خوشگوار کر دیا تھا مگر اپنا رخ وند سکریں کے پار کرتے ہی شہرام کا لہجہ اس کی سماعتوں میں گونجا تو دل ایک بار پھر کرچی کرچی ہو گیا تھا۔ لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ سکڑ گئی جس کی جگہ ایک بے نام سی اداسی نے لے لی تھی۔ آنکھوں کی دریچوں میں وہی منظر دوبارہ لہرایا جب اس نے اسے بری طرح صوفے پہ پٹختا تھا۔ اس کی حرکات و سکنات سے کافی بار اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ ویسا نہیں ہے جیسا وہ دکھائی دیتا ہے مگر اب اس کی باتوں سے تکلیف کا احساس ایک

نئے سرے سے رگ و پے میں سرائیت کرتا چلا گیا تھا۔ اس نے ایک نظر اپنی شفاف ہتھیلی کو دیکھا جس پہ لکیریں کس قدر واضح تھیں۔

"کیا ان لکیروں میں شہرام خان کے ساتھ کی لکیر ہوگی یا نہیں۔"

وہ بس سوچ کر رہ گئی مگر جواب نابلنے پہ اس نے اپنی جلتی آنکھوں کو موندتے اذیت کو کم کرنا چاہا تھا جو ہر بار ایک نئے سرے سے بڑھ رہی تھی۔

"آپی ہم نے آپ کو بہت زیادہ یاد کیا۔ بہت بہت سے بھی زیادہ۔"

عقیفہ جب سے گھر لوٹی تھی کوئی سو بار منال اور نوال اس بات کو دہرا چکی تھی اور وہ ہر بار بس ہولے سے مسکرا کر رہ جاتی۔

پتہ لگ گیا ہے مجھے کہ تم دونوں نے ہی مجھے سب سے زیادہ یاد کیا ہے مگر اماں ابا کا"

"بلکل نہیں لگتا کہ انہوں نے یاد کیا ہوگا۔"

وہ اپنے بیگ سے کپڑے نکال کر الماری میں رکھتی تلخ لہجے میں بولی۔ ان دونوں نے خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا تھا۔

"خیر یہ سب باتیں چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کہ یاسر تو نہیں آیا یہاں میرے پیچھے سے۔"

وہ گہری نگاہوں سے ان دونوں نے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے بولی تاکہ وہ جھوٹ نا بولے۔

نہیں آپی پہلے تو ہمیں بہت حیرت ہوئی مگر پھر ابا نے جب یہ بتایا کہ اس کی آنکھ پہ کسی نے کوئی بھاری چیز ماری ہے اور اس کی آنکھ ضائع ہوگئی ہے تو ہم ایک لمحے کیلئے سکتے میں آگئے مگر پھر یہ سوچ کر کہ یہ سب اس کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے یقین کریں دل کو "ٹھنڈک پہنچی تھی۔"

منال باقاعدہ دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے ہوئے مزے سے بولی۔ عفیہ ان کی خوشی میں ہی خوش ہوگئی تھی۔

تم دونوں کو کسی بھی قسم کی ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس واہیات شخص " کے ساتھ۔ یہ تو بہت کم ہے اس کے ساتھ تو اس سے بھی برا ہونا چاہیے تھا کاش اس "کی دونوں آنکھیں ہی ضائع ہو جاتی اور کمینہ اندھا ہو جاتا۔

وہ دے دے لہجے میں غصے سے غرائی۔ ان دونوں نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا معاً باہر سے آنے والی صفیہ کی آواز پہ وہ تینوں تمام کاموں کو وہی چھوڑتی باہر کی جانب بڑھی جہاں وہ دسترخوان پہ کھانا لگوا چکی تھی۔ باہر کا ماحول دیکھ کر اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تبھی تھک ہار کر واپس کمرے میں جانے کیلئے مڑی تھی۔

"تم کہاں چلی عقیفہ۔"

صفیہ کی آواز پہ وہ ٹھنڈی آہ بھرتے واپس مڑی۔

کمرے میں جارہی ہوں ویسے بھی اب اس گھر میں تو کھانے کا بھی جی نہیں چاہتا " عجیب سوگواری سی چھائی ہوتی ہے ہر جانب جیسے کوئی مر گیا ہو۔

وہ اذیت سے پر لہجے میں بولتی ان سب کو ساکت کر گئی۔ اس نے تو کبھی اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔

"یہ تم کس لہجے میں مخاطب ہو ہم سے۔"

صفیہ حتی الامکان اپنے لہجے کو سخت بناتے ہوئے بولی۔ وہ تمسخرانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

شاید مجھے آپ لوگوں نے ہی مجبور کیا ہے اس طریقے سے بات کرنے کیلئے۔ میں بدتمیز"

"ہوئی ہوں آپ لوگوں کی وجہ سے تلخ ہوئی ہوں تو صرف آپ لوگوں کی بدولت۔

وہ غصے سے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ نعیم نے سرعت سے نفی میں سر ہلایا۔

"نا میرا بچہ میں بس یاسر کیلئے پریشان۔"

کیا یاسر یاسر کی مالا چپتے ہیں آپ کون ہیں یہ یاسر آپ کی اولاد یا آپ کے سر پہ خدا بنا"

بیٹھا ہے) نعوذ باللہ (کچھ نہیں ہے وہ آپ کیلئے ہم ہیں آپ کی بیٹیاں جسے اس جیسے

"واہیات شخص کیلئے آپ ختم کر رہے ہیں۔

وہ ازشتعال کے عالم میں گلاس زمین پہ مارتے ہوئے چیخنی۔ منال اور نوال نے گھبرا کر اس کا بازو تھاما جسے وہ بری طرح جھٹک گئی۔

چلیں میری ایک بات کا جواب دیں میں دو تین دن گھر سے باہر رہی ہوں کیسا محسوس "اگر رہے تھے آپ۔"

اپنی بات کے جواب میں انہیں ہنوز ساکت و جامد دیکھ وہ بھیکا سا مسکرائی تھی۔

نہیں بتا پائیں گے آپ کیونکہ آپ نے تو باقاعدہ شکر کیا ہوگا ناکہ گلے کا طوق دو دنوں "کیلیے ہی سہی مگر ختم ہو گیا میری صورت میں۔"

وہ حلق کے بل دھاڑی۔ نعیم کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دل پہ پڑا تھا۔ اس نے خوفزدہ انداز میں اس کی جانب دیکھا جو ہچکیوں سے روتے خود کو نوچ رہی تھی۔

تو غلط سمجھ رہی ہے میں تو بس اس کی آنکھ کی بات کر رہا تھا جو ضائع ہو گئی ہے۔ ایک "آنکھ سے ہر کام کرنا بے حد مشکل ہے اس کیلیے تو ہم سوچ رہے تھے تیرے سے اس "کی شادی۔"

ان کی بات پہ عقیفہ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے فوٹ پڑتے چہرے سمیت صفیہ کی جانب دیکھا جو اس اچانک بات پہ خود بھونچکا رہ گئی تھی۔ انہوں نے سرزنشی نگاہوں سے نعیم کو دیکھا جنہوں نے غلط وقت پہ غلط بات کہ کر ماحول مزید بگاڑ دیا تھا۔

شادی میری شادی اس یاسر سے ابا۔ اس یاسر سے شادی کروائیں گے آپ میری۔ ابا۔" میری ایک بات مانیں آپ پلیز انکار مت کیجیے گا مجھے یقین ہے آپ مان لیں گے اس یاسر سے شادی کروانے سے بہتر ہے کہ آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے جان سے مار دیں اس کے بعد ان دونوں کو بھی مار دیجیے گا مگر انہیں اس یاسر جیسوں کے حوالے مت کیجیے گا۔ روز اخبار پڑھتے ہیں نا آپ روز اس مین نت نئی مرنے کی خبریں بھی اتی ہونگی تو بس ان خبروں کو ہی دیکھ لیں آپ بھی تو ان کی طرح غربت کے ہاتھوں مجبور ہیں نا تو پھر دیری کیوں کر رہے ہیں آپ ایک بڑا سا چاقو لائیں یا پھر پٹرول لائیں ہم سب پہ چھڑکیں اور ہمیں مار دیں۔ زیادہ پیسہ نہیں لگے گا آپ کا یقین کریں لگے دن کیا ہوگا

اخبار میں خبر آئے گی نا تو آپ یہ کہ کر بری الذمہ ہو جائیے گا کہ غربت کے ہاتھوں مجبور
 "ہو کر ان سب نے خودکشی کر لی۔"

وہ تھکے تھکے انداز میں اذیت سے بولتے انہیں سن کر گئی۔ صفیہ نے تو باقاعدہ اپنا سینہ
 پیٹ ڈالا تھا اس کی بات پہ جو نا جانے کیسے کیسے خیال ان کے ذہن میں ڈال رہی تھی۔

یہاں آپ کو جھوٹ بولنے کی اجازت میں دے رہی ہوں مگر ابا اوپر اپنے اللہ کے پاس "
 جا کر میں انہیں ضرور شکایت کروں گی کہ تو نے تو کہا تھا کہ بیٹیاں بوجھ نہیں ہوتی اپنے
 نصیب کا کھاتی ہیں تو پھر ہمارے باپ نے ہمیں کیوں بوجھ سمجھا۔ ہمارا باپ کیوں ہمیں
 "فرا موش کر گیا۔"

وہ تکلیف سے بولتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ اس کا سرخ پرتنا چہرہ اس کے دل میں
 اٹھتی تکلیف کا گواہ تھا۔

"نا میری جان ایسی باتیں نہیں کرتے۔"

صفیہ نے اس کا چہرہ تھامنا چاہا مگر وہ ان کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتی نفی میں سر ہلا گئی۔

آپ نے بھی پرایا کر دیا اماں۔ آپ نے بھی۔ آپ بھی صرف ابا کی بیوی ہیں ہماری ماں " نہیں مائیں تو اپنے بچوں کو زمانے کی گرم ہواؤں سے بچانے کی خاطر ناجانے کیا کیا کر جاتی ہیں مگر آپ نے ہمیں ان کے ساتھ مل کر اس زمانے کی ہواؤں میں جھلسنے کیلئے آزاد " چھوڑ دیا ہے۔

وہ ناامیدی سے بولتی ان کا کلیجہ نوچ گئی۔

میں اس شادی کیلئے تیار ہوں ابا آپ بس جلد از جلد میرا جنازہ اٹھانے کی تیاری " کریں۔ یہاں روز اگر یہ اذیت ملے گی تو میں برداشت نہیں کر پاؤں گی کیونکہ آپ میرے اپنے ہیں مگر اگر یہی اذیت اس شخص سے ملے گی تو کہی نا کہی ضبط کر جاؤں گی میں کیونکہ " وہ غیر ہوگا اور غیروں سے زیادہ لپٹوں کی دی گئی اذیت رلاتی ہے۔

ایکدم ناجانے اسے کیا ہوا وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ان سب کی سماعتوں میں صور پھینکتے ایک تیز نگاہ بھاگنے والے انداز میں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

اس کی پشت کو دیکھتا نعیم ڈھے جانے والے انداز میں زمین پہ بیٹھتے سر ہاتھوں میں گرا گئے۔ ان تینوں کو وہ اس وقت بے بسی و بے کسی کی واضح تصویر لگے تھے۔

گھڑی رات کے آٹھ بجاری تھی مگر لاؤنج میں بیٹھے نفوس کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ان دونوں کا سارا دھیان ویڈیو گیم کی جانب تھا جو وہ پوری دلجمعی سے کھیلنے میں مصروف تھے۔

"بھائی بس کریں اب میری باری ہے۔"

وقار جھنجھلا کر ہادی کو دیکھتے ہوئے بولا جو جب سے سوکر اٹھا تھا اس کی گیم کھیلنے پہ پابندی لگائی ہوئی تھی اور خود اسے چڑانے کی خاطر مسلسل کھیل رہا تھا۔

چل شاباش میرا پتر سو جا کوئی نہیں ملے گی تجھے میرے جانے کے بعد مجھے یقین ہے "
"جی بھر کر کھیل لی ہوگی تو نے اب اگلے دو دن تک اسے بھول جا۔

وہ اسے صوفے سے اٹھاتے خود پھیل کر بیٹھتا ہوا پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

بھائی یہ ویڈیو گیم میری ہے پپا نے مجھے دلوائی ہے آپ اس پہ ایسے حق جہاتے ہیں "
"جیسے یہ آپکی ہو۔ واپس کریں مجھے ورنہ ابھی ماما کو بلا لوں گا۔

وہ اس کے ہاتھ سے ریوٹ کھینچتے ہوئے بولا۔ اس دوران وہ دونوں ایک دوسرے کے
اوپر چھپٹے گھتم گھتم ہو چکے تھے۔ نازیہ جو کچن سے نکلتی لاؤنج کی جانب ہی آرہی تھی ان
دونوں کو پھر سے لڑنا دیکھ غصے سے تن فن کرتی اس تک آئی اور بری دقت سے ان
دونوں کو الگ کرتے طیش کے عالم میں ان دونوں کو گھورا۔

مجھے مت گھوریں ماما۔ ہمیشہ بھائی مجھے تنگ کرتے ہیں ابھی بھی میں سکون سے تھا مگر "
"بھائی کو میں سکون سے بیٹھا ہوا اچھا نہیں لگتا۔

وہ بھرائے لہجے میں بولا تو نازیہ کا دل فوراً سے پہلے پسج کیا۔

تمہارے ساتھ کیا مسئلہ ہے آخر ہادی چین نامی چیز ہے تم میں یا نہیں۔ یقین کرو یہ " دو دن ہمارے اس قدر سکون میں گزرے ہیں تمہارے بغیر کیونکہ اس قسم کک فضول "لڑائی جھگڑے نہیں تھے۔

وہ جھنجھلاتے لہجے میں بولی۔ ان کی توپوں کا رخ اپنی جانب ہوتا دیکھ وہ پیچ و تاب کھاتا رہ گیا۔

جی جی میں تو ویسے بھی آپ کی مفت کی اولاد ہوں کسی بے اولاد جوڑے کو ہی دے " دیتی مجھے آپ کی طرح کم از کم مجھے طعنے تو نا دیتا۔

وہ ناراضگی کا بھرپور اظہار کرتے سامنے میز پہ رکھا سیب اٹھاتے اپنے دانتوں سے کترنے لگا۔ نازیہ نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

ایسے کیسے کسی کو دے دیتی تم تو میری پہلی اور پیاری اولاد ہو میں تو بس ایسے ہی بول " رہی تھی کہ چھوٹا بھائی ہے ذرا تحمل سے بات کیا کرو وہ تم سے کیا سیکھے گا چھوٹے اپنے "برڑوں سے ہی سیکھتے ہیں۔

وہ فوراً ہی اپنے لہجے میں چاشنی بھرتے ہوئے بولی تو وہ داد دیتی نگاہوں سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

مما مجھے ویسے ایک بات کا اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ کسی پانڈے کا ڈھکن نہیں ہے کسی "اس جانب تو میری جانب۔ مستقل کہی نہیں ٹکتی۔"

ہادی شکوہ کناں لہجے میں بولتے اب کیلا چھیلنے لگا۔ وقار نے کوفت سے اس کی جانب دیکھا جو موٹا بیٹھا بیٹھا اتنا کچھ کھا چکا تھا۔

"مائیں ایسی ہوتی ہیں انہیں ہر پانڈے کا ڈھکن بنتے انہیں ڈھکنا پڑتا ہے۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولتی بہت گہری بات کر گئی معاً ان کی نگاہ زمین پہ گرے چھلکوں پہ پڑی تو انہیں ہادی پہ بے تحاشہ تاؤ آیا۔

"ہادی یہ کیا حرکت ہے ڈسٹ بن میں پھینکو جا کر یہ۔"

وہ اسے جھڑکنے والے انداز میں بولی۔ اگر وہ کسی معاملے میں میٹھی تھی تو انہیں سیدھا کرنے کے معاملے میں کڑوی بھی بہت تھی۔

"یہ اٹھائے گا نا ویسے بھی اس جمادار کو ہم نے کوڑے دان سے ہی تو اٹھایا ہے۔"

وہ اس کی عینک کھینچ کر اتارتے اسے چڑاتے ہوئے بولا اور اس کی توقع کے عین مطابق وہ چڑ بھی گیا۔

"اما۔"

وہ احتجاجی لہجے میں بولا تو نازیہ نے غصیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ ایک تھپڑ اس کی کمر پہ مارتے قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور اپنی جگہ سے اٹھتے چپل پیروں میں اڑسنے لگا۔

"کہاں جارہے ہو تم۔"

نازیہ نے وقار کیلئے پلیٹ میں پاستہ ڈالتے مصروف لہجے میں استفسار کیا۔

"اپنے کمرے میں جا رہا ہوں اما۔ آئی وانٹ ٹو سلیپ ناؤ۔"

وہ جمائی روکتے ہوئے بھاری لہجے میں بولا۔

ٹھہر جاؤ ابھی مت جاؤ تمہارے پاپا نے آج کچھ بات کرنی ہے تم سے پہلے ان کی بات " سن لینا پھر چلے جانا وہ آنے والے ہی ہونگے اور یہ بات میں نہیں کر سکتی تم سے " صرف وہی کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ میری بات سنتے ہی تم ہتھ سے اکھڑ جاؤ گے۔

انہوں نے اسے ہدایت کرنا ضروری سمجھا۔ وہ نا سمجھی سے ان کی جانب دیکھے گیا جو اسے حکم صادر کرتے خود دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔

"ایسی بھی کیا بات ہے ماما جو آپ نہیں کر سکتی صرف وہی کر سکتے ہیں۔"

وہ مشکوک لہجے میں بولتے انہیں خائف کر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کی بات کا جواب دیتی راحیل کی آمد پہ ہادی خود بخود سمٹ کر بیٹھ گیا ویسے بھی ان کی موجودگی میں وہ ذرا خاموش ہی رہتا تھا ابھی بھی ان کے آتے ہی وہ خاموشی اختیار کر گیا۔

"میں نے دراصل عادی کی فیملی کی دعوت کرنا چاہ رہا تھا تم کیا کہتے ہو اس بارے میں۔"

ان کی غیر متوقع بات پہ ہادی نے شانے اچکائے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ دونوں کتنے اچھے دوست ہیں مگر انہیں دعوت پہ بلانے کیلئے اس کی اجازت کی کیوں ضرورت پڑ گئی انہیں۔

پاپا آپ جنہیں مرضی بلائیں آخر کو وہ آپ کے دوست ہیں اس میں میرے سے اجازت " کیوں درکار ہے آپ کو۔

وہ مدہم سا مسکراتے ہوئے نا سمجھی سے گویا ہوا۔ ناذیہ نے اس پاگل کی عقل پہ ماتم کیا تھا جبکہ وقار کی آنکھیں بھرپور انداز میں شرارت سے مسکرا رہی تھی کیونکہ اصل جھٹکا لگنے کی باری تو اب تھی۔

تمہاری اجازت نہیں مانگ رہا ہے بس ایک صلاح مانگ رہا ہوں آخر کو وہ تمہارے لیے " "ہی تو یہاں خصوصاً آرہے ہیں۔

وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولے۔ ہادی کو اپنے اطراف میں خطرے کی گھنٹیاں بجتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے کینہ تو زنگاہوں سے اس چھٹکو کی جانب دیکھا جو اسے دیکھتے مزے سے بھنویں اچکارہا تھا۔

کیا وہ مجھے لمبر گینی بطور تحفے میں دینا چاہتے ہیں جو آپ مجھ سے صلاح مانگ رہے ہیں۔

وہ اپنے لہجے میں بھرپور مینا پن سموئے بولا۔

نہیں لمبر گینی سے بھی بڑی چیز ہے میری جان۔ آخر کو میں ان کی بیٹی پرلہ کو تمہاری "زندگی میں بطور بیوی کے طور پہ شامل کرنا چاہتا ہوں۔

وہ مسکراتے لہجے میں بولتے اس کے اعصاب ٹھنکا گئے۔ اس نے بے یقینی کی کیفیت میں ان کی جانب دیکھا اور ایک دم اچھل کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

نہیں پاپا اتنے بڑے تحفے کی مجھے قطعی خواہش نہیں ہے میری خواہشات تو بس ایک "لمبر گینی تک ہی محدود ہیں۔

وہ صوفے کی ہتھی پہ ہاتھ بجاتے بے چینی سے بولا۔ راحیل کی پیشانی پہ لاتعداد شکنیں نمودار ہوئی۔

تم ان کے آنے سے قبل ہی انکار کر رہے ہو ہادی۔ کیا کمی ہے اس بچی میں اتنی پیاری " تو ہے پرلہ اور ویسے بھی اتنے سالوں کی ہماری دوستی ہے میں اسے اب رشتہ داری "میں تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔

وہ ان کا ذکر بھی انتہائی ملائمت اور محبت سے کر رہے تھے اور ہادی کو بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنا سر کسی دیوار میں دے مارے۔ یہ زندگی اس کے ساتھ ہی کیوں یہ کھیل کھیل رہی تھی۔

بابا مرگی کے دورے پڑتے ہیں اسے ہاں مطلب وہ بیٹھے بیٹھے پیچھے کو لڑھک جاتی ہے "آپ ایسی لڑکی کو تھوڑی میری زندگی میں شامل کر سکتے ہیں۔

ہادی نے ایکدم یاد آنے پہ بہانہ گھڑا۔ راحیل اور نازیہ اس کی بکواس پہ بھونچکا رہ گئے۔

کوئی بات نہیں ہمیں تم جیسے پاگل کے لیے ایسی ہی لڑکی کی تلاش ہے اپنا مائنڈ"
"سیٹ کرلو کیونکہ تمہاری شادی میری ہی پسند کی گئی لڑکی سے ہونی ہے ہادی۔

وہ اس کی بلاوجہ کی باتوں سے تنگ آتے کرخت لہجے میں بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہادی نے ان کے جاتے ہی شکوہ کناں نگاہوں سے نازیہ کی جانب دیکھا تو وہ نگاہیں چڑا گئی۔

ماما کم از کم آپ مجھے اطلاع تو دے سکتی تھی نا اچانک ہی یہ مجھ پہ کس قسم کا دھماکہ "
کیا جارہا ہے نو ڈاؤٹ ماما وہ میری بہت اچھی دوست ہے مگر اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ آپ اپنے شوہر کو بتا دیجیے گا کہ میں یہ شادی قطعی نہیں کروں گا۔

وہ غصے سے دندناتا ہوا ان کے سر پہ پہنچا اور ٹیلے لہجے میں بولا۔

میں نے تم سے بات نہیں کی ہادی تمہارے پاپا نے کی ہے تو بہتر ہے کہ یہ جواب "
خود ہی اپنے پاپا تک پہنچا دو مجھے کبوتر مت بناؤں تم جانتے ہو وہ کبھی بھی اپنے موقف سے نہیں ہٹیں گے ویسے بھی میں اس رشتے پہ خود بھی رضامند نہیں ہوں۔

وہ ہاتھ جھلاتے ہوئے سختی سے بولتی آخر میں اس پہ اپنی رائے بھی آشکار کر گئی۔ ہادی نے بے ساختہ تشکر بھرا سانس خارج کیا معاً تجسس کے مارے مجبور ہوتے ان کے نزدیک جھکا۔

"ویسے آپ کو کیوں نہیں پسند یہ رشتہ ماما۔"

وہ تحیر سے پھیلی آنکھوں سمیت بولا شاید وہ وجہ جاننا چاہ رہا تھا۔

بس ویسے ہی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اچھی لڑکی ہے مگر اس کا مطلب یہ تو "نہیں ناکہ ہم بغیر پرکھے اسے بہو بنالیں اب دیکھو اس کا قد دیکھا ہے تم نے تمہارے کندھے سے بھی نیچے آئے گی اور یہ چیز مجھے انتہائی بری لگتی ہے مجھے تو لمبی تمہاری قسم کی پیاری سی لڑکی چاہیے کم از کم میرے بیٹے کے جوڑ کی تو ہو تمہارے باپ کو تو ویسے بھی دوستیاں نبھانے کا شوق چڑھا ہوا ہے مگر اس کا چھوٹا قد مجھے خود اس رشتے سے انکار کرنے پہ مجبور کر رہا ہے۔ دیکھو آگے سے ہماری نسل بھی بونوں کی ہی پڑوان چڑھیں گی۔"

وہ سر جھٹکتے ہوئے اس پہ اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر رہی تھی اور ہادی کا رنگ ان کی بات پہ اڑتا چلا جا رہا تھا۔ اسے یقین کرنا بے تحاشہ مشکل کام لگ رہا تھا کہ یہ باتیں اس کی ماں کر رہی ہے۔

اما آئی کانٹ بلیو دس کہ آپ اس قسم کی باتیں کر سکتی ہیں۔ ٹھیک ہے میں اس رشتے "پہ نہیں رضامند اس کی سو وجوہات ہو سکتی ہیں مگر میں اپنی دوست کی ذات پہ کوئی بات برداشت نہیں کروں گا اور ویسے بھی اس میں یہ کمی ہے تو اس سب میں اس کا کیا "قصور۔ یہ تو قدرتی عمل ہے نا۔

وہ ذور سے سلیب پہ ہاتھ مارتے غصے سے تن فن کرتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ ناجانے اس کے ماں باپ ہی اس سے کیا چاہتے تھے۔ اپنی ماں کی سوچ پہ اسے حقیقت میں افسوس کیا تھا۔

تمہیں کم از کم گھر فون کر کے اطلاع تو دینی چاہیے تھی نا صدام کہ وہاں اس قسم کا "مسئلہ ہوا ہے۔"

جب سے وہ لوگ گھر پہنچے تھے عافیہ اور عادل نے ایک منٹ کیلئے بھی اسے تنہا نہیں چھوڑا تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی چپک کر بیٹھے ہوئے تھے جیسے ذرا سا تنہا چھوڑا تو وہ پھر سے کوئی چوٹ کھالے گی۔

آپ اس چوٹ کی بات کر رہے ہیں ماما بابا جس کی میری نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں "ہے اگر آپ کو میری اندرونی چوٹ کی بابت علم ہو جائے تو پھر کیا ہوگا۔"

پریسہ نے نم نگاہوں سے ان کی جانب دیکھتے سوچا جو پریشانی سے اس کی پیشانی چوم رہے تھے۔

بس اسی لیے نہیں بتایا میں نے ابھی اس کو دیکھ کر پ لوگوں کا یہ حال ہے تو "سوچیں اس کو دیکھے بغیر تو آپ نا جانے کیا کر بیٹھتے۔"

وہ دھیمسا سا ہنستے ہوئے بولا۔ ان دونوں نے شکایتی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

چلو اب آپ آرام کرو ہم بھی جاتے ہیں کافی رات ہو گئی ہے زیادہ دیر بیٹھنا بھی "مناسب نہیں ہے۔"

عادل اس کی پیشانی چومتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پریسہ ان کی فکر پہ ہولے سے مسکرائی تھی۔ ان دونوں کے کمرے سے جاتے ہی صدام نے اس کی دوائیوں والا باکس کھولتے اس میں سے دوائی نکالتے اس کی جانب بڑھائی مگر جواب میں اسے غائب دماغی کے ساتھ کسی گہری سوچ میں غلطاں دیکھ اس کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔ اس نے اس کے سین سامنے بیٹھتے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔ وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی بھائی کیا ہوا۔"

وہ حیرانگی سے گویا ہوئی۔

مجھے تو کچھ نہیں ہوا بیٹا جی البتہ آپ کو ضرور کچھ ہوا ہے چلو جلدی سے بتاؤ اب کیا ہوا"
ہے وہاں بھی تمہارا خراب موڈ میں دیکھ چکا تھا مگر سب کے سامنے بات کو چھیرنا
"مناسب نہیں سمجھا۔"

اس کی بات پہ پریسہ نے اپنا حلق ترکیا اور انگلیوں میں مسلتے بمشکل مسکراتے نفی میں
سر ہلایا۔

"نہیں بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے بس میں عفیہ کیلئے پریشان تھی تھوڑا سا۔"
اس نے بات کو رخ اپنی جانب سے مائل کرتے عفیہ کی جانب کر دیا۔ اس کی اچانک بات
پہ صدام کا حرکت کرتا ہاتھ بے ساختہ تھما۔ اس نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھتے
بھنویں اچکائی۔

"کیوں کیا ہوا عفیہ کو وہاں تو بالکل ٹھیک تھی وہ۔"

وہ دے دے لہجے میں بولتے اس کی جانب دوائی بڑھا گیا جسے پریسہ نے خاموشی سے تھام
لیا۔

نہیں بھائی وہ بالکل ٹھیک نہیں ہے بس خود کو ٹھیک ظاہر کرتی ہے وہ۔ اندر سے جس " قدر وہ ٹوٹی بکھری ہے نا یقین کریں اس بابت جانتے میرا دل بھی خون کے آنسو رویا " ہے۔

وہ اذیت سے بولتے اسے مزید پریشان کر گئی۔

"پری پھیلیوں میں بات مت کرو ٹھیک سے ساری بات بتاؤ کیا ہوا ہے۔"

اس کے سرد لہجے پہ پریسہ نے وہاں اس کی خودکشی کرنے سے لے کر یاسر کے رشتے کی پوری بات اس کی سماعتوں کی نذر کرتے خالی خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کی رنگت خود اس کی بات پہ اڑی ہوئی تھی۔ اس کا زہن یہ سب باتیں ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتا اگر وہ اس دن یاسر کو اپنی آنکھوں سے نا دیکھتا۔

اتنا سب کچھ ہو گیا اور تم اب مجھ سے یہ سب باتیں شئیر کر رہی ہو فرض کرو اگر وہ " خدا نخواستہ ایسا کوئی قدم اٹھا لیتی بعد میں الزام تمہارے سر آجاتا کہ تم سب جانتی تھی

اس بابت۔ پری یہ معاملات اتنے آسان نہیں ہوتے انتہائی پیچیدہ معاملے ہیں یہ جنہیں "سلجھانا اس سے بھی مشکل کام۔"

وہ ابھی بھی بے یقینی کی ہی کیفیت میں تھا تبھی زبان لڑکھڑاہی تھی۔

بھائی مجھ سے اس کی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی وہ خود کچھ نہیں بتاتی بس اس کی "صورت دیکھ خود بخود اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایسا کچھ ہوا ہے۔ میرا بس نہیں چلتا کہ میں اس کیلئے کچھ ایسا کروں کہ اس کی تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں اور اس کی زندگی میں خوشیاں ہی "خوشیاں ہو بس۔"

وہ شدت بھرے لہجے میں بولتی آخر میں بھرائے لہجے میں بولتی اسے تاسف سے نفی میں سر ہلانے پہ مجبور کر گئی۔

"اچھا تو پھر یہ رونے سے کیا ہوگا پری۔ اس طرح کوئی حل مل جائے گا کیا۔"

وہ اس کے سر پہ چپت لگاتے اپنے لہجے کو ہشاش بشاش بناتے ہوئے بولا تو وہ منہ بسورتے نفی میں سر ہلا گئی۔

رو میں اس وجہ سے نہیں رہی بس یہ سوچ کر رونا آرہا ہے کہ ایسا کیا کروں جس سے "سب ٹھیک ہو جائے کوئی حل بھی تو نہیں ہے نا۔"

وہ گہرا سانس بھرتے بیڈ کراؤن سے پشت ٹکا گئی۔

تو سوچو پھر میں بھی کچھ سوچتا ہوں ایسے اس کے ماں باپ کو اپنی بیٹی کے ساتھ "قطعی ذبردستی نہیں کرنی چاہیے۔"

وہ تحمل مزاجی سے بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ مریل انداز میں شانے گرا دیے۔ ایکدم اس کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔ پریسہ نے ایکدم چونک کر گرمی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ صدام نے اسے یک ٹک خود کو دیکھتا پا کر نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا تو وہ ہنوز اسے گھورے گئی۔ صدام اس کی پیشانی پہ ہولے سے چپت لگاتے اس سے پہلے اپنے قدم وہاں سے آگے کی جانب بڑھاتا پریسہ نے سرعت سے اس کی مضبوط کلائی جکڑی تھی۔

"بھائی اگر میں آپ سے کچھ مانگوں تو کیا آپ مجھے دیں گے۔"

اس کے لہجے میں ایک آس سی تھی جیسے وہ کسی صورت انکار نہیں کر سکتا نا جانے کس احساس کے تحت اس کے لہجے پہ صدام کا سر خود بخود اثبات میں ہلتا چلا گیا۔ پریسہ نے مٹھیاں بھیختے خود میں ہمت متجمع کی اور اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیرتے بمشکل مسکرانے کی کوشش کی۔

"بھائی آپ عقیفہ سے شادی کر لیں۔"

اس کی بات تھی یا کوئی انہونی صدام کو پورے گھر کی عمارت اپنے سر پہ گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ چہرے کا رنگ یکلخت بدلا تھا اور آنکھوں میں بے یقینی سی در آئی۔ پریسہ اس کے پل پل بدلتے تاثرات دیکھ بری طرح گھبرا گئی تبھی اس کی کلائی کو چھوڑتے اپنی نم ہتھیلیاں مسلنے لگی۔

"کیا بولا آپ نے۔"

پریسہ کی بات اس قدر غیر متوقع تھی کہ صدام سکتے کے عالم میں سرسراتے لہجے میں بولا۔ پریسہ نے ذرا سی پلکیں واں کرتے اس کی جانب دیکھا اور اپنا حلق تر کرنے لگی۔

"میں نے اتنی مشکل بات بھی نہیں کی بھائی۔"

وہ خود میں ہمت لاتے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے بولی۔

آپکا دماغ ٹھکانے پہ ہے میں کیوں کروں گا اس سے شادی۔ شاید گرنے کی بدولت "

"سب سے زیادہ اثر ذہن پہ ہی ہوا ہے۔

وہ اپنے لہجے کو حتی الامکان سخت بناتے ہوئے بولا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں

- تھا کہ پریسہ اس سے اس قسم کی بات کر سکتی ہے

بھائی پلیز آپ میری بات کو سمجھیں میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ بات کی ہے اس "

"سے اس کی مدد بھی ہو جائے گی اس کی زندگی بھی سنور جائے گی۔

وہ ملتجیانہ لب و لہجے میں بولی۔ صدام نے صدمے کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا جو

اپنے موقف پہ قائم تھی۔

"چھوڑو میرا بازو تمہارے پاس بیٹھنا ہی اب ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا ہے۔"

وہ بری طرح اس کا ہاتھ جھٹکتا ہوا بولا۔ پریسہ نے آنکھوں میں نمی لیے اس کی جانب دیکھا جو اس کی ہر بات ماننے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتا تھا مگر یہ بات تو سننے کو بھی تیار نہیں تھا۔ اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ صدام کو یہ بات شدید ناگوار گزرے گی۔

بھائی آپ نے حامی بھری تھی میری بات ماننے کی پلیز میری بات کو سمجھے وہ بہت "مشکل میں ہے اس کی مشکل حل کر دیں۔ پلیز میری بات کو سمجھیں۔"

وہ بھرائے لہجے میں بولی۔ صدام نے شاکی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور اسے غصے سے بولنے کی بجائے نرمی سے قائل کرنے کا سوچا تھا۔

دیکھو پری یہ سب باتیں اتنی آسانی سے کہے جانے والی نہیں ہے تم ابھی اس "معاملات کیلئے بچی ہو میری جان تمہیں ان سب چیزوں کی سمجھ بوجھ نہیں ہے اور نا ہی یہ شادی وغیرہ گڈا گڑیا کا کھیل ہے۔ اس کیلئے دونوں فریقین کا رضامند ہونا لازم ہے مگر یہاں اس معاملے میں نا تو وہ جانتی ہوگی اس بارے میں اور میرے خیال میں باہی میں "رضامند ہوں۔"

وہ نرمی سے بولتے آخر میں جتانے والے انداز میں بولا۔ پریسہ ایکدم مرپل انداز میں پشت بیڈ کراؤن سے لگا گئی۔

"بھائی میں اسے منالوں کی ناکسی بھی طرح۔"

وہ اس کا ہاتھ تھام کر منت کرنے والے انداز میں بچوں کی طرح بولی۔ صدام کو اس کی ذہنی حالت پہ شبہ ہوا تھا جو یہ ایک تکرار کیے جا رہی تھی۔

اگر وہ مان بھی گئی تو میں کبھی رضامند نہیں ہونگا گوٹ اٹ پریسہ سوناؤ نو مور"

"آرگیو منٹس۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے پتھر یلے لہجے میں تنبیہ کرتے ہوئے بولا۔ پریسہ نے ساکت نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا۔ وہ سمجھی تھی کہ صدام کو منانا بے حد مشکل ہے مگر یہاں تو ایسے کوئی بھی آثار نظر نہیں آرہے تھے

بھائی وہ یاسر بہت برا ہے گندی نگاہوں سے دیکھتا ہے اسے۔ ان تینوں بہنوں کو۔ وہ"

بہت گندا انسان ہے۔ مجھے اس کی حالت دیکھ وہ دکھ ہوتا ہے۔ اس کے وجود پہ اس کے

ناخنوں کے نشان بھی ہیں۔ میں اس بارے میں سب کچھ جانتی ہوں تو میں کیسے سب کچھ جانتے بوجھتے اسے اس جہنم میں جانے دوں مجھے اس کیلئے کچھ کرنا ہے نا بھائی۔ یہ سب مشکل ہے بے حد مشکل۔ میں بچی لگ رہی ہوں نا آپ کو ٹھیک ہے میں بچی ہی سہی مگر یہ ضد بھی تو میں آپ کے سامنے ہی کر سکتی ہوں نا کسی غیر انسان کے سامنے جا کر تو نہیں نا کر سکتی نا ہی کوئی غیر میری سنے گا آپ سن سکتے ہیں تو ایک التجا ہی "کر سکتی ہوں۔"

وہ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑتے نم لہجے میں بولی۔ صدام نے پریشانی سے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں سر کے بالوں کو بھینچا تھا۔ یہ کیسی آزمائش پریسہ اس کے سر پہ ڈالنا چاہ رہی تھی۔

مجھے بلی کا بکرا مت بناؤ پریسہ میں کبھی خوش نہیں رہ پاؤں گا پلیز۔ میں آپکی ہر جائز "ناجائز خواہشات مانتا ہوں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کسی کو بھی منہ اٹھا کر میری بیوی کے درجے پہ فائز کروانے کا سوچو۔ رہی بات اسے سمجھنے کی اس یا سر کی تو اس بارے میں اس کے ماں باپ کو سوچنا نہیں نا کہ آپ کو۔ جب اس کے ماں باپ

ہی آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہیں تو ہم پھر کیا کر سکتے ہیں۔ میرا اس کے ساتھ کوئی فیوچر "نہیں ہے پری کوئی بھی نہیں۔"

وہ سنجیدگی سے اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔ پریسہ نے ایکدم ضدی انداز میں اس کی جانب دیکھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

بھائی فیوچر کا کیا ہے وہ تو شادی کے بعد بھی سیٹ ہو جائے گا۔ آپ یقین کریں اسے " جس راہ پہ ڈھالیں گے وہ اسی کی ہو جائے گی وہ ایسی ہی ہے آپ اتنا تو اسے جانتے ہی "ہیں نا بھائی۔"

وہ بھینگے لہجے میں بولی۔ صدام نے سپاٹ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

جانتا ہوں مگر آپ کی دوست کی حیثیت سے۔ اب جو میں بات کرنے جا رہا ہوں سچی " بات ہے کڑوی بھی ضرور لگے گی آپ کو۔ کیا اس کی اور ہماری فیملی کا سٹینڈرڈ میچ کرتا ہے وہ متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اور ہمارے بابا شہر کے جانے مانے بزنس مین اور میں ایک ایسی لڑکی کے ساتھ سروائیو نہیں کر سکتا جو ابھی اپنے لیے نہیں بول پارہی

بے بسی کی موت بنی ہوئی ہے وہ میرے سے شادی کے بعد کیا کر پائے گی اگر کوئی اسے کچھ کہے گا تو وہ کسی دبو سی لڑکی کی طرح خاموشی اختیار کر لے گی اور یہی چیز مجھے اس لڑکی سے نفرت کرنے پہ مجبور کرے گی۔ سمجھ آئی میری بات مجھے اپنے لیے ویسی ہی نڈر اور "اوپن مائنڈ لڑکی کی ضرورت ہے جو کسی کے سامنے بھی ڈٹ کر کھڑی ہونا جانتی ہو۔

صدام نے بالآخر سپاٹ لب ولہجے میں ایک ایک لفظ چبا چبا کر اپنی بات اس پہ واضح کر دی تھی۔ اس کی غیر متوقع بات پہ پریسہ کے ہاتھ ایکدم لڑھک کر اس کے پہلو میں آگرے۔ صدام تاسف سے نفی میں سر ہلاتے وہاں سے اٹھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اشتعال کے عالم میں باہر کی جانب بڑھتا پریسہ کی مدہم آواز نے اس پہ قدم وہی منجمد کر دیے۔

"کیا آپ کسی کو پسند کرتے ہیں بھائی۔"

وہ ویران لہجے میں ایک آس لیے بولی کہ کاش وہ انکار کر دے تاکہ وہ کسی بھی طرح عفیضہ کا آنے والا کل محفوظ کر دے۔

"ہاں۔"

اس کی آواز پہ پریسہ کو اپنی سانسیں تھمتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے شاکی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ گہرا سانس بھرتے نگاہوں کا زاویہ بدلتے دیوار پہ لگی تصویر پہ جما گیا۔

"کے بھائی۔ کسے پسند کرتے ہیں آپ۔"

وہ بے چینی سے انگلیاں چٹختے ہوئے گویا ہوئی۔

"کوئل کو۔"

اس کے لبوں سے نکلتا نام سن اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی سماعتوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا ہو۔ وہ دم بخود بیٹھی رہ گئی۔

آپ کوئل آپ کو پسند کرتے ہیں مگر آپ نے کبھی بتایا ہی نہیں بھائی اور کیا وہ آپ کی "امیدوں پہ پورا اترتی ہیں۔"

وہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی جیسے ابھی ابھی ایک امید ہو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے عقیفہ سے جان چھڑوانے کی خاطر۔

جی ہاں وہ میری امیدوں پہ نخوئی پورا اترتی ہے اور ہم اب سے نہیں تقریباً بی ایس کے " پروگرام سے ایک ساتھ میں ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھے سے سمجھتے ہیں وہ کونفیڈینٹ ہے اور کسی کے آگے اپنے حق کیلئے بولنا جانتی ہے بس یہی باتیں ہیں جو "میں اسے پسند کرتا ہوں اور ایز آ لائف پارٹنر بھی اسے ہی چاہتا ہوں۔

وہ کندھے اچکاتے کر لا پرواہی سے بول رہا تھا اور پریسہ کو اپنے اطراف میں دھماکے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے اذیت زدہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور بمشکل اپنی ہچکی دبائی تھی۔ ایکدم کمرے کے دروازے پہ کھٹکے کی آواز پہ ان دونوں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ پری نے عجلت میں اپنے گالوں کو رگڑتے اپنے حواس بحال کیے۔ کمرے میں داخل ہوتی عافیہ کو دیکھ پریسہ اپنا سرخ پڑنا چہرہ جھکا گئی۔

"کیا ہو گیا تم دونوں کو تم ابھی تک اپنے کمرے میں نہیں گئے۔"

وہ دودھ کا گلاس سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے نا سمجھی سے گویا ہوئی اور پریسہ کے ساتھ ہی جگہ سنبھالی تھی۔

جی بس جا رہا تھا پری نے باتیں شروع کر دی تھی۔

وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا۔ عافیہ نے مسکرا کر پری کی جانب دیکھا اور دودھ کا گلاس اس کی جانب بڑھایا جسے اس نے بنا کسی تردد کے تھام لیا تھا معاً عافیہ کی نگاہ پریسہ کے چہرے پہ پڑتے ساکت ہوئی۔ آنکھوں میں خود بخود حیرانی در آئی۔

یہ چہرہ کیوں اتنا سرخ پڑ رہا ہے تمہارا اور آنکھیں کیوں سو جھی ہوئی ہیں کیا کوئی بات ہوئی " ہے تم دونوں میں۔

وہ کسی حد تک معاملہ سمجھ گئی تھی تبھی سخت لہجے میں بولی۔ پریسہ نے گھبرا کر نفی میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں بے تحاشہ دعا کی کہ صدام نابول دے اب منہ سے کچھ ورنہ عافیہ اس سے ناراض ہوتی۔

جی بات ہوئی ہے ماما ہم میں۔ میں بتانا تو نہیں چاہتا تھا مگر اس کی بچگانہ سوچ پہ آپ "کو ہی یہ کہہ سکتا ہوں کہ اسے سمجھائیں جو چاہتی ہے کہ میں اس کی دوست عقیفہ سے شادی کر لوں۔"

اس کی بات پہ عافیہ نے بے یقینی کی کیفیت میں جھٹکے سے رخ موڑتے پریشہ کی جانب دیکھا جو چہرہ جھکائے آنسو روکنے کے چکر میں سرخ پڑ رہی تھی۔

عقیفہ سے شادی مگر کیوں۔ ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے نا اور آپ کے ذہن میں یک بات "اکیسے آئی۔"

انہوں نے نا سمجھی سے بولتے آخر میں پری کو اس کی حالت کے پیش نظر نرمی سے مخاطب کیا۔ جواب میں اسے ہنوز خاموش دیکھ صدام نے سامنے رکھے صوفے پہ جگہ سنبھالتے مختصر تمام بات ان کی سماعتوں میں اتار دی۔ وہ بات کرتے جوں ہی خاموش ہوا عافیہ کے چہرے پہ سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

ظلم تو واقعی ہی ہے بچی پہ مگر ماں باپ کو سمجھنا چاہیے اولاد کو ہم ایسے تو پیدا نہیں "ا کرتے کہ آخر میں انہیں رلنے کیلئے چھوڑ دیا جائے۔ کرنا تو چاہیے ہمیں کچھ اس کیلئے۔ وہ افسوس سے بولی تو کسی خیال کے تحت پریسہ کے چہرے پہ چمک سی لہرائی تھی۔ وہ ہولے سے نم آنکھوں سمیت مسکرا دی تھی۔

او پلیز ماما اب آپ مت شروع ہو جائیے گا اس پاگل کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تو "چھوٹی ہے مگر آپ ہماری ماں ہے اچھی خاصی دنیا پرکھی ہے آپ نے اور ویسے بھی مجھے اس میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں ہے میں کومل کو پسند کرتا ہوں اور آپ بہت جلد اس کے گھر رشتہ لے کر جا رہی ہیں۔

وہ حتمی لہجے میں بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عافیہ نے سرزنشی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اب اپنے اذلی لاپرواہ انداز میں کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے جاتے ہی وہ ٹھنڈی آہ بھرتے پری کی جانب متوجہ ہوئی جو سوالیہ نگاہیں انہی پہ مرکوز کیے بیٹھی تھی۔

"آپ پریشان مت ہو اس ذات نے ضرور کوئی بہتری سوچی ہوگی اس معاملے میں بھی۔"

وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے محبت سے بولی۔ پریسہ نے ان کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

ماما پلیز آپ بھائی سے بات کریں نا وہ عفیفہ کو اپنا لیں۔ وہ بہت بکھری ہوئی ہے مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جارہی میں کیا کروں گی اگر اس کی شادی اس یاسر سے ہوگئی تو۔

وہ اپنے گالوں کو رگڑتے ایک شکوہ کناں نگاہ ان پہ ڈالتے کمفرٹر سر تک لپیٹتے کروٹ بدل گئی۔ عافیہ متفکر سی اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی جس کا وجود ابھی بھی ہچکولے کھا رہا تھا۔ اس نے یہ کیسے اتنی بڑی بات بول دی تھی وہ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی تھی۔ صدام سے بات کرنے کو وہ کر بھی لیتی مگر جس طرح کا اس کا ردِ عمل تھا انہیں اس سے کوئی خاص توقع نہیں تھی وہ تو ان پہ اپنا حکم صادر کرتے جاچکا تھا۔ انہوں نے اس بارے

میں عادل سے بات کرنے کا سوچا اور ایک نظر پریسہ کو دیکھتے اس کے سر پہ محبت بھرا بوسہ دیتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تجھے کس چیز کا رونا پڑا ہوا ہے بھائی جب سے آیا ہے نحوست ہی ڈالی ہوئی ہے۔"

ہادی جب سے یونی آیا تھا اپنے پسندیدہ ٹھکانے پہ بیٹھا رونے کا شغل کرنے میں مصروف تھا۔ اب کی بار تو ارتضیٰ اور فارس سچ مچ اکتا گئے تھے تبھی فارس اس کی کمر پہ دھموکا جڑتے ہوئے تنک کر بولا۔

تم لوگ نہیں جانتے کیا انہونی ہونے والی ہے میری جان یہاں سولی میں اٹکی ہوئی۔
"ہے اور تم ہو کہ میری آنکھوں سے آنسو تک پونچھ سکتے۔"

وہ مصنوعی آہ و زار کرتے ہوئے بولا۔ فارس نے کوفت سے اس کی ڈرامے بازیوں کا ملاحظہ فرمایا تھا۔

اب تو جب تک بتائے گا نہیں تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ تو سولی پہ لٹکنے والا ہے رہی"

بات آنسو پونچھنے کی تو تیرے چہرے کو کبھی ہاتھ نا لگاؤں میں نا جانے کتنے دنوں کا نہایا

"بھی نہیں ہے تو اتنی بری بدلو آرہی ہے۔

وہ اسے جھڑکنے والے انداز میں گویا ہوا۔ ہادی ان کی بات پہ سرعت سے آگے ہوتے میز

پہ جھکا اور ان دونوں کو بھی کان قریب لانے کا حکم صادر کیا۔ لگے ہی لمحے وہ دونوں جوں

ہی اس کے نزدیک آئے ہادی نے سرگوشی والے انداز میں انہیں بتانا شروع کیا۔

"میرے گھر والے میری شادی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

وہ انہیں سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"اچھا تو ہم کیا کریں۔"

ارتضیٰ خشمگین نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"چلو پھر پانی میں ڈوب مر میری جان۔"

ہادی دانت کچکچاتے ہوئے بولا۔ ان لوگوں کو سرے سے ہی اس کا خیال نہیں تھا۔

چلوں بھر پانی میں گر کر کون مرتا ہے اس کیلیے تو پورے تالاب کا بندوبست کروانا پڑے " "نناکہ یہ مرے تو ہمیں بریانی بھی تو کھانے کو ملے۔

فارس طنزہ لب و لہجے میں بولا۔ ہادی دانت نکوستے ارتضیٰ کی جانب دیکھنے لگا جس کی ستھری ہو چکی تھی۔

"میں نے تو ٹینڈے بنوانے ہیں وصیت بھی کر دی ہوئی ہے میں نے۔"

ارتضیٰ نے تمسخرانہ انداز میں مسکراتے ان کے اعصابوں پہ اپنی جانب سے بم پھوڑنے کی کوشش کی تھی۔

کوئی بات نہیں میری جان میں ٹینڈے بھی کھالوں گا بس بوٹیاں اس میں بھی زیادہ " "ہونی چاہیے۔ تو جانتا ہے نا میں تو سب کچھ کھا لیتا ہوں۔

ہادی شاہانہ لہجے میں بولا۔ ارتضیٰ کا وجود اس کی بات پہ جل کر راکھ ہو گیا جس کی حاضر جوابی سے وہ اچھا خاصہ تنگ تھا۔

"اب آگے بکواس کرو گے کہ کیا معاجرہ ہے۔"

فارس کی آواز ان دونوں کو ہوش کی دنیا میں کھینچ لائی۔ ہادی نے گلہ کھنکھارتے ایک بار پھر بات کی تہمید باندھی۔

"ہاں تو میں بول رہا تھا کہ میرے گھر والے شادی کروا رہے ہیں میری۔"

وہ ایک بار پھر وہی بات دہراتے ہوئے بولا۔

"کیا ملکہ تھمبلینا سے کروا رہے ہیں جو اتنا تجسس پھیلا رہا ہے۔"

ارتضیٰ اس کی بکو اس پہ چڑ کر بولا۔

تو مجھے ایک بات بتا کیا اس کی شکل ایسی ہے کہ اسے ملکہ تھمبلینا ملے۔ نہیں نا تو" فضول کیوں ہانکتا ہے۔

فارس اس کی گدی پہ چپت رسید کرتے ہوئے بولا۔ ارتضیٰ نے اس کی بات پہ تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

میں نے سوچا کہ آج کل تو کالوں کی بھی قسمت کھلی ہوئی ہے بڑی گوری میمیں مل رہی ہیں کیا پتہ ہمارے ہادی کی بھی لاٹری نکل آئے۔

ارتضیٰ سکون سے کرسی سے پشت ٹکا کر بیٹھتے اس اچھی طرح جلا بھنا گیا۔ ہادی نے نہایت سکون سے ان کی جانب دیکھا کیونکہ ابھی وہ اصل بات سے ہی آگاہ نہیں تھے۔

"میری شادی میرے گھر والے ملکہ پتیسہ سے کرنا چاہ رہے ہیں۔"

اس کے پرسکون لہجے پہ ان دونوں کی چلتی زبانوں کو بروقت بریک لگی۔

ملکہ پتیسہ یہ کون سی آئیٹم ہے۔ پتیسہ بھی کوئی نام۔ پتیسہ مطلب پریسہ۔ پریسہ کے "ساتھ تیری شادی۔ اے گھونچو انسان کیا بکواس کر رہا ہے۔"

فارس پہلے تو نا سمجھی سے بولا مگر بات شعور کی منزل تک پہنچتے ہی اس نے صدماتی کیفیت سے اس کی جانب دیکھا۔ ارتضیٰ کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔

"پریسہ اور تو۔"

ارتضیٰ بولتے ساتھ ہی ذبردست قسم کا قہقہہ لگا اٹھا۔

"تیرے ماں باپ کو کیا نظر آیا تجھ میں جو تیرے ساتھ پریسہ کو سوچ لیا۔"

فارس سوگوشیانہ انداز میں بولتے خود بھی ارتضیٰ کے ساتھ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"اسے بولتے ہیں بلی کے خواب میں چھپچھڑے۔"

اپنے عقب سے آنے والی آواز پہ ان تینوں نے چونک کر پیچھے دیکھا جہاں ان کا ایک جونیئر کھڑا اس کا سراسر مزاق اڑا رہا تھا۔

"چل دفعہ ہو یہاں سے۔"

ہادی اسے پیچھے کی جانب دھکا دیتے ہوئے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا تو وہ لڑکا بھی ہنستا ہوا وہاں سے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ اسے حقیقت میں اب افسوس ہو رہا تھا بھلا کیا ضرورت تھی انہیں بتانے کی اب یہ دونوں تو اس کا ذبردست قسم کا ریکارڈ لگائیں گے مگر اگر وہ نا بھی بتاتا تو انہیں کہی نا کہی سے پتہ لگ ہی جانا تھا۔

یار میں اس شادی پہ رضامند نہیں ہوں پلیز مجھے کوئی حل بتاؤ جس سے میں اس ہٹلر "کو مناسکوں قسم سے جب بھی جاتے ہیں میری توقع کے برعکس ہی جاتے ہیں۔"

وہ جھنجھلا کر چڑتے ہوئے بولا۔ چہرے پہ بے بسی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دونوں بھی سرعت سے سنجیدہ ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتے ان پانچوں کی آمد پہ وہ تینوں

ان سب باتوں کو ترک جاتے ان کی جانب متوجہ ہوئے جو اب اپنی اپنی کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ رہی تھیں۔

قتنا پھیل کر بیٹھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ابھی ہم نے شہرام سر کا لیکچر بھی لینے "جانا ہے۔"

پریسہ انہیں سکون سے آرڈر دیتے دیکھ جتانے والے لہجے میں بولی۔ اس کی برخستہ بات پہ سب نے اس کی جانب ایسے دیکھا جیسے کوئی انہونی بات کہ دی ہو۔ ان سب کے ایسے متوجہ ہونے پہ وہ سچ مچ گھبرا گئی۔

"کیا ہوا تم سب ایسے کیوں دیکھ رہے ہو۔"

وہ یکے بعد دیگرے ان سب کو نظروں کے حصار میں لیے بولی۔

"کیا تم نہیں جانتی پریسہ۔"

بریزہ حیرت کے مارے دے دے لہجے میں چلائی۔ پریسہ اس کی بات پہ نا سمجھی سے شانے اچکاتی نفی میں سر ہلا گئی۔

ابھی پورے لیکچر کے دوران سر چیخ چیخ کر بول کر گئے ہیں کہ سر شہرام اب ہمارے " ساتھ آگے کنٹینینو نہیں کر پائیں گے وہ یہاں سے جارہے ہیں تم کہاں سوئی ہوئی " تھی۔ ان کا اور ہمارا سفر بس یہی تک تھا۔

عفیہ مزید کچھ بھی بول رہی تھی مگر پریسہ کو تو اس کی بات پہ اپنے کان سائیں سائیں کرتے ہوئے محسوس ہوئے۔ آنکھوں میں گویا کسی بے مرچیں سی بھردی تھی۔ اسے اپنے دل کی دھڑکن سست پڑتی محسوس ہوئی معاً مریم کے کندھا ہلانے پہ وہ چونک کر خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھے گئی۔

"کیا ہوا کہاں کھو گئی محترمہ۔"

عذاب اس کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔ فارس نے بھی پریشانی سے اس کی جانب دیکھا۔

نن۔ نہیں کچھ نہیں وہ تم سب نے اچانک بتایا نا تو حیران ہو گئی تھی میں بس اور کچھ " نہیں۔

وہ غائب دماغی کی کیفیت میں بمشکل مسکراتے ہوئے انہیں مطمئن کرنے والے انداز میں بولی۔ دل اپنی بربادی پہ خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سب تہس نہس کر دے۔

"کیا سب اتنی جلدی اپنے اختتام کو پہنچنے والا تھا۔"

وہ بڑبڑانے والے انداز میں بولی اور خوفزدہ نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

میں تو مل بھی آیا اس سے اور ایک دن کی مہلت بھی مانگ لی ہے بھئی کیا ہے نا آج" رات ذرا میرا ذبردست سا برتھڈے بیش ہو جائے پھر شہرام چلا جائے گا صد شکر ہے کہ وہ مان گیا ورنہ تم لوگ جانتے ہو کہ وہ کسی کی سننے والوں میں سے نہیں ہے کیوں "پریسہ۔

فارس کی اچانک بات پہ پریسہ نے خوف سے پیلے پڑتے چہرے سمیت اس کی جانب دیکھا۔ وہ جھلا کیوں سب کی موجودگی میں اسے پوائنٹ آؤٹ کر رہا تھا۔

"تم پریسہ کو کیوں خاص مخاطب کر رہے ہو ہم سب یہ بات اچھے سے جانتے ہیں۔"

مریم برگر کھاتے ہوئے لاپرواہی سے بولی۔

نو ڈاؤٹ مگر پریسہ پھر بھی ہم سب سے بہتر جانتی ہے اب دیکھو اس دن فٹ بال میچ " میں کیسے ایک دوسرے سے شرطیں لگا رہے تھے دونوں۔ پریسہ تو اس دن ہی اس کی نیچر "کو سمجھ گئی ہوگی۔

ارتضیٰ نے فارس کی بات کو ذرا تفصیل سے کھولتے سب کی مشکل آسان کر دی۔ پریسہ کا دھیان اب فارس کی برتھڈے کی جانب مبذول ہو چکا تھا مطلب وہ وہاں آنے والا تھا۔ "میں اپنی ایک آخری کوشش وہاں کروں گی۔"

وہ دل ہی دل میں خود کو آمادہ کرتے ہوئے بولی۔ ایک بھولی بھسری مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا تھا۔

آج موسم بھی اچھا خاصہ سہانہ ہے اگر رات تک بارش ہو گئی تو۔

"تو کیا ہوا مزہ دوبالا ہو جائے گا مجھے تو ویسے بھی بارش میں جھومنے کا بہت شوق ہے۔"

عنان کی بات کے جواب میں پریسہ چمک کر بولی تو سب بھی اس کی بارش کیلئے دیوانگی محسوس کرتے کھل کر ہنس دیے۔ ایکدم پریسہ کسی خیال کے ذہن میں آتے ہی اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

"تم کہاں چلی۔"

عفیفہ نے حیرت سے پلکیں واں کرتے اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے سے اضطراب جھلک رہا تھا۔

"میں آتی ہوں بھائی سے کچھ بات کرنی ہے۔"

وہ ٹال موٹل سے کام لیتی تیز تیز قدموں سمیت کیفے کی حدود سے نکلی تھی۔ یہ کام کرتے ہوئے دل نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اپنے لرزتے وجود پہ قابو پاتے شہرام کے آفس کی جانب بڑھ گئی۔ جو ضبط وہ ان سب کے سامنے باندھے بیٹھی تھی وہ بس ٹوٹنے کے قریب تھا۔

"شہرام یوں اپنی ذمہداری چھوڑ کر جانا کہاں کی عقلمندی ہے میرے بھائی۔"

صدام کو جب سے معلوم ہوا تھا کہ وہ واپس لیبٹ آباد اپنی حویلی جا رہا تھا اس وقت سے اسے سمجھانے میں لگا ہوا مگر شہرام وہ تو شاید کان لپیٹے کھڑا ہوا تھا۔

"شہرام میں تجھ سے مخاطب ہوں۔"

صدام سے مزید اپنی نظر اندازی برداشت نا ہوئی تو غصیلے لہجے میں بولا۔ شہرام نے سپاٹ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور ایک بار پھر اپنی چیزیں سمیٹنے لگا۔

"میرا جانا بے حد ضروری ہے۔ وہاں سب کو میری ضرورت ہے۔"

وہ پتھریلے لہجے میں گویا ہوا۔ صدام نے بے بسی سے اس کی جانب دیکھا۔

اور یہاں جو سہرا اتنی امید اتنے بھروسے سے یہ ذمہداری تمہیں سونپ کر گئے ہیں اسے "کس کے حوالے کر رہے ہو۔ دیکھو شہرام یہ درست فیصلہ نہیں ہے اس سے تمہارا کیریئر جڑا ہے۔ تم اپنے بابا سے بات کر کے دیکھو وہ سمجھیں گے تمہیں۔"

وہ اس کے شانے پہ ہاتھ جماتے اب کی بار نرم لہجے میں بولا۔ شہرام نے نفی میں سر ہلاتے اپنی نگاہیں کھڑکی کے پار دکھائی دیتے مناظر پہ ٹکادی۔

"ان کا حکم ہے صدام۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولا۔

"تم اپنی منوانے کی کوشش تو کرو۔"

وہ کسی بھی حال میں اسے سمجھانا چاہتا تھا روکنا چاہتا تھا۔ پہلے بھی وہ یوں ہی اچانک اپنی پڑھائی کو چھوڑ کر ایک بار حویلی جاچکا تھا۔ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ خان بابا شہرام سے چاہتے کیا ہیں۔

"میں ان کا حکم نہیں ٹال سکتا۔"

وہ سرد مہری سے بولتے گہرا سانس بھرا اٹھا اور ایک تنبیہی نگاہ صدام پہ ڈالی جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ اب اس بابت کوئی بات ناکرنا۔

"پہلے کب تم نے ان کا حکم ٹالا ہے شہرام۔"

اس کے لہجے میں بیتے دنوں کی ایک آنچ سی تھی جو اسے جھلسا کر راکھ کر گئی۔ اس کا پورا وضو انگاروں کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ اس نے سرخ ہوتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ جانتے ہو تو پھر روک کیوں رہے ہو صدام۔ میں نے بہت کوشش کی ہے انہیں ٹالنے " کی مگر انہوں نے ہمیشہ کی طرح ایک بھی نہیں سنی جیسے وہ ہمیشہ سے کرتے آئیں ہیں "خیر تم یہ سب باتیں چھوڑو۔"

وہ ملتجیانہ لب و لہجے میں بولتے اسے گہرا سانس بھرنے پہ مجبور کر گیا۔

"اتنے عرصے بعد ملے تھے ابھی ابھی اتنی جلدی جارہے ہو شہرام۔"

وہ شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ شہرام اس کی بات پہ تلخی سے ہنسا۔ تجھ سے زیادہ بے بس اور لاچار انسان اس دنیا میں کوئی نہیں ہوگا اور ابھی کہنے کو ساری "دنیا مجھ سے ڈرتی ہے۔"

وہ تاسف سے بولتے تمسخر سے ہنسا تو صدام نے اس کی پشت تھپتھپاتے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔

ڈرتی تو ہے دنیا اس میں کوئی شک نہیں۔ تمہاری شکل ہی ایسی ہے کہ اگلا انسان ڈر جائے۔"

وہ بات کا رخ کسی اور جانب کرتے ہشاش بشاش لہجے میں بولا۔ اس بات پہ اس کا چہرہ سرعت سے سپاٹ ہوا۔

ایک اپنی اسی عادت سے مجھے محبت ہے ورنہ یہ دنیا سر پہ چڑھ کر ناچنے لگے گی اور"

"ساتھ آپ کو بھی نچائے گی۔"

وہ تنفر بھرے لہجے میں بولا۔ آنکھوں کے دریچوں میں ناچاہتے ہوئے بھی دو جھگی آنکھیں لہرائی تھیں۔ وہ نفرت سے سر جھٹکتے میز کو مضبوطی سے تھام گیا۔

خیر میں اب چلتا ہوں کلاس کا وقت ہو رہا ہے میری۔

وہ سنجیدگی سے بولتے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے جاتے ہی شہرام سر جھٹکتے کرسی سے پشت ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔ ہاتھ میں پین تھاما ہوا تھا جس کی مخصوص ٹک ٹک کی آواز پورے کمرے میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد کمرے کے

دروازے پہ کھٹکا سا ہوا۔ اس نے بغیر چونکے آنکھیں موندی رکھی کیونکہ یہ وقت بالخصوص اس کی چائے کا ہوتا تھا مگر کافی دیر بعد بھی مقابل کی جانب سے کوئی رد عمل نا دیکھ اس نے ہولے سے اپنی آنکھیں کھولتے اطراف کا جائزہ لیا تو سامنے نگاہ پڑتے ہی اس کی بصارتیں ساکت ہو گئی۔ چہرے پہ اذلی سرد مہری عود آئی اس کے برعکس مقابل کے لبوں پہ ایک اذیت ناک مسکراہٹ رقصاں تھی جو شہرام کو مزید اشتعال میں مبتلا کر گئی۔ اس نے غصے سے پیپر ویٹ اٹھاتے سامنے دیوار میں مارا۔ ایک لمحے کیلئے پریسہ کا دل تو لرزا مگر وہ ٹس سے مس نا ہوئی۔

"پ یہاں کیا کر رہی ہیں۔"

- پریسہ نے پلکوں کی جھالر اٹھاتے اس وہ کڑے تیوروں سمیت اس کے سر پہ پہنچتے گرجا کی بھوری کانچ سی آنکھوں میں دیکھا جہاں فقط ایک تاثر تھا وہ بھی نفرت کا ناپسندیدگی کا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

"میں وہ مجھے پتہ لگا تھا کہ آپ جارہے ہیں تو میں۔"

تو آپ ایک بار پھر اپنی بے عزتی کروانے آگئی ہیں نا۔ شرم و لحاظ نامی چیز ہے یا نہیں "

"آپ میں یا ختم ہوگئی ہے۔ صدام کی بہن سے مجھے قطعی ایسی توقع نہیں تھی۔

وہ اس کی بات درمیان میں ہی کاٹتے تیز لہجے میں دھاڑا۔ پریسہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

کیا کیا ہے صدام کی بہن نے کیا آپ نے ناجائز تعلقات بنانے کی کوشش کی ہے یا "

پھر آپ کے ساتھ کچھ غلط کر دیا ہے۔ محبت کرتی ہوں میں آپ سے صرف آپ کا ساتھ ہی تو مانگ رہی ہوں صرف ساتھ اور کچھ بھی نہیں۔ یقین کریں میں اپنی زندگی میں کسی چیز کیلئے اتنی بے بس نہیں ہوئی خدا را مجھ پہ رحم کھائیں۔ میں نہیں جی پاؤں گی آپ کے بغیر۔ آپ یہاں سے جا رہے ہیں یہ خیال ہی سوہانِ روح ہے تو جب نگاہوں سے او جھل "ہو جائیں گے تو میں تو مرجاؤں گی۔

وہ ایک دم غصے سے بولتی نرم پڑی اور آخر میں بے بسی و بے کسی سے بولتے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ کیسے وہ اس کی سنے گا وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

جو کرنا ہے کریں مگر میری جان چھوڑیں۔ مجھے آپ جیسی لڑکی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔
 "آئی سمجھ۔"

وہ اس کے بازو کو جھٹکا دیتے اشتعال کے عالم میں بپھراٹھا یہاں تک کہ اس کی دھاڑ
 اس نے گھبرا کر اپنے دونوں ہاتھ لبوں پہ سختی سے سے آفس کی در و دیوار بھی لرز اٹھے
 ۔ وہ سوچ کر آئی تھی کہ وہ اس کے سامنے بالکل بھی کمزور نہیں پڑے گی مگر جمائے تھے
 اس ستمگر کو سامنے دیکھ ہمیشہ کی طرح وہ بکھر گئی تھی۔

"آپ کی محبت دیمک کی مانند مجھے اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے۔"

چند ساعتوں بعد اس کی خالی آواز سے آفس کے ماحول میں ارتعاش پیدا ہوا۔

اور میں اس دن کا انتظار کروں گا جس دن یہ مکمل طور پہ آپکو نگل لے پھر ہی شاید
 "میں اس سب پہ یقین کر پاؤں۔"

وہ ناگواری سے بولتے سر جھٹک گیا۔ پریسہ کے لبوں پہ ایک تکلیف دہ مسکراہٹ ابھر کر
 معدوم ہوئی۔

"مجھے اس محبت کے شعلوں میں جھونکتے دردناک مات سے روشناس مت کرائیں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامتی کسی بچے کی مانند ضدی لب و لہجے میں بولی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ آزاد کروایا تھا۔

میری نگاہوں سے نکلتے شعلے ہی آپکو مات دینے کیلئے کافی ہیں ان محبت و حبت کے "

"چکروں میں نہیں پڑتا میں۔"

وہ استزائیہ لہجے میں بولتے ایک کاٹ دار نگاہ اس پہ ڈال کر بہت کچھ جتا گیا۔

حوصلے بہت بلند ہیں میرے۔ آپ میرے انجام کی فکر مت کریں بلکہ اپنے انجام سے "

"خوفزدہ ہوں۔"

وہ اپنے چہرے پہ جھولتی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے تمسخرانہ لہجے میں بولتی اس کا

چہرہ پل بھر میں سرخ کر گئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو کھینچتے آفس کا دروازہ

کھولا اور ایک طائرانہ نگاہ راہداری میں ڈال کر کسی کے ناہونے کا یقین کرتے ہی ایک

جھٹکے سے اسے باہر کی جانب دھکیلا تھا۔

"کاش یہ بے عزتی آپ کو محسوس ہو جائے تو دوبارہ مجھے اپنی شکل ناکھائیں آپ۔"

وہ برفیلے لہجے میں بولتے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کر گیا۔ پریسہ نے خالی الزہنی سے بند دروازے کو دیکھا۔ اس کی بات سے اس کا پور پور سنسنا اٹھا تھا۔ وہ غائب دماغی کی کیفیت میں گھڑی زمین کو گھور رہی تھی معاً اپنے نزدیک ہی قدموں کی چاپ محسوس کر اس نے چونک کر اپنی آنسوؤں سے لبریز نگاہیں دائیں جانب اٹھائی جہاں سے مریم اور بریزہ اپنی باتوں میں مصروف اسی جانب آرہی تھی۔ شاید ان کی اس پہ نظر نہیں گئی تھی۔ پریسہ گھبرا کر سرعت سے پلر کی اوٹ میں ہوئی تھی۔ ان کے وہاں سے گزرتے ہی اس نے اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے گہرا سانس بھرا اور اپنی آنکھوں کو سختی سے رگڑتے کو من روم کی جانب بڑھ گئی تاکہ چہرے پہ پانی کے چھپاکے مار کر اپنی جلتی آنکھوں کو سکون پہنچا سکے۔ جل تو اس کا وجود بھی رہا تھا مگر اسے راحت صرف شہرام کے ساتھ سے ہی مل سکتی تھی۔ وہ مریم قدموں سے چلتی آگے کی جانب بڑھ گئی ذہن شہرام کی باتوں میں الجھتے مکمل طور پہ ماؤف ہو چکا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی کی گود میں سر

رکھتے اپنے دل کا سارا غبار اس کے سامنے نکال دے۔ اس دنیا سے ہی اس کا دل اچاٹ ہو چکا تھا۔

شیخ ولاس میں ہر جگہ گہما گہمی کا سماں تھا۔ سالگرہ کی تقریب پوری جوش و خروش سے جاری تھی۔ لاؤنج میں ڈسکو لائٹس لگائی گئی تھی جس سے پوپ پارٹی کا گمان ہو رہا تھا۔ زیادہ لوگوں کو مدعو نہیں کیا گیا تھا بس فارس کے چند دوست ہی وہاں موجود تھے کیونکہ یہ پارٹی اس کی جانب سے دی گئی تھی۔ آفتاب صاحب کا تو کہنا تھا کہ وہ اس کے سالگرہ کی خوشی میں بڑی سی پارٹی آرگنائز کرتے شہر کے معروف بزنس مین کو بھی دعوت دینا چاہتے تھے اور اینکرز وغیرہ کو بلواتے پارٹی کی رونق کو چار چاند لگوانا چاہتے تھے مگر فارس نے یہ سب کرا نہیں صاف انکار کر دیا تھا کہ اسے یہ سب چونچلے قطعی نہیں پسند۔ تمھیں ان سب نے سیاہ رنگ کی رکھی تھی۔ ایک جانب بڑا سا میز لگاتے اس کے عقب میں سیاہ اور گولڈن پردے لگائے گئے تھے جس میں بڑے بڑے حروف میں بورن ڈے لکھا ہوا تھا۔ وہ خود سیاہ ٹیکسٹو میں ملبوس تھا۔ اس کے نزدیک ہی ہادی اور ارتضیٰ

کھڑے میکس سے باتوں میں مصروف تھے جیسے اس کے ہنچھڑے ہوئے ساتھی ہو جبکہ تمام لڑکیاں ایک جانب کھڑی اپنے بلے گلے میں محو تھی کیونکہ ابھی بارہ بجنے میں کافی وقت تھا اور صدام اور شہرام بھی بس پہنچنے والے تھے۔ آفتاب صاحب نے پارٹی میں شمولیت اختیار نہیں کی تھی کیونکہ ان کے خیال میں یہ اس کے دوستوں کی پارٹی تھی تو انہیں اس سب سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

میکس جو ارتضیٰ کے اوپر چڑھ رہا تھا ایک جانب نگاہ پڑتے ہی اس کی آنکھیں پل بھر میں چمکی تھی۔ اس نے شیطانیت بھری نگاہوں سے اپنے باس کی جانب دیکھا جس کا اشارہ ملتے ہی وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا اس جانب چل دیا جہاں مریم ان چاروں میں گھڑی قہقہے لگا رہی تھی۔ وہ بھاگتا ہوا اس تک پہنچا اور اس کے قدموں کو چاٹنے لگا۔ مریم جس نے ہیل پہنی ہوئی تھی اپنے پاؤں میں غیر معمولی پن کے احساس سے اس نے جھٹکے سے رخ موڑتے نیچے کی جانب دیکھا مگر اپنے پاؤں میں بیٹھے میکس کو خود کو تکتا پا کر بھونچکا رہ گئی۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے میکس کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے چیختی چلاتی ہوئی

وہاں سے بھاگی مگر ہیل پہنے ہونے کی بدولت پاؤں مرتے ہی ایک جھٹکے سے توازن کھوتی زمین بوس ہوئی تھی۔ وہاں موجود سب کے اس اچانک ہوئی افتاد پہ قہقہے ابل پڑے۔

"جاہل انسان ڈوب کے مرجاؤ تم۔ جانتے بھی ہو مجھے ان چیزوں کس قدر خوف آتا ہے۔" مریم تڑپ کر بولی اور میکس کی وحشت زدہ نگاہوں میں دیکھا۔

تبھی تو اسے تمہارے پاس آیا ہے اسے بھی ہماری طرح تمہیں کسی چیز سے ڈرتا دیکھ"

"دل کو سکون میسر آتا ہوگا۔"

- ہادی آنکھیں موندتے دلفریبی سے گویا ہوا

"یہ لازماً تمہاری حرکت ہی ہوگی فارس آج کے دن تو کچھ لحاظ کر لو کم از کم۔"

پریسہ اسے شرم دلاتے ہوئے بولی۔ سب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کی باک غصے سے پھولی ہوئی تھی۔ پریسہ ایکدم جھکی اور میکس کے بالوں کو نرمی سے سہلاتے مسکرائی تھی۔ میکس کو بھی شاید یہ لمس پسند آیا تھا تبھی اپنی مخصوص انداز میں بولتے سکون سے آنکھیں موند گیا۔ فارس نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

استغفر اللہ تجھ میں اور میرے دوستوں میں کوئی فرق نہیں ہے میکس تو بھی ان کی "طرح لڑکیوں کو ترسا ہوا ہے۔"

وہ میکس کو کان کو مڑوڑتے حیرت کی ذیادری سے کھلی آنکھوں سمیت بولا۔ پریسہ کا منہ اسکی بکواس پہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

بے شرمی کی ساری حدیں تجھ پہ آکر ختم ہو جاتی ہیں فارس۔ تیرے ماں باپ تجھے دنیا "میں لا کر جس پہلے احساس سے روشناس ہوئے ہونگے وہ شرمندگی کا ہی ہوگا۔"

ارتضیٰ نے اس کے شانے پہ دھموکا جڑا۔ انہی سب باتوں کے دوران صدام اور شہرام بھی پہنچ گئے تھے۔ پریسہ کی نگاہ بے دھیانی میں اس پہ پڑتے ہی ساکت ہوئی تھی وہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔ اس نے کبھی بھی اسے پینٹ شرٹ یا پینٹ کوٹ پہنے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ہمیشہ ہی شلوار قمیض پہنتا تھا اور اس پہ اوڑھی ہوئی چادر جو اس کی باوقار شخصیت کو چار چاند لگاتی تھی۔ اس کی آنکھوں کی جوت ایک بار پھر جل اٹھی تھی مگر صدام پہ نگاہ پڑتے ہی اس نے ناراضگی

کا مکمل اظہار کرتے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا تھا۔ عقیقہ بھی طبیعت خرابی کی بدولت نہیں آسکی تھی مگر وہ جانتی تھی کہ یہ طبیعت خرابی نہیں بلکہ اس کے گھر کے مسئلے مسائل ہیں۔ عذاب مریم اور بریزہ کے پوچھنے پہ بھی اس نے ٹال مٹول سے کام لیتے انہیں خاموش کروادیا تھا۔ صدام اور شہرام فارس سے آکر ملے تو بارہ بجتے ہی فارس نے کیک کاٹا تھا جس پہ دی ہینڈسم ہنک لکھا ہوا تھا۔

"صدام بھائی آپ اتنی لیٹ کیوں ہو گئے۔"

عذاب نے صدام کو مخاطب کرتے استفسار کیا۔

بارش کی بدولت باہر بہت تیز بارش ہو رہی تھی جس کی بدولت ٹریفک بھی جام تھی اور "شہرام کو بھی بس ابھی نکلنا ہے ایئرپورٹ کیلیے تو اس کا سامان وغیرہ پہنچانا تھا وہاں۔

وہ تفصیل سے بتاتے ہوئے نرمی سے بولا۔ وہ سب افسردگی سے اثبات میں سر ہلا گئی مگر ایک جانب کھڑی پریسہ مسلسل بری طرح انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

صرف تمہاری سالگرہ کے موقع پہ یہاں آیا تھا اب مجھے نکلنا چاہیے وقت بہت کم رہ گیا۔
"ہے۔"

شہرام فارس سے بولتے اپنی چوڑی کلائی میں موجود گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔ سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

"چھوڑنے کون جا رہا ہے۔"

ہادی نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے۔

"لارڈ صاحب کا حکم ہے کہ یہ خود ہی جائے گا کوئی ساتھ نہیں جائے گا۔"

صدام شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو سب نے کندھے اچکاتے اس کی بات کی تائید کی تھی۔

وہ سب سے ملتا اس پہ ایک غلط نگاہ ڈالے بغیر وہاں سے باہر کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی پریسہ نے ایک چور نگاہ اس پہ ڈالی اور اپنے قدم پیچھے کی جانب لیتے بھاگنے والے انداز میں اس کے تعاقب میں باہر کی جانب بڑھی تھی۔ دل کی دھڑکن

سست پڑ چکی تھی۔ اب تک تو یہ احساس تھا کہ وہ فلحال یہی ہے مگر ابھی تو وہ جارہا تھا۔ وہ تو جیتے جی مرجائے گی۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا جسے اس نے مشکل اندر کی جانب دھکیلا تھا۔ وہ جوں ہی باہر پہنچی وہ کچھ ہی فاصلے پہ کھڑا کسی سے فون پہ پھٹانوں والے لب و لہجے میں بات کرنے میں مصروف تھا۔ بارش کو دیکھتے وہ روتے روتے بھی مسکائی تھی۔ اس بارش کی تو وہ دیوانی تھی۔

بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔ آسمان سے گرنے والی بوندیں اس کے جلتے دل پہ ایک پھوار بن کر برس رہی تھی۔ ٹھنڈی یک بستہ ہوا کے تیز جھونکے اندر تک اترتے وجود میں کیپکپی پھیلاتے تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مسلتے سردی کی شدت میں کمی کرنے لگتی۔ ہر جانب ہو کا عالم تھا بس کچھ فاصلے پہ رنگوں پہ نہایا ہوا ایک گھر تھا جہاں مدہم سی ڈی جے کی آوازیں اس کی سماعتوں میں اتر رہی تھی مگر دل پھر بھی بے چین تھا۔ دل میں ایک انجانا سا خوف تھا کچھ چھن جانے کا خوف جو سختی سے اس کا دل مٹھی میں جکڑتے اس کی سانس تک کھینچ رہا تھا۔ وہ ایک درخت تلے کھڑی ان برستی ہوئی بوندوں کو تک رہی تھی جو اس کا پہلا عشق تھی۔ جن سے محبت شاید اس پہ فرض ہوئی

تھی۔ آنکھوں میں بے پناہ جگنو چہرے پہ ایک الوہی سی چمک لیے وہ بارش میں بھینگے کو
 مچل رہی تھی معاً اس کی نگاہ اپنے ساتھ ہی کچھ فاصلے پہ کھڑے وجود پہ پڑی تو اس نے
 حسرت بھری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ وہ اس کے تعاقب میں تو یہاں تک کا سفر کر
 آئی تھی۔ اسے اپنے اس قدر نزدیک دیکھ دل بے ایمان ہو رہا تھا۔ کچھ ساعتوں بعد وہ موبائل
 رکھتے اپنی بروقار چال چلتے اسی کی جانب چلا آیا تو اس کی سانسیں تھمی تھمی کیونکہ وہ ہر چیز
 سے بے پرواہ بارش میں بھینگ رہا تھا اور اس سنگ بھینگے کی خواہش تو اس کی بھی تھی تو
 کیا آج اس کی خواہشات پوری ہونے والی تھی۔ وہ سبج دہج کر قدم اٹھاتے اس کے نزدیک
 آئی تھی۔ شہرام کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی تھی۔

"وہ مجھے آپ سے بات کرنی ہے بس ایک بار سن لیں۔"

وہ ترستی نگاہوں سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی جس پہ ہنوز ایک اکھڑ پن
 چھایا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے جلدی بولیں میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

وہ اکھڑ لہجے میں بولتے اس کے چہرے سے مسکراہٹ بے دردی سے نوج چکا تھا۔ اس نے ہمت مجتمع کرتے اس کی جانب دیکھا جو بار بار ایسا کرتا تھا کیا وہ اسے شرمندہ کرنا چاہتا تھا۔

"وہ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا مجھے۔"

وہ بمشکل اپنے لہجے کی کپکپاہٹ پہ قابو پانے کی خاطر اپنے شگرفی لبوں کو سختی سے دانتوں میں دبا گئی یہاں تک کہ خون کا ذائقہ اس کے منہ تک میں گھل گیا۔ مقابل کی آنکھیں اس کی بات پہ سرخ ہوئی۔ اس نے ایک قرآلود نگاہ اس پہ ڈالی اور بے نیازی سے نگاہوں کا زاویہ بدلتے قدم آگے کی جانب بڑھائے کیونکہ اس کی بات کا جواب وہ فلحال نہیں رکھتا تھا۔ بارش پوری طرح برستے ان دونوں کو بھگا رہی تھی۔ اپنے مضبوط بازو پہ اس کا لمس محسوس کر وہ ایک جھٹکے سے اس کے مقابل آیا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی لغزش مقابل کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔ وہ اس کے چند قدم کی دوری پہ رکتے تمسخر سے ہنسا تو اس کا دل بے ساختہ ڈوب کر ابھرا۔ کیا وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا یا اس کے جذبات کا۔ اس کے وجود میں غصے کے بھانجھڑ چلنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت میں بہہ رہے

تھے۔ اس کی ذات ارزاں تو بالکل نہیں تھی کہ کوئی بھی اسے روند کر چلا جاتا اور وہ مظلومیت کا رونا روتے رہ جاتی۔ ابھی بھی اس کا یوں ہنسنا اس کی حالت غیر ہونے لگی۔ ہاں اس کی مسکراہٹ سے ہی تو تھی جس کی بدولت وہ جیتی تھی مگر یہی مسکراہٹ اسے فالوقت موت کے دہانے پہ دھکیل رہی تھی۔

"میں محبت کرتی ہوں آپ سے۔ کیا اس کے معنوں سے واقف ہیں آپ۔"

اس کی بات پہ شہرام نے سرد نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو آسمان سے زور و شور سے گرتی بارش کی بدولت بھگی بھگی سی کانپتے ہوئے پورے ہوش و حواس میں چلا رہی تھی۔ چہرے پہ بارش کا پانی گرنے کی بدولت اس کے نین کٹوروں سے نکلتے آنسو بھی بارش کے ساتھ ہی پھسلتے چلے جا رہے تھے۔

"کتنی محبت کرتی ہو مجھ سے۔"

معاً وہ مضبوط قدم اٹھاتا اس تک آیا جس کی بدولت زمین پہ موجود بارش کے پانی کی بدولت چند چھینٹیں اسکے کپڑوں پہ بھی پڑی تھی۔ اس لڑکی نے بھگی متورم آنکھوں سے اس کا

چہرہ جانچا جہاں فقط سرد مہری کا تاثر ابھرا ہوا تھا۔ اس نے بے دردی سے اپنے سردی سے جمتے گالوں کو رگڑتے کپکپاتے لبوں سمیت ایک ہچکی بھری۔

"شاید خود سے بھی زیادہ۔"

پریسہ دھیمے پرسوز لہجے میں بولتی مقابل کو ساکت و جامد کر گئی۔ بارش کے برسے کی آواز تو کہی دور جاکھوئی تھی اسکی سماعتوں میں تو صرف اس لڑکی کے الفاظ گونج رہے تھے جو کس قدر دھڑلے سے اس سے محبت کا اظہار کر رہی تھی یہاں تک کہ وہ اس سے قائم اس کا رشتہ بھی فراموش کر چکی تھی کہ وہ اس کے استاد کے رتبے پہ فائز ہے۔ اس نے دو قدم مزید آگے بڑھاتے اس کے بازو کو سختی سے اپنی آہنی گرفت میں لیتے ایک جھٹکا دیا کہ اس کے لبوں سے ایک سسکی برآمد ہوئی۔

شاید لفظ سے نفرت ہے مجھے۔ یقین دلاؤ اپنی محبت کا مجھے کہ کس قدر محبت کرتی ہو مجھ سے۔"

وہ بے تاثر لہجے میں بولتے اس کے وجود میں نئے سرے سے خوف بھر گیا۔ اس نے ذرد پڑتے چہرے سمیت اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ اسے اپنا آپ بھسم ہوتا محسوس ہوا۔ کیا محبت میں اتنی بھی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ مقابل کو شکست دے کر اپنی جانب مائل کر سکے۔ کبھی کبھی محبت حقیقتاً کمزور ہوتی ہے۔ اس کی ذات کیا مقابل کیلئے اس قدر بے وقعت تھی۔ وہ جی کراہ کر رہ گئی۔ شدت سے جی چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رودے اس وقت وہ خود کو بے بسی کی انتہاؤں پہ محسوس کر رہی تھی۔

مم۔ میں آپ کیلئے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ کچھ بھی۔ میں نے آپ سے محبت کر کے " خساروں کو اپنی ذات سے منسلک کر لیا ہے۔ اب میں چاہ کر بھی خود کو اس خسارے سے "نہیں نکال سکتی۔ اس سے زیادہ محبت کا یقین کیسے دلایا جاتا ہے۔

وہ بے بسی و بے کسی سے بولتی اس کے ہاتھ کو تھامتے اس کی ہتھیلی پہ گرتی بارش کی بوندوں کو دیکھنے لگی اور وہ اس کے سردی سے نیلے پڑتے لبوں کو دیکھتے سختی سے لب بھیج گئی۔ یہ لڑکی کو اس کے پیچھے سب کچھ لوٹانے کو تیار تھی مگر کیوں وہ یہ بات سمجھنے

سے قاصر تھا۔ کیا اسے اپنی عزت و حرمت کی پرواہ نہیں تھی جو تنہا اس سرد رات میں بارش سے بھیگے کپڑوں سمیت اس سے اپنی محبت کی بھیک مانگ رہی تھی۔

"کچھ بھی کر سکتی ہونا میرے لیے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے عجیب سی چمک لیے گہرے لہجے میں استفسار کرنے لگا۔ پریسہ نے کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔

کچھ بھی! چاہے آپ آزما کر دیکھ لیجیے گا آپ سے منسلک ہر امتحان میں میں کامیاب ٹھہروں گی۔

وہ اذیت سے مسکراتے خود ترسی کی کیفیت میں گویا ہوئی۔ شہرام سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے دونوں ہاتھوں کو اپنی پشت پہ باندھ گیا۔

"ٹھیک ہے پھر بھول جاؤ مجھے۔"

وہ سفاک لب و لہجے میں بولتے اسے سن کر گیا۔ وہ اس کی بات پہ دھنگ رہ گئی۔ اس کے ہاتھ پہ اس کی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔ وہ یہ سننے کی خواہاں تو نہیں تھی۔ کیا سچ میں کسی

کا کہا سچ ہونے والا تھا کہ محبت میں ذلت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں۔ اس کے لب کچھ بولنے کی خاطر پھر پھڑپھڑائے تھے۔

میں کوشش تو کر لوں گی مگر میں جانتی ہوں کہ میں آپ کو بھولنے کی پہلی کوشش میں "ہی اپنی جان گنوا دوں گی۔ میری سانسیں تھم جائیں گی۔ کیا آپ مجھے مرتا ہوا دیکھ لیں گے۔"

ایک بے مول آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹے اس کی چوڑی ہتھیلی پہ گرا تو وہ ایک جھٹکے میں اسکی گرفت سے اپنا ہاتھ نکالتے مٹھی کو بھیجنے لگا اور پتھریلی نگاہیں اس کے چہرے پہ جمائی۔

ہاں تمہاری موت کا اتنا دکھ نہیں ہوگا جتنا تمہارے سے محبت کے عہد و پیمان باندھنے "سے ہوگا۔ تم میرے ساتھ کی خواہش کر کے فقط اپنے نام اذیت لکھواری ہو کیونکہ مجھ سے کسی قسم کی توقع مت رکھنا۔ کاش تم نے ہمارے مابین رشتوں کے تقدس کا خیال "کیا ہوتا تو مجھے آج تم سے اس قدر شدید نفرت نا محسوس ہو رہی ہوتی۔"

شہرام برفیلے ذہر خند لہجے میں بولتے اس کی ذات کے پر نچے اڑاتے اس کا وجود لہو لہان کر گیا۔ اس نے سانس لینے کی کوشش کی تھی مگر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس کے دل کو مٹھی میں جکڑ رہا ہو۔

"اتنی نفرت کرتے ہیں مجھ سے۔"

وہ اذیت زدہ لہجے میں بولتی آنکھوں میں ایک آس لیے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ شدت سے خواہش کی تھی اس چہرے پہ اپنے نام سے چمک دیکھنے کی مگر ہر بار کی طرح وہ ناکام ٹھہری تھی۔

شاید اس سے بھی زیادہ۔ لوگوں کی محبت ان سے کچھ بھی کروانے کا دم رکھتی ہے اور "میری نفرت میں اتنا دم ضرور ہے کہ میں تمہاری جان لینے سے بھی گریز نہیں کروں گا پھر ہر جانب جانتی ہو کیا چرچے ہونگے کہ ایک عاشق اپنے محبوب کے ہاتھوں ہی مارا گیا "وہ محبوب جس کے اندر سرے سے ہی اس کیلئے کوئی جذبہ نہیں تھا۔"

شہرام اس کے وجود کو بے دردی سے جھٹکتے عجیب تنفر بھرے لہجے میں بولتے اپنا چہرہ آسمان کی جانب کرتے بارش کی بوندوں کو خود پہ گرتے محسوس کرنے لگا تاکہ وجود میں اٹھ رہی جلن کو کم کر سکے۔ وہ اس کی بات پہ لڑکھڑاتے بے دم سی ہوتی زمین پہ گرنے والے انداز میں بیٹھی تو پورے وجود میں ٹھہرتی سردی کی بدولت سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

"آپ جانتے ہیں کہ آپ بہت ظالم ہیں۔"

وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"نہیں غلط میں ظالم نہیں ہوں تم ظالم ہو۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے جتانے والے لہجے میں بولا۔ پریسہ کے چہرے پہ ایک تاریک سایہ لہرایا۔

ہاں میں ظالم ہوں مگر آپ کے معاملے میں نہیں اپنے معاملے میں کیونکہ سب جانتے "بوجھتے میں خود پہ ظلم کر رہی ہوں۔ میرے زندگی کا سب سے سیاہ ترین دن ہے یہ میرے

پسندیدہ موسم میں میرے پسندیدہ شخص نے میرے وجود سے روح تک کھینچ لی ہے۔ ناب
 "یہ موسم پسند رہے گا اور۔"

وہ غمض کے عالم میں چلا کر بولتے آخر میں کمزور پڑی تھی۔ سانسیں تھم سی گئی
 تھی۔ بس بارش کے گرنے کی آواز اس کی سماعتوں پہ اب گراں گزر رہی تھی۔ اسے نفرت
 محسوس ہو رہی تھی اس موسم سے۔

وہ اس کی گہری بات پہ ایک لمحے کیلئے خاموش ہوا مگر پھر ایک سرسری سی نگاہ اس پہ
 ڈالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنی گاڑی تک پہنچا تھا۔ اس نے حسرت سے اس کی چوری
 پشت کو تکا تھا کہ شاید وہ واپس لوٹ کر اس کا ہاتھ تھام لے اور وہ کسی تتلی کی مانند فضا
 میں لہلاتی پھر مگر کچھ خواب کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھاڑ سکتے۔

تم کہتے ہو کہ تم میری جان لینے کی ہمت رکھتے ہو مگر تمہیں کیا معلوم تم میری جان لے
 چکے ہو۔ تم نے مجھے مار دیا ہے آج ایک محبوب نے بے دردی سے اپنے عاشق کی سانسیں
 روک دی ہیں تمہاری ہمت کی تو واقعی داد دینی پڑے گی۔ تم بہت بے دردی ہو بہت

زیادہ۔ خود پہ بے تحاشہ جبر کرتے محبت کا جتنا بھی سفر میں طے کر پائی ہوں اس سفر میں ایک بات بہت اچھے سے جان گئی ہوں کہ محبت کبھی مر نہیں سکتی بلکہ مار ضرور دیتی ہے۔

وہ کرب سے آنکھیں موندتے ویران لہجے میں بڑبڑائی۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس اپنے چہرے پہ محسوس کر اس نے خالی خالی نگاہوں سے اس کی گاڑی کی جانب دیکھا جہاں اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھنا اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ وہ اپنی ہی سوچ کر تلخی سے مسکرائی تھی۔ لب بری طرح نیلے پڑنا شروع ہو چکے تھے۔ گاڑی نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے یخکت تاریکی سی چھائی لگے ہی لمحے وہ درد چہرے سمیت آنکھوں کو سختی سے میچ گئی تھی مگر پھر بھی وہ پتھر دل بنا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"ہائے اسامیری بچی کیا ہو گیا اسے۔ گھر سے تو بالکل ٹھیک گئی تھی وہاں جا کر کیا ہو گیا۔"

عافیہ اس کے نزدیک جگہ سنبھالتی بھیگے لہجے میں بولی۔ جب سے صدام اسے گھر واپس لے کر لوٹا تھا وہ ویسے ہی بھیگے لباس میں موجود ہوش و حواس سے بیگانہ تھی۔ چہرہ قدرے نیلا پڑچکا تھا کیونکہ ناجانے وہ کب سے بارش میں بھیگ رہی تھی۔

میں کچھ نہیں جانتا ماما میں تو اس کی غیر موجودگی محسوس کر کے اس کو تلاش کرتے "باہر تک پہنچا تھا تو وہاں یہ ایسے ہی بے ہوش ملی مجھے۔

وہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے گویا ہوا۔ عادل نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

کیا مطلب وہ باہر گری پڑی تمہیں ملی اور تم نے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا کہ مسئلہ کیا "ہوا آخر۔

وہ اب کی بار صدام پہ برس پڑے کیونکہ یہاں بات ان کی لاڈلی بیٹی کی تھی۔ صدام ان کی بات پہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا اور پرسوچ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کے لب بری طرح کپکپا رہے تھے۔ اس نے سرعت سے ہیٹر آن کرتے اس کے وجود کو حرارت

بخشنی چاہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ دونوں وہاں سے نکلتے چلے گئے تاکہ عافیہ اس کے لباس تبدیل کروا سکے۔ ڈاکٹر کو وہ پہلے ہی فون کرچکے تھے۔ ان کے جاتے ہی عافیہ نے سب سے قبل اس کا لباس تبدیل کرواتے اس کے ہاتھ پاؤں سہلائے تاکہ وہ کچھ حد تک ہوش کی دنیا میں لوٹے۔

'پری آنکھیں کھولو میری جان۔'

عافیہ اس کے چہرے پہ جھکتے بھیکے لہجے میں بولی اور مسلسل اس کے ہاتھ پاؤں سہلانے لگی۔

"ناجانے کیا ہو گیا ہے میری بچی کو اٹھو پری۔"

وہ اس کی پیشانی پہ لب رکھتے ہوئے محبت سے گویا ہوئی۔ چند ساعتوں بعد اس کے پلکوں پہ ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔ اس نے بھاری ہوتے پپوٹوں کو کھولتے اطراف کا جائزہ لینا چاہا مگر سر میں اٹھتی ٹیسوں کی بدولت ڈھے جانے والے انداز میں وہی سر پٹخ گئی۔ عافیہ نے پریشانی سے اس کی جانب دیکھا۔

"ماما۔"

وہ مدھم لہجے میں کراہ اٹھی۔ عافیہ نے نم نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں سے تو اتر آنسو بہہ رہے تھے۔

"میرا بیٹا آنکھیں تو کھولے ماما یہی ہے۔"

وہ اس کے گال سہلاتے ہوئے محبت سے بولی۔ پریسہ نے سختی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"ماما مجھے یہ آنکھیں نہیں کھولنی ماما مجھے مرنا ہے۔ پلیز ماما مجھے مار دیں ماما۔"

وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔ عافیہ نے تڑپ کر اس کی جانب دیکھا جس کا پورا وجود ہچکولے کھا رہا تھا۔

"ماما کی جان مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔"

وہ اسے تھام کر سہارہ دیتے بھٹاتے ہوئے پچکارنے والے انداز میں بولی۔

ماما آپ تو کہتی تھی کہ میں جو بھی مانگوں گی مجھے مل جائے تو وہ مجھے کیوں نہیں ملا۔ میں نے تو اس کی بہت منت سماجت کی تھی میں بیہمت روئی تڑپی گڑگڑائی مگر اس نے "میری ایک بھی بات نہیں سنی ماما۔"

وہ پاگلوں کی طرح اپنے سر کے بالوں کو مسٹھی میں بھینچتے ہوئے بولی۔ عافیہ کے چہرے کے تاثرات ایکدم سنجیدہ ہوئے تھے۔ انہوں نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کے آنکھوں سے تو اتر آنسو بہہ رہے تھے جس سے صاف اس کی اذیت کا اندازہ لگایا جا رہا تھا۔ عافیہ کے دل کو بے ساختہ دھکا سا لگا۔

"کون نہیں ملا پری کون نہیں ملا تمہیں کس کے آگے تم روئی ہو۔ مجھے ٹھیک سے بتاؤ۔" وہ اس کے دونوں بازوؤں کو جھنجھوڑتے ہوئے غصے سے بولی۔ پریسہ کا چہرہ سپید پڑنے لگا مگر اس نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بس وہ یک ٹک بنا پلک جھپکائے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ماما میں اپ سب کی لاڈلی ہوں نا۔"

وہ سرسراتے لہجے میں بولی۔ عافیہ نے بے بسی و بے کسی سے اس کی جانب دیکھا اور ایک نظر کمرے کے بند دروازے کو صد شکر تھا کہ صدام اور عدیل میں سے کوئی کمرے میں نہیں تھا ورنہ پریسہ ان کے سامنے بولنے سے بھی گریز نہ کرتی کیونکہ فلحال وہ اپنے حواسوں میں بالکل نہیں لگ رہی تھی۔

اما بتائیں نا میں آپ سب کی لاڈلی ہوں نا۔ آپ کی پری بابا کی بیٹیا اور بھائی کی لاڈو۔ ہے "نا اما۔"

وہ ان کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے بے تابی سے بولی۔ عافیہ کی آنکھ سے ایک بے مول آنسو ٹوٹتے ان کے گال پہ بہا تھا۔ اس کی حالت ناقابلِ برداشت تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ پریسہ تھک کر اذیت سے مسکراتے بیڈ کراؤن سے پشت ٹکا گئی۔

تو آپ کی اس لاڈلی کو کیوں رسوا کر دیا ماما اس نے۔ کیوں توڑ دیا کیوں مار دیا مجھے جیتے " جی۔ آپ کی پری کی خوشیاں چھین لی اس نے۔ بابا کی بیٹیا کی سانسیں روک لی اور بھائی کی "لاڈو کو ختم کر دیا ماما۔ ختم کر دیا۔ ماما پلیز آپ کہیں نا ان سے کہ واپس آجائیں۔ وہ تلخ لہجے میں بولتی اپنے گھٹنوں کے گرد بازو حائل کرتے اس پہ سر ٹکا گئی۔ کس نے کیا ہے کیا کیا ہے کیوں کیا ہے مجھے تو کچھ بتاؤ۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی " "میری جان۔

وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔ اس کی باتیں ان کے دل پہ کسی خنجر کی مانند پیوست ہو رہی تھیں۔

"لادیں ماما پریسہ کو شہرام خان لادیں ماما ورنہ وہ مرجائے گی۔"

وہ ان کا ہاتھ تھامتے منت کرنے والے انداز میں بولی۔ عافیہ کے چہرے کی رنگت سپید پڑ گئی۔ انہوں نے بے یقینی کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا جس کی حالت ایسی تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اور وہ خالی خالی نگاہوں سے کھرکی سے باہر دوڑتے مناظر کو تک

رہی تھی۔ عافیہ نے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب کرتے بے یقینی کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا بولا تم نے۔"

وہ خوفزدہ نگاہوں سے دروازے کو دیکھتے خوفزدہ لہجے میں بولی۔ پریسہ نے خاموشی سے ان کی جانب دیکھا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں کیا بولا تم نے۔"

وہ اس کے بازو کو بے دردی سے جھٹکا دیتے ہوئے بولی۔ وہ اس قدر بڑی کوتاہی کیسے کر سکتی تھی۔ اپنی عزت کو داؤ پہ کیسے لگا سکتی تھی۔ انہیں اپنے دماغ کی شریانیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ لہجہ خود بخود سخت ہو گیا تھا۔

"ناما وہ شش۔ شہرام۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی اپنے منہ پہ پڑنے والے تمھڑے وہ ایکدم لڑھک کر بیڈ پہ ہی اوندھی گرمی تھی۔ اس نے اپنے جلتے گال پہ ہاتھ رکھتے بھگی نگاہوں

سے ان کی جانب دیکھا جنہوں نے زندگی میں پہلی بار اس پہ ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ عافیہ کا تنفس غصے کی بدولت تیز ہو گیا۔

شہرام خان۔ وہی نا جو صدام کا دوست ہے دونوں کے درمیان عمروں کا فرق دیکھا ہے " تم نے پریشہ۔ تم کو کسی عشق معشوقیوں کے قصے کہانی گھرنے چلی ہو کیا اپنے باپ بھائی کو نہیں جانتی اگر وہ تمہیں لاڈ پیار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اس چیز کا ناجائز فائدہ اٹھاؤ۔ دل تو شدت سے چاہ رہا ہے کہ دو تین مزید لگاؤں مگر میرے میں " اتنی سکت نہیں ہے۔

وہ اشتعال آمیز نگاہوں سے اسے گھورتی تنفر بھرے لہجے میں بولی۔ پریشہ نے زخمی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا مگر کچھ بھی بولنے کی زحمت نہیں کی۔ وہ عافیہ کے ہاتھ اٹھانے پہ ہی دم بخود رہ گئی تھی۔

"اما میں نے کوئی غلط کام۔"

اس سے بڑھ کر غلط کام کیا ہوگا پری تم اس شخص کے سامنے گر گڑائی ہو۔ میری بیٹی ہو تم میری زندگی ہو "تم کیوں خود کو اذیت میں مبتلا کر لیا ہے میری جان۔ کیوں کیا ہے یہ "سب۔ کیوں بھول گئی اپنی عزت اپنی غیرت اپنے باپ بھائی کے نام کو۔

وہ اس کے سامنے بیٹھی مسلسل اسے جھنجھوڑ رہی تھی اور وہ کسی چٹان کی مانند ساکت بیٹھی تھی۔ چہرہ بالکل بے تاثر تھا۔

جو کچھ بھی ہوا ہے نا اسے بھول جاؤ۔ دوبارہ اس کا ذکر نہیں ہوگا پری۔ عادل اس "معاملے میں بہت سخت ہے وہ قطعی یہ سب برداشت نہیں کر پائیں گے اور صدام وہ تو جان سے ہی مار ڈالے گا۔ جانتی ہو نا ایک بار پہلے بھی جب ایک لڑکے نے تمہیں چھیڑا تھا تو اس نے اس کا بازو توڑ دیا تھا۔ خدا را تمہیں اپنی ماں کا واسطہ ہے خاموشی اختیار کرلو اس معاملے میں بھول جاؤ اسے۔ کوئی نہیں تمہاری زندگی میں۔ وہ ایک بہت برا خواب "تمہا جو تم نے جی لیا ہے اب حقیقت میں واپس لوٹ آؤ پلیز۔

وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے ملتجیانہ لب و لہجے میں بولی۔ پریسہ نے تڑپ کر ان کے بندھے گئے ہاتھوں کو تھاما تھا۔

"اما میں کیسے بھول جاؤں میں نہیں کر سکتی یہ۔"

وہ سسکیاں بھرتے ہوئے تکلیف سے گویا ہوئی۔

جب وہ سب سوچوں کی نا جب جب اس نے تمہارے ساتھ غلط کیا ہے تو سب کچھ "ہوگا نفرت بھی ہوگی۔ سب ہوگا مگر پلیز مت کرنا ان دونوں کے سامنے کوئی زکر ورنہ سب ختم ہو جائے گا۔ بھول جاؤ گی نا اسے۔ بس ایک بار میری باتوں کی لاج رکھ لے۔ بھول جاؤ " اسے۔

وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔ پریسہ نے خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ لگے ہی لمحے دروازہ کھٹکے کی آواز پہ کھلا تھا۔ ان دونوں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا جہاں صدام کے ساتھ ان کے فیملی ڈاکٹر اندر کی جانب ہی آرہے تھے۔ عادل بھی ساتھ ہی تھے۔ عافیہ کے دل کی دھڑکن بے ساختہ سست پڑی۔ اس نے گھبرا کر پریسہ کی جانب

دیکھا جس کا چہرہ بالکل بے تاثر تھا۔ وہ انگلیاں چٹختے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ انہیں واضح ڈر تھا کہ پریسہ کچھ ایسا ویسا نا بول دے۔

کیا ہو گیا پری کو بھئی۔ ہماری پری تو بہت اچھے سے تھی یہ کیا اتنی حالت کیوں خراب "اکرلی۔

وہ اس کا علاج کرتے ساتھ ہلکا پھلکا مزاح بھی کر رہے تھے اور پریسہ اس دوران بس اکڑو بیٹھی تھی۔ لبوں پہ گہرا فقل لگا ہوا تھا۔

پری کو بارش میں بھیگنے کا بہت شوق ہے انکل تبھی تو بارش میں گرمی ملی ہے "مجھے۔ ناجانے سردیوں کی بارش میں نہانے کا کیا شوق پڑا ہوا تھا اسے۔

صدام سرزنشی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے اس کے سر پہ ہولے سے چپت لگاتے ہوئے بولا۔ چند ساعتوں بعد ڈاکٹر کے چہرے پہ پریشانی کے تاثرات ابھرتے دیکھ ان سب کے چہروں پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا۔

"ویٹ آ سیکنڈ۔ پریسہ یہاں دیکھیں۔"

وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ جھلاتے ہوئے بولے مگر وہ بالکل بھی جواب نہیں دے رہی تھی۔

"کیا ہوا ڈاکٹر سب ٹھیک ہے نا پری بول کیوں نہیں رہی۔"

عافیہ کی ممتا تڑپ اٹھی تبھی روتے ہوئے بولی۔ انہوں نے اپنا سکیٹھو سکوپ اتارتے اپنے بیگ میں رکھا اور سنجیدگی سے ان سب کی جانب دیکھا تھا۔

دیکھو عادل میں تمہیں کسی قسم کی چھوٹی تسلی نہیں دوں گا مگر پریسہ کے دل کی "دھڑکن معمول سے ہٹ کر چل رہی ہے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ وہ کسی ٹروما میں ہے۔ کوئی ایسی بات ان سے کہی گئی ہے جو ناقابلِ برداشت ہے۔ فلحال تو وہ بس ایک ہی زاویے میں بیٹھی ہوئی ہے امید ہے کہ چند ساعتوں بعد حواسوں میں لوٹ آئے مگر یہ طبیعت خرابی صرف بارش کی بدولت نہیں بلکہ کسی بات کی بدولت ہوئی ہے جو اس کے "اعصابوں پہ بہت گراں گزری ہے۔"

وہ پیشہ وارانہ انداز میں بولتے انجیکشن بھرتے پریسہ کے بازو میں لگاتے ایک جانب ہوئے مگر پھر بھی وہ ایک ہی زاویے پہ بیٹھی تھی۔ عافیہ نے روتے ہوئے عادل کا ہاتھ تھام لیا جو بہت دقت سے اس کی یہ حالت دیکھ رہے تھے۔ صدام خاموشی سے اس کے نزدیک بیٹھا اور اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے اس کی آنکھوں میں بغور دیکھا۔

"پری مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا کیا وہاں پارٹی میں کسی سے بات ہوئی تھی۔"

وہ نرم لہجے میں بولتے اس کے جواب کا منتظر تھا۔ عافیہ کی رنگت فق ہو گئی۔ پریسہ نے ذرا سی پلکوں کی جھالرا اٹھاتے اس کی جانب دیکھا جو اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ وہ ایکدم جیسے کسی ٹرانس سے باہر نکلی تھی۔

ب "بھائی کچھ بھی نہیں ہوا مجھے بس طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے میری مجھے آرام کرنا ہے۔ آپ میرے لیے پریشان مت ہو۔"

وہ بمشکل مسکراتے لہجے میں بولتے انہیں تسلی دینے لگی۔ عافیہ نے سرعت سے اپنی مچی آنکھوں کو کھولتے اس کی جانب دیکھا جس نے ان کی عزت رکھ لی تھی۔ صدام نے

گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جیسے اس کی بات کا یقین کدنا بے حد مشکل ہو۔ وہ تینوں بیک وقت کمرے سے باہر نکلے تھے۔ ان کے جاتے ہی جوں ہی دروازہ بند ہوا وہ بے دم سی گرنے والے انداز میں بیڈ پہ گرمی تھی۔ آنسو لڑیوں کی صورت میں نکلتے گالوں کو بگھورے تھے۔ دل کا درد حد سے سوا تھا۔ ایک بار پھر اس ستمگر کو یاد کرتے سانس تھما تھا۔ فضا میں آکسیجن کی کمی سی محسوس ہوئی۔

شہرام خان تم تو جاتے جاتے سب کچھ تباہ کر گئے۔ میرا دل میری سانسیں میری ہمت "میرا سب کچھ تم زندہ دفنا گئے۔"

وہ بوجھل لہجے میں بولتی اپنی سسکیوں کا گلہ گھونٹ گئی۔ چند ساعتوں بعد وہ اب تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ مستقل رونے کی بدولت آنکھیں بے تحاشہ سو جھی ہوئی تھی جن میں بے انتہا درد تھا۔ اس نے اپنی جلتی ہوئی آنکھوں کو انگلی کے پوروں سے دبایا تھا۔

"یہ دیکھ عقیفہ یہ سوٹ کیسا ہے۔"

صفیہ اس کی جانب ایک گلابی سوٹ بڑھاتے ہوئے بولی۔ اس نے اس سوٹ پہ فقط ایک نگاہ ڈالنے پہ اکتفا کیا تھا۔

"کس لیے ہے یہ سوٹ اور کس کیلئے۔"

وہ سپاٹ لب و لہجے میں بولی۔ صفیہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جو یونی کیلئے بھی تیار ہو رہی تھی مگر چہرہ ہنوز سپاٹ تھا۔

تیری شادی کیلئے اکٹھا کر رہی ہوں نا سامان۔ وقت کی ویسے بھی بہت کمی ہے میں نہیں "

"چاہتی کہ کسی قسم کی کوئی کمی رہے۔"

وہ محبت سے مسکراتے ہوئے بولی اس بات سے بے نیاز کہ عقیفہ کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ انگارہ بنتا جا رہا تھا۔ وہ سنجیدگی سے کپڑے سمیٹ رہی تھی۔

"اچھا تو کب ہے میری شادی مجھے یہ بھی بتادیں۔"

وہ تسخرانہ لہجے میں بولی۔ لب تو مسکرا رہے تھے مگر آنکھیں اس کی مسکراہٹ کا ساتھ بالکل نہیں دے رہی تھی۔ صفیہ نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا۔

"ابھی کل تو بتایا تھا تجھے۔ تو بھول بھی گئی۔"

وہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجاتے ہوئے بولی۔ عقیفہ ان کی بات پہ اذیت سے مسکرائی تھی۔ آنکھوں میں ایک خالی پن سا امنڈ آیا۔ منال اور نوال جو ایک جانب بیٹھی ناشتہ کرنے میں مصروف تھی اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ بخوبی محسوس کر رہی تھی مگر فالوقت ان میں بھی کچھ کہنے کی سکت نہیں تھی۔

اماں دراصل بات یہ ہے کہ میں ایسی باتیں یاد نہیں رکھتی جو یاد رکھنے کے لائق ناہو اب " وہ یاسر نامی مخلوق میرے نزدیک بالکل بھی اچھک یاد نہیں ہے جو میں اپنے زہن کے 'درپچوں میں تروتازہ رکھوں۔

وہ جتانے والے لہجے میں ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔ صفیہ کا چہرہ پھیکا پڑنے لگا۔

"رو پھر تو کیوں کر رہی ہے یہ شادی۔"

وہ پیشانی پہ بل ڈالے سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ عقیفہ نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا۔
 یہ میری زندگی کی وہ تلخ حقیقت ہے جو میں کسی صورت بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ جس"
 "کے ساتھ گزارا کرنا میرا شوق نہیں بلکہ ذبردستی ہے۔

وہ اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے بولی تاکہ وہ ایک ایک بات ذہن نشین کر لیں۔
 "ویسے یہ اس یاسر نے بھجوائے ہونگے نا۔"

وہ بڑی دلچسپی سے ایک ایک لباس کو دیکھ رہی تھی۔ عقیفہ نے ہولے سے اعتراف کرتے
 اثبات میں سر ہلایا۔ عقیفہ نے ایک جھٹکے میں وہ تمام سوٹ اپنے بازوؤں میں بھرے اور
 کچن کی جانب چل دی۔ وہ تینوں گھبرا کر اس کے تعاقب میں بھاگی تھی مگر اس وقت تک
 وہ چولہے کی آگ جلاتے پہلا سوٹ اس آگ میں پھینک چکی تھی۔ عقیفہ نے ساکت
 نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو قدرے دلچسپی سے اب ایک ایک کر کے ساعے سوٹ
 جلانے کا ارادہ رکھتی تھی۔

"عقیفہ چھوڑ اسے اتنے مہنگے کپڑے ہیں تو نہیں پہن سکتی تو میں ان دونوں۔"

کوئی نہیں پہنے گا کوئی بھی نہیں نا میں اور نا ہی میری بہنیں میں کسی کی بھی حرام"
 کمائی سے لایا گیا سوٹ ان کے وجود پہ جانے ہی نہیں دوں گی میری بات آپ ذہن
 "نشین کر لیں۔"

وہ ان کی بات کو درمیان میں کاٹتے حلق کے بل دھاڑی۔ صفیہ نے دہل کر اس کی
 جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نی چھائی ہوئی تھی مگر لہجہ ہنوز سرد تھا۔ ان کے
 وجود میں بھی کپکپی سی دوڑ گئی۔

ایسا مت کر عفیہ تو میری بات کو تحمل سے سن اور سمجھ یہ درست نہیں ہے۔ تیرا ابا"
 "اس رشتے سے بہت خوش ہے۔"

وہ منت کرنے والے انداز میں بولی۔

وہ اس رشتے سے خوش نہیں ہے وہ اس ڈیل سے خوش ہیں۔ وہ مجھے بچ رہے ہیں"
 اماں اچھے خاصے داموں میں وہ اپنی اولاد کو چند پیسوں کی خاطر قربان کرنے جارہے
 "ہیں۔"

وہ پاگلوں کی طرح بڑبڑائی تھی معاً اس کی نگاہ کچن کے دروازے پہ ایستادہ نعیم کی جانب اٹھی جو شرمندہ شرمندہ سے نظریں جھکائے کھڑے تھے۔

"نعیم تو ہی کچھ بول۔ یہ دیکھ کیا بلو اس کر رہی ہے۔"

وہ ان کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔ عقیفہ نے تاسف سے ان کی جانب دیکھا جن کا بیٹا بننے کی خواہش اس کے دل میں کس قدر شدت سے اجاگر ہوئی تھی مگر انہوں نے کیسے سب ختم کر دیا تھا۔

ان سے کیا پوچھ رہی ہیں اماں یہ سب انہی کی تو مرہونِ منت ہے۔ براہمہرابی یہ باتیں "چھیڑ کر زخموں کو مت تازہ کیجیے یقین کریں ان میں خون رسنا جلد بند نہیں ہوتا اور پھر "تکلیف پورے وجود میں سرایت کر جاتی ہے۔ برداشت نہیں ہوتی۔

وہ ان کے آگے ہاتھ جوڑتی ملتجیانہ لب و لہجے میں بولتی کھانستی ہوئی کچن سے باہر نکل گئی کیونکہ کپڑے جلنے کی بدولت گھر میں اچھا خاصہ دھواں بھر گیا تھا۔ ان تینوں کو بھی اس بدولت تاخیر ہو گئی تھی۔

"منال نوال تیاری پکڑو میں بس اپنا بیگ لے کر آرہی ہوں۔"

وہ ان دونوں کو تاکید کرتے کمرے کی جانب بڑھ گئی کچھ لمحوں کی توقف کے بعد وہ جوں ہی کمرے سے باہر نکلی وہ دونوں جوں کے توں کھڑے ہوئے تھے۔

اور ایک آخری بات مجھے وداع کرنا ہے تو ان رنگ برنگے کپڑوں کی بجائے سفید رنگ کے "اکفن کا انتظام کیجیے کیونکہ اس گھر سے میری ڈولی نہیں بلکہ جنازہ اٹھنے والا ہے۔"

وہ سفاکی سے ان دونوں کی سماعتوں میں صور پھونکتی ہوئی ان دونوں کو ساتھ لیتی خارجی دروازہ عبور کر گئی۔ ان کے جاتے ہی نعیم ڈھے جانے والے انداز میں زمین پہ گرنے والے انداز میں بیٹھا تو صفیہ نے اسے سہارہ دیا تھا۔ چند دنوں میں ہی جیسے صدیوں کی تھکن اس کے چہرے پہ آسمانی تھی۔

"آپی آپ ایسا کیوں کر رہی ہیں پلیز ایسا مت کریں نا۔"

نوال اس کے ساتھ قدم ملاتے ہوئے بھرائے لہجے میں بولی۔ منال نے بھی ذور و شور سے اس کی تائید میں سر ہلایا تھا۔

کیا ناکروں اس سے شادی سے انکار کردوں اور اس کا راستہ تمہارے لیے صاف کردوں"

"نہا کہ وہ درندہ کچھ بھی کرتا پھرے۔"

وہ سنجیدگی سے بولتے سوالیہ انداز میں مہنویں اچکا گئی۔ ان دونوں نے خاموشی سے چہرہ جھکایا تھا۔

آپی وہ کچھ بھی کرے مگر آپ کیوں ہماری خاطر اپنی جان جو کھوں میں ڈال رہی ہیں وہ"

"بہت برا ہے آپی۔"

اب کی بار منال روتے ہوئے بولی۔ عقیفہ نے چلتے چلتے آنکھیں میچی تھی۔

نیں جو بھی کروں تم دونوں کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ چھوٹی ہونا تو اسی"

لیے خاموشی اختیار رکھو اور آئندہ ایسی بکو اس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پڑھائی کی عمر ہے پڑھائی کرو بس۔ فضول بے لگام سوچوں کو سر پہ حاوی کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

انہیں کالج تک چھوڑتے وہ ہنوز ان لوگوں کو تاکید ہی کر رہی تھی۔ ان دونوں نے شکوہ کناں نگاہوں سے ان کی جانب دیکھتے اثبات میں سر ہلایا اور کالج کا داخلی دروازہ عبور کر گئی۔ ان کے اندر جاتے ہی عقیفہ نے عجلت میں اب بس سٹاپ کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ پہلے ہی وہ اچھی خاصی تاخیر کر چکی تھی آج۔

"پہلا لیکچر بھی گزر گیا ہوگا آج تو۔"

وہ اپنی پیشانی مسلتے بڑبڑانے والے انداز میں بولتی بے دھیانی میں آگے کی جانب بڑھ رہی تھی معاً سامنے سے آتے وجود سے ذور دار تصادم کی بدولت وہ بری طرح لڑکھڑا کر زمین بوس ہوئی۔ موبائل ہاتھ سے چھوٹتے سڑک پہ ایک جانب گر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا موبائل تھامتی اسی شخص کا بھاری پاؤں اس کے موبائل کے عین اوپر آتے اس کی سکرین کو چکنا چور کر گیا۔ وہ مسلسل اس کے موبائل کو پیروں کی مدد سے مسل رہا تھا۔ عقیفہ نے صدماتی کیفیت میں جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے اس کی جانب دیکھا جہاں ایک آنکھ پہ پٹی باندھے یا سر کھڑا شیطانیات بھری نگاہوں سے اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ عقیفہ کی آنکھوں میں ناگواری پھیل گئی البتہ دل بے ساختہ سکڑ کر پھیلا۔ اس نے

بھیگی نگاہوں سے زمین پہ گرے اپنے ٹوٹے کو موبائل کو دیکھا تھا جو اب اس کا واحد سہارہ تھا مگر اس شخص نے وہ بھی اس سے چھین لیا تھا۔ اشتعال کی ایک شدید لہر اس کے وجود میں کوندی۔ وہ ایک جھٹکے میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرا موبائل توڑنے کی جاہل انسان"

اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ یاسر کے چہرے پہ نشان چھوڑتا اس نے ایک جست میں اس کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیتے مڑور دیا۔ عقیفہ جو شرابار نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی ایک دم کراہ کر رہ گئی۔ آنکھیں تکلیف کی شدت سے پل بھر میں بھگی تھیں۔

"ابھی تو صرف موبائل توڑا ہے بہت جلد تجھے بھی توڑ دوں گا ختم کردوں گا تجھے بھی۔"

وہ اس کے کان میں سفاکی سے سرگوشی کرنے والے انداز میں بولا۔ عقیفہ کا دل ڈر کے مارے اچھل کر حلق میں آگیا۔

یاسر ہاتھ چھوڑو میرا ورنہ میں تمہاری دوسری آنکھ بھی پھوڑ دوں گی پھر تمہارے جیسا اندھا"
"صرف بھیک مانگنے کے کام آئے گا۔"

وہ مزاحمت کرتے ہوئے بھی اپنی زبان کے تیر چلانے سے باز نہیں آرہی تھی اور یہی چیز اسے مزید اشتعال میں مبتلا کر رہی تھی۔

اس آنکھ کو پھوڑنے سے قبل ہی میں تیرے وجود پہ برتری حاصل کر لوں گا پھر یہ جو"
"تیری انا اور جو اس مازعم ہے ناسب چکنا چور ہو جائیں گے۔"

وہ تمسخرانہ انداز میں بولتے قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ اس کی بے ہودہ گفتگو پہ عقیفہ نے اپنی
میچی آنکھوں کو کھولا اور مدد کے لیے بے ساختہ اطراف میں نگاہیں دوڑائی مگر صبح صبح کا
وقت ہونے کی بدولت سرک پہ زیادہ لوگ نہیں تھے۔ اس کاشت سے جی چاہا شدت
سے پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ اس شخص نے اس کی زندگی شادی سے قبل ہی جہنم بنادی
تھی شادی کے بعد وہ تو بالکل ختم ہو جائے گی۔ ابھی وہ یہی سب سوچنے میں مصروف
تھی کہ اسی دوران اپنے ہاتھ پہ لگنے والی بھاری چیز سے اس کے لبوں سے ایک دلخراش

چیخ بلند ہوئی لگے ہی لمحے یاسر کی گرفت اس کی کلائی پہ ڈھیلی پڑی تھی۔ اس نے گھبرا کر اس کی جانب دیکھا جو اپنے ہاتھ پہ بنے سرخ دھبے کو بغور دیکھ رہی تھی۔ شاید کہی سے اسے پتھر لگا تھا۔ جلن کے باعث اس کی آنکھیں بھی جلنے لگی۔ یاسر نے گھبرا کر اس کی جانب دیکھا معاً اس کی آنکھوں میں بے بسی دیکھ وہ کھل کر ہنس دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں یہی ہلکورے کھاتا درد اسے سکون فراہم کرتا تھا۔ عقیفہ نے اس کی پھوٹی ہوئی آنکھ کو ایک نظر دیکھا اور لگے ہی لمحے زمین سے پتھر اٹھاتے اسی آنکھ کو نشانے پہ لیا تھا۔ اس کی حرکت پہ وہ تڑپ کر رہ گیا اور مغلظات بکنے لگا۔ وہ مسلسل چیخ و پکار کر رہا تھا اور عقیفہ مزے سے اس کی حالت سے حظ اٹھا رہی تھی۔ اپنے ہاتھ میں بھی اچھی خاصی جلن تھی مگر فالوقت اس سے بچنے کا ایک واحد طریقہ یہی تھا کہ اسے اذیت پہ ہی اذیت دی جاتی۔

شکر کرو تمہاری دوسری آنکھ نہیں پھوڑی۔ تمہاری زندگی میں اگر میں آئی تو اسے جہنم سے " بھی بدتر کردوں گی تمہارے لیے۔

وہ اپنا بیگ کندھے پہ لٹکاتے ہوئے قبر برساتے لہجے میں بولی اور اس کے ہاتھ میں موجود اسی کا موبائل کھینچا تھا۔

آج سے اسے بھول جاؤ۔ میں اپنا نقصان کرنے والوں کو کبھی نہیں بخشتی بلکہ لگے ہی "سیکنڈ اسی سے بھرپائی کروانا بھی جانتی ہوں۔"

وہ تنفر بھرے لہجے میں بولتی رعونت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتے تن فن کرتے وہاں سے آگے کی جانب بڑھ گئی جبکہ یاسر اسے یوں موقع سے فرار ہوتا دیکھ چیختا چلاتا رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ لڑکھڑاتے قدموں سمیت اس کے تعاقب میں تیزی سے قدم بڑھاتا عین اسی لمحے ایک سفید رنگ کی وین اس کے نزدیک آکر کی تھی۔ اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جہاں سے تین چار نقاب پوش ہاتھ میں پستول تھامے اسی کی جانب آرہے تھے۔ یاسر کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ ان میں سے دو نے آکر اس کے بازوؤں کو سختی سے جکڑتے گاڑی میں دھکیلنا چاہا جبکہ تیسرے نے اس کے ماتھے پہ گن لوڈ کی ہوئی تھی۔ یاسر کی ہوا تو اچھی خاصی ٹائٹ ہو چکی تھی۔

"کوئی ہے مجھے بچاؤ۔ بچاؤ مجھے۔"

وہ مسلسل چیخ و پکار کرتے خود کو ان کی گرفت سے آزاد کرنے کی سعی کر رہا تھا مگر لگے ہی لمحے اپنے چہرے پہ پڑنے والے زناٹے دار تھپڑ سے اس کی زبان کو اسی لمحے بریک لگی۔ اس نے سہمی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جن کی صرف آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں۔

تجھے بچانے تو اب قبر سے تیرے ماں باپ ہی آئیں گے اور تجھے بھی واپس اسی قبر "میں لے جائیں گے۔"

وہ اس کی پشت پہ ایک ٹانگ رسید کرتے چیخ کر بولا۔ دوسرے آدمی نے اس کی گدی پہ کھینٹ کر ایک چماٹ رسید کی تھی جبکہ تیسرا اس سارے منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"تم لوگ ہو کون مجھے جانے دو میں بہت شریف سا آدمی ہوں۔"

وہ مصالحتی لب و لہجے میں بولا۔ ان سب نے بیک وقت مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"تیرے ساتھ چھم چھم کھیلنا ہے ہم نے الے الے میلا بابو۔"

وہ آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولا۔

"اور تیری شرافت تو ہم ایسی نکالیں گے کہ تیری سات نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔"

اس میں سے ایک شخص اس کے منہ پہ کلوروفوم سے لدا رومال رکھتے ہوئے مزے سے بولا۔ لگے پانچ سیکنڈ میں ہی اسے اس کی حسیات گم ہوتی محسوس ہوئی۔ اس کی گردن ایک جانب کو لڑھک گئی تھی۔ اس کے بعد ان سب نے آپس میں خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا اور وین آگے کی جانب بڑھادی تھی۔ وین دھول اڑاتی سرک کی حدود کو پار کرتی چلی گئی۔

لیسٹ آباد کی سرزمین پہ بھی سوگواری سی چھائی ہوئی تھی۔ موسم روز کی بانسبت گرم سا تاثر پیش کر رہا تھا۔ بارش کا نام و نشان تک نہیں تھا البتہ آسمان پہ چمکتا سورج پوری آب تاب سے چمک رہا تھا اور اسی سورج کی کرنیں تیزی سے بڑی حویلی کی حدود میں پڑتی زمین پہ اس کا سایہ بنا رہی تھی۔ آس پاس موجود قد آور درخت بھی بالکل ساکت تھے۔ کچھ دیر

کی ہوا چلتی اس کے بعد ویسی ہی خاموشی کا راج ہوتا جیسے وہ بھی اس کے غم میں برابر کی شریک تھی۔ وہ باغ میں اپنی پسندیدہ جگہ پہ بیٹھی تالاب میں اپنے دودھیا پاؤں ڈالے یک ٹک پانی میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ سوچوں کا محور صرف شہرام خان کی ذات تھی جس کی ذات سے وہ منسلک تھی۔ جب جب وہ اس کے بارے میں سوچتی تھی جب جب دل میں بے تحاشہ درد اٹھتا تھا۔ وہ اتنا سرد مزاج کیوں تھا کیا وہ اسے پسند نہیں کرتا تھا یا پھر سب کے ساتھ ہی اس کا رویہ ایسا تھا۔

"مگر مجھ میں اور سب میں کچھ تو فرق ہو گا نا۔"

اس کے دل نے اس کی سوچوں پہ بری طرح پانی پھیر دیا۔ وہ آنکھوں کو سختی سے میچتے اپنے وجود کے گرد لپٹی چادر درست کرنے لگی۔ آج پر خہ بھی کالج گئی تھی ورنہ وہ یوں یہاں تنہا نہ ہوتی کبھی بھی۔ وہ اس کے دکھ سکھ کی ساتھی تھی جس سے وہ اپنے دل کی ہر بات کر لیا کرتی تھی۔

امارے کو یہ سب کچھ بہت پسند ہے شہرام خان۔ یہ پہاڑیہاں کی ٹھنڈی ہوائیں یہ "درخت یہ تالاب یہ باغ اس باغیچے میں مہکنے والے پھول مگر اس سب کیلئے تمہارا ساتھ "ہونا ایک لازمی شرط ہے۔

وہ دھیمے لہجے میں اس سے مخاطب تھی جو سرے سے یہاں تھا ہی نہیں۔ غنچہ نے تو کہا تھا کہ وہ جلد ہی لوٹنے والا ہے کیونکہ خان بابا کا حکم ہے مگر یہاں تو ایسے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ کیا اس کا انتظار اس بار بھی انتظار ہی رہنے والا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ ان بے لگام سوچوں کے یلغار میں بہتی چلی جاتی باہر گاڑی رکنے کی آواز پہ اس کی حسیات ایکدم چوکنا ہوئی۔ سوچوں کا تسلسل کسی کانچ کے ٹکڑے کی مانند بری طرح ٹوٹا تھا۔ اس نے جھٹکے سے رخ موڑتے دوسری جانب دیکھا مگر وہاں سے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اپنے پاؤں تالاب سے نکالتے اس نے سرعت سے چپل پیروں میں اڑسی اور بھاگنے والے انداز میں حویلی کے داخلی دروازے کی جانب بڑھی تھی مگر وہاں سے آتی شخصیت کو دیکھ اسے اس حویلی کی عمارت اپنے وجود پہ گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ ایکدم بے یقینی کی کیفیت میں لرکھڑائی تھی مگر اگلے ہی لمحے اس نے بغیر اس کی نظروں میں

آئے بغیر خود کو پلر کی اوٹ میں کر لیا تھا تاکہ اچھی طرح اس کا دیدار کر سکے جس وجود کیلئے وہ دن رات ترسی ہے اس کو یوں ہی بیٹھ کر گھنٹے گھنٹے تنکے کی خواہش اس کی تھی وہ کیونکر نا پوری کرتی۔

"خان بابا لالہ آگئے۔ خان بابا۔ مورے دیکھیں امارے لالہ آگئے۔"

پرخہ کی شوخ آواز پہ پشمنہ کے لبوں پہ ایک بھگی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھی شاید وہ واپس لوٹتے ہوئے اسے کالج سے لے کر گھر پہنچا تھا۔ ابھی بھی اس کا چہرہ کیسا بے تاثر تھا۔ اب وہ خان بابا کے سینے سے لگ رہا تھا مورے کبھی اس کا ماتھا چومتی تو کبھی اس کے ہاتھ جیسے یقین کرنا مشکل فعل ہو۔

"ہمیں پوری امید تھی کہ تم واپس ضرور لوٹو گے شہرام خان۔"

واقدار یوسف ذئی مغرورانہ لہجے میں اترا کر بولے۔ شہرام نے سپاٹ نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا تھا۔

"مجھے بھی خود سے یہی امید تھی کہ ہم آپ کی بات نہیں ٹال سکتے خان بابا۔"

وہ بھاری لہجے میں بولتے ان سب کو مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔ برتختہ نے ڈھیر ساری مرچیں منگواتے اس کے اوپر سے واری اور پیسوں کو اس کے اوپر سے گزارتے ملازم کو کسی غریب کو دینے کی سختی سے تلقین کی تھی۔ وہ سب اسے لیتے اندر کی جانب چلے آئے۔ پشمنہ نے بھی گہرا سانس بھرتے خود میں ہمت مجتمع کرتے قدم اس کے قدموں کے نشان پہ رکھتے اندر کی جانب بڑھائے تھے۔ اس کا وجود سرشار سا تھا۔ آس پاس تتلیاں سی منڈلا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے ہر اٹھتے قدم کے ساتھ جھوم جھوم کر اس کی آمد کا اعلان کرتی۔

"آج تو آپ بہت خوش ہونگی نا باجی آج لالہ جو واپس لوٹ آئے ہیں۔"

پر خہ اسے ٹھوکا مارتے ہوئے بولی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ پشمنہ نے اسے آنکھیں دکھاتے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

ام تو بہت خوش ہیں مگر تمہارے لالہ کا نہیں معلوم امارے کو نا جانے وہ اتنے سنگدل "کیوں ہیں۔"

وہ ناراض لب و لہجے میں بولی۔ پرخہ نے تسلی دینے والے انداز میں اس کے شانے پہ ہاتھ جمایا۔

لالہ کی آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ خان بابا ہیں نا خود ہی انہیں سیدھا "اکر لیں گے وہ وہسے بھی بابا کی کوئی بات نہیں ٹالتے۔"

وہ جتانے والے لہجے میں بولی۔ پشمنہ کو بس ایک اسی بات کی تو تسلی تھی تبھی خوشی خوشی اثبات میں سر ہلاتے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ اندر جاتے ساتھ ہی وہ ایک نظر جی بھر کر اسے دیکھتے باروچی خانے کی جانب بڑھ گئی۔ خان بابا سے باتوں میں مصروف شہرام نے فقط ایک سرسری سی نگاہ اس کی پشت پہ ڈالتے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"تم جانتے ہو نا ہم نے کس کام کیلیے تمہیں یہاں بلایا ہے شہرام خان۔"

پشمنہ نے پانی کا گلاس جوں ہی اس کی جانب بڑھایا و قد ار یوسف ذئی کی برخستہ بات پہ اس کا ہاتھ کپکپا کر رہ گیا۔ اس نے ایک نظر غنجہ کی جانب دیکھا جو اسے آنکھوں کے راستے سے تسلی دے رہی تھی۔ وہ اسے گلاس تھماتے ایک جانب ہو گئی۔

خان بابا ہم نے ہمیشہ سے آپ کے تمام فیصلوں کی دل سے قدر کی ہے مگر یوں ہمیں "اچانک یہاں بلانا مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔"

وہ چہرہ جھکائے خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بٹھاتے ہوئے بول رہا تھا۔ دالان میں ہنوز خاموشی کا راج تھا بس ان دونوں کی بھاری مردانہ آوازیں یہاں گونج رہی تھیں اور باقی سب سننے پہ مجبور تھے۔

"مقصد بھی تم اچھے سے سمجھتے ہو بس اسے ماننا نہیں چاہتے شہرام۔"

وہ سرد لہجے میں گویا ہوئی۔ وہ ان کی بات پہ تمسخر سے ہنسا تھا۔

جب آپ سب کچھ جانتے ہیں تو پھر مجھے مجبور کرتے کا کوئی جواز نہیں تھا خان بابا مگر "آپ نے میری زندگی کو ٹکروں میں تقسیم کر دیا ہے میں اپنی زندگی کے جس موڑ پہ جاتا ہوں مجھے اس موڑ وہی ٹوٹا بکھرا ایک ٹکرا ملتا ہے اور میں وہی تھم جاتا ہوں۔"

وہ قہر برساتے لہجے میں بولا۔ اس کے بعد چند ساعتوں تک موت سے سناٹے کا راج تھا۔ پشمنہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے سختی سے غنجہ ہاتھ تھامتے خوفزدہ نگاہوں سے پرتختہ کی جانب دیکھا تھا۔

تمہارے پاس انکار کا کوئی جواز نہیں ہے اماری بات ماننا ہی تمہاری زندگی میں شامل ہے " "بس۔ اس کے بعد کی کوئی بات نہیں ہوگی۔

وہ کھردرے لہجے میں بولتے بہت کچھ اس پہ واضح کر گئے تھے۔ شہرام نے سختی سے آنکھوں کو میچا تھا۔

ماتھے کی رگیں ابھر کر نمایاں ہو چکی تھی۔

"جانتا ہوں بہت اچھے سے۔"

وہ بے تاثر لہجے میں بولتے خان بابا کو مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔ انہوں نے فاتحانہ نگاہوں سے ان سب کی جانب دیکھا جن کی سانس بحال ہوئی تھی۔

تم جانتے ہو نوفیل نے کیا حرکت کی ہے ہمارے خاندان کی عورتوں کے ساتھ۔ ہماری " عزت جس پہ آج تک کسی نے غلط نگاہ ڈالنے کی جرأت نہیں کی وہ شخص بیچ چوراہے پہ کھڑا ہو کر ہماری عورتوں کو دھمکیاں دے رہا ہے وہ بھی گھٹیا غلیظ تو کیونکر خاموش رہیں اور ایک اور بات تمہیں گیڈر مخاطب کر رہا تھا کہ تم اپنی عزت کو یوں سرعام یہاں چھوڑ کر "خود فرار ہو چکے ہو۔"

خان بابا اکسانے والے لہجے میں بولے تاکہ وہ بھرک اٹھے مگر وہ دانت پہ دانت جمائے سختی سے وہی بیٹھا رہا۔ ماتھے کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھیں۔

خان بابا اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے اور نا ہی مجھے کوئی فرق پڑتا کون کسے کیا بول " رہا ہے اور کیا نہیں۔ فرق آپ کو پڑتا چاہیے کیونکہ آپ کے پیچھے سے اس گھر کی عورتیں تن "سننا حویلی سے باہر قدم نکال رہی ہیں۔ مورے بھی ساتھ جاسکتی تھیں ان کے۔"

وہ سرد و سپاٹ انداز میں بولتے ان کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار کروا گیا۔ خان بابا نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا مگر باقی خواتین پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"خاناں اس بات کو یہی ختم کرتے ہیں نا۔"

برہنہ بات بڑھنے کے خوف سے نرم لہجے میں بولی۔ انہوں نے اشتعال آمیز نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا تو وہ خاموشی سے چہرہ جھکا گئی مبادہ سب کے سامنے وہ انہیں ہی بے عزت نا کر دے۔ خان بابا غصے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

سن رہی ہیں آپ اس کی بکو اس یہ میرے سامنے کس طرح مخاطب ہے۔ میری ہر بات "کا جواب کس طرح دے رہا ہے جس کی زبان کو میرے سامنے فقل لگا ہوتا تھا آج وہ ہی زور و شور سے چل رہی ہے اور اسے فرق نہیں پڑتا کیوں نہیں فرق پڑتا سب سے زیادہ "فرق اسے ہی پڑتا چاہیے کیونکہ عزت ہے پشیمینہ اس گھر کی۔"

وہ دھاڑ کر بولتے ہانپ اٹھے مگر وہ ہنوز دیوار پہ نظریں جمائے کھڑا تھا۔ اس کے اندر ایک لاوا سا ابل رہا تھا وہ کسی بھی وقت پھٹ سکتا تھا۔

"ادھر آئیں پشمنہ بیٹی۔"

انہوں نے غنجہ کے ساتھ لگی تھر تھر کانپتی پشمنہ کو مخاطب کیا۔ ان کے بلانے پہ وہ حلق تر کرتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے نزدیک گئی تھی۔

دیکھو یہاں شہرام خان۔ دیکھو بیوی ہے یہ تمہاری جسے تمہارے ساتھ ایک عزت بھرے "محرم رشتے میں باندھا گیا ہے۔ جس کا خیال کرنا تمہاری ذمہ داری ہے جس کی خواہشات کا احترام کرنا تمہارا فرض۔ جو اپنی ذمہ داریوں سے بھاگتے ہیں نا شہرام انہیں ہم پھٹان تو قطعی نہیں تسلیم کریں گے وہ سراسر ڈرپوک کہلائے جائیں گے کیونکہ پھٹان اپنی ذمہ داریوں سے بھاگتے بالکل نہیں بلکہ ڈنکے کی چوٹ پہ اس کا سامنا کرتے ہیں اپنی عزتوں کو یوں "بے مول نہیں ہونے دیتے۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے اس کی ذات کے پرچے اڑا گئے تھے۔ اس نے لہو رنگ نگاہوں سے خان بابا کی جانب دیکھا جن کے اندر سے آج غصے کا لاوا ابل رہا تھا۔ پشیمینہ ہنوز چہرہ جھکائے سسک رہی تھی۔

خود کو پھٹان ثابت کرنے کیلئے اب کونسا امتحان لیں گے آپ میرا خان بابا۔ رہی بات "میری عزت کی تو اپنی عزتوں کی حفاظت کرنا مجھے بخوبی آتا ہے۔"

وہ برفیلے لہجے میں بولا۔ ان کی لڑائی طوالت بخشی جا رہی تھی۔ ان سب نے گھبرا کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

رخصتی کرنی ہوگی تمہیں ایک بھی دن کی تاخیر کیے بغیر۔ کل ہی پشیمینہ کی رخصتی ہوگی "تمہارے ساتھ اس کے بعد وہ مکمل طور پہ تمہاری بیوی کہلائے گی شہرام خان پھر ہم "مانیں گے کہ تم اصل پھٹان ہو۔"

وہ اس کی سماعتوں میں صور پھونکتے ہوئے بولے۔ اس نے بے یقینی کی کیفیت میں خان بابا کی جانب دیکھا تھا۔ باقی سب کی حالت بھی کچھ الگ نہیں تھی۔ ناجانے شہرام کو

کیا ہوا تھا لگے ہی لمحے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور غائب الدماغی کی کیفیت میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس نے خود پہ لیٹی چادر کو ایک جھٹکے سے ایک شانے سے اتارتے گھٹن کا احساس کم کرنا چاہا تھا۔ سب بے چین نگاہوں سے اس کی پشت کو تکتے رہ گئے۔ اپنی اس بے قدری پہ پشیمینہ کی آنکھ سے ایک مول آنسو ٹوٹتے اس کے گال پہ جذب ہوا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے چہرے پہ بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں۔"

وہ جوں ہی غصے سے بے حال کلاس روم میں داخل ہوئی عذاب نے حیرت سے اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر استفسار کیا۔ عقیفہ نے سرعت سے اپنے حواس بحال کیے تھے۔

"نہیں کچھ نہیں بس ایسے ہی آج دیر سے اٹھی تھی نا تو بس نیند نہیں پوری ہوئی۔"

وہ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولی تو سب نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا مگر لگے ہی لمحے وہ سب اس بات کو سرے سے جھٹک گئی تھی کیونکہ اب عقیفہ قدرے نارمل ہو چکی تھی۔

"عقیفہ کسی تمہارے گھر والے بھی تمہاری شادی تو نہیں کروا رہے۔"

فارس کی شوخ آواز پہ عقیفہ کے چہرے پہ ایک سایہ سا لہرایا۔ اس نے حلق تر کرتے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا جو مزے سے بھنویں اچکا رہا تھا۔ وہ بمشکل مسکراتی نفی میں سر ہلا گئی۔

اچھا مجھے ایسا محسوس ہوا کیونکہ ہمارا بادی بھی ایسے ہی سویا مرا رہتا ہے سارا سارا دن " "کیونکہ اس کے گھر والے بھی اس کی شادی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

اس کی بات پہ جہاں سب نے صدماتی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا وہی بریزہ کے حلق میں ذبردست قسم کا پھندا لگا۔ مسلسل کھانستے اس کا چہرہ بے حال ہو گیا۔ مریم نے سرعت سے پانی کی بوتل اس کی جانب بڑھائی جسے وہ ایک ہی سانس میں چڑھا گئی۔

"لو اب تم یہ کہ دینا کہ میرے گھر والے بھی میری شادی کر رہے ہیں۔"

ارتضیٰ بریزہ کی جانب دیکھتے تلملا کر بولا جس کی حالت اشارہ تو اسی جانب کر رہی تھی مگر یہ اس کا دل جانتا تھا کہ اس کی یہ حالت کیوں ہوئی ہے۔

"بکو اس بند رکھو اپنی تم لوگوں کا بس نا چلیں ایک ہی دن سب کے نکاح کروادو۔"

بریزہ جھنجھلا کر اس کی جانب پین اچھالتے ہوئے بولی۔ عقیفہ نے ایک طائرانہ نگاہ پوری کلاس میں گھمائی جہاں پریسہ کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

"پری نہیں آئی آج۔"

اس کی پریشان آواز پہ اب سب کے سب اس کی جانب متوجہ ہو چکے تھے۔

کل تمہارے سامنے ہی شاید اس کا بی پی لو کر گیا تھا اس کے بعد کسی سے بھی بات "نہیں ہو سکی تھی اس کی۔ شاید طبعیت ابھی بحال نا ہوئی ہو تبھی نہیں آئی۔"

فارس سنجیگی سے گویا ہوا۔ عقیفہ نے تفکر سے اس کی جانب دیکھا۔ گھر جاکر وہ اپنی پریشانیوں میں گھلتے اس بات کو تو فراموش ہی کر گئی تھی۔

میرے خیال ہمیں اس لیکچر کے بعد اس کے گھر چلنا چاہیے آؤنگ کی آؤنگ ہو جائے"
 "گی اور اس کا پتہ بھی لے لیں گے۔"

ہادی نے متانت سے ان سب کو مشورہ کیا تو فارس اور ارتضیٰ نے معنی خیز نگاہوں سے
 اس کی جانب دیکھا۔ ہادی کا شدت سے جی چاہا کہ ان کی آنکھیں نکال دے۔

"ہاں اور ساتھ کچھ ٹھوس بھی لیں ہے نا یہ تو تیرا لازمی فعل ہے۔"

ارتضیٰ اس کی کمر پہ جھانپڑ رسید کرتے ہوئے بولا تو وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ اس
 سے قبل کہ وہ مزید کچھ بولتا کلاس میں نئے سر کی آمد پہ ان سب نے چونک کر ایک
 دوسرے کو دیکھا تھا۔

"سر سے پوچھ ہاں کونسا مہینہ لگا ہوا ہے۔"

ارتضیٰ فارس کے کان میں جھکتے ہوئے سرگوشی کرنے والے انداز میں بولا۔ جواباً اس نے
 گھورتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ اب وہ روسٹروم پہ کھڑے ہوتے اپنا تعارف
 کروا رہے تھے اور وہ سب سننے پہ مجبور تھے۔

چلیں جی میر تعارف تو ہو گیا اب آپ سب باری باری اپنا تعارف کروائے اور اس متعلق "

"بھی بتائیں کہ آپ سب اس فیلڈ میں کیوں آئے؟

وہ اٹینڈنس رجسٹر بند کرتے سوالیہ نگاہوں سے سب کو دیکھتے ہوئے بولے جواباً سب نے

باری باری اپنا تعارف کروانا شروع کر دیا۔ عناب کی باری آتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی

ہوئی۔

"جی بتائیں آپ کا اس فیلڈ میں آنے کا مقصد اور شوق کیا کیا ہیں آپ کے۔"

سر شوق تو بچپن سے ایک ہی ہے ہیومی بائیکس کا مگر گھر والوں کی دھکم پیل کی بدولت "

"اس ڈیپارٹمنٹ میں آگئی اور آج تک یہ جان نہیں پائی کہ یہاں میں کیوں آئی ہوں۔

وہ مصنوعی آہیں بھرتے ہوئے بولی تو پروفیسر اسے دیکھ کر رہ گئے جو کس قدر دھڑلے

سے یہ بات کر رہی تھی۔ انہوں نے تاسف سے نفی میں سر ہلاتے فارس کو کھڑے ہونے

کا اشارہ کیا تھا۔

"اس فیلڈ میں کیوں آئے ہیں آپ۔"

وہ پین انگلیوں میں دباتے ہوئے سنجیگی سے گویا ہوئی اور اپنا چشمہ ذرا سا کھسکاتے ناک کی زینت بنایا۔

"شوق تھا سر جی بغیر شوق کے کون ایسی گھٹیا فیلڈ چوز کرتا ہے۔"

وہ بظاہر مسکراتے لہجے میں بولا لیکن اس کے لہجے میں ایک کاٹ سی تھی۔

اچھا تو اس سے متعلقہ سنجیکس کے متعلق کچھ آگاہی دیں مجھے آپ۔ شوق تھا نا آپ کو۔
"تو لازماً معلوم ہوگا۔"

وہ نرمی سے مسکرا کر بولے۔ فارس نے سنجیگی سے ان سب کی جانب دیکھا کیونکہ اب وہ برا پھنسا تھا۔

"یہ تو معلوم ہی نہیں سر مجھے۔"

وہ سر کھجاتے ہوئے نا سمجھی سے گویا ہوا۔ پروفیسر سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئے۔

"اچھا خیر آگے کے کیا پلینز ہیں۔"

وہ ایک بار پھر سے اسے کڑے امتحان میں ڈال چکے تھے۔ فارس دل ہی دل میں کڑھ کر رہ گیا۔

"سریہ بھی نہیں معلوم مجھے۔"

اب کی بار انہوں نے چشمہ اتارے روسٹرم پہ رکھا اور پیشانی پہ شکنیں سجائے اس کی جانب دیکھا جو ان سب باتوں کے باوجود کس قدر پرسکون تھا۔

"یہ کیسا شوق ہے محترم آپکا جس کا آپ کو کچھ پتہ ہی نہیں۔"

وہ غصیلے لہجے میں بولے۔ یا تو یہ لڑکا انہیں پاگل بنا رہا تھا یا ان کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا۔

"سر تصحیح کر لیں شوق نہیں گھٹیا شوق۔"

وہ مسکراتے لہجے میں بولا تو پوری کلاس میں فلک شگاف قہقہے گونج اٹھے۔ انہوں نے روسٹروم غصے سے بجاتے ان سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اشتعال بھری نگاہوں

سے ان کی جانب دیکھا اگلے ہی لمحے سب کے دانت اندر جا چکے تھے۔ اسی دوران لیکچر کا اختتام ہوتے ہی وہ فارس کو زبردست گھوری سے نوازتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

"فارس تمہیں بے عزتی محسوس نہیں ہوتی۔"

عفیہ افسوس زدہ لہجے میں گویا ہوئی کیونکہ اس کے چہرے پہ شرمندگی کا کوئی تاثر موجود نہیں تھا بلکہ وہ تو خوشی خوشی سب سے شاباشی لے رہا تھا۔

جس دن میں نے اپنی بے عزتی پہ شرمندگی محسوس ہونا شروع ہو گئی نا اس دن اس "

"دنیا میں میرا آخری دن ہوگا۔"

وہ مزے سے بائیں آنکھ دبا کر بولا اور منہ میں چیونگم ڈالتے چبانے لگا۔

اب میرے خیال میں ہمیں پریسہ کے گھر چلنا چاہیے۔ امید ہی رکھ سکتے ہیں کہ وہ "

"ٹھیک ہو۔"

بریزہ گہرا سانس بھرتے ہوئے بولی تو سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا اور وہ سب ایک ساتھ باہر پارکنگ تک پہنچے تھے۔ فارس کی گاڑی میں ساری لڑکیاں جبکہ ارتضیٰ اور ہادی

اس کی بائیک پہ سوار تھے۔ تقریباً بیس منٹ کی مسافت طے کرتے وہ آفندی ہاؤس کی حدود میں شامل ہو چکے تھے۔ چوکیدار نے انہیں دیکھ ہی مسکراتے ہوئے گیٹ کھول دیا جانتے تھے کہ وہ سب پریسہ بی بی کے دوست ہیں۔ گاڑی سے نکلتے ہی وہ سب تو اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ فارس نے مسکراتے ہوئے گاڑی سے سامان نکالتے ان کی جانب بڑھایا تھا۔ انہوں نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا جو انہیں دیکھ کر بائیں آنکھ دباتے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ انہوں نے نم نگاہوں سے اس کی پشت کو تکتے اس شلپنگ بیگ کی جانب دیکھا جس میں سودا سلف کی دیگر اشیاء ساتھ پیسے رکھے ہوئے تھے وہ نم نگاہوں سمیت مسکرا دیے تھے۔

"اور بابا کیسے ہیں آپ۔"

ہادی کی چمکتی ہوئی آواز پہ انہوں نے سامان ایک جانب رکھتے انہیں سلیوٹ کیا تھا وہ بھی ان سب کی تقلید میں اندر کی جانب بڑھ گئے۔

"ہیلو آفندی واسیوں فارس شیخ از ہئیر۔"

اندر داخل ہوتے ہی لاؤنج کے وسط میں قدم رکھتے اس کی چمکتی ہوئی آواز لاؤنج کی فضا میں گونجی تو کچن سے نکلتی عافیہ نے خوشگوار حیرت سے ان سب کی جانب دیکھا۔

"ارے آپ سب یوں اچانک۔"

وہ مسکراتے لہجے میں بولتی ان کی جانب چلی آئی۔

"بس ہمارا اس خوبصورت خاتون کے دیدار کو جی چاہ رہا تھا۔"

فارس بائیں آنکھ دباتے محبت سے گویا ہوا۔

"آئی آپ کے ہاتھ کے آلو والے پرائٹھوں کا بھی دیدار چاہیے۔"

ارتضیٰ صوفی پہ جگہ سنبھالتے ہوئے دانت نکوستے ہوئے بولا تو سے ملتی عافیہ ہولے سے مسکرا دی تھی۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے ہماری پری بیمار ہو اور ہم سکون سے بیٹھ جائیں۔ اس کے بغیر تو "ہمارا چھوٹا سا آشیانہ ویران ہیں۔"

عفیہ محبت سے گویا ہوئی۔

"اچھا خیر یہ سب باتیں چھوڑو یہ بتاؤ کہ فلحال کیا لو گے چائے یا پھر جوس۔"

وہ نرمی سے گویا ہوئی۔ سب نے بیک وقت فارس کی جانب دیکھا جیسے سب جانتے تھے کہ وہ کیا بولنے والا ہے۔

"آئی یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے آفکورس چائے۔"

وہ شاہانہ لہجے میں بولتے صوفے سے پشت ٹکا گیا۔

"چائے کا دیوانہ۔"

مریم تاسف سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ فارس نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا اور اس کے قریب جھک گیا۔

اب میں تمہارا دیوانہ ہونے سے تو رہا۔ خیر میری ایک خواہش ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح سب چائے کا نشہ کرتے ہیں ویسے ہی کوئی میرا بھی نشہ کرے۔ اس کی رگ

"رگ میں صرف میں دوڑوں۔"

وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا تو سب نے حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس کی جانب دیکھا جس کا موڈ آج کل کچھ زیادہ ہی شاعرانہ ہو رہا تھا۔ عقیقہ اس دوران اپنی جگہ سے اٹھتی پریسہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی تاکہ اکیلے میں ہی اس سے کچھ باتیں کر سکے۔ زینے چڑھتے ہی اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اسے کہی دکھائی نہیں دی تھی۔ اس نے پیشانی پہ بل ڈالے پورے کمرے میں طائرانہ نگاہ دوڑائی۔ بیڈ کی چادر کی شکنوں سے صاف تھی اور کمرے میں بھی کسی ذمی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر کی جانب بڑھی تو ٹیس پہ کسی کی موجودگی کا گمان ہوا تھا۔ اس نے حیرت پہ قابو پاتے مسکراتے ہوئے قدم اس کی جانب بڑھائے تھے۔

"پری۔"

اس نے اس کے شانے پہ ہاتھ جماتے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا۔

"شہرام۔"

وہ جو اپنی گہری سوچوں میں غلطاں شہرام کے رویے کے متعلق سوچ رہی تھی دہل کر بولتی جھٹکے سے رخ اس کی جانب موڑ گئی مگر اپنے سامنے کھڑی عقیفہ کو دیکھتے وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔ عقیفہ نے سکتے کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں سے آنسو تواتر بہہ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ بے یقینی کی کیفیت میں پہلو میں آن گرے۔

"پری کیا کہا تم نے ابھی۔"

وہ سرسراتے لہجے میں بولی تو وہ سختی سے شرٹ کی آستین سے اپنے گالوں کو رگڑتی آنسو پونچھتے نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں کچھ بھی تو نہیں۔ تم کب آئی۔"

وہ بمشکل ہلکے پھلکے لہجے میں بولی۔ عقیفہ نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اب مسلسل نظریں چڑا رہی تھی چہرے کی رنگت سپید پڑ چکی تھی۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے پرسہ یہ شہرام سر کا نام تمہارے لبوں پہ کیوں۔"

وہ اس کا رخ جھٹکے سے اپنی جانب موڑتے سخت لہجے میں بولی۔ پریسہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا۔ اس نے بھیگی نگاہیں اس کی جانب اٹھائی لگے ہی لمحے وہ ضبط کے تمام پہرے خود پہ سے ہٹاتے اس کے سینے سے لگتے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ عقیفہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ اسے اپنی تمام حسیات مفلوج ہوتی محسوس ہوئی۔ پلیز پریسہ ایسا کچھ مت کہنا جو میں برداشت نہ کر پاؤں۔ پلیز میں پہلے ہی اس زندگی سے "عاجز ہوں۔" و

وہ اس کی پشت کو سہلاتے ملتجیانہ لب و لہجے میں بولی۔ پریسہ کے لبوں سے ایک سسکی بلند ہوئی۔

عقیفہ۔ سب ختم ہو گیا عقیفہ سب ختم وہ چلے گئے۔ چلے گئے مجھے چھوڑ کر میں نے "بہت منت کی تھی ان کی مگر وہ مجھے بارش میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ بہت برے ہیں بہت برے۔"

وہ اس کے دونوں ہاتھ تھامتی ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔ عقیفہ سن کھڑی اس کی باتیں سن رہی تھی جس کے لہجے میں ایک درد سا ہلکورے کھا رہا تھا۔ ایکدم وہ ہوش کی دنیا میں لوٹتے اسے بیڈ کی جانب لائی اود اسے بیڈ پہ بھٹاتے خود دوازنوں اس کے نزدیک جگہ سنبھال گئی۔

"اب بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے اور شروع سے لے کر آخر تک۔"

اس کے تنبیہی لہجے پہ پریسہ خود پہ قابو پاتے شروع سے لے کر آخر تک ایک ایک بات اس کی سماعتوں کی نذر کرتی چلی گئی۔ عقیفہ بغور اس کی جانب دیکھ رہی تھی جس کی آنکھیں مسلسل رونے کی بدولت سرخ اور سو جھی ہوئی تھی۔ وجود ابھی بھی ہچکولے کھا رہا تھا۔ پریسہ نے اپنی خالی ہتھیلی اس کی جانب پھیلائی۔

تم دیکھو نا اس میں کیا اس میں شہرام خان کے ساتھ کی لکیر ہے کیا وہ میری قسمت "

"میں لکھے ہیں کیا وہ مل جائیں گے۔"

وہ پاگلوں کی طرح اپنے ہاتھ اس کی جانب پھیلاتی ہوئی بڑبڑانے والے انداز میں بولی۔ عقیفہ کی آنکھ سے ایک بے مول آنسو ٹوٹتے اس کی گال پہ بہا جسے وہ کسی کے نظر آنے سے قبل ہی پونچھ گئی تھی۔

"ادھر دیکھو پریسہ۔"

عقیفہ کے تحکم بھرے لہجے پہ وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے کمرے میں نظریں گھمانے لگی مگر دروازے پہ ایستادہ وجود کو دیکھتے اس کی نگاہوں کے ساتھ ساتھ اس کے آنسو بھی ساکت ہوئے تھے۔ آنکھیں تحیر کے مادے آخری حد تک پھیل گئی۔ رنگت فق ہو گئی۔ عقیفہ نے اسے ٹھنڈا پڑتا دیکھ بے ساختہ اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ وہ ایکدم گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم لوگ یہاں۔"

عقیفہ ہکلاتے لہجے میں بولی۔ ان تینوں نے بے یقینی کی کیفیت میں پریسہ کی جانب دیکھا اور قدم اس کی جانب بڑھائے۔ وہ ان تینوں کو اپنی جانب آتا دیکھ گھبرا گئی۔

واؤ پریسہ دوسروں کو بھاشن دینے والی پریسہ آفندی اج خود بھی ان چیزوں میں گھل مل "چکی ہے۔"

مریم طنزیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے کاٹ دار لہجے میں بولی۔ پریسہ کا دل دھک سے رہ گیا جبکہ آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

مریم پلینز ابھی وہ اس حالت میں نہیں ہے کہ تم یہ سب باتیں کر کے اسے تکلیف "میں مبتلا کرو۔"

عذاب نے اسے لتاڑنا ضروری سمجھا۔ مریم سر جھٹک کر رہ گئی۔ پریسہ نے سختی سے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں کو رگڑ ڈالا۔ عقیفہ نے گہرا سانس بھرتے اسے واپس بیڈ پہ بٹھایا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ مریم نے بے ساختہ اسے سینے سے لگایا تھا۔ پریسہ ایکدم اس کے سینے سے لگے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

"اب تم کیا چاہتی ہو۔"

عقیفہ کی آواز پہ اس نے بھگی نگاہیں اس کی جانب اٹھائی۔

مم۔ مجھے نہیں پتہ میں کیا چاہتی ہوں مگر میں تھک گئی ہوں ان کے تعاقب میں ننگے "پیر چلتے چلتے۔ پاؤں شل گئے ہیں مگر تلاش اب بھی مکمل نہیں ہوئی۔

وہ تکلیف زدہ لہجے میں بولتی ان سب کو اذیت میں مبتلا کر گئی۔

جانتی ہو وہ تمہیں کیوں نہیں ملے پری کیونکہ تم اذل سے ایک سراب کے پیچھے بھاگ "رہی تھی جو کبھی تمہارا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

بریزہ اسے جتانے والے انداز میں بولی۔ ان سب نے خاموشی سے چہرہ جھکا لیا۔

کاش تم نے دل لگانے سے قبل ہم سے ایک بار بات کی ہوتی تو آج تم اتنی اذیت "میں نا ہوتی پری۔

عناں کی بات پہ اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹتے اس کے گال پہ بہ گیا۔ پریسہ نے سختی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

میں خود نہیں جج۔ جانتی کہ ایسا کب ہوا میں اس سب سے ان۔ انجان ہوں اور تم لوگ " میرا یقین کرو میں نے کبھی بھی ان سے کسی غلط رشتے کی فرمائش نہیں کی تھی میں نے "تو بس ایک محرم رشتہ۔

وہ ہچکیوں کے درمیان روتے ہوئے بولی۔ ان سب نے پریشانی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

تم نے آنٹی سے بات کی پری۔ ان کا کیا ردِ عمل ہے اور کل کے بابت سب کو تم " نے کیا بتایا ہے۔

عذاب تفکر بھرے لہجے میں بولی۔

اما کو بتایا تھا انہوں نے تمہیں مار دیا میرے منہ پہ انہوں نے آج تک مجھ پہ ہاتھ نہیں " اٹھایا مگر کل وہ ریکارڈ بھی توڈ دیا انہوں نے اور بابا اور بھائی کی بات ہے تو انہیں اس متعلق بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے ورنہ وہ کچھ بھی غلط کرنے سے گریز نہیں کریں گے اور ہماری فیملی میں یہ سب چیزیں بہت غلط مانی جاتی ہے اگر میں اس راہ میں چل

پڑی تو بھائی تو میری ہی جان لے لیں گے اگر وہ انتہا کے نرم دل ہیں تو اس معاملے میں ان سے زیادہ سخت دل کوئی نہیں۔

وہ نم لہجے میں شکستگی سموئے بولی۔ ان سب نے گہرا سانس بھرا تھا وہی صدام کے متعلق اس انکشاف پہ وہ جہاں کی تہاں رہ گئے ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ صدام ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی بھی مزید کچھ بولتا کمرے کے دروازے پہ کھٹکے کی آواز کے ساتھ ہی لگے ہی لمحے صدام مضبوط چال چلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تو پریسہ نے فوق چہرے سمیت ان سب کی جانب دیکھا۔ ان سب کی حالت بھی مختلف نہیں تھی۔

"اگر بھائی نے کچھ سن لیا ہوا تو۔"

وہ سرسراتے لہجے میں بولی۔ عقیفہ نے سختی سے اس کا ہاتھ تھامتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے آپکی پری۔"

وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا ہوا بولا۔ ان سب کی سانسیں بحال ہوئی۔ پریسہ نے بمشکل مسکراتے اثبات میں سر ہلایا تھا مگر اس کی آنکھوں میں تیرتی نمی کسی سے بھی مخفی نہیں تھی۔ ایک دو مزید باتیں کرتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ایک کاٹ دار نگاہ پریسہ کے ساتھ بیٹھی عقیفہ پہ ڈالی۔ خود پہ کسی کی نظروں کی تپش کا احساس تھا کہ اس نے جھٹکے سے گردن اٹھاتے اوپر کی جانب دیکھا جہاں صدام کی آنکھوں سے نکلتی آگ اس کا پور پور جھلسا کر راکھ کر گئی۔ اس نے نا سمجھی سے صدام کی جانب دیکھا جو اب سر جھٹکتے باہر کی جانب جا رہا تھا۔ وہ اپنا وہم سمجھتی سر جھٹک گئی۔

بھلا میں نے صدام بھائی کا کیا بگاڑا ہے جو وہ مجھے یوں گھوریں گے لازماً پری کی وجہ سے "پریشان ہونگے۔"

وہ دل ہی دل میں خود کو حوصلہ دیتے دوبارہ پری کی جانب توجہ مبذول کرا گئی۔

پری اب جو میں بولنے جا رہی ہوں نا اسے بغور سننا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تمہارے دل "میں جو جذبہ پنپ رہا ہے وہ غلط ہے وہ بالکل سچا ہوگا آئی نو مگر پھر بھی ایک لڑکی کیلئے

اپنی عزت نفس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہونا چاہیے مگر تم نے اس شخص کیلئے بار بار اپنی عزت کو داؤ پہ لگایا ہے وہ تمہارے لائق نہیں تھا وہ تمہاری عزت تمہاری محبت کے لائق نہیں تھا تبھی یوں تمہیں دھتکار کر چلا گیا۔ فرسٹ یور سیلف رسپیکٹ ڈارلنگ۔ محبت بھی عزت ہی مانگتی ہے میری جان اور اگر ایک رشتے میں عزت ہے تو سمجھو محبت بھی ہے "اور جہاں عزت نہیں وہاں محبت بھی نہیں ہے۔"

مریم سنجیگی سے اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔ ان سب نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا تھا جو انہیں پہلی بار سنجیدہ دکھائی دی تھی۔

مگر مریم میں نے ان کی آنکھوں میں بے بسی۔"

نہیں پری کسی کے اندر بے بسی نہیں ہوتی جب تک کوئی مجبوری نا ہو مگر انہیں کیا مجبوری ہو سکتی ہے وہ تو بالکل ٹھیک تھے ان کا فیملی بیک گراؤنڈ بھی بالکل ٹھیک تھا۔ نا وہ کہی شادی شدہ نا ہی منگنی شدہ تو پھر تمہیں ایک رشتے میں باندھنے سے انہیں کیا مسئلہ ہو سکتا تھا مگر انہیں اپنی انا ہی عزیز تھی صرف جسے انہوں نے سب سے

اوپر رکھا ہے اور وہ تمہیں چھوڑ کر جاچکے ہیں۔ وہ چاہتے تو اپنی دوست کی بہن کی عزت کا مان رکھ سکتے تھے۔ مضبوط بنو اور اپنے آگے کی زندگی کے متعلق سوچو۔ انہیں بھول جاؤ وہ "تمہاری قسمت میں نہیں تھے۔ نہیں تھے وہ تمہاری قسمت میں۔"

اس کی بات پہ پرہیز کا دل دھک سے رہ گیا۔ سے فضا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہوئی۔ وہ تڑپ ہی تو گئی تھی یہ تمام باتیں سن کر۔

میں مضبوط نہیں ہوں بالکل بھی۔ میں بہت کمزور ہوں میں نہیں سہ سکتی میں "۔"

"تکلیف سے ہی مر جاؤں گی۔"

وہ سسکیوں سمیت بولی۔ ان سب نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

ہم تمہیں کسی ایک ایسے شخص کے پیچھے اپنی زندگی برباد نہیں کرنے دیں گے جسے "

تمہاری کوئی قدر ہی نہیں ہے اسی لیے لیو دس ٹاپک اور چلو باہر آئی نے پراٹھے بنائے

"ہیں میں تو وہی کھاؤں گی۔"

وہ اس کے بال سنوارتے ہوئے محبت سے بولی۔ ان سب کو وہ پرانی مریم لگی ہی نہیں تھی۔ پریسہ نے نم آنکھوں سمیت مسکراتے ان سب کے ساتھ باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے جہاں عافیہ ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا لگوا چکی تھی جبکہ فارس ہادی اور ارتضیٰ ایک جانب بیٹھے باتوں میں مشغول تھے۔ پریسہ نے ان سب کو دیکھتے بڑی مشکل اپنے آنسوؤں پہ پل باندھا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ٹیبل کی جانب چل دی۔

"ارے راجکماری پریسہ پدھار۔ ارے پری یہ تمہاری آنکھیں کیوں اتنی سو جھی ہوئی ہے۔"

لاپرواہی سے بولتے فارس نے چونک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ اس نے گھبرا کر عافیہ کی جانب دیکھا۔

"نہیں کچھ نہیں بس طبیعت نہیں ٹھیک تھی تو نیند بھی پوری نہیں ہوئی۔"

وہ بوجھل لہجے میں بولتے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

اچھا شکر ہے تم ٹھیک ہو ورنہ مجھے لگا تھا کہ اگلی بار جب ہم ملیں گے تم ہمیں نظر "

"ہی نہیں آؤ گی۔"

وہ مزاحیہ لب و لہجے میں بولی۔ پریسہ نے زخمی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کاش کل ہی مرجاتی۔"

وہ اذیت سے بڑبڑائی۔ سب نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا جس ہنس کر بات ٹال گئی تھی۔ اب وہ سب ذور و شور سے ان پراٹھوں سے انصاف کرنے میں مصروف تھے اور پریسہ ان کی موجودگی میں بس چند نوالے ہی زہر مار کر رہی تھی۔ اسی دوران ان سب کا دھیان موبائل پہ ہونے والی بیل کی جانب مبذول ہوا تھا۔ عقیفہ نے چونک کر موبائل کی جانب دیکھا معاً اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا وہ تو صبح یاسر کا فون اٹھالائی تھی۔

"ارے واہ عقیفہ لگتا ہے تم نے سمگلنگ شروع کر دی ہے جو برینڈ نیو موبائل خرید لیا۔"

جواباً اس نے لاپرواہی سے صبح والا قصہ اس کے گوش گزار دیا مگر اس دوران اسے دھیان ہی نہیں رہا کہ وہ اپنی پوری بات ان سب پہ آشکار کر گئی ہے۔ اس کا رنگ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا جبکہ پاتھوں سے نوالہ چھوٹتے پلیٹ میں جاگرا۔ سب ساکت نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے جس نے آنکھیں میچی ہوئی تھی۔

ایک منٹ ذرا یہاں تو دیکھو تم سب کی زندگیوں میں ہو کیا رہا ہے آخر سب کے سب "ہی ہم سے باتیں چھپانے لگے ہیں اور تم۔ تم اس لفٹ سے شادی کرنے والی ہو۔ مریم تو اس کی بات پہ بھرک اٹھی تھی۔ عقیفہ نے زخمی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"شوق سے نہیں کر رہی میں اس سے شادی مجبوری ہے۔"

وہ دھیمے سے بولتے ناخن سے میز کھرچنے لگی۔ پریسہ نے پریشانی سے اس کی جانب دیکھا جو اس کے غم میں اپنا غم ہی فراموش کر بیٹھی تھی۔

مجبوری عقیفہ ایسے رشتوں میں کیسی مجبوری۔ مجھے لیٹ لیٹ تم سے ایسی امید نہیں "ہے۔"

مریم افسوس سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔ عقیفہ نے پریشانی سے اپنی پریشانی مسلی تھی۔

مجھے بھی نہیں تھی مگر میں تم لوگوں کو شادی پہ تھوڑی بلاؤں گی میں تو تم لوگوں کو "اپنے جنازے پہ بلاؤں گی وقت پہ پہنچ جانا۔"

وہ بھیکے لہجے میں بولتی داخلی دروازے کی جانب جاتے صدام کو ساکت کر گئی۔ وہ سب اس کی بات پہ تڑپ ہی تو گئے تھے۔

"کون ہے وہ خبیث انسان جس نے یہ حرکت کرنے کی جرأت کی ہے۔" فارس میز پہ ہاتھ مارتے ہوئے غصے سے بولا تو وہ سب ہڑبڑا گئے۔

زیادہ ٹارزن بننے کی ضرورت نہیں ہے فارس میاں درختوں پہ لٹک کر تم صرف دوسروں "کے مسائلوں میں جھانک سکتے ہو کسی کا مسئلہ نہیں حل کر سکتے۔"

ہادی اس کی گدی میں ایک چماٹ رسید کرتے بیٹیلے لہجے میں گویا ہوا۔ وہ سب اس کی بات پہ سب باتیں بھلاتے کھل کر ہنس دی تھی۔

قسم سے آج میری شادی ہوئی ہوتی نا تو اپنی بیوی کو ورلڈ ٹور کروا چکا ہوتا اسے اپنی بیوی "بائیکس پہ لانگ ڈرائیو پہ لے کر جاتا اپنی بیوی کے قدموں تلے جنت رکھنے کا سبب بنتا

اپنے ماں باپ کو بچوں کو دادا دادی بنا چکا ہوتا بس پھر ہر جانب خوشیاں ہی خوشیاں
"ہوتی۔"

ارتضیٰ خیالوں کی دنیا میں کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

واہ کیا خوب کہی تو ہی عیاشیاں کر رہا ہوتا وہ جسے تو اپنی بیوی بنا کر لایا ہوتا تو بس تیرے "
"بچوں کے پیپر ہی صاف کر رہی ہوتی۔"

فارس اسے شرم دلاتے ہوئے بولا۔

ارتضیٰ میری بات سنو ایک مشورہ دے رہی ہوں تمہاری خواہشات کی میں بہت قدر کرتی "
ہوں اسی لیے بول رہی ہوں کہ شروع کی دو خواہشات تم میرے ساتھ پوری کر لو ایز آ
"فرینڈ اور باقی کیلئے اپنی بیوی لے آنا۔"

عناں ہاتھ جھاڑتے ہوئے مزے سے بولی۔ ہادی نے ذو معنی انداز میں اس کی جانب
دیکھا۔

"نانی گرل دو خواہشات کیوں یہ ساری خواہشات تمہارے ساتھ ہی پوری کرے گا۔"

ہادی مزے سے ارتضیٰ کو ٹھوکا مارتے ہوئے بولا۔ عناب نے جھنجھلا کر اس کی جانب دیکھا وہ اس کی آدھی ادھوری باتوں کو بالکل نہیں سمجھ پاتی تھی۔

"آئی دو پراٹھے مزید پلیز۔"

ارتضیٰ چٹنی میں پراٹھے ڈبو ڈبو کر کھاتے ہوئے مزے سے بولا۔ ان سب نے کوفت سے اس کی جانب دیکھا جبکہ عافیہ بھی اب ہلکان ہو چکی تھی۔

چلو بس کرو نندیوں ماما کوئی ضرورت نہیں ہے بہت کھالیا ہے اس نے میری ماما کی"

"حالت دیکھو اور شرم کرلو کچھ۔"

اس سب قصے کے دوران وہ پہلی بار اسے ڈپٹنے والے انداز میں بولی تو وہ کھسیا کر رہ گیا۔ اسی طرح تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ سب اس سے کل یونی آنے کا وعدہ لیتے اپنے اپنے گھروں کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ پریسہ بھی انہیں رخصت کرتی واپس اندر آ گئی۔

"اب کیسی طبعیت ہے آپکی خراب تو نہیں نا۔"

عافیہ اس کے بال سہلاتے ہوئے محبت سے بولی تو اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"ان لوگوں کے ہوتے ہوئے میں کبھی بھی اداس نہیں رہ سکتی ماما۔"

وہ اپنے دل میں اٹھتے درد کو دباتے بظاہر مسکراتے لہجے میں بولتی انہیں بھی قدرے پرسکون کر گئی۔

صدام تم مجھے ایک بات واضح کر دو کہ تم چاہتے کیا ہو۔ تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔"

وہ جھنجھلا کر گویا ہوئی۔ صدام نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ دونوں اس وقت قریبی ریسٹورینٹ میں موجود تھے۔ کومل نے اس کے یونی نا آنے کی وجہ سے ایرجنسی میں اسے وہاں بلایا تھا اور صدام اس کے بلانے پہ پریشانی سے بنا کسی دیری کے وہاں پہنچ گیا تھا۔

دیکھو کومل میں بول رہا ہوں ناکہ میں تم سے ہی شادی کروں گا تو پھر تمہیں کس بات " کی پریشانی ہے۔

وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں گویا ہوا۔ کومل نے پریشانی سے اس کی جانب دیکھا۔

کیونکہ تم مرد لوگ بدل جاتے ہو سب ختم کر دیتے ہو مجھے ڈر لگتا ہے تم بھی بدل گئے " تو پھر میرا کون ہے۔

وہ بھرائے لہجے میں بولی۔ صدام نے پریشانی سے اپنی پریشانی مسلی ابھی تو اسے اس بات کا علم بھی نہیں تھا جو پریسہ نے اس سے کی تھی۔ اگر اس بات کا اسے علم ہوتا تو وہ بکھیرا کھڑا کر دیتی۔

میرے پہ یہاں تک یقین رکھا ہے تو آگے بھی رکھو میں تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑوں " گا۔

اس نے اس کا ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا۔ کومل نے خاموشی سے چہرہ جھکا لیا۔

"خیر تم نے مجھے اتنی جلد بازی میں یہاں کیوں بلایا ہے۔"

وہ ویٹر کو کافی کا آرڈر دیتے اس کی جانب متوجہ ہوا جو اب پریشانی سے انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ یونی تم آئے نہیں اور یہ مناسب جگہ تھی وہ بات "ا کرنے کی۔"

وہ سپاٹ لب و لہجے میں بولی۔ صدام کی پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔

"ہاں بولو میں سن رہا ہوں۔"

وہ اطراف میں نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولا۔ کومل نے گہرا سانس بھرتے اس کی جانب دیکھا۔

وہ میرے گھر والوں نے میرا رشتہ دیکھا ہے ایک انہیں بہت پسند آیا ہے وہ لوگ تو "ہاں بھی کر آئے تھے مگر میں نے عین موقع پہ ہی انکار کر دیا کیونکہ میں اس رشتے کیلئے "رضامند نہیں تھی۔"

اور یہ تم مجھے اب بتا رہی ہو۔

وہ تند لب و لہجے میں بولا۔ کومل اس کے اچانک رویے سے گھبرا گئی اور حلق تر کرتے اس کی جانب دیکھا۔

کام ڈاؤن صدام پینک مت کرو میرے گھر والوں کو ابھی ہمارے تعلق کے متعلق کچھ " بھی نہیں پتانا ہی میں انہیں بتا سکتی ہوں اور تم بھی تو رشتہ نہیں بھیج رہے جو میں تم سے اچھی امید رکھوں۔

وہ سر جھٹکتے ہوئے ناراض لب و لہجے میں بولی۔ صدام کو حقیقتاً اب پریشانی ہوئی تھی۔ اور اگر فرض کرو میرے گھر والے اگر رشتہ لے کر نہیں آتے تو تم کسی سے بھی شادی "اگر لوگی۔

وہ کینہ توڑ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

ظاہر سی بات ہے صدام کیونکہ رشتہ تم نے لانا ہے یہ تم پہ منحصر ہے میں اپنے گھر"
 والوں کو کب تک رشتے سے انکار کرتی رہوں گی یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ایک لڑکی
 "ہوں اود لڑکیوں کے رشتے ملنا بے حد مشکل کام ہے۔

وہ نظریں چڑا کر بولتی اسے ساکت کر گئی۔ اس دوران۔ ویٹر کی آمد پہ وہ دونوں خاموشی اختیار
 کر گئے۔

"میں نے ماما سے بات کی ہے مگر پریسہ۔"

وہ جلد بازی میں بولتے وہی تھم گیا کیونکہ اس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا تھا۔ کافی پیتی
 کومل نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔
 "لیکن پریسہ۔"

وہ بھنویں اچکاتے ہوئے بولی۔ صدام کو جھوٹ بولنا درست نہیں لگا تبھی شروع سے لے
 کر آخر تک ایک ایک بات اس کے گوش گزار دی۔ اس کی بات پہ کومل نے پھٹی پھٹی

نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ کافی پینا وہی چھوڑ دی تھی اس سے آگے اس سے ہضم ہی نہیں ہونی تھی۔

تم اس عقیفہ سے شادی کرو گے صدام۔ وہ تو اس قدر بہن جی ٹائپ ہے یہ پریسہ کی "چوائز کو کیا ہوتا جا رہا ہے وہ کیسے اپنی دوست کی خاطر اپنے جان سے عزیز بھائی کو بلی کا "بکرا بنا سکتی ہے۔

وہ بچہ کر بولی۔ صدام نے آنکھوں کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو وہ کچھ حد تک سنبھل گئی مگر ابھی بھی اشتعال چہرے پہ نمایاں تھا۔

میں نے کیا اس سے شادی کر لی کوئل۔ میں نے تو پریسہ کو صاف انکار تھمایا ہے کہ میں "اس سے شادی نہیں کر سکتا میری اس سے کسی بھی قسم کی کوئی دشمنی نہیں ہے مگر وہ میرے ساتھ سروائیو نہیں کر سکتی اور اسی دن میں نے ماما کو تمہارے گھر رشتہ لانے کا "بولا تھا۔

وہ اسے مزید تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے بولا تو وہ کچھ ہلکی پھلکی ہو گئی۔

"اور اگر دوبارہ کبھی پریسہ نے یہی بات کی تو۔"

وہ مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں کبھی نہیں مانوں گا کیونکہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"

وہ تھکے تھکے لہجے میں بولتے اسے مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد وہ دونوں ریسٹورینٹ سے باہر کی جانب بڑھے تھے۔ کومل کو اس کے گھر ڈراپ کرتے اب اس کا رخ آفندی ہاؤس کی جانب تھا۔ ڈرائیونگ کرنے کے دوران مسلسل اس کے ذہن میں پریسہ اور کومل کی باتیں گڈ مڈ ہو رہی تھی معاً اس کے ذہن میں عقیفہ کی بات گونجی تو اس نے اشتعال کے عالم میں مکہ سٹیئرنگ پہ مارتے تھکی تھکی سی سانس خارج کی تھی اور آسمان پہ پھیلتے اندھیرے کو دیکھتے اس نے عجلت میں گاڑی کا گئیر بدلتے آگے کی جانب بڑھائی تھی۔ گھر پہنچتے ہی اس کا ارادہ سیدھا اپنے کمرے کی جانب جانے کا تھا مگر عافیہ کی آواز پہ اس نے سنجیگی سے ان کی جانب دیکھا جو اس سے کھانے کی متعلق استفسار کر رہی تھی۔

"نہیں ماما بھوک نہیں ہے۔"

وہ انہیں ٹالتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا زینے چڑھ گیا۔ گرل کے ساتھ کھڑی پریسہ نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا جو اب اپنے کمرے میں جاتے دروازہ بند کر چکا تھا۔ اس نے ایکدم خود میں ہمت مجتمع کرتے قدم اس کے کمرے کی جانب بڑھائے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہی وہ دوسری جانب سے اجازت کا انتظار کرنے لگی۔ کچھ ساعتوں بعد اندر سے آنے والی بھاری آواز پہ اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ چڑڑ کی آواز سے کھلتا چلا گیا۔

"ارے پریسہ تم یہاں سب خیریت ہے۔"

وہ اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے اپنی ٹائی کو الماری میں لٹکاتے ہوئے بولا۔ پریسہ نے لبوں کو تر کرتے انگلیاں آپس میں الجھائی۔

"بھائی مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

اس کی دھیمی آواز پہ صدام کے حرکت کرتے ہاتھ وہی تھے۔ اس نے جھٹکے سے رخ موڑتے اس کا چہرہ جانچنا چاہا جہاں بے چینی صاف چھلک رہی تھی۔ اس نے دل میں شدت سے دعا کی تھی کہ یہ وہ بات نا ہو جو وہ سوچ رہا تھا۔ پریسہ نے آگے بڑھتے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"بھائی آپ نے اس متعلق کیا سوچا ہے پھر۔"

وہ آس بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔ صدام نے بے ساختہ نگاہوں کا زاویہ بدلتے اس کی گرفت سے اپنے ہاتھ آزاد کروائے۔

میں نے اس دن ہی صاف انکار کر دیا تھا پری میں اس معاملے میں تمہادی کوئی مدد" نہیں کر سکتا میں کوئل کو پسند کرتا ہوں میرا نہیں خیال کہ تمہارا یوں بار بار ایک ہی بات "کرنے کا کوئی جواز ہے۔

وہ پتھر یلے لہجے میں بولا۔ پریسہ کی آنکھوں میں نمی سی جاگی۔

نہائی پلینز کچھ تو رحم کریں بھائی مجھ پہ ایک احسان کر دیں وہ بہت مشکل میں ہے۔"

بھائی اگر اس کی شادی اس آدمی سے ہو گئی تو وہ ٹوٹ جائے گی بھائی وہ خاموش ہو جائے گی۔

وہ آنکھوں میں ڈھیروں پانی لیے ملتجیانہ لب و لہجے میں بولی۔ صدام نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں اس کے ساتھ پوری زندگی۔"

بھائی آپ اس سے فلحال شادی کر لیں اس یا سر کا بوجھ اس کے سر سے اترتے ہی آپ چاہے اسے چھوڑ دیجیے گا۔

اس سے پہلے کہ تھکے تھکے لہجے میں اپنی بات مکمل کرتا پریسہ نے اس کی بات کو درمیان میں اچکتے بات ہی ختم کر دی۔ صدام نے بے یقینی کی کیفیت میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اسے سمجھ نا آیا کہ پریسہ نے یہ بات بولی کس تک سے ہے جبکہ

پریسہ کی آنکھوں سے تو اتر آنسو بہہ رہے تھے وہ مسلسل چہرہ جھکائے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

آپ جانتی ہو کہ کیا بات کر رہی ہو۔ کیا وہ اس سب کیلئے مان؟ جائے گی کیا وہ اپنی"

"پیشانی پہ طلاق یافتہ کا داغ لگوالے گی۔

وہ ویران نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے خالی خالی لہجے میں بولا۔ پریسہ نے حلق تر کرتے اس کی جانب دیکھا جس کا لہجہ خود بخود سخت ہو چکا تھا۔

تو بھائی آپ مان بھی تو نہیں رہے نا۔ مجھ سے نہیں دیکھی جاتی اس کی یہ حالت اور"

"رہی بات اس کی تو اسے کوئی بھی نہیں بتائے گزرے گا۔

وہ جانتی تھی کہ شادی کے بعد صدام خود ہی عقیفہ کے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک کر لے گا آخر وہ اس کی بیوی ہوگی تبھی کسی دوسری طرح اسے منانے کا سوچا تھا۔ صدام نے کچھ لمحے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا اور رخ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔ سوچ کے سارے دھاگے اب عقیفہ کی ذات سے جڑ چکے تھے۔

"میں سوچ کر جواب دوں گا۔"

وہ کھردرے لہجے میں بولا۔ عقیفہ کے حلق میں کانٹے سے چمھنے لگے۔ اگر عقیفہ کو اس "متعلق پتہ لگا تو۔ تو" کوئی بات نہیں میں اس پہ واضح کردوں گی۔

وہ دل ہی دل میں تانے بانے باندھ رہی تھی۔

بھائی کسی مظلوم کی مدد کر کے اس کی دعا اس کا احسان صرف آپ تک محدود ہوگی پلیز"

"فیصلہ اس کے حق میں ہی کیجیے گا اور اس متعلق کسی سے بھی ذکر مت کیجیے گا۔

وہ اس کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کر بھیکے لہجے میں بولتے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی اس نے اپنی آنکھیں بری طرح میچی تھیں۔ ناجانے قسمت اسے کس جانب لے جانے والی تھی۔ ایک جانب کومل سے کیا گیا وعدہ اور دوسری جانب عقیفہ اسے اپنے دماغ کی شریانیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر کومل کا نمبر ڈائل کیا تھا لیکن دوسری جانب فون کوئی بھی نہیں اٹھا رہا تھا۔ اس نے غصے میں موبائل ہی بیڈ پہ پٹخ دیا۔

ایک اس لڑکی کو جب کام کے وقت فون ملاؤ تو محترمہ اٹھاتی ہی نہیں ہے اور بعد میں "اسی کے گلے شکوے ہی ختم نہیں ہوتے۔"

وہ اس کی حرکتوں سے اچھا خاصہ عاجز آتے ہوئے بولا۔ اسے اب عقیفہ کی شادی سے قبل ہی کوئی حل نکالنا تھا۔

بڑی حویلی میں شادی کی تیاریاں دھوم دھام سے چل رہی تھیں۔ پوری حویلی کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔ رات کے وقت بھی اچھی خاصی روشنیوں نے بسیرا کیا ہوا تھا۔ عورتیں زنان خانے میں جبکہ مرد حضرات مردان خانے میں موجود تھے۔ پر خہ تو ہر جانب چمکتی پھر رہی تھی کیونکہ اس کی باجی اس کی بھابھی کے عہدے پہ فائز ہونے والی تھی۔ پشمنہ کے پاس کچھ عورتیں اس کے کمرے میں موجود اسے شہرام خان کیلئے سجا رہی تھیں اور اس کے لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ یہ سوچ کر مزید گہری ہوتی جا رہی تھی کہ وہ بالآخر شہرام خان کی زندگی میں پورے حق سے شامل ہونے والی ہے۔ اس کے دل کی حالت بھی

عجیب سی تھی۔ اطراف میں خوشیاں چمکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے تیار کرتے ہی غنچہ نے جوں ہی اس کے سر پہ ڈوپٹہ اوڑھایا سب کے منہ سے بے ساختہ ماشاء اللہ نکلا تھا کیونکہ وہ لگ ہی اس قدر حسین رہی تھی اس کا پور پور ممک رہا تھا۔ ہر چال میں سرشاری سی تھی کیونکہ وہ رخصت ہو کر شہرام خان کی زندگی میں اس کی بیوی کی حیثیت سے شامل ہونے والی ہے۔ انہوں نے مرچیں منگواتے اس کی نظر اتاری تو وہ مسکرا اٹھی۔

"مڑا بھا جائی تم تو بہت حسین لگ رہی ہو۔"

پرخہ جو کمرے میں غنچہ کو برتختہ کا پیغام دینے آئی تھی پشمنہ کو دیکھتے اس کے لبوں سے یہ الفاظ بے اختیاری میں ادا ہوئے تو سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

"اپنے شوہر کی ہونے جارہی ہے اماری مینہ تبھی تو دیکھو رنگ کیسے چڑھا ہے۔"

ایک عورت اس کی جانب دیکھتے ہوئے کھنکھتے لہجے میں بولی تو اس نے نظریں اٹھاتے ایک نظر آئینے میں خود کے سراپے پہ ڈالی تو ایک خوبصورت مسکراہٹ

لبوں پہ در آئی۔ کچھ لمحوں کی توقف کے بعد دلہا دلہن کو ایک ساتھ بٹھایا گیا۔ اس دوران شہرام کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا کسی بھی تاثر سے پاک۔ اس کے دیکھ کر کسے پتلے کا گمان ہو رہا تھا۔ شہرام نے آنکھیں موندتے گہرا سانس بھرا۔ اس کا ضبط کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ بیٹھی مینہ کو ایک نظر بھی دیکھنا گوارا نہیں کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوتا اپنی مضبوط کلائی کسی کی گرفت میں محسوس کر اس نے چونک کر نیچے دیکھا جہاں برتختہ ملتجیانہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی وہ خاموشی سے واپس بیٹھ گیا۔ مینہ کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔ انہوں نے نرمی سے ان دونوں کی کلائی میں ایک ساتھ سرخ رنگ کا دھاگا باندھا تھا اور مسکراتے ہوئے ڈھیروں پیسوں ان کے اوپر سے واڑتے ملازمہ کی جانب بڑھائے تھے۔

"آج سے آپ دونوں ایک دوسرے ہوئے ہمیشہ کیلئے۔"

برتختہ خانم کی آواز پہ جہاں مینہ دلکشی سے مسکرائی وہی ضبط کے باوجود شہرام کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹتے اس کی شیو میں جذب ہوا تھا۔ دوسری جانب پریسہ بری طرح ہانپتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھی اس کا پورا وجود پسینے سے تر تھا اور تھر تھر کانپ رہا

تھا۔ اس نے اپنی نم پیشانی پونچھتے اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے گہرے گہرے سانس بھرتے بیڈ کراؤن سے پشت ٹکائی تھی۔

یا اللہ کس قدر بھیانک خواب تھا ایسا کبھی مت کرنا انہیں میرے نصیب میں لکھ دے " نایا رب تیرے لیے تو کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔

"کاش ہم یوں نا بچھڑے ہوتے۔

وہ اذیت سے بولتے اپنے گھٹنوں میں چہرہ چھپائے پھپھک کر رودی تھی۔ یہ جانے بغیر کہ جس خواب کے حقیقت نا ہونے کی وہ دعائیں مانگ رہی تھی وہ کسی اور کے نصیب میں لکھا جا چکا ہے۔ اس سے چھینا جا چکا ہے۔ وہ خالی ہاتھ رہ گئی تھی۔

"پر خہ کو بلاؤ وہ رسم کر لے۔"

بر تختہ کی آواز پہ ملازمہ نے اثبات میں سر ہلاتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔ ان سب نے اطراف میں نگاہیں گھمائی مگر اس کا کسی بھی نام و نشان تک نہیں تھا۔ ان سب کو پریشانی ہونے لگی۔

"بھاجائی پرخہ بٹیا تو کہی بھی نہیں ہے۔"

اس کی آواز پہ ان سب کو ایسا محسوس ہوا گویا کسی نے ان کی سماعتوں میں صور پھونک دیا گیا ہو۔ برتختہ نے بے ساختہ اپنے سینے پہ ہاتھ دھڑلایا۔ ہر جانب گہما گہمی مچ چکی تھی۔ شہرام کے چہرے کے عضلات تن گئے۔ ماتھے کی رگیں ابھر کر نمایاں ہو گئی۔ اس نے سختی سے مٹھیاں بھینچتے سرعت سے بھاگنے والے انداز میں دالان کی جانب بڑھا اور اپنی رائیفل اتارتے سرد تاثرات سمیت باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ اس کے ملازم بھی اس کی تقلید میں آگے کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ پرخہ کے بابت سوچتے اس کے چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا تھا۔

میں آج نوفیل کو چھوڑوں گا نہیں اس کی موت شہرام خان کے ہاتھوں ہی لکھی ہے۔"

"اس رائیفل کی ایک ایک گولی اس کے سینے میں اپنے ہاتھوں سے اتاروں گا میں۔"

وہ قہر برساتے لہجے میں دھاڑ اٹھا۔ آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ برتختہ خانم بے چینی سے ہر جانب کسی امید کے تحت اسے تلاش کرتی پھر رہی تھی مگر وہ کہی ہوتی تو دکھائی دیتی نا۔ گھر کی جوان جہاں بیٹی غائب تھی۔ ان سب کو اپنی سانسیں تھمتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"آپ کہاں جارہے ہیں شہرام خان۔"

وقدار یوسف ذئی کی آواز پہ اس نے ایک زخمی نگاہ اس پہ ڈالتے قدم باہر کی جانب بڑھائے تھے۔

"میری بچی خاناں۔ کہاں گئی ہوگی۔"

برتختہ وقدار کی جانب دیکھتے روتے ہوئے بولی۔ انہوں نے پریشانی سے اس کی جانب دیکھتے غنجہ کو ان کا خیال رکھنے کی تاکید کی اور تیز قدموں سے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں رائیفلز دیکھتے ان سب نے بے ساختہ اپنے سینوں پہ ہاتھ دھرے تھے۔ پشمنہ نے گھبرا کر غنجہ کی جانب دیکھا جو خود بھی رو رہی تھی۔ جو گھرا بھی کچھ دیر قبل خوشیوں کا گہوارا تھا وہاں اب پرخہ کی غیر موجودگی میں صفِ ماتم بچھ چکا تھا۔

اماری بچی کا جینا حرام ہو جائے گا غنچہ ام کیا کریں گے وہ کیسے جیے گی یہ دنیا اسے جیتے "
"جی مار دیں گی۔ میری بچی واپس آ جائے۔"

وہ اپنا سینہ پیٹتے ہوئے آہ و پکار کرتے ہوئے بولی۔ بولتے بولتے ان کی زبان
لڑکھڑا گئی۔ پشیمینہ نے بے ساختہ انہیں تھامتے سہارہ دیا جو اب ہوش و حواس سے بیگانہ
ہوتے زمین بوس ہو چکی تھی۔ ان کے بے ہوش ہوتے ہی ہر جانب چیخ و پکار گونج اٹھی
جو حویلی کے در و دیوار نے سنی تھی۔

بڑی حویلی سے یکے بعد دیگرے تین گاڑیاں آفریدی حویلی کی جانب گامزن ہوئی تھی۔ شہرام
کے چہرے کے تاثرات نہایت پتھر یلے تھے۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی اس نے رائفل لوڈ
کی تو اس کے تمام آدمی الرٹ ہوتے اپنی اپنی رائفلز سنبھال گئے تھے۔ اس کے چہرے
کے تنے ہوئے عضلات دیکھ و قد ار یوسف ذئی کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ یہ بات انہیں
اچھے سے ازبر تھی کہ وہ غصے کا کس قدر تیز ہے کسی کو بھی جان سے مارنے سے گریز

نہیں کرے گا اور اب تو بات تھی بھی اس کی چھوٹی بہن کی وہ کیسے اس چیز کو فراموش کر دیتا۔

"خاناں آپ بھی جائیں اس کے پیچھے وہ کوئی غلط قدم۔"

اس سے قبل کہ برتختہ خانم ہانپتے ہانپتے اپنی بات مکمل کرتی وقدر یوسف ذئی دھاڑ کر اپنے آدمیوں کو اشارہ کرتے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے باہر کی جانب بڑھ گئے تھے۔ ان کی غصیلی دھاڑ تویلی کے در و دیوار ہلا گئی تھی۔ برتختہ خانم بری طرح روتے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھتے جھکتی چلی گئی تھی۔ پشیمینہ نے انہیں سنبھالتے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تھا۔ تویلی جہاں کچھ دیر قبل خوشیوں کی چمکائیں گونج رہی تھی وہاں سب موت سا کھرام مچ چکا تھا۔

"گاڑی تیزی سے چلاؤ۔"

اس نے اپنے ساتھ بیٹھے آدمی کو گرج کر حکم صادر کیا تو اس نے تیزی سے گاڑی تویلی کی جانب بڑھائی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ کی مسافت طے کرتے پانچ چھ گاڑیاں بیک وقت

آفریدی حویلی کے دالان میں رکی تھی۔ سب سے آخر میں شہرام خان کی گاڑی کے ٹائر رات کے سناٹے میں بری طرح چڑچڑاتے ارتعاش پیدا کر چکے تھے۔ اس کے سب آدمیوں نے اپنی اپنی رائفلز لوڈ کرتے اس کے اطراف میں جگہ سنبھالی تھی۔ حویلی کے تمام مکین بھی الجھ کر وہی جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ نوفیل آفریدی نے قہر برساتی نگاہوں سے گاڑی میں سے کروفر سے نکلتے شہرام خان کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں اس کی اچانک آمد پہ پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ اس نے چونک کر اپنے باپ کی جانب دیکھا جس کی حالت بھی قدرے مختلف نا تھی۔

"نوفیل خان۔"

شہرام خان کی دھاڑ آفریدی حویلی کے در و دیوار کو ہلا گئی تھی۔ نوفیل کی کشادہ پیشانی پہ سلوٹیں نمودار ہوئی۔

"آواز آہستہ رکھو شہرام خان بھولو مت کہ اس وقت تم اماری حویلی میں کھڑے ہو جان"

"سے مار کر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں ام ایک لمحہ نہیں لگائے گا۔"

وہ خون اگلتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے پتھریلے لہجے میں بولا جواباً اس نے تنفر سے سر جھٹکتے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیا تھا۔

"مدعے کی بات پہ آتے ہیں نوفیل خان۔"

وہ پراسرار لہجے میں بولتے قدم بڑھاتا اس کی جانب آیا اور اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑا ہو گیا۔ نوفیل نے چونک کر اس کی کانچ سی آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں سے فقط اس کیلئے نفرت ہی چھلک رہی تھی۔

ام کو تجھ جیسے انسان سے مدعے کی بات بھی نہیں کرنی اسی لیے یہاں سے دفعہ ہو جاؤ"

"یا تمہیں نکلواؤں یہاں سے۔"

وہ تنفر بھرے لہجے میں بولا۔ لگے ہی لمحے شہرام نے ایک جھٹکے میں اس کے لبوں کے عین نزدیک نشانہ باندھتے ذہریلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"پر خہ کہاں ہے نوفیل خان۔"

اس کے لبوں سے نکلتے الفاظ سن کئی لمحے کیلیے وہاں کھڑے سب نفوس ساکت رہ گئے۔ عورتوں نے تو زنان خانے سے باہر جھانکتے اس آواز پہ سختی سے لبوں پہ ہاتھ جمالیے۔ نوفیل نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

امارے بیٹے کو چھوڑو وہ نہیں جانتا کہ تمہارا بہن کہاں ہے۔ اس کی جان بخش دو۔ تمہاری "توبلی میں کچھ بھی ہو تو قصوروار ام لوگ ہی کیوں ہوتے ہیں۔"

آفریدی ایکدم اس پہ جھپٹتے اس کی رائفل کا رخ دوسری جانب کر گئے۔ اگلے ہی لمحے اس میں سے ایک گولی نکلتے سامنے درخت پہ لگی تھی۔ گولی کی آواز سن سب کے رگوں میں خوف سرائیت کر گیا۔ شہرام کے آدمیوں نے اب آفریدی پہ رائفلز تانی ہوئی تھی مگر شہرام کے اشارے پہ وہ دوبارہ نیچے کر گئے۔ اتنی دیر میں وقار یوسف زئی بھی وہاں پہنچ چکے تھے معاملے کی سنگینی کا احساس ہوتے ہی وہ تھکی تھکی سی سانس خارج کر گئے۔

یہ بات امارے لبوں سے پہلی اور آخری بار نکل رہی ہے کہ ام نہیں جانتے کہ تمہارا "بہن کہاں ہے نا امارا اس سے کسی قسم کا دشمنی ہے ہاں جو دل میں ڈیرہ جمائے بیٹھی

ہے اسے تو تم اپنی بیوی مان چکا ہے رہی بات تمہاری بہن تو کیا معلوم وہ کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہو۔

اس کی بکواس پہ شہرام کا چہرہ بے تحاشہ سرخ ہو گیا۔ وہ رائفل ایک جانب پھینکتے بری طرح اس پہ جھپٹا تھا۔ وقار یوسف ذئی نے بروقت اسے سنبھالتے پیچھے کیا جو اشتعال کے عالم میں گہرے گہرے سانس بھرتے خود پہ ضبط کر رہا تھا۔

حرام خور ہے یہ بے غیرت ہے جو بھی ہے جیسی بھی ہے اب پشیمینہ میری عزت " ہے میں اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا آئی میری بات سمجھ اور میری بہن کے بارے میں غلط بات بولنے سے قبل اپنی بہن کے بارے میں سوچ لینا نوفیل "خان۔

وہ ذہر خند لہجے میں بولا۔ نوفیل اپنی بہن پہ بات آتا دیکھ بلبلا اٹھا۔ اس سے پہلے کہ وہ پھنکارتے اس کی جانب بڑھتا آفریدی نے بروقت اسے سنبھالا تھا۔ وقار یوسف ذئی کی بات پہ کئی لمحے تک اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم کسی فیصلے پہ پہنچتے وہ دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

میں اب تو جا رہا ہوں تجھ پہ یقین کر کے لیکن اگر مجھے پتہ لگا کہ وہ تمہارے پاس ہے تو" میں اس حویلی کی لینٹ سے لینٹ بجادوں گا یہاں لاشیں بچھے گی اور میں انہی لاشوں پہ "سے پھلانگتے اس حویلی سے نکلوں گا میری بات یاد رکھنا۔

وہ تنفر بھرے لہجے میں بولتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ دل بری طرح کانپ رہا تھا پر خہ کے بابت سوچ بھلا وہ کہاں جاسکتی تھی۔ اس نے پریشانی سے اپنی پریشانی مسئلے گاڑی میں بیٹھتے سر سیٹ سے نکالیا۔ آنکھوں کے دریچوں میں اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ گھوم رہا تھا۔ گاڑی حویلی کی جانب رواں دواں تھی۔

اپنی بہن کے کمر تو امارے سر ڈال رہا تھا خبیث انسان۔ اپنی بہن غائب ہوئی تو امارے "بہن پہ چڑھائی کر گیا۔ میں بالکل بھی معاف نہیں کروں گا اسے بابا۔

وہ اس کے جانے کے بعد بھی بپھرے ہوئے شیر کی مانند ہانپ رہا تھا اسی لمحے لالہ رخ نے اس کے سینے سے لگتے اسے تسلی دی تھی۔ اس کے سینے سے لگتے ہی اس کا غصہ آہستہ آہستہ ہوا ہونے لگا تھا۔ اس نے نرمی سے لالہ رخ کی پشت سہلائی تھی۔

لالہ آپ کسی کی بات پہ پریشان نہیں ہو۔ ان کی بھی تو بہن ایک دم سے غائب ہوئی۔
ہے تو وہ بس پریشان ہے اسی لیے ایسا بول دیا۔ میں کونسا ان کی کہنے سے کہی چلی جاؤں
"گی۔"

وہ محبت سے اس کے گال پہ ہاتھ رکھتے سمجھانے والے انداز میں بولی۔ نوفیل نے نرمی
سے اس کی پیشانی پہ لب رکھے تھے۔ دل میں ابھی بھی دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اس نے ساری
باتوں کو ذہن سے جھٹکتے قدم اندر کی جانب بڑھائے تھے جہاں اس کی مورے بیٹھی
پریشان ہو رہی تھی۔ آفریدی نے تفاخر سے مسکراتے نوفیل کی پشت کو تکا تھا جو ناجانے
کیوں اچانک ہی بہت بدل گیا تھا۔ انہوں نے اتنا جاننے کی کوشش کی تھی مگر وہ ہمیشہ
ایسے ہی ٹال دیتا تھا پھر انہوں نے بھی خاموشی اختیار رکھنا ہی ضروری سمجھا تھا۔
"ناجانے کہاں گئی ہوگی وہ بچی۔ امارا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔"

وہ دل پہ ہاتھ رکھتے ڈرے سہمے لہجے میں بولی۔ نوفیل نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

مورے تمہارے کو پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے ایسے ہی کوئی غائب نہیں " "ہوجاتا ضرور اس نے ہی۔"

نامیرا بچہ ایسے نہیں بولتے وہ بھی کسی کی جوان اولاد ہے فرض کر اگر تو غلط ہوا اور وہ سہی سلامت واپس آگئی تو تجھے ہی اپنی باتوں پہ پچھتاوا ہوگا "مارا تو کچھ نہیں جائے تو ہی خود سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہے گا اسی لیے تحمل سے کام رکھ اور اس کیلئے دعا "کر۔ بس وہ مل جائے تو امارى زات کو بھی سکون میسر آجائے گا۔"

وہ لالہ رخ کا سر سہلاتے ہوئے تفکر بھرے لہجے میں بولی۔ ان کا دل ابھی بھی اس بچی کیلئے دعاگو تھا۔

"جی مورے۔"

نوفیل سر جھکا کر مدہم لہجے میں گویا ہوا۔ ذہن میں غصے کے بھانہ چل رہے تھے مگر ایسا کیوں تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

بابا کہی ان حویلی والوں کی کسی سے کوئی دشمنی تو نہیں جو سیدھا ان کی بیٹی پہ ہی وار" "ہوا ہے اور وہ بھی ایسا وار جو سب کی جان نکالنے کو کافی ہے۔

وہ الجھی نگاہوں سے آفریدی کی جانب دیکھتے ہوئے ٹھہرے لہجے میں بولا۔ اس نے جواباً کہینہ تو زنگاہوں سے نوفیل کی جانب دیکھا تھا۔

جس کی بیٹی ہے نا وہ اسے ہی اس بارے میں سوچنے دو فضول کا دماغ لڑانے کی" "ضرورت نہیں ہے۔ سکون سے بیٹھ جاؤ۔ وہ اپنی بیٹی کا اچھا برا سب جانتے ہیں۔

وہ غمض کے عالم میں اسے باور کرواتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ نوفیل نے پرسوچ نگاہوں سے ان کی پشت کو تکا تھا۔

"غنجہ کی وجہ سے پریشان ہونگے خاناں۔"

زربی بی نے ان کے یوں بولنے کا اثر ذائل کرنا چاہا تھا۔

"مورے کہنا تو نہیں چاہیے مگر ام کو یہ جو پھپھو ہے نا اصل والی پھپھو لگتی ہے۔"

وہ سر جھٹکتے ہوئے بیٹیلے لہجے میں بولا۔ اس کے ایک ایک لفظ میں عجیب سی نفرت کی بو آرہی تھی۔

بس کر جانوفیل ابھی تو شہرام کے آگے اسی کی بیٹی سے محبت کے قصیدے پڑھ رہا تھا۔

وہ تنک کر گویا ہوئی۔ نوفیل ان کی بات پہ ناچاہتے ہوئے بھی مدہم سا ہنس دیا۔

مورے وہ صرف اس انسان کو چڑانے کیلئے تھا اسے اشتعال میں مبتلا کر کے مجھے "بے تحاشہ سکون میسر آتا ہے ورنہ اب مجھے کسی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور لالہ رخ کا سر تھپتھپاتے مغرورانہ چال چلتے مردان خانے کی جانب بڑھ گیا۔ اس کی باتوں پہ ذر بی بی کو بے تحاشہ تسلی ہوئی تھی۔ ایک ایک گونہ سکون ان کی رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔ ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا بیٹا یوں اتنی جلدی سنور جائے گا بلکل ویسا ہو جائے گا جیسا دیکھنے کی وہ اسے خواہش مند تھی۔

مورے آئیں آپ کو ام آپ کے کمرے تک چھوڑ دے پھر مجھے عشاء کی نماز بھی ادا"
"کرنی ہے۔

وہ انہیں تشکر سے مسکراتا دیکھ خود بھی انہیں سہارہ دیتے مسکراتے لہجے میں بولی اور
انہیں لیتے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"آپ سب کہاں جا رہے ہیں ماما بابا۔"

پری جوں ہی یونی سے لوٹی تھی ان سب کو نک سک سا تیار دیکھ حیران پریشان رہ گئی جو
کسی جانے کی تیاریوں میں تھے۔ اس کی بات پہ عادل نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب
دیکھا اور اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا تھا۔

وہ تو ہم بتاتے ہیں پہلے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ یونی کیوں"
"گئی تھی کچھ دن آرام کر لیتی پھر یونی ہی جانا تھا۔

انہوں نے سرزنشی انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ پریسہ ان کی بات پہ فقط مسکرا کر رہ گئی۔

بابا گھر بیٹھ کر کیا ہے کچھ بھی نہیں ہے عجیب سی سوچیں بے لگام سی کچھ سمجھ " نہیں آتی بس زہن اسی جانب ہی لگا رہتا ہے چاہ کر بھی ان چیزوں سے چھٹکارہ حاصل نہیں ہو پاتا تبھی میں نے یونی جانے کا سوچا تھا تاکہ میرا دھیان اس جانب سے مبذول "ہوسکے اور اگر میں اب نہیں جاتی تو ان سب نے مجھے نہیں بخشا تھا۔

وہ انہیں تفصیل سے بتاتے ہوئے بولی۔ عادل اس کی بات پہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئے۔ عافیہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں ایک ویرانی سی چھائی ہوئی تھی۔ عین اسی لمحے پریسہ کی نگاہیں ان کی جانب اٹھی تو وہ بغور اس کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔ پریسہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں تسلی دی تھی۔ عافیہ کے رگ و پے میں ایک سکون سا سرائیت کرتا چلا گیا۔

"چلیں اب میری بات کا بھی جواب دے دیں نا۔"

وہ ان کا شانہ ہلاتے ہوئے گویا ہوئی۔ عادل نے مسکرا کر عافیہ کی جانب دیکھا جو ملازم کو میز پہ رکھا سامان گاڑی میں رکھنے کی تاکید کر رہی تھی۔

صرف ہم دونوں نہیں بلکہ صدام اور آپ بھی جارہی ہیں اور ہم ہادی کے گھر جارہے ہیں بھئی اتنے عرصے بعد ہمارے دوست نے ہماری دعوت کرنے کا سوچا ہے تو کیسے "فراموش کر دیں۔

وہ مدہم سا ہنستے ہوئے بولے تو پریسہ ان کی بات پہ بھونچکا رہ گئی اور ایک نظر سامان کی جانب دیکھا جو کسی سے بھی کسی دعوت پہ لے جانے والا نہیں لگ رہا تھا۔

"مگر بابا یہ سامان۔"

وہ حیرت سے بس یہی بول پائی۔ عادل نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو مسکرا دیے۔

یہ تو ایسے ہی آپ جانتی ہونا مجھے کہی بھی خالی ہاتھ جانا نہیں پسند اور وہاں جاؤ تو وہ خود" اتنا سب کچھ چیزوں کا بندوبست کر لیتا ہے میں کسی بھی صورت میں خود کو ڈی گریڈ نہیں "کر سکتا میری جان۔

وہ اس کا سر تھپتھپاتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پری نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پری۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھتی اپنے عقب سے آنے والی عافیہ کی مصروف سی آواز پہ اس نے جھنجھلا کر اس جانب دیکھا جہاں عافیہ اسی سے مخاطب تھی۔ اس نے نا سمجھی سے بھنویں اچکائی تھی۔

"میری جان جلدی سے تیاری پکڑو ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

وہ اسے تاکید کرتے ہوئے بولی۔ پریسہ نے آنکھیں میچی تھی اس کا ذرا بھی دل نہیں تھا کہی بھی جانے کو وہ بس کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔ جامعہ بھی بس وہ انہی لوگوں کے

کہنے پہ ہی گئی تھی ورنہ وہ ذبردستی لے جاتے اور ویسے بھی اس جگہ پہ دوبارہ جانا جہاں صرف اسی ظالم شخص کی یادیں تھی بھلا وہ کیسے یہ سب کر سکتی تھی وہ اپنے دل پہ اچھا خاصہ جبر کر چکی تھی۔

اما میرا جانا ضروری ہے کیا۔ آپ لوگ جائیں انجوائے کھجے ہتھکین کریں میرا ذرا سا بھی " دل نہیں ہے کہی بھی جانے کو۔ آپ پلیز میری جانب سے معذرت کر لیجیے گا۔ پہلے ہی میرا دماغ بہت تھکا ہوا ہے میں کسی کے بھی سوالات کے جوابات دینے کی حالت میں "نہیں ہوں۔

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتی وہاں سے مڑ گئی مگر اگلے ہی لمحے پریسہ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ فق چہرے سمیت اپنے سامنے کھڑے صدام کو دیکھ رہی تھی جس کا چہرہ بالکل بے تاثر تھا۔

"کیا ہوا تھکی کیوں ہوئی ہو اور اما کو جانے سے کیوں انکار کر رہی ہو۔"

وہ نرم لہجے میں بولا۔ پریسہ کا سانس اسی وقت بحال ہوا تھا۔ صد شکر تھا کہ اس نے عافیہ کو تنہا سمجھتے کوئی بات نہیں کر دی تھی ورنہ معاملہ مزید بگڑ جاتا۔

"نہیں بھائی وہ ایسے ہی آپ جانتے ہیں مجھے شوق۔"

شوق ہے یا نہیں میں نہیں جانتا فالوقت تم جارہی ہو اور ماما بابا کو انکار کر کے انہیں "مزید پریشانی سے دوچار مت کرو پری۔ بچوں کی طرح مت برتاؤ کیا کرو چلو شاباش تیار ہو جاؤ "جا کر۔ ہم یہی منتظر ہیں۔

وہ اس کی بات کو درمیان میں ہی کاٹتے اپنے لہجے کو حتی الامکان سخت بناتے ہوئے بولا تو وہ اثبات میں سر ہلاتے مریل انداز میں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اب صدام کے کہنے کے بعد تو انکار کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔ کمرے میں آتے ہی ایک نظر خود کو آئیے میں دیکھتے اس نے گہرا سانس بھرا تھا۔ وہ کہی بھی جانے سے کتراتے تھی کیونکہ وہ اگر کہی بھی جاتی تو وہاں لازماً اس کے قد کو نشانہ بنایا جاتا تھا جو اسے بری طرح اذیت سے دوچار کرواتا تھا۔ وارڈروب سے سفید رنگ کا کرتا نکالتے وہ واشروم کی جانب بڑھ گئی۔ چند ساعتوں

بعد فریش ہوتے ہی اس نے بالوں کو اونچی پونی میں مقید کیا اور لبوں پہ ہلکا ہلکا گلابی رنگ کا گلوں لگاتے ڈوپٹے کو مفکر کی صورت میں لپیٹتے ہی شوز پہنتے اس کے تسمے باندھنے لگی۔ اس کام سے فراغت حاصل کرتے ہی اس کی نگاہ سائیڈ ٹیبل کی رکھی گھڑی کی جانب اٹھی اس نے اسے کلائی میں پہن کر اپنا موبائل پکڑتے بھاگنے والے انداز میں نیچے کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ لاؤنج میں پہنچتے ہی سب اسی کے منتظر تھے۔ اس کے آتے ہی سب ایک دوسرے کی تلقید میں پورچ کی جانب بڑھے تھے جہاں عادل گاڑی سٹارٹ کرچکے تھے۔ ان کے جگہ سنبھالتے ہی گاڑی ان کے گھر کی جانب گامزن ہوئی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد گاڑی خان ہاؤس کی حدود میں داخل ہوئی تو پریسہ نے بے چینی سے انگلیاں چٹھانا شروع کر دی۔ ناجانے کیوں دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ اسے اپنی ماں پہ حیرت ہو رہی تھی جنہوں نے اسے سمجھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ وہ خود بھی صدام کو کچھ بھی کہ کر ٹال سکتی تھی مگر وہ خاموش رہی تھی۔ ان کے بابت سوچتے اس کی آنکھوں میں بے تحاشہ نمی نمودار ہوئی جسے اس نے بے دردی سے پونچھ لیا تھا۔

"کیا ہوا رو کیوں رہی ہو۔"

صدام سرعت سے اس کی جانب آیا تھا۔ پریسہ کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔
نہیں بھائی رو تو نہیں رہی بس آنکھ میں کچھ چلا گیا ہے وہی نکالنے کی کوشش کر رہی "
"ہو۔"

وہ بمشکل مسکراتی ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے بولی۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب لاؤنج میں
بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے مگر پریسہ ایک جانب خاموشی سے بیٹھی صوفے کی
ہتھی پہ اپنے ناخن کھرچ رہی تھی۔ ایک دو بار اس کی نگاہ سامنے بیٹھے ہادی کی جانب
اٹھی تھی جو یونی کی بانسبت یہاں بالکل سپاٹ چہرے سمیت بیٹھا ہوا تھا یہاں تک کہ
اس نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا تاکہ وہ کوئی ردِ عمل ظاہر کرے مگر جواب میں اس
کا ردِ عمل ویسے کا ویسا ہی ٹھنڈا تھا۔ اسے شدت سے کسی غیر معمولی پن کا احساس ہوا
تھا معاً کسی کی نگاہوں کا ارتکاز خود پہ محسوس کرتے اس نے چونک کر نگاہیں اوپر کی

جانب اٹھائی تو سامنے ہی صوفے پہ بیٹھی نازیہ زیرک نگاہوں سے اسی کا جائزہ لے رہی تھی۔ پریسہ کا دل دھک سے رہ گیا ان کے دیکھنے کے انداز پہ۔

"پریسہ آپ کیوں خاموش بیٹھی ہوئی ہیں۔"

وقار سے مزید برداشت نا ہوا تو اس کے ساتھ ہی جگہ سنبھالتے ہوئے بولا۔ پری اس کی بات پہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی تھی۔

ارے آپ کیا ہوتا ہے۔ دیکھو تو تم سے بھی چھوٹی لگ رہی ہے اب دیکھنے والا کیا سمجھے گا کہ ضرور کوئی سکول گونگ لڑکی ہے اب انہیں کیا پتہ ہو کہ پری جامعہ جاتی ہے اور "ہمارے ہادی کی ہی کلاس فیلو ہے۔"

وہ بظاہر ہنستے ہوئے بولی مگر ان کے لہجے میں چھپی کاٹ سے پریسہ کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑ گیا۔ آنکھوں میں ڈھیروں پانی جمع ہوا تھا۔ راحیل نے خشمگین نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جو ابھی بھی مسکرا رہی تھی۔ عادل اور عافیہ ان کی بات کو مذاق کے طور پہ لیتے ٹال گئے مگر پری کا دل اب ہر شے سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ کم از کم اسے

نازیہ سے اس قسم کی بات کی توقع قطعی نہیں تھی وہ تو جب بھی ملتی تھی محبت سے ہی ملتی تھی مگر آج کچھ تو تھا تو غلط ہو رہا تھا مگر کیا وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اچھا خیر تم بتاؤ اتنے عرصے بعد دعوت کا خیال کیسے آگیا تمہارے ذہن میں۔"

عادل نے اپنا رخ را حیل کی جانب کیا تو وہ مدھم سا قہقہہ لگا اٹھے۔ اس کے لہجے میں طنز جو بخوبی پڑھ چکے تھے۔

ذہن میں تو میرے بہت کچھ آیا ہے بس اب اس کا اظہار کرنا باقی ہے اور تمہاری "جانب سے تو میں ہمیشہ سے ہی ہر کام کیلئے مثبت جواب کا ممتنی رہا ہوں۔"

وہ بات کی تمہید باندھتے آخر میں جتانے والے انداز میں بولے تو سب نے الجھی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جو اب گلہ کھنکھارتے بات کا آغاز کرنا چاہ رہے تھے۔ ہادی نے اذیت سے آنکھیں میچتے چہرہ جھکالیا کیونکہ یہ بات سننے کی اس کی ہمت بالکل نہیں تھی۔

"اچھا ایسا بھی کیا ہے جلدی بولو۔"

عادل پریشانی سے گویا ہوئے۔ صدام نے چہرہ جھکائے بیٹھے ہادی کو ٹھوکا مارتے ان کی جانب متوجہ کیا تو وہ بھی بمشکل مسکراتے ان کی جانب دیکھنے لگا البتہ پریسہ نے ان کی بات کو کسی بھی کھاتے میں لانے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"میں دراصل ہادی کا رشتہ مانگنا چاہ رہا تھا۔"

وہ گہرا سانس بھرتے ہوئے بولے۔ ان سب نے نا سمجھی سے ان کی جانب دیکھا۔

"اچھا مگر کس کے ساتھ کوئی نظر میں ہے کیا انکل۔"

صدام خوشگوار حیرت سمیت بولا اور ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا تھا۔

"پریسہ سے۔"

ان کی برخستہ بات پہ پریسہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے ابلتا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔ باقی سب کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ وہ سپید پڑتے چہرے سمیت ان سب کی جانب دیکھ رہی تھی۔ ناجانے کیا سوچ کر اس نے بے یقینی کی

کیفیت میں ہادی کی جانب دیکھا تو وہ بے ساختہ نگاہیں چڑا گیا۔ یکلخت ان سب کے چہروں پہ نہایت خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ نازیہ نے نحوست سے سر جھٹکا۔

بھائی صاحب یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ آپ نے اس بارے میں سوچا ہادی کو تو ہم "

"سب جانتے ہیں۔

عافیہ تو ان کی بات پہ پھولے نہیں سمار ہی تھی۔ پریسہ نے بھگی شکوہ کناں نگاہیں ان کی جانب اٹھائی جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی کیسے انجان بن رہی تھی۔ کیا ان کیلئے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ سپاٹ چہروں سمیت سب کی جانب دیکھ رہی تھی۔

ہاں نا میں نے تو البتہ کوئی اور بھی پسند کر لی ہوئی تھی اچھی خاصی تھی لمبی خوبصورت "

ہر چیز تھی مگر راحیل کا کہنا تھا کہ نہیں وہ ہادی کی دلہن اگر کسی کو بنائیں گے تو وہ پری

"ہی ہوگی پھر میں نے بھی زیادہ بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا۔

وہ لبوں پہ ایک دھیمی مسکراہٹ سجائے کاٹ دار لہجے میں بولی۔ ان کے لفظوں کی کاٹ

سے اسے اپنا پور پور چھلنی ہونا محسوس ہوا تھا۔ اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ نازیہ اپنے بیٹے کی

حیثیت سے اسے بالکل پسند نہیں کرتی۔ باقی سب نے سرے سے ہی اس جانب دھیان نہیں دیا۔

انکل یقین کریں آپ کی بات نے ہمیں بے تحاشہ خوشی دی ہے بالکل غیر متوقع تھا۔
"یہ ہمارے لیے۔"

صدام کی چمکتی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ ایک جھٹکے سے گرے گرے سانس بھرتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سب نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا جو اب تیز تیز قدم اٹھاتی باہر کی جانب جارہی تھی۔ آنکھوں کے آگے دھندلاپن آنے کی بدولت وہ دو تین بار گرتے گرتے پچی تھی مگر باہر آتے ساتھ ہی اس کا خود پہ باندھا ضبط پوری طرح لوٹا تھا وہ پلر سے پشت لکائے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ ذہن میں بس عافیہ اور صدام کی باتیں گردش کر رہی تھی۔ ایک بار پھر اسے اپنے زخموں سے خون رستا ہوا محسوس ہوا۔

"لگتا ہے کہ پریسہ کو ہماری بات پسند نہیں آئی۔"

نازیہ ہنستے ہوئے بولی۔ عافیہ نے سرعت سے گردن نا میں ہلاتے ان کی بات کی نفی کی تھی۔

ارے نہیں نہیں بھا بھی وہ بس شرما گئی ہوگی۔ اب بچوں کے سامنے ہی ایسی بات تو "جھجک تو آ ہی جاتی ہے۔"

عافیہ نے بات کو سنبھالنا چاہا تو وہ مرے مرے انداز میں سر ہلا گئی مگر ابھی بھی ان کی پرسوج نگاہیں اس کی پشت پہ جمی تھی جہاں سے وہ بھاگ کر گئی تھی۔ ہادی ایکدم کسی فیصلے پہ پہنچتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں دیکھتا ہوں اس سے مجھے کچھ بات بھی کرنی ہے۔"

وہ ان سب کو تسلی دیتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اپنی پشت پہ وہ اپنی ماں کی شرربار نگاہیں واضح محسوس کر سکتا تھا۔ اسے آج اپنی ماں کے رویے نے بے تحاشہ ٹھیس پہنچائی تھی۔ اگر وہ اسے پسند نہیں کرتی تھی تو اس کے قد پہ بات کر کے انہیں پریسہ کے دل کو ٹھیس بھی نہیں پہنچانی چاہیے تھی۔ باہر لان میں پہنچتے ہی اس کے

بھاگتے قدموں کو بے ساختہ بریک لگی تھی اب اس کا مسلسل ہچکولے کھاتا موجود ہادی کی نگاہوں کے عین سامنے تھا۔

"پری۔"

اس نے ہمت کرتے اسے مخاطب کیا لیکن وہ اس کے بلانے پہ ہی بپھرتی اس کے کالر پہ چھپٹتے اسے جھٹکا دے گئی۔

ڈونٹ کال می پری ہادی خان ڈونٹ کال میں پری مجھے اس نام سے مخاطب کرنے کا "حق صرف میرے اپنوں کو ہے مگر تم اب میرے اپنے نہیں رہے۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے بپھری شیرینی کی مانند دھاڑی۔ ہادی نے پریشانی سے اسے تھامنا چاہا مگر وہ اس کا ہاتھ بری طرح جھٹک گئی۔

پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ پری جیسے یہ تمہارے لیے غیر متوقع تھا میرے لیے بھی بالکل "جس تکلیف سے تم دوچار ہو اسی سے میں بھی ہوں تو پھر تم مجھ سے ویسے ہی تھا "کیوں اس طرح برتاؤ کر رہی ہو۔"

وہ دبے دبے لہجے میں بیچاگی سموئے بولا۔ پریسہ نے ایکدم روتے ہوئے اپنے بالوں کو بری طرح مٹھی میں جکڑا تھا۔

تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو میں۔ میں نے کبھی تمہیں اس نظر سے نہیں دیکھا ہادی " ہلیز اسے رکوادو ہلیز ورنہ اس شادی سے پہلے ہی میں اپنی جان لے لوں گی۔ تم کیسے مان گئے اس رشتے کیلئے۔ تمہاری تو ماں بھی اس رشتے کے حق میں نہیں ہے۔ میں انہی باتوں سے ڈرتی تھی اور میرا ڈر آج میرے سامنے آرہا ہے۔

وہ تکلیف کی شدت سے آنکھیں میچتے ہوئے ہچکیاں بھرتے ہوئے بھرائے لہجے میں بولی۔

میں نے بہت انکار کیا ہے اما کو پاپا کو مگر کوئی سننے کو رضامند نہیں ہے اب یہ کام " صرف تم ہی کر سکتی ہو کیونکہ اب سارا کام تمہارے ہاتھوں میں ہے تم سے جب بھی اس رشتے کے متعلق کوئی سوال ہو تو تم انکار کر دینا۔ ہم دونوں کی اس چیز سے جان "چھوٹ جائے گی۔

وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔ اس کی بات پہ وہ تمسخر سے مسکرائی تھی۔

واہ ہادی خان واہ ایک لڑکی ہو کر انکار اپنے والدین کو تھمادوں میں اور اس کے بعد "تمہاری ماں جیسے لاکھوں لوگوں سے کچھ بھی سنتے اپنے وجود پہ کالک ملوالوں کس قدر ڈرپوک ہو تم ہادی اس قدر ڈرپوک ایک مرد ہو کر ہاتھوں میں چوڑیاں پہن کر بیٹھے ہو اور "مجھے ایک عورت ہو کر تم انکار کرنے کے طریقے سمجھا رہے ہو۔

وہ بھیگے تند لہجے میں ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ شرمندگی کا احساس اس کے رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔

"میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتا پری۔"

وہ تھکے تھکے لہجے میں بولا۔ اس کے لہجے کا بھاری پن اس نے شدت سے محسوس کیا تھا۔ پریسہ نے اپنا حلق تر کرتے اس کی جانب دیکھا اور ڈھیروں آنسو اندر اتارتے اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھی تھی کیونکہ اب جو وہ بولنے والی تھی وہ جانتی تھی کہ اس کے اعصابوں پہ کس قدر گراں گزرے گی یہ بات۔

تو جاؤ اندر اور اپنے ماں باپ کے سامنے اقرار کرو اپنی محبت کا۔ جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ تم "پریسہ سے نہیں بلکہ بریزہ سے محبت کرتے ہو اسے اپنا ہمسفر بنانا چاہتے ہو۔ وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ ہادی کی آنکھوں میں وحشت سی دوڑنے لگی۔ وہ بے ساختہ لڑکھڑایا تھا۔ یہ بات تو وہ سرے سے ہی سب سے چھپاتا آیا تھا پھر پریسہ کو کیسے علم ہوا اس بابت۔ وہ الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

کیا ہوا نگاہیں کیوں چڑا رہے ہو ہادی مرد ہو تو ڈنکے کی چوٹ پہ اپنی محبت کو تسلیم کرو اور "اگر نہیں کر سکتے تو محبت نامی جذبے کی توہین بھی مت کرو۔

وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ ہادی نے اذیت سے اس کی جانب دیکھتے اپنی پیشانی مسلی۔ کہنے سننے کو اب باقی کیا بچ گیا تھا۔ سب کی زندگیاں الجھ کر رہ گئی تھی۔ کوئی سننے کو تیار نہیں میں ماما کو منا بھی لوں مگر پاپا وہ کبھی نہیں مانیں گے وہ اپنے "فیصلوں میں بہت اٹل ہیں۔

وہ خالی خالی لہجے میں گویا ہوا۔ اب جب وہ جان ہی گئی تھی تو اس سے مزید چھپانے کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔

تمہیں اس سارے قصے میں میں ہی غلط لگا ہوگا مگر تم نے ایک بار بھی میرے بارے " میں نہیں سوچا راتوں کو میں نہیں سوسکتا یونی میں کسی چیز پہ دھیان نہیں لگتا۔ الجھا الجھا سا رہتا ہوں خود سے ہی شرمندہ۔ ہم کہنے کو تو اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور سب کو لگتا ہوگا یہی کہ ہم پسند کی شادیوں کو ترجیح دیتے ہیں مگر یہ بات صرف ہم ہی جانتے ہیں کہ اس اچھے گھرانے میں بھی اسی قسم کے ماں باپ ہوتے ہیں جو بچوں کی پسند کو کبھی ترجیح نہیں دیتے۔ میں نے بریزہ سے کبھی کوئی وعدے وعید نہیں کیے نا ہی کبھی اس سے اس چیز کا اظہار کیا ہے کیونکہ میں نہیں جانتا کہ میرا آنے والا کل کیا ہوگا مگر اس کی آنکھوں میں جب جب میں زرا سی بھی محبت دیکھتا ہوں نا لگاؤ دیکھتا ہوں میں چاہ کر بھی خود پہ ضبط نہیں کر پاتا۔ میں خود تو ٹوٹ سکتا ہوں مگر اسے نہیں ٹوٹنے دے سکتا کیونکہ وہ پہلے ہی بہت بکھری ہوئی ہے اپنی ذات سے منسلک کر کے میں اس کی "ذات کو ریزہ ریزہ نہیں کر سکتا کہ اس کے ذرے ذرے ہوا میں تحلیل ہو جائیں۔"

وہ غائب دماغی کی حالت میں بول رہا تھا اور پریسہ نم آنکھوں سمیت مسکراتے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اس نے بے ساختہ شکر ادا کیا کہ اس نے کم از کم اس بات کا اعتراف تو کیا ورنہ وہ ہمیشہ اسی پہیلی میں الجھی رہتی۔

"کیا ہو گیا واپسی کا ارادہ ہے یا نہیں۔"

اس سے قبل کہ پریسہ اس کی بات کے جواب میں کچھ بولتی صدام کی آواز پہ ان دونوں نے سرعت سے اپنے چہرے صاف کرتے بمشکل مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا جس کے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس نے کچھ سنا ہے یا نہیں۔ پریسہ خاموشی سے اس کی جانب سے نکلتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ہادی نے بھی اسے ساتھ لے کر اندر واپس جانے کو ترجیح دی تھی جہاں نازیہ بیگم ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا لگوا چکی تھی۔ پریسہ کا دل تو نہیں تھا مگر جی کڑا کر کرسی کھسکا کر بیٹھ گئی۔ عافیہ نے دو تین بار اس کے چہرے کو دیکھ کسی بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی مگر نگاہیں ہمیشہ کی طرح ناکام لوٹ آئی۔ پریسہ نے اس دوران کسی کو بھی مخاطب کرنا

مناسب نہیں سمجھا تھا وہ اب کسی کے سامنے بھی کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی تبھی چند ایک لقمے ذہر مار کر رہی تھی۔

رات کے وقت شہر کے بیچ و بیچ اس کھنڈر نما جگہ پہ سناٹے کا راج تھا۔ چرند پرند تاریکی پھیلنے کی بدولت اپنے اپنے ٹھکانوں پہ جا چکے تھے۔ دور کہی سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی آتی اور کچھ دیر بعد خود ہی معدوم ہو جاتی۔ بائیکس کے پھیوں کی آوازوں سے ماحول میں ارتعاش سا پیدا ہو رہا تھا۔ ایسے میں دور کہی ایک گھر میں روشنیوں کا بسیرا تھا۔ لکڑی کا دروازہ کھول کر اندر جائیں تو سیدھا نگاہ لکڑی کے میز سے ٹکرائے گی جس کے اطراف میں تین بالکل برینڈ نیو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ دائیں جانب نگاہ جاتے ہی کھڑکیوں کے دونوں کھلے پٹ تھے جس سے ہوا کا عمل دخل جاری تھا۔ ذرا سا اندر جاتے ہی ایک بوسیدہ سے دروازے کے عین آگے بوسیدہ سی کرسی پہ ایک نوجوان براجمان ہوش و حواس سے بیگانہ اونگھ رہا تھا۔ اسے رسیوں سے جکڑا گیا تھا تاکہ وہ کہی بھاگ نہ جائے۔ اس کے بالکل نزدیک

تین لڑکے اس پہ جھکے حیرانگی سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے شاید اس کے ہوش میں آنے کے منتظر تھے۔

"یہ تو کل کا ایسے مرا پڑا ہے جیسے اسے ہم نے ہی یہاں دفنا کر واپس جانا ہے۔"

ہادی اس کے چہرے پہ روشنی مارتے ہوئے بڑبڑانے والے انداز میں بولا مگر اگلے ہی لمحے اپنے سینے پہ پڑنے والی ذور دار لات سے وہ کراہتے تڑپ کر رہ گیا۔ فارس اور ارتضیٰ نے حیرت سے یاسر کی جانب دیکھا جو اب اپنی ایک آنکھ کھولنے کی کوششوں میں تھا مگر شاید ان کی بدولت ڈر کے مارے نہیں کھول رہا تھا۔

"تو ٹھیک ہے ہادی۔"

ارتضیٰ نے اسے سہارہ دے کر کھڑا کیا تو وہ غصے سے لڑکھڑاتے قدموں سمیت اس کی جانب آیا اگلے ہی لمحے کمرے کی خاموش فضا میں زناٹے دار تھپڑ کی آواز گونجی تھی۔ اب یاسر منہ پہ ہاتھ رکھے ادھ کھلے منہ سمیت اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"مجھے لات مارے گا تیرا میں بھرتا نا بنادو موٹی توند والے کدو۔"

وہ اس کے دوسرے گال پہ بھی چماٹ ریسد کرتے ہوئے تڑخ کر بولا تو یاسر کا منہ بیچاگی سے دوسری جانب لڑھک گیا۔ فارس اور ارتضیٰ حیرت سے منہ پہ ہاتھ رکھے اس کی جانب دیکھ رہے تھے جو ناجانے کس کا غصہ اس پہ نکال رہا تھا۔

"مگر تجھے تو لات ارتضیٰ نے ماری تھی۔"

فارس کی سرسراتی آواز پہ ہادی نے سکتے کی کیفیت میں ایک نظر ان دونوں کو دیکھتے یاسر کو دیکھا جو روہانسا سا منہ بنائے بیٹھا تھا۔

"یہ کیا تھا۔"

یاسر اپنے گال کو سہلاتے ہوئے بولا۔ فارس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا گلے ہی لمحے ایک ذور دار چماٹ اس کے دائیں گال پہ ماری تھی۔ یاسر کا سر گھوم کر رہ گیا۔

"اسے تھپڑ بھی کہتے ہیں چپیڑ بھی اور چماٹ بھی۔"

وہ بچوں کی طرح اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"مگر مجھے مارا کیوں تم کون لوگ ہو اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔"

وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا مگر اگلے ہی لمحے اپنے بائیں گال پہ پڑنے والے تھپڑ سے اس کی گردن نے جان ہوتے ایک جانب لڑھک گئی تھی۔

"تو نے کیوں مارا اب اسے۔"

فارس سکتے کے مارے بول بھی نہیں پارہا تھا۔

ہاتھوں میں نا کھجلی سی ہو رہی تھی تم لوگوں نے تو مار لیا تھا صرف میں ہی رہ گیا تھا۔
"سوچا میں بھی اس احساس کو محسوس کروں۔"

وہ دانت نکوستے ہوئے مزے سے بولا۔ فارس نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا۔

ہم کڈنیپرز ہیں سیپیل کلر والے اور تجھے ابھی بتاتے ہیں کہ یہاں کیوں لائے ہیں چل۔
"فون نکال کانے انسان۔"

فارس اس کے سامنے ہی کرسی کھینچ کر بیٹھتے محکم بھرے لہجے میں بولا۔ یاسر نے روہانسی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اس کا تو فون بھی صبح عقیفہ لے جا چکی تھی۔ اب وہ کیا کرے اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"فون نہیں ہے میرے پاس۔"

وہ چورنگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے سپاٹ لب لہجے میں گویا ہوا۔ ان تینوں نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"تجھے تو میں بتاتا ہوں فون تو کیا سب کچھ نکلے گا تیرے پاس سے چل ہادی فون نکال۔"

اس نے اشتعال کے عالم میں بولتے ہادی کی جانب ہاتھ بڑھایا مگر کچھ لمحوں تک بھی جب اس نے ہاتھ میں کچھ نہیں تھمایا تو اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میرا موبائل گھر ہے۔ جلد بازی میں تو لانا ہی بھول گیا۔"

وہ کھسیاتے ہوئے بولا۔ فارس نے دل ہی دل میں اسے ڈھیروں صلواتوں سے نوازتے ارتضیٰ کی جانب ہاتھ پھیلایا تو اس کے تاثرات بھی کچھ مختلف نہ تھے۔

"میرا فون بھی ڈیڈ تھا تو چارج پہ۔"

مرجاؤ تم دونوں کسی کام کے بھی ہو تم لوگ۔ ناجانے کونسی محبوبائیں رکھی ہوئی ہیں جو۔
"تم لوگوں کے فون ڈیڈ ہو جاتے ہیں۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔ یاسر نے ان تینوں کو دیکھ کر مسکراہٹ پاس کی تھی۔ اگلے ہی لمحے اپنی گدی پہ پڑنے والے تھپڑ سے وہ ہڑبڑا کر ہوش کی دنیا میں لوٹا۔ ارے بھائی لوگ معاف کر دو مجھے تم لوگ چماٹیں مار مار کر میرا منہ سو جھا دیا ہے تم " نے۔ ایک آنکھ تو ضائع ہے اب کیا دوسری بھی کرو گے۔

وہ بھرائے لہجے میں گویا ہوا۔ فارس نے پچکارنے والے انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ "اے فارس تو نکال نا اپنا فون۔"

ارتضیٰ ایکدم کچھ سوچتے چلایا۔ فارس نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا۔ "ڈیڈ ہے میرا بھی۔"

وہ نہایت سے سکون سے بولتے ان دونوں کا سکون غارت کر گیا۔ وہ دونوں تن فن کرتے اس تک پہنچے اور اس کے اوپر بری طرح جھپٹے تھے۔

ہاں ہمیں تو پکی محلے کی پھپھو کی طرح باتیں لگاتا ہے خود کیا تو مولوی صاحب سے درس " سنتا ہے۔

ارتضیٰ دانت کچکچا کر بولا۔ یاسر اس کی برخستہ بات پہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا مگر ان تینوں کی نگاہیں خود پہ محسوس کر اس کی ہنسی کو بری طرح بریک لگی تھی۔ وہ تینوں ایکدم سنجیدہ ہوئے تھے۔

آج کا دن تو مکمل طور پہ ضائع گیا ہے جو کہ نہیں جانا چاہیے تھا اب ہم کل جلد ہی "یہاں آئیں گے اور فون ملائیں گے اب اس ایک فون پہ ہی عقیفہ کی زندگی منحصر ہے۔ وہ دانت پہ دانت جہاتے سختی سے گویا ہوا۔ ذہر آلود نگاہیں یاسر کے چہرے پہ ہی جمی تھیں جو ان رسیوں کی گرفت میں بے چین سا تھا۔ ہادی اور ارتضیٰ نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"بریزہ اٹھو مجھے قریبی مارکیٹ جانا ہے ذرا۔"

صائمہ بے دھڑک اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی وہ جو اوندھے منہ لیٹی کوئی انگلش ناول پڑھنے میں محو تھی چونک کر سیدھی ہو کر بیٹھی اور کتاب بند کرتے ایک جانب رکھی تھی۔ اس کی ہڑبڑی پہ صائمہ نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا کر رہی تھی۔"

وہ آنکھیں چھوٹی کرتے مشکوک لہجے میں گویا ہوئی۔ بریزہ نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔ ان کے لہجے میں شک کی بو وہ شدت سے محسوس کر چکی تھی۔

"کچھ نہیں ماما بس ناول پڑھ رہی تھی۔"

وہ دھیمے لہجے میں بولتی کتاب کو ریک میں رکھنے لگی۔ اس کی بات پہ چند لمحے تو صائمہ نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا لگے ہی لمحے گہرا سانس بھرتے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

کوئی ضرورت نہیں ہے ایسی خرافات پڑھنے کی اپنی پڑھائی پہ دھیان دو بس۔ اس دنیا میں چل بسی تو تمہاری پڑھائی بس ہو گئی۔ عجیب عجیب وسوسے زہن میں بننا شروع

ہو جاتے ہیں جو کسی طور پہ درست نہیں اسی لیے آج ہی تم ان تمام ناولز کو سٹیوٹ میں
"کئی باہر بھجوا دیتی ہوں۔"

وہ تحکم بھرے لہجے میں بولتی اسے ساکت کر گئی۔ بریزہ نے نا سمجھی سے ان کی جانب دیکھا
تھا جو کس قدر آرام سے یہ بات کہ گئی تھی۔

مما کیا ہو گیا ہے آپکو میں بس اپنے ذہن کو پرسکون کرنے کیلئے یہ سب پڑھتی ہوں اب "
"کیا میں اپنے شوق بھی مار دوں۔"

وہ شکوہ کناں لہجے میں بولی۔ ان کے جواز وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ صائمہ نے مشتعل
انداز میں اس کی جانب دیکھا جو اس کے اوپر کس طرح حکم چلا رہی تھی۔ اس کے ساتھ
زبان چلا رہی تھی جو انہیں قطعی برداشت نہیں تھی۔

میرے ساتھ زبان لڑانے کی ضرورت نہیں ہے جو کہا ہے وہ کل تک ہو جانا چاہیے اور "
جلدی کرو مجھے تاخیر ہو رہی ہے میں مزید دیری کی قائل نہیں ہوں واپسی پہ مجھے پارلر بھی
"جانا ہے۔"

وہ سپاٹ لب و لہجے میں بولتی مضبوط قدم اٹھاتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ ان کے جاتے ہی وہ ایک بے مول آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹے گال پہ بہا تھا۔
بس بریزہ کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے۔

وہ گہرا سانس بھرتے تاسف سے گویا ہوئی اور عجلت میں بالوں کو اونچی پونی میں مقید کرتے نیچے کی جانب بھاگی تھی جہاں وہ لاؤنج میں بیٹھی اسی کی منتظر تھی۔
"ویسے ماما ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

اس نے گاڑی کو اونچے لمبے راستے پہ دوڑتا دیکھ عجیب سے لہجے میں استفسار کیا۔ صائمہ نے موبائل سے نگاہیں اٹھاتے اس کی جانب دیکھا۔

شاپنگ پہ جا رہے ہیں کچھ مہمان آرہے ہیں گھر بہت ضروری بس انہی کیلئے خریدنا ہے "
"جو خریدنا ہے۔"

وہ مصروف سے انداز میں بولی۔ بریزہ نے ٹھٹھک کر ان کی جانب دیکھا مگر ان کے چہرے پہ ادلی سکون دیکھتے وہ سر جھٹک گئی۔

ضرور میں ہی غلط سوچ رہی ہونگی ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے ممانا سہی بابا تو مجھ سے "

"اس بابت ضرور بات کرتے۔

وہ گہرا سانس بھرتے دل ہی دل میں خود کو تسلی دے رہی تھی معاً اس نے مسکراتے ہوئے نگاہیں ونڈ سکرین سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر پہ جمادی۔ مال پہنچتے ہی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ خوار ہونے کے بعد وہ واپسی کیلئے مال کے خارجی دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے مگر اپنے عقب سے آنے والی آواز پہ بریزہ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے صائمہ کی جانب دیکھا تھا جو شک بھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ارے بریزہ تم یہاں۔"

ہادی کی آواز سن کر وہ ہولے سے چہرہ گھماتے پلٹی تھی مگر اپنی نگاہوں کے عین سامنے کھڑے ہادی کے ساتھ ایک عورت کو دیکھ اس نے اپنے ڈر کو اندر دباتے مشکل مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

"کیسے ہو ہادی۔"

وہ ہکلاتے لہجے میں بولی۔ جانتی تھی جو اس کے ساتھ اس کی ماں موجود ہے وہ اسے اب جینے نہیں دے گی۔

"میں تو بالکل ٹھیک تم یہاں کیا کر رہی ہو اور یہ کیا "تمہاری مدر ہیں۔"

وہ خوشگوار حیرت سمیت بولا۔ صائمہ کے لبوں پہ ایک تلخ مسکراہٹ ابھری تھی اور یہی مسکراہٹ اس کا سانس تک خشک کر گئی تھی۔

ایم سوری فار انکونیٹیننس بریزہ آپ کے بابا کی کال ہے وہ گھر آچکے ہیں ہمیں بھی چلنا۔"

"چاہیے۔ ایم سوری انشا اللہ اگلی بار ملاقات ہوگی۔"

وہ ان دونوں سے معذرت کرتے کاٹ دار لہجے میں بریزہ سے مخاطب ہوئی۔ بریزہ نے مشکل آنسوؤں کو اپنے اندر اتارا تھا ورنہ بس نہیں چل رہا تھا کہ اس ماں کی بے رخی پہ وہ سب کچھ تمس نہس کرتے پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ بریزہ نے بھگی نگاہیں اس کی جانب اٹھاتے رخ موڑا اور ایک جھٹکے میں وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ ہادی نے دکھ بھری

نگاہوں سے اس کی پشت کو تکا تھا جو ناجانے کیوں ایسی تھی۔ وہ سر جھٹکتے واپس مڑا تو سامنے نازیہ بیگم کو دیکھ اس نے نا سمجھی سے دونوں بھنویں اچکائی تھی۔

"یہ کون تھی۔"

وہ کڑے تیوروں سمیت بولی۔ ساتھ ہی ان دونوں نے ایک ساتھ قدم باہر کی جانب بڑھائے تھے۔

"ماما کلاس فیلو اور دوست ہے میری۔"

وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا۔ وہ کسی بھی طرح ان پہ فلحال کسی بھی قسم کا شک نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

"دوست ہے یا دوست سے بھر کر بھی کچھ۔"

وہ جوں ہی گاڑی میں آکر بیٹھا نازیہ بیگم کی آواز اس کے اعصابوں پہ ہتھوڑا بن کر برسی تھی۔ اس نے زخمی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

"نہیں ماما صرف دوست ہی ہے۔"

وہ انگلیشن میں چابی گھماتے ہوئے مصروفانہ لہجے میں بولاتا کہ انہیں اس پہ کسی قسم کا بھی شک و شبہ نا ہو وہ اس کے کردار کو بالکل بھی گندا نہیں کر سکتا تھا اور یہ بات بھی وہ بخوبی جانتا تھا کہ ایسی باتوں میں سب سے پہلے عورت کو ہی شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوتاہی مت کرو ہادی۔ میں تمہاری ماں ہوں تمہاری ایک سے " ایک چیز پہ میری نظر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس معاملے میں تمہاری کسی قسم کی مدد "اگر سکوں میں۔

وہ ذیرک نگاہوں سے اسے دیکھتے جتانے والے انداز میں بولی مگر آخری بات پہ اس کا لہجہ خود بخود ذومعنی ہوا تھا۔ ہادی نے چونک کر ان کی آنکھوں میں دیکھا اور تلخی سے مسکراتے گاڑی آگے کی جانب بڑھالی۔ گاڑی دھول اڑاتی مال کی حدود کو پار کرتی چلی گئی۔

بس کر دیں ماما کیا میں نہیں جانتا کہ یہ سب عنایتیں کیوں ہیں۔ سب جانتا ہوں میں یہ " تمام کوششیں فقط پری کو اس مقام سے ہٹانے کیلئے ہیں مجھے سمجھ نہیں آتی ماما ویسے

تو وہ آپ کو بہت اچھی لگتی تھی مگر اب جب بات میرے ساتھ رشتے پہ ہوئی تو آپ اس "قدر کنزرویٹو سوچ کی مالک کیسے ہو سکتی ہیں۔"

وہ حیرت کی زیادتی سے کنگ تھا جو اپنی نام و نہاد انا کا پرچم لہرانے پہ تلی ہوئی تھی۔ یہاں تک اطراف میں بسنے والے لوگوں سے بھی انہیں کسی قسم کا سروکار نہیں تھا۔

تم میری اولاد ہو ہادی اور ایک ماں اپنی اولاد کے معاملے میں ایسے ہی کنزرویٹو ہوتی "ہے۔"

وہ سرد لہجے میں بولتی نگاہوں کا زاویہ بدل گئی اور اپنی نگاہیں ونڈ سکرین کے پار بھاگتے دوڑتے مناظر پہ جمالی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ اس متعلق مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ ہادی نے بھی فالوقت خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی تھی مگر بار بار نگاہوں کے سامنے بریزہ کے اڑے اڑے حواس اور اس کی ماں کا آگ بگولہ چہرہ گھوم رہا تھا۔ کیا ان کا یہ ردِ عمل اسے دیکھنے کے بعد تھا۔ کیا انہیں اس کا یوں بریزہ سے مخاطب ہونا

پسند نہیں آیا تھا کیونکہ شکل سے وہ ان کو اس قدر تنگ نظر قطعی نہیں لگی تھی۔ وہ
فلحال ان تمام سوچوں کو جھٹکتے اپنی تمام تر توجہ ڈرائیونگ کی جانب مبذول کرا گیا۔

گاڑی ایک جھٹکے سے گھر کے پورچ میں رکی تھی۔ گاڑی کے رکتے ہی بریزہ کا دل بھی
اچھل کر حلق میں آگیا کیونکہ پورا راستہ وہ بالکل خاموش تھی انہوں نے کچھ بھی پوچھنا
گوارا نہیں کیا تھا ایک بے نام سی خاموشی کا راج تھا مگر اب گھر پہنچتے ہی اس کی حالت
غیر ہونے لگ گئی تھی۔ دل کی دھڑکن حد سے سوا تھی۔ وہ مریل قدموں سے چلتی داخلی
دروازے سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے ایک چورنگہ لاؤنج میں دوڑائی تو وہ سامنے
ہی صوفے پہ بیٹھی ٹانگوں کو بے چینی سے جھلانے میں محو تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے
اسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ بریزہ نے اس وقت اپنے کمرے میں جانا ہی بہتر سمجھا تھا
تبھی حلق تر کرتے زینوں کی جانب بڑھ گئی۔

"بریزہ یہاں واپس آؤ۔"

اس سے قبل کہ وہ زینے چڑھتی اپنے عقب سے آنے والی سفاک آواز پہ بریزہ نے سختی سے آنکھوں کو میچا تھا اور ایک سہمی ہوئی نگاہ صائمہ کی پشت پہ ڈالی تھی جس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ وہ ڈھیلے ڈھالے قدموں سے چلتی ان کے نزدیک آئی تو انہوں نے ایک ذہریلی نگاہ اس پہ ڈالی تھی۔ اس کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔

"جی ماما۔"

وہ چہرہ جھکائے دھیمے لہجے میں بولی۔ صائمہ نے ایک ذہرخند نگاہ اس پہ ڈالی تھی۔

"کون تھا وہ لڑکا۔"

ان کی آواز پہ بریزہ نے سختی سے مٹھیوں کو بھیجنے کر کھولا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ گہرا سانس بھر کر صوفے پہ بیٹھتی صائمہ کی تند آواز پہ وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

کیا میں نے تمہیں کہا کہ یہاں بیٹھو۔ نہیں نا تو خاموشی سے جیسے کھڑی ہو ویسے ہی مجھے "

"جواب دو کہ کون تھا وہ لڑکا۔"

وہ اشتعال کے عالم میں بپھر کر غرائی۔ بریزہ نے بے یقینی کی کیفیت میں ان کی جانب دیکھا جو کہنے کو تو اس کی ماں تھی مگر ان کی سنگدلی کی بدولت اسے کبھی ایسا نہیں محسوس ہوا کہ وہ اس کی ماں ہے۔

"- ماما وہ میری یونی میں پڑھتا ہے"

وہ سہمی ہرنی کی مانند نگاہیں ان کے چہرے پہ جمائے بولی جس کے تاثرات بگڑتے جا رہے تھے۔ بریزہ کو آنے والے وقتوں سے خوف محسوس ہوا تھا۔

"صرف یونی میں ہی پڑھتا ہے یا کچھ اور بھی ہے۔"

وہ سپاٹ لب و لہجے میں بولی۔ اس دوران ملازمہ نے جوس کا گلاس لاتے انہیں تھمایا تھا جسے انہوں نے بغیر کسی تردد کے تھام بھی لیا۔ بریزہ نے بغور ان کی آنکھوں میں دیکھا جس میں واضح تنبیہ شامل تھی۔

"جی دوست بھی ہے میرا۔"

اس کی آواز اس قدر ہلکی تھی کہ صائمہ نے بمشکل سنی مگر سن پھر بھی لی تھی۔ غصے کی بدولت ان کی آنکھوں سے چنگاریاں سی پھوٹنے لگی۔ بریزہ کی آنکھوں سے یکے بعد دیگرے آنسو ٹوٹتے گالوں پہ بہتے چلے گئے۔ ملازمہ کے سامنے اس قدر بے عزتی پہ اس کا جی چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اسی میں دفن ہو جائے۔

صائمہ گلاس میز پہ رکھتے مضبوط قدم اٹھاتی اس کے نزدیک آئی اور ٹھوڑی سے تھامتے چہرہ اپنے مقابل کیا تھا۔

"بریزہ میں نے پوچھا کہ وہ تمہارا کیا لگتا ہے۔"

وہ اس کی خوفزدہ آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتے مشتعل لب و لہجے میں گویا ہوئی۔ اسے اپنی آتی جاتی سانس بھی رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے ایک نظر ملازمہ کو دیکھا جو اپنا چہرہ جھکائے کھڑی تھی۔

"پسند کرتی ہوں میں اسے ماما۔"

اس کے لبوں سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ لگے ہی لمحے منہ پہ پڑنے والے زناٹے دار
تھپڑ سے وہ اوندھے منہ صوفے پہ جاگری۔ ملازمہ نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس منظر کو
تکا جبکہ وہ اپنے سنسناتے گال پہ ہاتھ جمائے خالی الذہنی کے عالم میں اس کے چہرے
کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں ہم نے یونی عشق معشوقیاں لڑانے بھیجا ہے۔"

ان کی آواز اس قدر اونچی تھی کہ اسے اپنی سماعتیں مفلوج ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ دونوں
ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

ماما پلیز آپ مجھے غلط مت سمجھیں۔ میں صرف دل میں ہی اسے پسند کرتی ہوں میں۔
"نے کبھی کوئی غلط کام۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی صائمہ نے لبوں پہ انگلی رکھتے اسے خاموش رہنے کا
اشارہ کیا تو اس کی آواز حلق میں ہی کہی دب گئی۔ اس نے ہچکیاں بھرتے اپنی سانس
بھی روک دی جیسے وہ سانس بھرنے سے بھی اس کی جان لے لے گی۔

غلطی تو تم بہت بڑی کرچکی ہو بریزہ اب بہت غلط ہوگا اب تو سب کچھ غلط ہوگا اب " یہ سب تمہارے باپ تک بات پہنچے گی اور پھر تمہارا باپ اسے مرودے گا۔ جانتی تو ہوگی نا "تم اپنے باپ کو۔

وہ تمسخر اڑاتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے سرد لہجے میں بولی۔ بریزہ سرعت سے نفی میں سر ہلاتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ان کے دونوں بازوؤں کو تھاما تھا۔

نہیں ماما آپ بابا سے مت کیے گا پلیز۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں کہتی ہیں تو " پاؤں بھی پڑجاؤں گی آل تو میری ماں ہیں نا مائیں تو اتنا کچھ کرتی ہیں اپنی اولاد کیلئے پلیز ماما مت کریں میرے ساتھ ایسا میں نے بچپن سے اب تک آپ کی ہر قسم کی بات برداشت کی ہے بس زندگی میں ایک بار میری سن کر مجھے معاف کر دیں پلیز ماما۔

وہ ان کے قدموں میں بیٹھتے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ آنکھوں سے آنسو تواتر بہ رہے تھے۔

نہیں ہو تم میری اولاد ناپسند چیز ہو تم میرے لیے ایک دل نا ہونے کے باوجود تمہیں "جغم دیا ہے میں نے۔ ایک تمہارا باپ جس نے عیاشی کیلئے مجھ سے شادی کرتے اس گھر میں باندھ دیا اور ایک تم جسے اپنی کوتاہی کے طور پہ اس نے میری جھولی میں پھینک دیا۔ ان وانڈ چائلڈ ہو تم ایک میرے لیے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔"

وہ سفاکی کی حدوں کو چھوتے اسے سختی سے باور کرا رہی تھی اور بریزہ کا چہرہ ان کے انکشاف پہ لٹھے کی مانند سپید پڑتا جا رہا تھا۔ اس نے بے یقینی کی کیفیت میں دونوں ہاتھ لبوں پہ جماتے سختی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اما ایسا مت کہیں پلیز بہت تکلیف ہوتی ہے۔"

وہ بھرائے لہجے میں بولی۔ صائمہ نے تنفر سے اس کی جانب دیکھا۔

درد تکلیف جانتی بھی ہو کیا ہوتی ہے مجھ سے پوچھو کہ وہ کیا ہوتی ہے جو نا نا کر کے "بھی تمہیں تکلیفیں سہن کر اس دنیا میں لائی۔ نہیں چاہیے تھی مجھے اولاد اور وہ بھی بیٹی نہیں چاہیے تھی۔ تبھی نفرت کرتی ہوں تم سے شدید نفرت بے تحاشہ نفرت سمجھ لگی

میری بات اب چاہے تمہیں تکلیف ہو یا پھر تم تکلیف سے مر جاؤ مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

ان کی باتوں پہ اس نے دل میں اٹھنے والی ٹیسوں کو بمشکل دبایا تھا۔ اس کا جی چاہا خود کو ختم کر دیں شوٹ کر لے یا پھر آگ لگا دے کہ اس کے ماں باپ نے ہی اس کی زندگی برباد کر دی سکے ماں باپ نے ہی اس کا بچپن چھین لیا اود اس کے ہاتھوں میں اس قدر محرومی تھمادی۔ کیا اس سے زیادہ تکلیف بھی کوئی ہوگی کیا اب ان دونوں میں سے کوئی بھی اس تکلیف کا ازالہ کر سکتا تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پہ ساکت کھڑی انہی بے لگام سوچوں میں غلطاں تھی معاً پورچ میں ٹائر چڑھانے کی آواز پہ وہ دونوں جہاں کی تہاں رہ گئی۔ بریزہ نے خوفزدہ نگاہوں سے صائمہ کی جانب دیکھا جس کے چہرے کے تیور تو کسی اور جانب ہی اشارہ کر رہے تھے۔ وہ سختی سے اپنے گلابی گالوں کو رگڑتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دل آنے والے لمحات کا سوچتے خوف سے لرز رہا تھا۔ کچھ لمحوں کی توقف ک بعد قدموں کی چاپ پہ ان دونوں نے چہرہ اٹھاتے ان کی جانب دیکھا جو ڈھیلے ڈھالے انداز

میں بریف کیس میز پہ رکھتے خود صوفے سے پشت ٹکا کر بیٹھ گئے۔ بریزہ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ نا جانے اب کیا ہونے والا تھا۔

"کیا ہوا آپ دونوں یوں کیوں کھڑی ہوئی ہیں سب خیریت ہے نا۔"

وہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے گویا ہوئے۔ بریزہ خاموشی سے چہرہ جھکا گئی تھی۔ شاہد نے چونک کر بریزہ کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں اور چہرہ بے تحاشہ سرخ پڑی تھی۔ ان کی پیشانی پہ لاتعداد شکنیں نمودار ہوئی۔

"بریزہ یہاں آؤ۔"

ان کی بات پہ بریزہ کا دل ایک لمحے کو سکڑ کر پھیلا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان تک پہنچی۔ انہوں نے نرمی سے اسے اپنے نزدیک بٹھایا تھا۔ بریزہ کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزنے لگا۔ انہوں نے نرمی سے اس کا چہرہ اپنی جانب کرتے بغور اس کے گال کو ٹکا تھا جو بے تحاشہ سرخ پڑ رہا تھا۔ انہوں نے غصے سے جبرے بھینچ لیے البتہ صائمہ کے حلق میں کانٹے سے چھبنے لگے۔

"کیا ہوا ہے یہاں۔"

ان کے برفیلے لہجے پہ بریزہ نے ہنوز چہرہ جھکائے نفی میں سر ہلایا تھا۔ آنسو ان کے نرم انداز پہ ایک بار پھر بہنے کو بے تاب تھے۔

"کچھ نہیں بابا۔ ایسے ہی بس وہ منہ پہ کوئی کریم لگائی تھی تو سائڈ افیکٹ ہو گیا تھا۔"

وہ اپنے گال کو ذور ذور سے رگڑتے ہوئے بھیکے لہجے میں بولی۔ شاہد نے خشمگین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو پے در پے جھوٹ بول رہی تھی۔

"ماما نے ہاتھ اٹھایا ہے آپ پہ۔"

اس کی تیز آواز پہ بریزہ نے فق چہرے سمیت ان کی جانب دیکھا جو سوالیہ انداز میں اس سے مخاطب تھے۔

"نہیں بابا۔"

میں ہو چھ رہا ہوں کہ صائمہ نے ہاتھ اٹھایا ہے آپ پہ یا نہیں سچ بولنا ہے جھوٹ نہیں۔
"نفرت ہے مجھے جھوٹ سے۔"

وہ اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی دھاڑ اٹھے۔ بریزہ نے سرعت سے خوفزدہ انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔ چہرہ درد پڑ چکا تھا۔ اس نے کبھی بھی اس کا یوں سخت لہجہ نہیں سنا تھا۔ وہ تو مخاطب بھی کم کم ہی ہوتے تھے۔ اس کے اقرار میں سر ہلاتے ہی شاہد نے کینہ تو زنگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جن کی آنکھوں میں جیسے کسی نے مرچیں سی بھردی تھی۔

"اس سے یہ بھی پوچھیں کہ میں نے ہاتھ کیوں اٹھایا ہے"

اس سے پہلے کہ شاید اس کے قریب جاتے وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ بریزہ ہنود دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رونے کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔

بابا کچھ نہیں ہوا مجھے پلیز بابا مجھے معاف کر دیں بابا میں نے کچھ بھی نہیں کیا بابا۔ میں "غلط نہیں ہوں بابا۔ میں گندی نہیں ہوں۔ میں نے کچھ بھی نہیں کیا بابا۔ میں بری بھی نہیں ہوں۔"

وہ ان کے پیروں میں بیٹھتے ہوئے زار و قطار روتے ہوئے بول کر ان کی ٹانگوں کو جکڑ گئی۔ شاہد نے فوج چہرے سمیت اس کی جانب دیکھا اور بغیر کسی تاخیر کے اسے نرمی سے تھامتے اپنے مقابل کھڑا کیا تھا اور ایک نظر اس کے ہچکولے کھاتے وجود کو دیکھ وہ سختی سے اسے سینے میں بھینچ گئے تھے۔

”نہیں کس نے کہا کہ آپ بری ہو آپ میری بیٹی ہو میری اولاد ہو میرا خون ہو آپ بری“
”کیسے ہو سکتی ہوں۔ نہیں ایسی باتیں نہیں کرتے۔“

وہ اس کے بالوں کو سہلا کر بولتے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے اس کی پیشانی کو چومنے لگے۔ بریزہ نے نا سمجھی سے ان کی جانب دیکھا جن کے چہرے میں جن کے لہجے میں ایک تڑپ سی تھی۔ صائمہ نے جلتی آنکھوں سے اس منظر کو دکھا تھا۔
میں نے کہا تھا آپ سے کہ مجھے بیٹی نہیں چاہیے کیونکہ وہ بھی اپنی زندگی میں کچھ بھی“
کرنے سے گریز نہیں کرے گی۔ اب دیکھیں یونی میں عشق معشوقیاں لڑا رہی ہے۔ یہ۔ یہ

ہے آپ کی بیٹی یہ ہماری بیٹی نہیں ہو سکتی اسی لیے بیٹا مانگتی تھی میں۔ بری لڑکی ہے "یہ بھی۔

وہ انہیں جتانے والے انداز میں بولتی غرا اٹھی۔ بریزہ نے ڈرتے ڈرتے ان کی جانب دیکھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان باتوں کے بعد تو وہ اسے دھکا دے کر پیچھے دھکیل دیں گے۔ وہ ایک بار پھر اپنی ناقدری کی منتظر تھی۔

بری یہ نہیں بری تم ہو صائمہ بری تم ہو۔ ایک شادی شدہ مرد پہ ڈورے ڈالنے والی تم " چلو میں بھی تم سے کہی نا کہی محبت کر بیٹھا مانتا ہوں۔ اپنی کوتاہی مانتا ہوں میں زندگی کی سب سے بڑی بھول میری۔ اپنے سے بیس سال بڑے مرد سے دوسری شادی کرنے والی تم۔ اس کی جائیداد کیلئے کچھ بھی کر گزرنے والی تم۔ اس کے بعد اسے اپنے وجود میں پالنے والی تم۔ اسے اس دنیا میں لانے والی تم تو برا کون ہوا۔ برائی برائی سے ہی وجود میں آتی ہے نا۔ مطلب تم بری ہو تو یہ بھی بری ہے اگر تم بری نہیں ہو تو یہ بھی بری نہیں ہے۔ یہ ہمارے جائز رشتے سے ہونے والی اولاد ہے بیٹی ہے ہماری۔ بریزہ شاہد ہے یہ۔ آج تک تمہاری باتوں سے میں میل کھاتا آیا ہوں تمہاری بدولت بچپن سے اب

تک اپنی اولاد کو اس دنیاوی آسائشوں کے علاوہ کچھ نادے سکا نا باپ کی توجہ نا باپ کی محبت صرف تمہاری وجہ سے۔ تمہیں یہ دھڑکا کیوں تھا کہ اگر بیٹی ہوئی تو وہ بھی کچھ ایسا کرے گی مطلب تمہارا ضمیر بھی تمہیں کہی نا کہی کچھ کے لگاتا ہے کہ تم اپنے اس وقت میں کچھ غلط کر چکی ہو تم اسے ان وانڈ چائلڈ کہتی ہو نا تو میں بھی تمہیں آج سے یہی کہتا ہوں کہ تم میری زندگی میں کی جانے والی سب سے بڑی بھول ہو جس کی پچھتاوا شاید مجھے مرتے دم تک رہے گا۔ تمہارا اندر برا تھا تبھی تمہیں اپنا خون بھی برا لگتا ہے تم اسے گندا کہتی ہو تو شاید تم بھی ایسی ہی ہو مگر میں اسے برا نہیں کہوگا کیونکہ یہ میری اولاد ہے میرا خون ہے میں اب مزید اسے فراموش کر کے اپنے حصے میں گناہ نہیں ڈال سکتا۔ نہیں ڈال سکتا۔

وہ گہرے گہرے سانس بھرتے ہانپتے ہوئے بول رہے تھے اور بریزہ نم مسکراہٹ سمیت ان کی جانب دیکھ رہی تھی جنہوں نے اس کے بے جان وجود میں جان سی ڈال سی تھی۔ صائمہ حق دق کھڑی ان کے الفاظوں پہ غور کر رہی تھی۔ شاہد گہرا سانس بھرتے گہرے والے انداز میں صوفے پہ بیٹھے۔

"بابا۔ بابا آپ ٹھیک ہے نا۔"

بریزہ ان کے سینے پہ ہاتھ رکھتے تڑپ کر گویا ہوئی اور ان کا چہرہ سہلانے لگی۔

میں بالکل ٹھیک ہوں بالکل ٹھیک۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا کیونکہ مجھے ابھی اپنی بیٹی کیلئے "جینا ہے اسے وہ سب کچھ دینا ہے جس سے وہ محروم رہی ہے۔ اتنی پیاری اولاد تھی اس ذات نے مجھے اور میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا۔"

وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے محبت سے بول رہے تھے۔ بریزہ نے سختی سے ان کی کمر کے گرد دونوں بازو حماٹل کرتے ان کے سینے پہ سر رکھ دیا۔ اب وہ نرمی سے اس کے بالوں کو سہلا رہے تھے۔ صائمہ ان دونوں کو ایک نظر دیکھتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"بابا میں نے کچھ نہیں کیا سچ میں۔ وہ بس مال میں۔"

"کون ہے وہ۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی انہوں نے درمیان میں ہی اس کی بات اچکتے اپنی بات اس کے سامنے رکھی۔ بریزہ نے حلق تر کرتے ان کی جانب دیکھا مگر ان کے

چہرے کے تاثرات بالکل نرم تھے کسی قسم کی سختی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے چہرہ جھکا گئی۔

"بابا کلاس فیلو دوست بھی ہے ہادی نام ہے اسکا۔"

وہ دھیمے لہجے میں بولی۔ شاید نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"کیا وہ بھی آپ کو پسند کرتا ہے۔"

ان کی بات پہ بریزہ نے چونک کر ان کی جانب دیکھا اور لاعلمی سے کندھے اچکا دیے۔

میں نہیں جانتی بابا۔ ہمارے درمیان اب تک صرف دوستی کا رشتہ استوار ہے ہم نے " کبھی بھی اپنی حدودیں نہیں پھلانگی۔ شاید یہ پسندیدگی صرف میری جانب سے ہی ہے میں ماما کو بھی یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی مگر انہوں نے نہیں سنی۔ وہ مال میں ملا تھا ہمیں اس نے ہائے ہیلو کیا تھا بس تو ماما کو لگا کہ شاید وہ بھی اس سب میں انولو "میں ہے مگر سچ میں بابا میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی آپ میرا یقین کریں۔

وہ تفصیل سے بولتی آخر میں ملتجیانہ لب و لہجے میں بولی۔ شاہد نے شکایتی انداز میں اس کی جانب دیکھا تو وہ نخل سی ہو گئی۔

کیا میں نے آپ سے پوچھا بریزہ کہ ایسا کچھ ہے یا نہیں اور مجھے آپ پہ خود سے بھی " زیادہ یقین ہے۔ اسی لیے کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں بولے۔ بریزہ نے ان کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا گویا یقین کرنا چاہ رہی ہو جیسے سچ میں اس کے باپ کا سایہ اس کے ساتھ ہے اس کا باپ اس کے ہمقدم ہے۔

"آپ کو مجھ پہ یقین کیوں ہے بابا۔"

وہ متورم نگاہوں سمیت بھاری لہجے میں بولتی انہیں شرمندہ کر گئی۔

کیونکہ میں ایسا نہیں تھا اگر میں نے کچھ کیا ہوتا غلط تو میں آپ کو بھی غلط کہتا میں " نے کوئی گناہ نہیں کیا تو میں اپنی بیٹی کو کیوں گناہگار ٹھہراؤں۔ بیٹیاں تو اپنے باپ کا غرور " ہوتی ہے مگر میں نے کبھی سمجھا ہی نہیں۔

وہ اذیت سے گویا ہوئے۔ بریزہ نے نفی میں سر ہلاتے ایک بار پھر ان کے وجود میں پناہ تلاش کی تھی۔ اتنے عرصے بعد ان کے لمس کو محسوس کیا تھا پورے حق سے تو وہ کیونکر اس موقع کو جانے دیتی۔

آج آپ مجھے سلائیں گے بابا۔ مجھے آپ کو محسوس کرنا ہے۔ بہت تھکاوٹ ہے جو آپ " کے حصار میں ہی زائل ہو سکتی ہے۔

وہ آنسوؤں کو حلق میں اتارتے بمشکل مسکراتے لہجے میں بولی۔ انہوں نے نرمی سے اسے اپنے حصار میں لیتے قدم اس کے کمرے کی جانب بڑھائے تھے۔ وہ ابھی بھی بے یقین سی تھی۔

آج سب سے پہلے ہم دونوں باپ بیٹی ایک اچھی سی مووی دیکھیں گے اس کے بعد "سوئیں گے۔

وہ اس کے بالوں پہ بوسہ دیتے مشفقانہ لب و لہجے میں بولی تو ان کی بات پہ وہ ذور و شور سے اثبات میں سر ہلاتے مسکرا دی تھی۔ ہاں وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی تھی اس

کے بابا اس کے ساتھ تھے۔ اپنے دل کی ہر بات ان تک پہنچا کر ہاں وہ پرسکون تھی ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ اسے کسی کی بھی پریشانی نہیں تھی۔ بریزہ نے آسودگی سے ان کے شانے پہ سر رکھتے قدم ان کے ہمقدم ہوتے آگے کی جانب بڑھائے تھے۔ آج اس کی زندگی کا سب سے خوبصورت اور غیر متوقع دن تھا جس کا تصور اس نے چاہ کر بھی نہیں کیا تھا۔

وہ اپنے کمرے کے ملحقہ ٹیرس پہ کھڑی آسمان پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔ ذہن کے درتچوں میں ایک بار پھر وہ مناظر گھوم رہے تھے۔ گھنے بالوں کی چند آوارہ لٹیں گالوں پہ پہ اٹھکیلیاں کر رہی تھی مگر وہ سرے سے ہی اس سب سے انجان تھی۔ اس نے سختی سے آنکھوں کو میچتے ان ٹیسوں کو اندر دبایا تھا۔ اس نے ایک نگاہ آسمان کی جانب اٹھائی جہاں سیاہ بادلوں نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ دل میں ایک عجیب سی ویرانی نے ڈیرہ جمالیا۔ وہ ان ٹھنڈی ہواؤں کو محسوس کر رہی تھی معاً اپنے چہرے پہ پانی کی گرتی بوند کو محسوس کر اس نے چونک کر آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی جہاں سے پے در پے بارش کی بوندیں گر رہی

تھی۔ اس کا چہرہ ایک دم تاریک ہوا۔ دل کا درد حد سے سوا ہو چکا تھا۔ دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ وہ سرعت سے اندر کی جانب بڑھی اور پردوں کو برابر کرتے بیڈ پہ جا کر بیٹھتے گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔

"نفرت ہے مجھے تم سے تمہارے احساس سے تم سے جڑی ہر چیز سے۔"

وہ بے دردی سے اپنے چہرے کو نوچتے اذیت کی کیفیت میں بولی معاً اس کی نگاہ سائیڈ ٹیبل پہ رکھی چادر پہ پڑی۔ ذہن کے دریچوں میں پرانا منظر پوری شان سے لہرایا۔ اس بابت سوچتے اس کا دل کر لایا تھا۔ وہ تن فن کرتی اس تک پہنچی اور دراز سے قینچی نکالتے اس چادر کو تھاما تھا۔

"میں ختم کردوں گی سب کچھ سب کچھ ختم کردوں گی۔"

اس سے قبل کہ وہ بے دردی سے اس چادر کے ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھک ہار کر اسی چادر کو اپنے سینے سے لگائے بکھر کر رودی تھی۔

اگر یہ اتنا آسان ہوتا تو سب سے پہلے آپ کے احساس کو اس دل سے ختم کرتی مگر یہ "ممكن ہی تو نہیں ہے"

- وہ تکلیف کی کیفیت میں بولتے پوری طرح ٹوٹ کر بکھر گئی تھی۔ اس کی ذات ریزہ ریزہ ہو چکی تھی۔ زندگی اس پہ اس قدر تنگ ہو جائے گی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس سے قبل کہ وہ انہی سوچوں کے یلغار میں بہتی چلی جاتی فون رنگ ہونے کی آواز پہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس جانب متوجہ ہوئی تھی۔ فون کی سکرین پہ چمکتے نمبر کو دیکھتے اس نے بنا کسی تاخیر کے فون اٹھاتے کان سے لگایا تھا۔

"کیسی ہو پری۔"

عفیہ کی بھاری آواز سنتے اس نے لبوں کو بھینچا تھا۔

"میں ٹھیک تم کیسی ہو۔"

وہ بمشکل اپنے لہجے کو ہشاش بشاش بناتے ہوئے بولی مگر اس کے لہجے میں پہناں درد اس سے مخفی نہیں تھا مگر وہ گزری باتوں کا ذکر کر کے اس کے زخم تازہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"بھول گئی نا تم پری۔"

اس کی سرسراتی آواز پہ پریسہ نے نا سمجھی سے موباٹل کی جانب دیکھا۔

"کیا مطلب کیا بھول گئی میں۔"

وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔ عقیفہ نے اپنی سسکی روکی تھی۔ اپنی تباہی کا پیام وہ اپنے ہی لبوں سے کیسے دے دیتی۔

"نکاح ہے میرا آج رات تم نہیں آرہی کیا۔"

اس کی بات پہ پری کو ایسا محسوس ہوا گویا کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اس کی سماعتوں میں انڈیل دیا ہو۔ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"نن۔ نکاح تمہارا عقیفہ یہ کیا بول رہی ہو۔"

وہ نا سمجھی سے گویا ہوئی۔ عقیفہ اس کی بات پہ تلخی سے مسکرائی تھی۔

یہ میں نہیں کہ رہی پری یہ میرے گھر والے کہ رہے ہیں اور میں کسی کٹھ پتلی کی "مانند ان کے اشاروں پہ ناچ رہی ہوں۔ میرے اس رشتے میں بندھ جانے سے میرے "ماں باپ بہت خوش ہیں میں ان کو اداس نہیں دیکھ سکتی۔

وہ بوجھل لہجے میں بولتی بیڈ کراؤن سے پشت ٹکا گئی۔ نگاہیں سامنے رکھے سرخ جوڑے پہ جمی تھی کو کچھ دیر قبل صفیہ وہاں رکھ کر گئی تھی۔ اسے تو وہ لباس بھی خود کیلئے کفن ہی محسوس ہو رہا تھا۔

نہیں عقیفہ تم ایسا نہیں کر سکتی۔ تم اپنی پوری زندگی اس جہنم میں نہیں جھونک سکتی تم پاگل ہو چکی ہو۔

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولتی آخر میں اس کا درد اپنے دل پہ محسوس کرتے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

اب رونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے میری جان بس شام سات بجے پہنچ جانا میرے "
"جنازے کو کندھا دینے سمجھ لینا تمہاری دوست کی آخری خواہش تھی۔"

وہ خالی خالی لہجے میں بولتے اس کی سنے بغیر کال کاٹ گئی۔ پریسہ اس کی بات کے جواب میں ساکت بیٹھی ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی۔ فون بند ہوتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اپنے آنسو پونچھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ سارا کچھ خراب ہماری ہی زندگی میں کیوں میرے اللہ۔ کچھ تو "
"رحم کر اپنے بندوں پہ پلیر اللہ جی۔"

وہ دونوں ہاتھوں کو فضا میں بلند کرتے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی معاً کسی سوچ کے تحت وہ بھاگنے والے انداز میں کمرے سے نکلی تھی مگر سامنے سے آتی عافیہ سے تصادم کی صورت میں وہ بری طرح لڑکھڑائی۔

میں آپکے کمرے میں ہی آرہی تھی تاکہ آپ کو بارش میں جانے سے روک سکوں آپ "
"کے بابا کی سختی سے تاکید ہے مجھے۔"

وہ ماتھے پہ ہاتھ مارتے اس کی حالت سے بے پرواہ ہنستے ہوئے بول رہی تھی اور پریسہ کی نگاہیں ان کے ہنستے مسکراتے چہرے پہ جمی تھی جن کے لبوں سے مسکراہٹ جدا ہی نہیں ہوتی تھی جب سے ہادی کا رشتہ اس کیلئے آیا تھا۔

اب سے آپ کو مجھے لوکنا نہیں پڑے گا ماما کیونکہ پریسہ کو اب نفرت ہے ایسے موسم " سے۔ کوفت ہوتی کے مجھے ان برستی بوندوں سے۔ عجیب سے ویرانی ہوتی ہے مجھے۔ تمام "شوق مرگئے ہیں ماما۔

وہ ان کی باتوں پہ اچاٹ دل سمیت ویران لہجے میں انہیں بولتی دوبارہ اپنے کمرے میں بند ہوتے دروازے کے ساتھ پشت ٹکاتے وہی بیٹھتی چلی گئی۔ چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ باہر برسنے والی بارش کی آوازیں جو کبھی اس کی سماعتوں میں رس گھولتی تھی اب اس کی سماعتوں میں ہتھوڑے کی مانند برستے اس پہ ایک عجب سی وحشت طاری کر رہی تھی۔ ایک جانب عقیفہ کا دکھ تو دوسری جانب صدام کے نامانے کا دکھ۔ وہ ان سب میں آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی تھی۔

"صدام تم نے اپنے گھر میں بات کرنی ہے یا نہیں۔"

کومل کی جھنجھلائی آواز پہ اس نے سر صوفے کی ہشت سے لکاتے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا جس کی بات ہر لگے دن اسی چیز سے شروع ہوتی تھی۔

کومل میں کہ تو چکا ہوں کرلوں گا پریسہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں ایسے کیسے اس "ماحول میں اپنی بات کر دوں۔"

وہ سر جھٹکتے ہوئے بولا۔ لہجے میں غصہ خود بخود عود آیا تھا۔

تو ٹھیک ہے پھر میں اپنے گھر والوں کو کہہ دیتی ہوں کہ جو رشتہ میرے لیے پسند آئے "اس کیلئے ہامی بھر لے کیونکہ جسے میں پسند کرتی ہوں وہ بس ہاتھ پہ ہاتھ دھڑے بیٹھا رہے گا۔"

وہ غصے سے تلملاتی ہوئی بولی جو فقط پریسہ کی بدولت اس سے اس طرح بات کر رہا تھا۔ اس کا غصہ سوانیزے پہ پہنچ گیا تھا۔ صدام نے سرد آہ بھرتے اپنے اشتعال پہ قابو پایا اور

صوفے کی ہتھی کو ہلکے ہلکے بجایا تھا۔ ذہن کے دریچوں میں پریسہ کی باتیں ایک بار پھر گردش کرنے لگی تھی۔ وہ انہیں سوچوں کے گرداب میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ کیا کیا جائے۔ ایک جانب محبت تھی تو دوسری جانب بہن کی محبت وہ کسے ٹھکراتا اور کسے قبول کرتا۔

پلیز کومل ٹرائے ٹو انڈر سٹینڈ میں اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں ذہنی اعتبار سے اگر تم "میری تھکن نہیں اتار سکتی تو پلیز فون بند کر دو مگر میرے اعصابوں کو مزید بھاری مت "کرو۔"

وہ اپنی پیشانی مسلتے ملتجیانہ لب و لہجے میں گویا ہوا۔ کومل نے بے ساختہ اپنی انگلیاں چٹائی تھی۔

"اچھا ویسے پریسہ کو کیا ہوا ہے تم نے پتہ کیا۔"

اس کی آواز کسی حد تک بدل چکی تھی۔ صدام کو حیرت تو ہوئی مگر سرے سے ہی اس بات کو جھٹک گیا۔ وہ اس بابت سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"ہاں بس وہ بارش میں بھیگنے کی بدولت بخار وغیرہ۔"

وہ دھیمے لہجے میں بولا۔ کومل کے لبوں کے تراش پہ ایک تلخ مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

"اچھا تو تم نے ویسے جاننے کی کوشش نہیں کی کیا معلوم کوئی اور بات ہوتی۔"

اس نے جان بوجھ کر اپنی بات پہ زور دیا تھا۔ صدام نے نا سمجھی سے کندھے اچکائے۔

جب میں جانتا ہوں کہ اس کی حالت کیسے ہوئی ہے تو مجھے جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ خیر میں فون رکھ رہا ہوں مجھے فالوقت کچھ دیر آرام چاہیے میں گھر میں کل ہی اس بابت بات کرتا ہوں۔

وہ اسے تسلی دیتے فون رکھ چکا تھا۔ کومل نے الجھی نگاہوں سے فون کی بند سکریں کو دیکھا۔ ایکدم لبوں کی تراش پہ ایک شاطرانہ مسکراہٹ ابھری تھی۔

صدام بہن پہ اتنا بھی اندھا اعتبار نہیں ہونا چاہیے کہ جب وہ ٹوٹے تو تکلیف سوچوں کے برعکس ہو۔

اس کی سفاک سرگوشی پہ کمرے کے در و دیوار بھی لرز اٹھے تھے۔ اس نے اذیت سے سر جھٹکا۔

محبت کرتی ہوں میں صدام سے اور اگر تم نے عقیقہ سے نکاح کی صورت میں اس سے "کوئی قربانی مانگی تو پھر تم پہ بھی قربان ہونا جائز ہے میری جان۔

وہ فون کو اپنی ہاتھ میں گھماتی تمسخر سے ہنستی بے نیازی سے شانے اچکا گئی۔

"آپی۔"

وہ آئینے کے سامنے بیٹھی غائب دماغی کی کیفیت میں اپنے آنے والے کل کی بابت سوچ رہی تھی۔ صفیہ کے کہنے پہ وہ لباس تو تبدیل کر چکی تھی مگر چہرہ بالکل خالی تھا سپاٹ تھا ماتم کناں تھا معاً منال کے بلانے پہ وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی اور خالی خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو بھگی نگاہوں سے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"کیوں رو رہی ہو کچھ ہوا ہے کیا۔"

وہ اس کے گال پہ ہاتھ جماتے سمجھانے والے انداز میں بولی۔ اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلاتے اس کا وہی ہاتھ تھاما تھا۔

نہیں آپی مجھے کچھ نہیں ہوا مگر آپ کی روح پہ جو زخم ہیں گھاؤ ہیں اسے یوں مت "

"چھپائیں ہم سے ہم تو سب جانتے ہیں نا۔

وہ اس کی گردن کے گرد بازو حماٹل کرتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ عقیفہ نے گہرا سانس بھرتے اس کی جانب دیکھا۔

"میری دوستیں آگئی کیا۔"

اس کے لہجے میں ایک تڑپ سی تھی۔ منال نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا تو وہ بے دلی سے چہرہ جھکا گئی۔

"عقیفہ تو تیار ارے تو تیار نہیں ہوئی۔"

صفیہ مصروف سے انداز میں اندر داخل ہوئی مگر اسے یوں ہی سادہ سی تیاری میں دیکھنا سمجھی سے گویا ہوئی۔ عقیفہ نے خاموشی سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"دل نہیں ہے میرا اماں۔"

وہ سپاٹ لب و لہجے میں بولتی انگلیوں کو مسلنے لگی۔ صفیہ نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا مطلب دل نہیں ہے شادی ہے تیری ایسے کیسے۔"

بس کریں اماں بس کریں اب تک ہر چیز آپ ہی کے مرضی کے مطابق ہوئی ہے۔"

نا۔ مرنے جارہی ہوں میں اپنے شوق سے نہیں جارہی کہ یوں سچ سنور کر اپنی خوشی کا

"اظہار کرو میرا چہرہ انہی احساسات کی عکاسی کر رہا ہے جو میرے دل میں ہے۔"

وہ ایک دم غصے سے پھٹ پڑی۔ اس کی تیز آوازوں سے گھبراتے نعیم بھی کمرے میں داخل

ہوا تو اسے غصے میں ہانپتا دیکھ وہی ٹھہر گیا۔

کیا ہو گیا ہے کیوں بول رہی ہو ایسے باہر مہمان موجود ہیں اور تیری دوستیں بھی آگئی ہیں۔ میں یاسر کو فون ملا رہا ہوں مگر وہ فون نہیں اٹھا رہا نجانے کہاں ہے ابھی کل تو اس سے بات ہوئی تھی کسی انجان نمبر سے بول رہا تھا کہ وقت پہ پہنچ جاؤں گا۔

ان کی بات پہ عقیفہ کے چہرے پہ رونق بحال ہوئی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے ان کے عقب میں دیکھا۔

"فون کیوں نہیں اٹھا رہا وہ نعیم اور انجان نمبر کیوں اس کا اپنا موبائل کہاں ہے۔"

وہ بے چینی سے گویا ہوئی۔ دل میں ڈھیروں وسوسوں نے جنم لیا تھا۔ وہ سختی سے لبوں کو بھیجنے لگے تھے۔ عقیفہ کو ان کی باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ خاموش تھی بالکل خاموش۔

"میں نے پوچھا ہی نہیں یہ تو مگر اب میں پھر سے اسی نمبر پہ فون ملاتا ہوں رک۔"

اس سے پہلے کہ وہ بولتے ایک جانب ہوتے عقیفہ کے پاٹ دار الفاظوں نے ان کے قدم زمین میں ہی منجمد کر دیے تھے۔ انہوں نے جھٹکے سے رخ موڑتے اس کی جانب دیکھا جس کا چہرہ کسی بھی قسم کے احساسات سے عاری تھا۔

آپ پلیز اپنی بیوی کو لے کر یہاں سے جائیے نعیم صاحب ویسے بھی اس شادی کے "بعد میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں رہنے والا۔"

وہ تند لہجے میں انہیں باور کرانے والے انداز میں بولی تو ان دونوں بے فiq چہرے سمیت اس کی جانب دیکھا جس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ وہ جواب میں کچھ بھی کہے بغیر جھکے کندھوں سمیت کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے کیونکہ ابھی اس کی دوستیں آجاتی تو ان کے سامنے یوں بات کو طوالت بخشنا بالکل بھی ٹھیک نہیں تھا۔ کچھ ہی دیر میں بریزہ عناب اور مریم جوں ہی کمرے سے اندر داخل ہوئی تو عقیفہ کا ضبط ایک بار پھر سے ٹوٹنے کو بے تاب تھا۔ ان تینوں نے بغور اس کے مرجھائے ہوئے چہرے کو تکا تھا۔

ان تینوں کو اپنے نزدیک آتا دیکھ اس نے پریسہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائی تو بگاہیں ناکام واپس لوٹ آئی۔ اس کے لبوں سے مسکراہٹ جیسے کسی نے نوچ ڈالی تھی۔

"پری۔ پری نہیں آئی۔"

وہ کپکپاتے لہجے میں بولی۔ اس کی آنکھ سے ایک بے مول آنسو ٹوٹتے اس کے گال پہ بہا تھا۔ عذاب نے سرعت سے آگے بڑھتے اسے سینے میں بھینچا تھا۔ وہ اس کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

"مجھے نہیں یہ موت مرنا عذاب۔ مجھے ابھی جینا ہے۔"

اس کی سرگوشی پہ وہاں موجود کر شخص ساکت رہ گیا تھا۔ سب کی آنکھیں پل بھر میں بھگی تھی مگر اب صرف پریسہ کا انتظار تھا کہ وہ آتی تو کسی بھی طرح اسے سنبھالتی جو کسی کے قابو نہیں آرہی تھی۔ اس کی حالت دیکھ ان سب نے بمشکل آنسو پونچھے تھے۔ ناجانے قسمت اس کیلئے کیا لکھ کر بیٹھی تھی۔ اسی پل ان سب نے اس کی اچھی قسمت کیلئے صدقِ دل سے دعا کی تھی مگر وہ سب اس بات سے بے نیاز تھی کہ ہر دعا

زندگی میں تھوڑی نا قبول ہو جایا کرتی ہے کچھ دعاؤں کے پورا ہونے سے قبل آزمائشیں بھی آپ کے نصیب میں لکھ دی جاتی ہیں۔

"شہرام اماری بچی۔"

وہ جو کل رات سے تھکا ہارا اسے پورے شہر میں تلاش کرتے حویلی واپس پہنچا تھا برتختہ کی آواز پہ ایک بار پھر ضبط بری طرح ٹوٹا تھا تبھی انہیں سینے میں بھیختے ان کا سر سہلانے لگا۔ کس قدر ابتر حالت تھی ان کی کل۔ اسے اپنے وجود پہ لگے تمام گھاؤ سے ایک بار پھر خون رستا ہوا محسوس ہوا۔

مورے خدارا مت روئیں ایسے مجھے آپ کے رونے سے تکلیف ہو رہی ہے۔ میں اسے "تلاش کر رہا ہوں نا۔ میں اپنی جی جان لگا دوں گا مگر اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

وہ بھاری لہجے میں بولتے اطراف میں نگاہیں دوڑانے لگا جہاں کسی زی روح کا نام و نشان نہیں تھا مطلب وہ تن تنہا دالان میں بیٹھی انہی سوچوں میں غلطاں تھی۔ اسے گھر کے

تمام افراد کی بے حسی پہ بے تحاشہ تاؤ آیا تھا۔ سب کے سب ان کی حالت سے واقف تھے کہ کل پرخہ کی گمشدگی کے باعث ان کی طبیعت بری طرح بگڑی تھی پھر بھی سب انہیں یوں چھوڑ گئے تھے۔

شہرام اماری پرخہ اسے تو ابھی اس دنیا کے رنگ ڈھنگ بھی نہیں معلوم وہ تو بہت "معصوم ہے۔ ناجانے کہاں چلی گئی ہے اسے واپس لے آور نہ تیری مورے مر جائے گی۔ ناجانے کہاں ہوگی کیسی ہوگی کس کے پاس ہوگی کہی اس کے ساتھ کچھ غلط۔ امارا کلیجہ "پھٹتا ہے یہ سوچ کر ہی۔

وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامتی ملتجیانہ لب و لہجے میں بولی۔ شہرام نے ان کی تکلیف زدہ باتوں کا کوئی جواب نا دیا اور انہیں لیتے قریب ہی رکھے تخت پہ بیٹھا تھا جن کا چہرہ بے تحاشہ زردی سمیٹے ہوئے تھا۔

مورے مت کریں ایسی باتیں میری ہمت کمزور پڑتی ہے۔ میں ان باتوں کو سوچ کر کبھی "بھی اسے تلاش نہیں کرپاؤں گا میں یوں خالی ہاتھ رہ جاؤں گا۔

وہ شکست زدہ لہجے میں بولتے انہیں پھوٹ پھوٹ کر رونے پہ مجبور کر گیا۔ اس نے نزدیک پڑے کولر سے پانی بھرتے ان کے خشک پڑتے لبوں سے لگایا تھا۔ وہ انہیں یہ نابتاسکا کہ وہ تو شہر کا چپا چپا چھان مار آیا ہے مگر اسے پر خہ کا نام و نشان کہی نہیں ملا۔ ناجانے اسے آسمان نکل گیا یا زمین کھا گئی۔ اس کے دل کا درد حد سے سوا تھا جو ان بہن کی گمشدگی پہ مگر وہ چاہ کر بھی برتختہ کی حالت کے پیش نظر کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ اگر وہ انہیں کچھ بھی بتاتا تو وہ خود پہ قابو نہ رکھ پاتی۔

"سب گھر والے کہاں ہیں مورے۔ بابا جان چچی وغیرہ۔"

وہ گلہ کھنکھارتے دھیمے لہجے میں نا سمجھی سے گویا ہوا۔ انہوں نے خالی خالی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اب گلاس واپس سٹول پہ رکھ رہا تھا۔ تھکن اس کے چہرے سے عیاں تھی مگر وہ چاہ کر بھی ان کے سامنے کچھ کر نہیں پارہا تھا۔ اس وقت وہ انہیں سب سے زیادہ بے بس انسان محسوس ہوا تھا۔

خاناں تو ناجانے صبح سویرے سے ناجانے کہاں غائب ہیں اور غنچہ کی طبیعت کچھ بہتر " نہیں ہے تو مینہ اسی کے پاس ہے کمرے میں۔

وہ اسے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے بولی تاکہ وہ کسی کے متعلق کسی بھی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ وہ ان کی بات پہ تمسخر سے ہنستے سر جھٹک گیا۔

مورے طبیعت آپ کی بھی خراب ہے اور اس لڑکی پہ فرض ہے کہ وہ آپ کو بھی اتنی " ہی فوقیت دے جتنی وہ اپنی ماں یعنی کے چچی کو دیتی ہے کیونکہ اب وہ میری حیثیت سے اس گھر کی بہو ہے ہے نا یہی بات تھی نا خان بابا کی۔ ناجانے بابا جان کہاں ہیں وہ "آپ کو کچھ بتا کر نہیں گئے کیا مورے۔

وہ تلخ لہجے میں بولتے ان کا دل ڈوبا گیا۔ وہ ایک بار پھر بات کو کسی اور رخ پہ لے جا رہا تھا۔ انہیں سرعت سے پریشانی نے آن گھیرا۔

نا میرا بچہ وہ امارے پاس ہی تھی مگر پھر میں نے ہی اسے کمرے میں بھیج دیا تو کچھ " غلط نا سوچ۔ وہ امارے ساتھ بھی اتنا ہی کرتی ہے جتنا وہ تیرے ساتھ کرتی ہے۔

وہ اس کا بازو تھامتی جھوٹ کا سہارہ لیتے سمجھانے والے انداز میں بولی۔ شہرام نے بغور ان کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سنوارتے گہرا سانس بھرا تھا۔

براہ مہربانی مورے مت کیا کریں اتنی طرفداری سب کی۔ مت بھولیں جھوٹ اس قدر کہ "یوں نگاہیں چڑانی پڑے۔ بہت ناز تھا نا بابا کو اس لڑکی پہ مجھ سے لکھوا لے آپ ایک دن وہی لڑکی ناز اور جو غرور ان کے سر چڑھ کر بولتا ہے وہ توڑ دے گی مگر پھر کسی کے پاس کچھ نہیں بچے گا خالی ہاتھ رہ جائیں گے سب۔ ابھی تو میری بہن غائب ہے اسی بدولت میری سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفلوج ہو چکی ہیں میں چاہ کر بھی اپنے ذہن "کو ٹھکانے پہ نہیں لا پارہا مگر ایک ایک بات آپ سب پہ واضح کروں گا میں۔

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے لو رنگ نگاہیں برتختہ پہ جماتے قہر برساتے لہجے میں گویا ہوا۔ ان کا ہاتھ بے ساختہ دل کے مقام پہ پڑا تھا۔

نامیری جان ایسا نہیں بولتے۔

"شہرام۔"

اس سے قبل کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی عقب سے آنے والی مترنم آواز پہ ان دونوں کے زبانوں پہ فقل لگا تھا۔ وہ دونوں بیک وقت پیچھے کی جانب مڑی جہاں پشمنینہ شرمندہ شرمندہ سی کھڑی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ شہرام نے تنفر بھری نگاہوں سے سیاہ لباس میں موجود اس لڑکی کو دیکھا تھا۔

"پرختہ کا کچھ علم ہوا کہ وہ کہاں ہے۔"

اس کی بے چین آواز پہ اس نے بہت ضبط سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ برتختہ کی آنکھوں سے آنسو تواتر بہہ رہے تھے۔ پشمنینہ نے سرعت سے ان کے گرد بازو حائل کرتے انہیں سنبھالا۔

آپکی شادی ہوئی ہے نا مجھ سے پشمنینہ تو اگر میں آپ کو فلحال بیوی کا رتبہ نہیں دوں "

گا تو کیا آپ اس رشتے سے بندھے رشتوں کا بھی خیال نہیں کریں گی۔ یہ میری ماں ہے

پشمنہ اور میں نہیں چاہوں گا کہ آپ ان کی جانب سے کسی قسم کی لاپرواہی کا شکار ہو
"ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

وہ سرد لہجے میں ایک ایک لفظ چبا چبا کر پھنکارا تو اس نے سہمی نگاہوں سے اس کی
جانب دیکھتے ہوئے سے اثبات میں سر ہلایا تھا معاً وہ برتختہ کو سہارہ دے کر بیٹھتے خود
ڈھنگ سے خود پہ ڈوپٹہ درست کرتے باورچی خانے کی جانب بڑھ گئی جہاں ملازمہ پہلے
سے ہی موجود تھی۔ پرخہ کی گمشدگی پہ آنسو بھل بھل آ رہے تھے مگر اب اس گھر کی بہو
ہونے کی حیثیت سے سب کا خیال بھی اسی کو کرنا تھا تبھی اس نے اپنی زمہداری
نبھانے کا سوچا تھا۔

شہرام کل نوفیل سے ملا تھا نا تو اس نے کیا کہا اماری پرخہ کے بارے میں۔ مجھے ایسا لگتا "
"ہے وہ اسی کے پاس۔"

وہ بھیکے لہجے میں بولی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ چکے تھے مسلسل رونے کی بدولت مگر
وہ چاہ کر بھی ان کو تسلی نہیں دے سکتا تھا۔

مورے میں ملا تھا اور آپ جانتی ہیں کہ میں ایک نظر میں ہی لگلے کو پہچان لیتا ہوں مگر " مجھے کل اس نوفیل میں مغرور انسان کی جھلک نہیں دکھی جو زخموں پہ نمک چھڑکتا تھا کل وہ بہت خاموش تھا بس اپنے دفاع میں ہی بولا اور پھر خاموش ہو گیا اس نے کوئی جوابی کاروائی بھی نہیں کی اب مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ اگر نوفیل نہیں ہے تو پھر کون ہے جس نے یہ حرکت کرنے کی جرأت کی ہے۔ کون ہے جو شہرام خان کی بہن کو اغواہ کرنے والے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھا ہے۔

وہ کسی نادیدہ نقطے پہ نگاہیں جمائے دانتوں پہ دانت جھماتے برفیلے لہجے میں گویا ہوا۔ برتختہ کو اس کے ارادوں سے خوف آیا تھا۔

"شہرام اگر نوفیل نہیں تو پھر کون ہو سکتا ہے۔"

پشمنہ کی سرسراتی آواز پہ شہرام نے چونک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔ اسی لمحے دو آنکھیں شدت سے اس کی آنکھوں کے دریچے پہ لہرائی تھیں وہ سختی سے لبوں کو بھینچتے سرعت سے نگاہیں پھیر گیا۔

جو بھی ہو مگر وہ اب یہ بات جان لے کہ وہ شہرام خان کے قہر سے خود کو کسی صورت "نہیں بچا سکتا۔"

اس کے لہجے میں ایک کاٹ سی تھی جو مقابل انسان کو بھسم کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اسی لمحے برتختہ نے تکلیف کی شدت سے آنکھیں میچی تھی۔ پشیمینہ ہڑبڑا کر ان کیلئے پانی لینے بھاگی۔ اس کے پانی لاتے ہی شہرام نے گلاس ان کے لبوں سے لگایا تو وہ بے دم سی ہوتی شہرام کے شانے سے سر ٹکائی۔

"مورے آپ سے ایک بات پوچھوں۔"

اس کی سپاٹ آواز پہ برتختہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ ایک سوالیہ نشان منڈلا رہا تھا۔

کیا بابا جان کا یا ہماری حویلی سے منسلک کوئی دشمن ہے جو یہ کام کر سکتا ہے۔ مجھے تو "اس بابت علم نہیں مگر آپ تو ہمہ وقت انہی کے ساتھ ہوتی ہیں نا۔"

اس کی بات پہ کئی لمحے تو وہ پرسوج نگاہوں سے اسے ہی تنکٹی رہی معاً وہ ہولے سے نفی میں سر ہلا گئی۔ شہرام نے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلیں اٹھیں آپ کو کمرے تک پہنچاؤں پھر مجھے کہی جانا ہے۔"

وہ ان کی جانب اپنی چوڑی ہتھیلی پھیلاتے ہوئے بولا۔ انہوں نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا جس کا چہرہ سرد و سیاٹ تھا۔

"کہاں جا رہا ہے تو شہرام۔"

مورے اب میں اس وقت ہی گھر لوٹوں گا جب میری بہن میری پناہوں میں ہوگی۔ مجھے "اسے زندہ سلامت بس اس حویلی میں لانا ہے چاہے پھر اس وہ کسی کے خون کی صورت میں ہی ممکن کیوں نا ہو۔"

وہ پتھریلے لہجے میں بولتے ان کے شانے کے گرد بازو حماٹل کر گیا۔ اس نے انہیں لیتے ان کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔ انہیں بیڈ پہ لٹاتے ہی ان پہ کمفرٹر اوڑھاتے وہ دروازہ بند کرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ الماری میں قدم رکھتے ہی ایک عجیب سی

گھٹن کا احساس اس کے رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔ اس نے الماری کھولتے بھورے رنگ کی چادر نکالتے خود پہ اوڑھی اور قدم واپسی کی جانب بڑھائے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ باہر کی جانب بڑھتا دروازے سے اندر آتی مینہ کو دیکھتے اس کا غصہ سوانیزے پہ پہنچ گیا جس کے ہاتھوں میں دودھ کا بڑا سا گلاس تھا۔

"ام آپ کیلئے یہ لائے تھے۔"

وہ اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھ ہکلاتے لہجے میں گویا ہوئی۔ شہرام مضبوط قدم اٹھاتے اس کے نزدیک آیا اور بغیر اس کی جانب دیکھتے وہ گلاس تھامتے ایک ہی سانس میں چڑھا گیا۔

"آپ کچھ دیر آرام۔"

کیا حالات ایسے ہیں کہ میں آرام کرتا پھروں یہاں میری بہن غائب ہے اور میں یہاں "

"اس بستر پہ آرام کرتا پھرو اس قدر جاہل انسان لگتا ہوں آپکو۔"

وہ اس کی فضول گوئی پہ غصے سے بپھڑتے دھاڑ اٹھا۔ اس نے گھبرا کر قدم پیچھے کی جانب بڑھائے تھے۔

وہ میں تو بس اچھا معذرت اب ام کچھ نہیں کہیں گے مگر بس یہ بتادیں آپ جا کہاں " "رہے ہیں۔

وہ آس بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتے اپنے سر پہ ڈوپٹہ درست کرتے حسرت آمیز لہجے میں بولی۔

میں مناسب نہیں سمجھتا بتانا اور آئندہ میرے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرنے " "کی قطعی ضرورت نہیں ہے پشیمینہ خان ورنہ میں لحاظ نہیں کروں گا۔

وہ اس کی ٹھوڑی کو سختی سے جکڑتے ایک جھٹکے میں چھوڑتے کھر دے لہجے میں بولتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اہانت کے احساس سے مینہ کو چہرہ سرخ پڑ گیا۔ اس نے خالی خالی نگاہوں سے اس کی پشت کو تکا تھا جو اب دیوار پہ لٹکی اپنی بندوق اتار کر شانے پہ لٹکاتے مضبوط قدم اٹھاتے باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کی مضبوط چال سے صاف ظاہر

تھا کہ وہ ابھی اس صورتحال میں گھبرایا نہیں ہے بلکہ ثابت قدم ہے اور وہ جانتی تھی کہ وہ دشمنوں کے پیٹ کو چاک کر کے بھی پرخہ کو کہی سے بھی ڈھونڈ نکالے گا۔ ناجانے زندگی نے اس کی قسمت میں کتنی آزمائشیں لکھی تھیں کہ اس کی شادی کے روز ہی پرخہ کی گمشدگی یہاں تک کہ شہرام کے ساتھ وہ اس رشتے کو محسوس بھی نہیں کر پائی تھی۔ وہ تو ویسے بھی اس سے اکھڑا اکھڑا رہتا تھا مگر اب مینہ کو اپنا پور پور دکھتا محسوس ہوا۔ وہ مرہیل قدموں سے چلتی غنچہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ جانتی تھی کہ وہ اب کبھی بھی برتختہ۔ ابھی بھی وہ کو اس کے سہارے نہیں چھوڑ کر جائے گا اس کی آج کی لاپرواہی دیکھتے دوائیوں کے ہی زیر اثر ہوگی۔ اس نے دل ہی دل میں شدت سے پرخہ کے صحیح سلامت مل جانے کی دعا کی تھی۔ ناجانے وہ کہاں تھی کس حالت میں تھی ان سب کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ کچھ ہی دیر میں باہر چپ کے ٹائر چڑھانے کی آواز پہ اس نے گہرا سانس بھرتے قدم واپس کمرے کی جانب بڑھائے تھے۔

"پریسہ تیار ہو گئی آپ۔"

عافیہ ہاتھ میں چنری لیے جوں ہی کمرے میں داخل ہوئی وہ آئیے کے سامنے گم صم سی کھڑی تھی۔ نگاہیں کھلی کھڑکی کے پار دکھائی دیتے آسمان پہ جمی تھی۔ ناجانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ وہ ٹھنڈی آہ بھرتے اس کے نزدیک آئی اور چنری اس کے شانے پہ رکھتے سیٹ کی تھی۔ اپنے شانے پہ کسی کا لمس محسوس کرتے اس نے چونک کر ویران نگاہیں ان کی جانب اٹھائی تھی جو پوری دلجمعی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔

"ماما رہنے دیں یہ شوخ ڈوپٹہ نہیں لیا جائے گا میں کوئی اور دیکھ لیتی ہوں۔"

وہ دھیمے سے بولتے انہیں ٹال کر وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔ عافیہ کے ہاتھ چنری سمیت ہوا میں ہی معلق رہ گئے تھے۔ اب وہ وارڈروب میں جھکی ناجانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

پری یہی والی چنری لو نا اس سوٹ کے ساتھ یہی جچے گی میری جان۔ کچھ اور نہیں اچھا۔ لگے گا اور تیار بھی نہیں ہوئی ایسا محسوس نہیں ہو رہا کہ آپ کی دوست کی شادی ہے وہ "بھی سب سے اچھی والی۔"

وہ اس کا رخ اپنی جانب کرتی اسے چنری تھماتی ہوئی بولی مگر اس نے بے دردی سے وہ چنری صوفے پہ اچھال دی تھی۔ عافیہ اس کی ہٹ دھرمی دیکھتی رہ گئی۔

اما میں شادی پہ نہیں جارہی فاتحہ پڑھنے جارہی ہوں اسکی بے بسی پہ۔ تکلیف ہو رہی ہے مجھے درد اٹھ رہا ہے۔ کچھ کرنے کا دل نہیں ہے بس ایک فار میلیٹی نبھانی ہے اس کا سہارہ بننا ہے میں جانتی ہوں کہ وہ اب تک میرے نا آنے پہ رو رہی ہوگی۔ کتنا ترسی تھی اما میں آپ کے سامنے کہ پلیز ان کے سامنے فریاد کر دیں میری جانب سے میں عقیفہ کو یوں بے نام موت نہیں مرنے دے سکتی وہ شخص بہت برا ہے اس سے اس کی عزت کو خطرہ ہے مگر آپ میں سے کسی نے نہیں سنی بے حسی کی انتہا کر دی آپ نے۔"

وہ اذیت سے بولتے آخر میں تلخی سے ہنسی تھی۔

مگر میں یہ سب باتیں آپ سے کیوں بول رہی ہوں اما آپ تو میرے متعلق بھی سب "باتوں سے آگاہ ہونے کے باوجود اس رشتے کیلئے ہامی بھرنے کو تیار ہیں۔"

وہ آنکھوں میں نمی لیے بھگیے لہجے میں بولی اور بے دردی سے گالوں کو رگڑتی خود کے حواس بحال کرتی سیاہ رنگ کا دوپٹہ نکالتے جس کے اطراف پہ ہلکا ہلکا گوٹہ لگا ہوا تھا شانے پہ ڈالتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اس کے جاتے ہی عافیہ نے سختی سے آنکھوں کو میچتے اس کی ذہر خند باتوں کو حلق میں اتارا تھا معاً وہ بھی باہر کی جانب بڑھ گئی کیونکہ عادل نیچے تیار کھڑے انہی کے منتظر تھے۔

"کیا ہو گیا میری بیٹی کو۔ رخصت دوست ہو رہی ہے اور چہرہ میری بیٹی کا اترا ہوا ہے۔"

وہ اس کے سرخ پڑتے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے پچکارنے والے انداز میں بولے۔ ان کے نرم لہجے کا ہی اثر تھا کہ اس کی آنکھ سے ایک بے مول آنسو ٹوٹتے ان کے ہاتھ پہ گرا تھا۔ عادل نے تڑپ کر اس کی جانب دیکھا جو اب چہرہ جھکائے کھڑی اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

"کیا ہوا پری میری جان۔ عافیہ کیا ہوا ہے اسے تم نے کچھ کہا گیا۔"

وہ متفکر سے عافیہ سے گویا ہوئے جواب اپنا ہینڈ بیگ میز سے اٹھا رہی تھی چونک کر ان کی جانب متوجہ ہوئی اور ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھ گھبراتے نفی میں سر ہلا گئی۔ عادل نے اسے عقیفہ سے جوڑتے ہوئے سے اس کے سر کے بالوں کو سہلایا تھا۔

"نہائی نہیں جارہے کیا۔"

ناجانے کس سوچ کے تحت اس کے لبوں سے یہ الفاظ ادا ہوئے تھے۔ وہ خود حیران رہ گئی تھی کیونکہ اب تو اس کے جانے ناجانے کا کوئی جواز ہی نہیں تھا کونسا اس نے اس نکاح کیلئے رضامندی ظاہر کر دی تھی۔

میں نے بولا تو تھا کہ چلے ہم دونوں وہی سے آفس کی جانب چلے جائیں گے مگر وہ مانا "ہی نہیں۔"

عادل کندھے اچکاتے ہوئے بولے۔ پریسہ نے انہیں دو منٹ رکنے کا اشارہ کرتے قدم اس کے کمرے کی جانب بڑھائے تھے۔ کمرے کا دروازہ ناک کرتے ہی لگے ہی لمحے ایک

جھٹکے سے دروازہ کھلا تھا۔ اس نے سرتاپا اس کا جائزہ لیا جو نک سک سا کہی جانے کو تیار کھڑا تھا۔

"ارے پری تم یہاں۔"

وہ حیرت سے بولتے اپنی شرٹ کا کالر درست کرنے لگا۔ اس کے لہجے میں کس قدر لاپرواہی تھی پریسہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

جی بھائی وہ میں بس آپ کو لینے آئی تھی مگر شاید آپ خود کہی جانے کو تیار ہیں۔ شاید " پرسکون ہیں ہلکا پھلکا محسوس کر رہے ہونگے کیونکہ اب عقیفہ نام کا کانٹا آپ کے حلق "میں جو نہیں اٹکے گا۔ اب آپ اپنی زندگی میں آزاد جو ہیں۔

وہ بمشکل مسکراتے لہجے میں بولی۔ صدام نے چونک کر اس کی جانب دیکھا اور تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔

دیکھو پری میں تیار ہوں کیونکہ مجھے کسی جانا ہے اور یہ ذرا سا ذاتی معاملہ ہے تو میں " تمہیں بتاؤں گا نہیں مگر رہی پرسکون ہونے کی بات تو ہاں میں کسی حد تک پرسکون ہوں

کیونکہ اب میں کومل کے ساتھ آذاد ہوں تمہاری باتوں نے بہت الجھا دیا تھا ڈپریشن میں چلا گیا تھا میں مگر ابھی بھی ایک پریشانی تو ہے جس کیلئے صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ عفیہ کے حق میں بہتر فیصلہ کر دے۔ میری اس کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے میری جان مگر ایک بات ہوتی ہے ہمسفر کی اور وہ خصوصیات عفیہ میں قطعی نہیں تھی۔ اس ذات نے ان الجھے دھاگوں سے خود ہی مجھے نجات دے دی ہے۔

وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے تفصیل سے بولتے اس کی پیشانی چوم گیا۔ پریسہ اس کی بات پہ مسکرا بھی ناسکی دل اس قدر خوف کا شکار تھا۔ صدام نے اس دوران خود پہ پرفیوم سپرے کرتے اسے اپنے حصار میں لیا اور قدم باہر لاؤنج کی جانب بڑھائے تھے۔

بھائی ایم سوری میں نے اس چیز کیلئے آپ سے اصرار کیا۔ ناجانے مجھے کیا ہو گیا۔" تھا۔ آپ کا یہاں جی چاہے وہی شادی کریں میں آپ کی ذاتی زندگی میں کبھی رکاوٹ نہیں بنوں گی کیونکہ جان چکی ہوں کہ یوں ذور زبردستی سے رشتے نہیں پایہ تکمیل پہ پہنچتے۔ وہ بس گھسیٹے جاتے ہیں۔ خیر ایک بار پھر سے سوری۔

وہ ہولے سے مسکراتے ہوئے چہرہ جھکا کر گویا ہوئی۔ صدام نے تشکر بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ "دُشکر تھا کہ وہ اس بات کو سمجھ گئی تھی۔

ناٹ آگ ڈیل لاڈو تم سمجھ گئی ہو یہی بہت ہے۔ وہ ذات خود بخود اس کے حق میں بہتر کرے گی۔"

وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے نرم لہجے میں بولا۔ پریسہ نے دل ہی دل میں انشاء اللہ کہا تھا۔ اس کا دل بھی اب بس اسی دعا کی مالا جپ رہا تھا۔ اب اسی دعا پہ تو عقیفہ کی زندگی منحصر تھی۔

عادل نے مسکراتی نگاہوں سے ان دونوں کی جانب دیکھا اور قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ کچھ ہی دیر میں گاڑی دھول اڑاتی تیزی سے آفندی ہاؤس کی حدود کو پار کرتی چلی گئی۔ پریسہ نے گہرا سانس بھرتے سر وند سکریں کے ساتھ ٹکادیا۔ جوں جوں وہ اس کے گھر کے نزدیک پہنچ رہے تھے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہوتی جا رہی

تھی۔ اسے یہ بات اچھے سے اذہر تھی کہ عقیقہ کا توپتہ نہیں مگر وہاں جا کر ان سب کا سہارہ پاتے ہی وہ بکھر کر خود پہ بٹھایا ضبط کا کڑا پہرہ توڑ بیٹھے گی۔

"پریسہ اب تک نہیں آئی۔"

نکاح میں کچھ وقت ہی باقی تھا اور عقیقہ کی نگاہیں مسلسل دروازے پہ جمی تھی جیسے وہ ابھی وہاں سے اندر آتے اسے سینے میں بھینچے گی اور اس کی ہر تکلیف کا مداوا ہو جائے گا۔

نجانے وہ خود کیسی ہوگی مجھے تو اس کی بھی بہت ٹینشن ہوتی ہے بس جو بھی ہو سب "ٹھیک ہو۔"

مریم گہرا سانس بھرتے ہوئے تفکر بھرے لہجے میں بولی۔ سب نے تائیدی انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔

فلحال ان سب باتوں کو چھوڑو۔ نکاح تو ہو ہی رہا ہے تو عقیقہ اس رشتے کو تمہیں اب خود ہی موقع دینا ہوگا۔ یوں ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھ کر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

بریزہ اس کے دونوں ہاتھ تھامتی سمجھانے والے انداز میں بولی۔ مریم نے سختی سے اس کی بات کی نفی کی تھی۔

میں نہیں مانتی بریزہ۔ پوری زندگی کیلئے وہ کیسے خود کو قربان کر سکتی ہے میں نہیں ہوں۔
"تمہارے اس فیصلے میں تمہارے ساتھ۔"

مریم غصیلے لہجے میں بولتی ہاتھ کی مٹھی بناتے اپنی ہتھیلی پہ مار گئی۔ عتاب نے پریشانی سے اپنی پیشانی مسلی۔ بریزہ نے کٹیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

مریم اب ان باتوں کا کوئی جواز نہیں ہے وہ دلہن بنی بیٹھی ہے ہاتھوں میں اس کے "مہندی رچی ہوئی ہے کچھ دیر میں اس کا نکاح ہے اور پھر اس نے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جانا ہے ہم مزید کچھ تو اس کیلئے کر نہیں پائے مگر اتنا تو کم از کم کر سکتے ہیں ناکہ کچھ "دیر تک اسے اپنی باتوں سے ہی پرسکون کر سکیں۔"

وہ تند نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتی تنک کر بولی۔ مریم اس کی باتوں پہ خاموشی سے چہرہ جھکا گئی تھی کیونکہ اس کی ایک ایک بات کسی حد تک درست تھی معاً کسی خیال کی تحت اس کی آنکھیں چمک اٹھی اس نے ایک نگاہ عفیفہ پہ ڈالی جو چہرہ جھکائے اپنی انگلیوں کو بے دردی سے مڑور رہی تھی۔ مریم نے سرعت سے اس کے ہاتھوں کی انگلیاں چھڑوائی اور اس کی کرسی کا رخ آئیے کے سامنے کیا تھا۔

"چلو میں تمہیں تیار کرتی ہوں۔ دلہن ہو تھوڑا بہت تو رنگ تم پہ بھی چڑھنا چاہیے۔"

مریم نے مسکراتے ہوئے منال کو اشارہ کیا تاکہ وہ میک اپ کا سامان نکال دے۔ اس نے بھی اس کی بات کی تائید کرتے پورا بیگ نکالتے سنگھار میز پہ رکھ دیا۔ عفیفہ کی نگاہیں ابھی بھی کسی غیر مرئی نقطے پہ جمی ہوئی تھی۔

جس کا رنگ تم مجھ پہ چڑھانا چاہتی ہو نا مریم اس شخص کا رنگ مجھ پہ کبھی نہیں چڑھ" سکتا اور فرض کرو اگر کبھی چڑھ بھی گیا نا تو میں اس سے قبل ہی اپنی جان لے لوں گی

کیونکہ میں اس جیسے درندے کو اپنے شوہر کے روپ میں دیکھ ہی نہیں سکتی۔ اس سے "بہتر آپشن خودکشی ہوگا میرے لیے۔"

وہ دھیمے مگر کاٹ دار لہجے میں بولی۔ ان سب کے مسکراتے لب اس کی بات پہ فوراً سے پہلے سمٹے تھے معاً اس نے تمام سوچوں کو ذہن سے جھٹکتے اس کے چہرے پہ ہاتھ چلانا شروع کیا تھا۔

تم لوگوں کو پتا ہے کل میں نے اپنے بابا کے ساتھ زندگی میں پہلی بار کوئی مووی "دیکھی۔"

بریزہ کی کھلکھلاتی ہوئی آواز پہ ان سب نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں پہلی بار اس کی مسکراہٹ کا ساتھ دے رہی تھی۔ اب وہ سب ایسے ہی چھوٹی موٹی باتیں کرتے اسے اپنے آپ میں الجھا رہی تھی۔

ویسے وقت تو ہو گیا ہے ناجانے ابھی تک نکاح کیوں نہیں شروع ہوا۔ مہمان بھی آگئے "ہیں کاش یہ نکاح ہو ہی نا اور میری آپی کی شادی اس حیوان سے نا ہو۔"

نوال اس کی گردن میں بازو حمائل کرتے درد بھرے لہجے میں بولی۔

بکواس بند رکھ اپنی نوال۔ کس قسم کی بکواس کر رہی ہے تو جانتی ہے بارات کے نا آنے کا" مطلب کس قدر رسوائی ہے اس لڑکی کیلئے جس کی بارات نا آئے۔ سوچ اگر وہ نا آئے تو "پھر ہماری عقیفہ کا کیا ہوگا۔

وہ اپنے سینے پہ ہاتھ مارتی غصیلے لہجے میں ہانپتے ہوئے بولی تو نوال اپنی بے اختیاری پہ بوکھلا گئی۔

تو اماں وہ فون بھی تو نہیں اٹھا رہا اگر اسے آپی کو رسواں کرنا تھا تو یہ سب ڈھونگ "رچانے کی کیا ضرورت تھی۔

منال بھی اب کی بار غصے سے پھٹ پڑی۔ صفیہ نے بے یقینی کی کیفیت میں نفی میں سر ہلایا تھا۔ باہر تمام مہمان اکٹھے ہو چکے تھے اور یہاں دولہے کا ہی نام و نشان ہی نہیں تھا۔ انہوں نے ایک خالی نگاہ عقیفہ کی جانب اٹھائی جو ناجانے کن سوچوں میں الجھی

بیٹھی تھی۔ اگر ان کی بیٹی کو وہ شخص رسواں کر گیا تو یہ سوچ آتے ہی وہ تیز قدموں سے نعیم کی جانب بڑھی تھی۔

"نعیم کچھ پتہ چلا یا سر کا۔"

وہ پریشانی سے گویا ہوئی تو اس نے جھکے کندھوں سمیت نفی میں سر ہلایا تھا۔ صفیہ کے ہاتھ لڑھک کر پہلو میں آگرے۔ انہوں نے روتے ہوئے ہاتھ لبوں پہ جمالیے۔

نہیں اٹھا رہا وہ فون وہ نمبر بھی بند جا رہا ہے۔ اب کیا ہوگا میری بچی میں نے اپنے انہی "ہاتھوں سے اسے جہنم کی جانب دھکیل دیا۔ وہ چیختی رہی چلاتی رہی اور میں اس یا سر سے پیار اور ہمدردی میں اس قدر اندھا ہو گیا کہ اپنی سگی اولاد کو ہی فراموش کر دیا میں نے اپنی عقیقہ کو کھودیا صفیہ۔ میں نے آج اسے جیتے جی مردہ کر دیا۔ اب یہ لوگ اسے جینے نہیں دیں گے نا جانے کیسی کیسی باتیں کریں گے ترس کھائیں گے میری بیٹی رسواں ہو گئی۔"

وہ دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے گہرے گہرے سانس بھرتے ہوئے بولے۔ صفیہ نے روتے ہوئے انہیں تھاماتھا۔ اطراف میں بیٹھے مہمانوں میں چہ لگوئیاں شروع ہو گئی

تھی۔ صفیہ نے ایک چور نگاہ سب پہ دوڑائی تو وہ سب بے چین نگاہوں سے انہی کی جانب دیکھ رہے تھے۔

ارے نعیم کیا خبر ہے نکاح کے وقت کو بھی ایک گھنٹہ بیت گیا ہے ابھی تک دولہا ہی "نہیں پہنچا۔"

یہ نعیم کی دور کی رشتہ دار تھی جو اتنی تاخیر پہ ٹھیک ٹھاک جھنجھلائی ہوئی تھی۔
"وہ بس کچھ دیر میں۔"

"کسی ٹریفک میں تو نہیں پھنس گیا بیچارہ۔"

ایک عورت کی ہنستی ہوئی آواز صفیہ کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ خاموشی سے چہرہ جھکا گئی۔ یہ تمام آوازیں کمرے میں موجود تمام نفوس کی سماعتوں میں کسی ذہر کی مانند اتر رہی تھی۔

لگتا ہے اس غریب خانے میں شادی نہیں کرنی ہوگی اسے ویسے بھی عقیفہ سے " خوبصورت تو اس کی بہنیں ہیں کیا معلوم ان میں سے کسی پہ دل آگیا ہو تو وہ بھاگ نکلا "ہو۔

اس کی کزن اس بات کو مذاق میں اڑاتی دوسری لڑکی کے ساتھ تالی مارتے کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس کے ہتک آمیز الفاظ جوں ہی عقیفہ کے کانوں میں پڑے تو وہ ضبط سے مٹھیاں بھیچ گئی۔ سب اس کی ذات پہ کیچڑ اچھال رہے تھے اور وہ بالکل خاموش بیٹھی تھی بالکل ساکت۔ اس میں اپنے قدموں میں کھڑے ہونے کی ہمت تک نہیں تھی۔

ارے نہیں نہیں کیا معلوم لڑکی میں کوئی کھوٹ ہو۔ جامعہ تو جاتی ہے لڑکوں کے ساتھ " بھی پڑھتی ہے اب ہمیں کیا پتا باپ نے بھی تو پڑھائی کے دوران ہی شادی کی ٹھان لی "کیا معلوم بیٹی نے کوئی چاند چڑھادیا ہوگا۔

اس کے الفاظ سنتے نعیم کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے ان کی سماعتوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا ہو۔ انہوں نے بے ساختہ اپنا سینہ مسلاتھا۔ اندر بیٹھی عقیفہ اپنے کردار کی

دھجیاں اڑتے دیکھ بلکل ساکت تھی۔ ٹھیک ہی تو بول رہے تھے وہ لوگ اس کے باپ نے ہی تو قربان کیا تھا اسے۔ وہ کیونکر ان کی باتوں کو یوں ہی جانے دیتی۔ نوال اور منال باتیں سن مسلسل رو رہی تھی۔ عذاب نے سختی سے اسے اپنے سینے میں بھینچ لیا مگر وہ اس کے سینے سے لگنے کے بعد بھی ساکت و جامد تھی جیسے جینے کی امنگ ہی چھوڑ چکی ہو۔

خدارا ایسی باتیں مت کریں ابھی یہاں آپ کی بیٹی بھی تو ہو سکتی تھی کسی کے کردار پہ "یوں کچھڑ مت اچھالیں۔"

صفیہ ان سب کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے منت کرنے والے انداز میں بولی۔ لگے ہی لمحے فون بیل کی آواز پہ ان سب نے چونک کر نعیم کی جانب دیکھا جو موبائل میں ابھرتے نمبر کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ دیکھ صفیہ کے وجود میں اطمینان اترتا چلا گیا۔ ایک نئی امنگ نے ان کا ہاتھ تھاما تھا۔ نعیم نے مشکل مسکراتے فون کان سے لگایا تھا کیونکہ یہ اسی نمبر سے کال آئی تھی۔

"یاسر تو آیا نہیں۔"

وہ بھرائے لہجے میں گویا ہوئے کچھ دیر تو دوسری جانب خاموشی کا راج رہا مگر چند ساعتوں بعد مقابل کی آواز سن انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے پورے گھر کی عمارت ان کے سر پہ آ گری ہو۔ فضا میں آکسیجن کی کمی سی محسوس ہوئی۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا جانے کی بدولت وہ بری طرح لڑکھڑائے تھے معاً ایک جست میں ہی دو مضبوط بازوؤں نے عقب سے انہیں سہارہ دیا تھا جن کی آنکھیں کبھی بند تو کبھی کھل رہی تھیں۔ نعیم کو دیکھ صفیہ کو اپنی آتی جاتی سانس بھی رکتی ہوئی محسوس ہوئی جس کا چہرہ لٹھے کی مانند سپید پڑتا جا رہا تھا۔

"ہوش میں آیا یا نہیں وہ اب تک۔"

فارس نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اپنے ذبردست قسم کی انگڑائی لیتے استسفار کیا۔ ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی تھی مگر اس کو ہوش ہی نہیں آ رہا تھا۔ ہادی اور ارتضیٰ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

"نہیں ابھی نہیں آیا ناجانے کونسی بھنگ پی کر سویا ہے منحوس انسان۔"

ہادی تلملاتے ہوئے بولا۔ وہ مسلسل دو گھنٹوں سے اس کے ہوش میں آنے کے انتظار میں تھے۔

"ہم نے تو دوائی بھی ہلکے نشے والی رکھی تھی تو پھر اتنی دیر تک۔"

یہ وہ نشہ نہیں ہے یہ ہمیں چکمہ دینے کا نشہ ہے جو اس خبیث انسان کے سر پہ سوار ہے اس کو میں لوریاں سناتا ہوں تاکہ اس کی جاگ کھل جائے۔"

وہ دانت پیستے ہوئے گویا ہوا۔

"کیا کرے گا تو۔"

ارتضیٰ نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

جو بھی کرنا ہے جلدی کرنا ہے کیونکہ نکاح ہونے میں بس دو گھنٹے مزید ہیں اور ابھی باقی "ماندہ کام اس نے ہی سرانجام دینا ہے۔"

ہادی تنبیہی لہجے میں انہیں جتاتے ہوئے بولا۔ فارس نے انہیں اپنی تقلید میں آنے کا اشارہ کرتے قدم اس کے کمرے کی جانب بڑھائے تھے جہاں انہیں باندھا ہوا تھا۔

کمرے کا ہینڈل گھماتے ہی سناٹے ذدہ ماحول میں دروازہ چڑچڑانے کی آواز گونجی تھی۔ وہ تینوں ایک دوسرے کو اشارہ کرتے اندر کی جانب بڑھے اور عین اس کی کرسی کے پاس آکر رکے جہاں اس کی گردن ایک جانب کو لڑھکی ہوئی تھی۔ ان تینوں کی نگاہوں سے اس کی پلکوں کی جنبش مخفی نہیں رہی۔ فارس کا بس نہیں چل رہا تھا اس کے منہ پہ چمٹ مار مار کر مزید سو جھادے۔

پیارے دوستوں میں کچھ سوچ رہا ہوں کہ ہم کیوں ایک بیچارے اور مظلوم انسان کو اپنی "قید میں رکھ کر اس کا جینا حرام کر رہے ہیں۔ شکل دیکھو اس کی کیسے زردی ماٹل ہو رہی ہے۔ میں نے تو سنا تھا کہ اپنے یہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی تو لاڈلی اولاد کے

ساتھ یہ سب کچھ ہمیں اچھا نہیں لگتا اسی لیے میں اس معصومیت سے لبریز انسان کو "آزاد کرنا چاہتا ہوں۔"

فارس اپنے لہجے میں دنیا جہاں کا درد سموئے ان دونوں سے مخاطب ہوا۔ اس کی بات پہ وہ دونوں بھونچکا رہ گئے۔

یہ کس قسم کی بے ہودہ بکواس ہے فارس تو ایسا سوچ بھی کیسے سکتا ہے ہمارا اسے "یہاں لانے کا جو مقصد ہے وہ پورا کیے بغیر ہم اسے یہاں سے جانے نہیں دے سکتے۔"

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر گویا ہوا۔ ارتضیٰ نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔ ناجانے اس شخص کو بیٹھے بٹھائے ہمدردی کا بھوت کہاں سے چرٹھ گیا تھا۔ فارس نے دل ہی دل میں انہیں تہذیب یافتہ گالیوں سے نوازتے کٹیلی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا اور ایک نظر یا سر کی جانب دیکھا جس کی پلکوں میں ہلچل مزید تیز ہو گئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس کی بے وقوفی پہ ہنس دیا تھا۔

ہم کیوں دوسروں کی پریشانی اپنے سر لیں۔ یہ جس کی پریشانی ہے اسی کی رہنے دو ویسے " بھی دنیا میں تکلیفیں کم نہیں ہے ہمارے لیے۔ میں اسے آزاد کرنے لگا ہوں چاہے تم "دونوں جو مرضی بولو۔

وہ غصے سے تن فن کرتے یاسر کے نزدیک پہنچا اور اس پہ جھکتے اس کی رسیاں کھولنے لگ۔ ارتضیٰ اور ہادی نے بے یقینی کی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا جو سارا بنا بنایا کھیل بگاڑ رہا تھا۔ خود پہ سایہ محسوس کر یاسر نے اپنی آنکھ کھولتے اس کی جانب دیکھا جو سنجیگی سے اپنے کام میں مگن تھا۔

"شکریہ بھائی میرے پہ رحم کھانے کیلئے۔"

یاسر موقع سے فائدہ اٹھاتے سرگوشی کرنے والے انداز میں گویا ہوا۔ فارس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھ اب مکمل طور پہ کھل چکی تھی۔

"کوئی بات نہیں میری جان۔ نشہ اتر گیا تا تیرا اب۔"

وہ اس کے گال پہ ہاتھ رکھتے پچکارنے والے انداز میں گویا ہوا۔ یاسر نے دلکشی سے
- مسکراتے سرعت سے اثبات میں سر ہلایا تھا

پکا اتر گیا نا کوئی کمزوری وغیرہ تو نہیں محسوس ہو رہی۔ کہی تھکاوٹ اور ہلکا ہلکا سر تو نہیں "
"گھوم رہا نا آل ویل نا۔

وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا ہوا بولا۔ یاسر نے عجیب سے انداز میں
اس کی جانب دیکھا جو عجیب سا برتاؤ کر رہا تھا۔
"ہاں ہاں بھائی آل از ویل تو کھول نا اب۔"

وہ خود کو رسیوں سے آذا دکرانے کی کوششوں میں ہلکان ہوتے ہوئے ملتجیانہ لہجے میں گویا
ہوا۔ فارس نے اس کی بات پہ اسے ایسے دیکھا جیسے اس نے کوئی انہونی بات کردی ہو۔
"ہادی ارتضیٰ اس کا نشہ اتر گیا ہے چلو اب اس کے ساتھ جو کرنا چاہو تم وہ کر سکتے ہو۔"
وہ تمسخرانہ لہجے میں بولا۔ یاسر کے مسکراتے لب اس کی بات پہ سکرٹ گئے۔ اس نے گھبرا
کر ان تینوں کی جانب دیکھا۔

تیرے ساتھ مسئلہ کیا ہے آخر بھائی۔ کیوں میری جان کا دشمن بنا بیٹھا ہے اور یہ تو "نے بہت گھٹیا حرکت کی ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ بری رسیوں کو جھٹکتے اپنی جگہ سے اٹھتا منہ پہ پڑنے والے چمٹ سے دوبارہ کرسی پہ جاگرا۔

یہ میرا انداز ہے میری جان تجھے کیا لگا مجھے ڈبل کراس کر کے تو زندہ بچ جائے گا نانا نا "میرے کانے بھائی میں اسی لمحے تجھے پینٹا کراس کر کے تیری اوقات یاد دلاؤں گا۔ وہ اس کے دونوں گالوں کو ذور سے کھینچتے ہنستے ہوئے مذاق اڑانے والے انداز میں بولا۔ ان دونوں نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا جو اچھی بازی کھیل گیا تھا۔ "یہ موبائل پکڑ۔"

ہادی کی کڑکدار آواز پہ یاسر نے ہونقوں کی طرح اس کی جانب دیکھا اور ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں میں نہیں پکڑوں گا تم لوگ پھر کوئی گیم کھیلو گے میرے ساتھ کل بھی تم " "لوگوں کے کہنے پہ میں نے نکاح کا انتظام کروایا ہے مگر اب میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ وہ بے بسی و بے کسی کی کیفیت میں سہمے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔ ان تینوں نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا۔

بات پتہ کیا ہے ہم پیدا ہی گیم کھیلنے کیلئے ہوئے ہیں سب کو اپنی انگلی پہ نچانا ہی تو " میرا پسندیدہ مشغلہ ہے اور لوگ میرے اشاروں پہ ناچتے جائیں اس چیز کی مجھے عادت ہے اور یہ جو تینوں چیزیں ہیں نا میں چاہ کر بھی نہیں چھوڑ سکتا اب تجھے تو اسی کے ساتھ ہی گزارا کرنا پڑے گا۔

وہ دلفریبی سے بولتے ذبردست قسم کا قہقہہ لگا اٹھا اور ذبردستی اس کے ہاتھ میں موبائل تھمایا تھا۔

"کال لاگ میں جا اور پہلا نمبر ڈائل کر۔"

ارتضیٰ اس کے سامنے کرسی کھسکا کر بیٹھتے تحکم بھرے لہجے میں بولا۔ یاسر نے غیر ہوتی حالت سمیت موبائل کی جانب دیکھا۔ اس کے ہاتھ تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ یہ لوگ عقیفہ کا جانتے ہیں ورنہ ایسے ہی کوئی کسی کیلئے بھی جان کی بازی نہیں کھیلتا۔ دل ہی دل میں عقیفہ سے نفرت کا احساس مزید بلند ہوا تھا۔

"وہاں سب میرا انتظار کر رہے ہیں میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں۔ میں نہیں کروں گا۔" وہ سختی سے نفی میں گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"ارے پہلے سن تو لے کہ کہنا کیا ہے فون کر کے۔"

ہادی اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے پیچھے کی جانب جھٹکا دیتے ہوئے بولا تو اس کے لبوں سے ایک کراہ بلند ہوئی۔

چل میں بتاتا ہوں تو نے فون کر کے یہ بولنا ہے کہ میں یہ نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ "عقیفہ کو میں بالکل بھی پسند نہیں کرتا تھا بس بدلہ لینے کی خاطر یہ سب کر رہا تھا مگر اب "عین نکاح والے دن انکار کر کے میں یہ بدلہ پورا کرتا ہوں۔"

فارس دونوں ہاتھ سینے پہ باندھتے نہایت سکون سے بولا۔ یاسر نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اتنی بڑی بات آرام سے کہ گیا تھا۔ اس نے حلق تر کرتے ان تینوں کی جانب دیکھا۔

"میں نہیں۔"

"بولتا ہے یا نہیں۔"

اس سے قبل کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا فارس نے سرعت سے اس کے سر پہ پستول تانی تھی۔ یاسر کا دل اس کی حرکت پہ اچھل کر حلق میں آگیا۔ اس نے تھوک نگلتے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ہادی نے کال لاگ میں جاتے عجلت میں نمبر ڈائل کیا اور موبائل سپیکر پہ ڈالتے اس کے نزدیک کیا تھا۔ بیل مسلسل جارہی تھی تقریباً دوسری بیل پہ ہی فون اٹھالیا گیا تھا۔ نعیم کی بات سنتے اس نے دانت کچکچائے تھے البتہ ان تینوں کو اس باپ پہ افسوس سا ہوا تھا جو بنا کسی جانچ پڑتال کے اپنی بیٹی کو اس حیوان کو سونپ رہا تھا۔ اب ان کی آنکھیں کھولنے کا وقت تھا۔

یاسر نے خود میں ہمت مجتمع کرتے فارس کی کہی ہوئی بات بالکل ویسے ہی من و عن ان کی سماعتوں میں ذہر کی مانند اتار دی تھی۔ ہادی نے ایک سیکنڈ سے بھی پہلے کال کاٹتے فون ارتضیٰ کی جانب اچھالا تھا۔

"اب تو کھول دو مجھے۔ اب تو وہ سب کر لیا ہے میں نے جو تم لوگوں نے کہا تھا۔"

وہ مصالحتی لب و لہجے میں گویا ہوا۔

"کیا ہمارے چہروں پہ لکھا ہوا ہے کہ ہم پاگل ہیں۔"

ارتضیٰ نے نا سمجھی سے استفسار کیا۔ یاسر نے بمشکل مسکراتے نفی میں سر ہلایا مگر اگلے ہی لمحے اپنے منہ پہ پڑنے والے تمپڑ کی بدولت اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ اس نے روہانسی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو کل سے اب تک کوئی سو تمپڑ تو اس کے منہ پہ مار چکے تھے۔

"تو پھر پاگلوں جیسی باتیں نا کیا کر۔"

وہ اسے جھاڑ پلانے والے انداز میں بولتے کمرے کی تمام بتیاں بجھاتے باہر کی جانب بڑھے۔

"ارے یہ بتیاں تو جلادو اب کیا اس قبر نما کمرے میں ہی مارو گے۔"

وہ جتنی شدت سے چیخ سکتا تھا چلایا تھا۔

"بلکواس بند رکھ بتیاں جلادو آیا بڑا بل کیا تیرا باپ دے گا۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولتے دروازہ زور سے مارتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ باہر نکلتے ہی ان تینوں نے پریشانی سے اپنی پیشانی سہلائی تھی۔

ہوپ سو کہ وہاں سب ٹھیک ہو اگر کسی کو ذرا سی بھی بھنک ڈل گئی باکہ ہم تینوں نے یہ کیا کام کیا ہے تو بہت برا ہو جائے گا۔

ہادی اپنی داڑھی سہلاتے ہوئے تفکر بھرے لہجے میں بولا۔

اچھا اچھا سوچو سب اچھا ہوگا اگر ہم نے کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تو ہمارے ساتھ "بھی برا نہیں ہوگا۔"

فارس کا اعتماد ابھی بھی پوری شان سے بحال تھا۔ ارتضیٰ نے پرشوق نگاہوں سے اس کے انگلی میں گھومتی پستول کو دیکھا تھا۔

ویسے تو نے تو آج کمال ہی کر دیا صحیح گنڈہ گردی دکھا کر آیا ہے۔ پستول ہی تان لی اس "پہ۔ کیا تجھے تھامنے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی۔

ارتضیٰ چمکتی نگاہوں سے اس کی پستول کو نگاہوں کے حصار میں لیتے ہوئے مزے سے بولا۔

نہیں بلکل بھی نہیں کیونکہ ایسی جعلی پستولیں تو میں ایک وقت میں دس دس تھام "لوں۔

وہ مبھنویں اچکا کر مزے سے بولتے وہ اس کی جانب اچھال گیا جسے اس بے بروقت کچ کیا تھا۔

د فٹے منہ مجھے لگا کہ اصل ہے مگر میں بھول گیا تھا کہ میرے سامنے تو ہے جس سے "کسی اچھے کام کی امید نہیں ہے مجھے۔

وہ دانت پیستے ہوئے اس کے شانے پہ مکہ مارتے ہوئے بولا۔

وہ کیا ہے نا میرے باپ کو مجھ پہ رتی برابر بھی بھروسہ نہیں ہے وہ مجھے اصل پستول "میرے ہاتھوں میں تھمانے کی بجائے شوٹ کرنا پسند کریں گے۔"

وہ شانے اچکا کر بے نیازی سے بولتے ان سب کو ذبردست قسم کا قہقہہ لگانے پہ مجبور کر گیا۔

میرے خیال میں ہمیں باتوں باتوں میں وہاں کی صورتحال کا ملاحظہ کرنا چاہیے رک میں بریزہ کو فون ملاتا ہوں۔ پھر ہی وہاں جانا مناسب ہے ورنہ نہیں۔

ہادی ایکدم کسی سوچ کے تحت بولتے بریزہ کو فون ملانے لگا۔ ان دونوں نے بھی پرسوچ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا جس کا پورا دھیان موبائل کی جانب تھا۔ تینوں کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے اور دل شدت سے دعاگو تھا کہ کچھ غلط نا ہوا ہو کیونکہ ابھی تو ان تینوں کو شادی کا کھانا بھی کھانا تھا۔

"انکل آپ ٹھیک ہیں۔"

پریسہ ان کا گال تھپتھپاتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی جن کے چہرے کا رنگ لٹھے کی مانند سپید پڑتا جا رہا تھا۔ صدام نے انہیں سہارہ دیتے کمرے کی جانب قدم بڑھائے اور ایک نگاہ ان سب رشتے داروں پہ ڈالی جو ناجانے کس کس قسم کی بے ہودہ بکواس کر رہے تھے۔

ابا۔ اماں ابا کو کیا ہوا۔ آپی یہ دیکھیں نا ابا کو۔

منال روتے روتے چلاتے ہوئے بولی۔ سب کے ہاتھ گھبراہٹ میں سینے پہ پڑے تھے۔ پریسہ نے اسے بے ساختہ ساتھ لگاتے تسلی دی تھی۔ صفیہ ان کا ہاتھ تھامتے مسلسل سہلا رہی تھی۔ باہر سے آنے والی چیخ و پکار پہ آنکھیں میچیں بیٹھی عفیہ تڑپ کر آنکھیں کھولتے ان سب کو دیکھنے پہ مجبور ہوئی تھی۔

"با۔ ابا یہ منال نوال روکیوں رہی ہیں کیا ہوا ابا کو۔"

وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے سرسراتے لہجے میں بولی۔

کچھ نہیں ہوا عقیفہ انہیں تم یہی بیٹھو یوں تمہارا ان سب لوگوں کے سامنے جانا ٹھیک " نہیں ہے کیونکہ ان کے منہ بند نہیں ہونگے اور پھر انکل کی طبیعت مزید بگڑے گی۔ عذاب نے اسے سنبھالنا چاہا مگر وہ لہو رنگ آنکھوں سے مسلسل مزاحمت کرتے خود کو ان کی گرفت سے آزاد کروا رہی تھی۔

"صدام جلدی سے تم ڈاکٹر کو کال ملاؤ۔"

عادل کی سنجیدہ آواز وہ اثبات میں سر ہلاتے کمرے سے باہر نکل گیا اسی لمحے ساتھ والے کمرے سے بھاگنے والے انداز میں نکلتی عقیفہ کے قدم صدام کو اپنے مقابل دیکھ وہی تھمے تھے۔ اس نے اپنی بھگی خالی خالی نگاہیں اٹھاتے ایک نظر اسے دیکھا اور سب کچھ فراموش کرتے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ صدام بھی دانت پہ دانت جھماتے اس کی تیاری سے نظریں پھیرتا فون کان سے لگاتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ لوگوں میں ایک نئے سرے سے چہ لگوئیاں شروع ہو چکی تھی۔

ابا پلیز ایسے مت کریں سب کچھ تو اب تک اپنی مرضی سے کرتے آئے ہیں مگر اب تو" کم از کم اپنی بیٹیوں کیلئے جی لیں میں سچ میں تجھ سے ناراض نہیں ہوں دیکھ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تو پریشان مت ہو یہ لوگ تو باتیں کرتے ہیں میرے کردار پہ کراہے ہیں نا میں برداشت کر لوں گی۔ ویسے بھی کردار پہ جب بات آئے تو خاموشی سب سے بڑا ہتھیار ہے میری خاموشی ہی انہیں بے نام موت مارے گی ابا۔ ان کے مطابق میرا کردار برا ہے "نا تو برا ہی سہی ویسے بھی میری قسمت اس معاملے میں سیاہ ہی رہی ہے۔

وہ ان کا ہاتھ سہلاتے تڑپ کر بولتی پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ صفیہ نے بے ساختہ اسے سینے میں بھینچا تھا۔

میری بچی مم۔ مجھے معاف کر دے پیسہ پیسہ اس چیز نے اتنا اندھا کر دیا تھا کہ اس چیز کو" دیکھتے باقی ہر چیز کو فراموش کر بیٹھا تجھے اس جہنم کا باسی بنانے والا صرف میں ہی "ہوں۔ یہ میں نے کیا کر دیا صفیہ میں نے اپنی بیٹی کی زندگی برباد کر دی۔

وہ گہرے گہرے سانس بھرتے ہکلاتے لہجے میں بولتے آنکھیں موند گئے۔ سب نے ویران نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جن کی آنکھوں سے تو اتر آنسو بہ رہے تھے۔

عفیفہ خود کو سنبھالو میری جان کچھ نہیں ہوگا۔

پریسہ ایکدم اس کی جانب بڑھتے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولی۔

پری تم انہیں کہو نا میں تجھے کہتی تھی ناکہ میں ان سے ناراض ہوں مگر میں ان سے " ناراض نہیں ہو سکتی کبھی نہیں ہو سکتی بھلا ایک بیٹی باپ سے ناراض کیسے ہو سکتی ہے " انہیں سمجھاؤ نا۔

وہ اذیت سے بولتے اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی تھی۔ عادل نے ہولے سے اگے بڑھتے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔

دیکھ نعیم برا مت ماننا مگر تیری جو یہ چاند جیسی بیٹی ہے نا اسی نے ضرور کوئی چاند چڑھایا " ہے تبھی تو آج دولے نے عین موقع پہ انکار کر دیا اور دولہا بھی وہ جو تیرے لیے بہت خاص تھا۔ وہ اس کی تمام کرتوتوں سے واقف ہو گا نا اور ابھی تو اس لڑکے سے بھی تیری

بیٹی کے نین مٹکے ہو رہے تھے۔ لگتا ہے یہی ہے وہ کیا معلوم دوست کا بھائی ہی تو ہے
"کوئی چکر وکر۔"

بکواس بند کریں اپنی اور ابھی اسی وقت یہاں سے دفعہ ہو جائیں وہ لڑکی ہو کر اپنے کردار
کی صفائی میں کچھ نہیں بول رہی مگر میرے کردار پہ بات کرنے سے قبل ایک ہزار بار
"سوچیے گا میں جان لے لوں گا آپکی۔"

صدام جو فون کان سے لگائے کمرے میں آ رہا تھا ان کی بیہودہ بکواس پہ پھرتے دھاڑ
اٹھا۔ اس عورت نے دہل کر اس کی جانب دیکھا تھا جس کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ
پڑ رہا تھا جبرے بری طرح بھیجنے ہوئے تھے۔ نعیم نے دکھ سے عفیفہ کی جانب دیکھا جو ان
سب باتوں کے بعد بھی گم صم سی بیٹھی تھی۔ انہیں یقین نا آیا کہ وہ انہی کی بیٹی ہے جو
اتنی سی اتنی بات پہ پھراٹھتی تھی۔

"ددام ڈاکٹر۔"

عادل کی بات پہ اس نے اپنے اشتعال پہ قابو پاتے ہوئے سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ خاموشی سے نگاہوں کا زاویہ بدل گئے۔ عقیفہ ایکدم کسی نتیجے پہ پہنچتی اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنا لہنگا دونوں ہاتھوں میں تھامتے سختی سے اپنے گالوں کو رگڑا تھا۔

"بول لیا آپ سب نے دل کی بھر اس نکل گئی نا؟"

عقیفہ بھاری لہجے میں بولتی بھنویں اچکا گئی۔ ان سب نے مسکراتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تھا جس میں انہیں پرانی عقیفہ کا عکس دکھا تھا۔

"لو یہ دیکھو اس کی زبان۔"

کبھی اپنی زبان کو ناپا ہے آپ نے آنٹی اگر ناپا ہے تو جانتی ہی ہونگی کہ کس قدر لمبی زبان ہے آپ کی اور اگر نہیں کیا تو لازمی کیجیے گا جان جائیں گی کہ آپ کے قد سے لمبی آپ کی زبان ہے جو کسی کے بھی دل پہ نشتر چلانا بخوبی جانتی ہے۔

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔ مقابل موجود عورتوں کو رنگ فوق ہو گیا۔

ابھی اسی وقت اس گھر سے باہر نکلیں ورنہ دھکے دے کر نکالنا مجھے بہت اچھے سے آتا" "ہے پھر یہ مت کہیے گا کہ عقیفہ بہت بد لحاظ ہے۔

وہ شہادت کی انگلی سے باہر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تنفر بھرے لہجے میں بولی۔ وہ تمام عورتیں دل ہی دل میں کڑھتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ ان سب کے جاتے ہی عقیفہ نے گہرا سانس بھرتے آنکھیں میچی تو آنسو لڑیوں کی صورت میں سرخ عارض پہ بہتے چلے گئے جسے وہ بے دردی سے رگڑتے ہچکیاں کہی اندر ہی دبا گئی تھی۔ وہ جوں ہی واپس مڑی سب کو دیکھتے نظریں چڑا گئی تھی مگر وہاں سے ہوتے اس کی نگاہ صدام کی سرخ ہوتی نگاہوں میں دیکھ کر جی جان سے ٹھٹھکی تھی جو اسے گھورنے کا بھرپور انداز میں فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔ عقیفہ کو ایک دم خوف سا محسوس ہوا معاً وہ ایک بار پھر اسے اپنا وہم سمجھتے نعیم کی جانب بڑھی تھی جو ہنوز ساکت و جاد ہی بیٹھا تھا۔

میں آپ سب سے معذرت چاہتی ہوں کہ آپ سب کو زحمت ہوئی اور خاص طور پہ آپ" "سے صدام بھائی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یوں ہو جائے گا۔

وہ ان سب کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے دھیمے لہجے میں گویا ہوئی۔ عادل نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ دکھ کی پرچھائیاں تھیں۔

"بھائی صاحب۔"

معاً کمرے کی خاموش فضا میں نعیم کی نقاہت زدہ آواز گونجی تھی۔ عادل نے چونک کر ان کی جانب دیکھا جو اسے اپنے نزدیک آنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ وہ جوں ہی ان کے نزدیک بیٹھے نعیم نے بغیر کسی تاخیر کے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"ابا میں معافی مانگ چکی ہوں آپ کو یوں ہاتھ جوڑنے۔"

میری بیٹی کو اپنا لیجیے مجھ پہ میری بیٹی سے اب کون شادی کرے گا اسے کون اپنائے گا۔"

وہ روتے ہوئے بولے۔ عقیفہ نے ان کی بات پہ بے یقینی کی کیفیت میں ان کی جانب دیکھا صدام نے نا سمجھی سے ان کی جانب دیکھا جو کس قدر آرام سے یہ بات کر گئے تھے۔

ابا مت کریں ایسا کیوں میری زندگی برباد کرنے پہ تلے ہوئے ہیں آپ۔ آپ کی بیٹی یوں "آباد قطعی نہیں ہوگی بلکہ برباد ہو جائے گی۔ انکل آپ اٹھیں یہاں سے ان کی بات سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اپنے حواسوں میں نہیں ہے۔"

وہ عادل کو وہاں سے اٹھاتے ہوئے بولی۔ پریسہ سمیت باقی سب نے بے یقینی کی کیفیت میں لبوں پہ ہاتھ جمالیے۔ اس نے ایک نظر اپنے بھائی کی جانب دیکھا جس کا چہرہ سپید پڑ رہا تھا۔ وہ ایکدم اگے کی جانب بڑھی۔

انکل عقیفہ میں کوئی کمی نہیں ہے اسے لاکھ اچھے رشتے مل جائیں گے مگر یوں بھائی "اچانک۔"

اس کی بات پہ عافیہ نے نا سمجھی سے اس کے تاثرات جانچنے چاہے جو کل تک تو اس بات کے پیچھے پڑی ہوئی تھی مگر اب اس کے چہرے پہ بے چینی واضح تھی۔

پریسہ اب مجھے آپ کی آواز نا آئے یہ ہم بڑوں کی باتیں ہیں اور مجھے یوں مداخلت بلکل "بھی پسند نہیں ہے۔"

وہ ناگواری سے جتانے والے لہجے میں بولے اور پرسوچ نگاہوں سے نعیم کی جانب دیکھا۔
 میں اس رشتے پہ راضی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا بھی انکار نہیں کرے گا اور"
 "اپنے باپ کا مان کبھی نہیں توڑے گا۔

ان کی بات پہ اذیت سے زرد پڑتے چہرے سمیت عقیفہ اور صدام نے بیک وقت ان
 کی جانب دیکھا تھا۔
 "مگر بابا۔"

صدام نے کچھ بولنا چاہا تھا مگر عادل کی آنکھ کے اشارے سے وہی خاموشی اختیار
 کرگیا۔ اس نے بے بسی سے چہرہ جھکا لیا تھا۔

یہ آپ ٹھیک نہیں کر رہے کوئی ٹھیک نہیں کر رہا کٹھ پتلی نہیں ہوں میں کہ جس کا"
 "جب جی چاہا مجھے اپنے اشاروں پہ نچوالیا میں نہیں کروں گی یہ نکاح نہیں کروں گی۔

وہ دونوں ہاتھوں میں سر کے بالوں کو بھینچتے دبے دبے لہجے میں غرائی تھی۔ مریم نے اگے بڑھتے اسے تھاما تھا۔ عافیہ اور صفیہ تو ابھی تک بے یقین سی تھی۔ عافیہ نے ایک نگاہ صدام پہ ڈالتے قدم عادل کی جانب بڑھائے۔

"عادل وہ ہمارا بیٹا ہے وہ کسی کو پسند۔"

کیا میرے فیصلے سے بڑھ کر اس کی پسند ہے عافیہ۔ میں تم سے ایسی بے وقوفی کی توقع" نہیں رکھتا ہم دونوں ماں باپ ہے اپنی اولاد کا اچھا برا بخوبی جانتے ہیں اسی لیے اب کوئی "حماقت نہیں۔"

وہ دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے حتمی لہجے میں بولے۔ صدام نے ذخمی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جنہوں نے ایک جھٹکے میں اس کے خوابوں کا تاج محل چکنا چور کر دیا تھا۔

ابا ایک بار پلیز مت کرنا ایسا۔ کیا تجھے بھی سب کی طرح مجھ پہ بھروسہ نہیں ہے مجھے" یہ نکاح نہیں وہ میرے بھائی ہیں ابا میں نے ہمیشہ پریسہ کی طرح انہیں بھائی ہی کہا ہے پلیز ابا میری عزت کو یوں پامال مت کر۔

تجھے میری قسم عقیفہ۔ میری قسم۔ میری لاج رکھ لے۔

اس کی بات کے جواب میں نعیم خالی خالی لہجے میں بولتے اسے ساکت کر گئے۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ چہرے پہ اذیت بھرے تاثرات ابھرے تھے۔

"ب" بھابھی آپ جائیں نکاح کی تیاری کریں مولوی صاحب اتے ہی ہونگے۔

عادل کی تحکم بھری آواز پہ وہ سب باری باری اس کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ اب کمرے میں صرف صدام نعیم اور عادل اور پریسہ موجود تھے۔ پریسہ بھگی نگاہوں سے صدام کو دیکھتے اس کی جانب بڑھی۔

"بھائی آپ کچھ بولیں ناکہ آپ کو مل آپی کو پسند۔"

خاموش رہو تم سب سمجھ گیا ہوں میں یہ سب تمہاری ہی چال تھی ناکہ یوں مجھے لے " کر آنا پھر اپنی س دوست سے میرا نکاح پڑھوانا سب سمجھ گیا ہوں میں مگر میری ایک بات یاد رکھنا میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا پریسہ۔ تمہاری ہر خواہش کو میں نے سب سے اوپر رکھا اور تم نے مجھے بھی خالی کر دیا آج۔

وہ نم لہجے میں بولتے اسے تڑپا گیا۔ وہ اس الزام پہ تڑپ کر رہ گئی۔

بھائی میں ایسی گری ہوئی حرکت کبھی نہیں کر سکتی بھائی۔ ہاں میں نے اصرار کیا تھا مگر "یہ سب غیر متوقع تھا میرا یقین کریں۔"

وہ اس کی آنکھوں میں بندھی بے یقینی کی ہٹی بندھے دیکھ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی مگر وہ ایک تنفر بھری نگاہ اس پہ ڈالتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس سے قبل کہ وہ لڑکھڑاتی عادل نے اسے تھاما تھا۔

بابا۔ میں ایسی نہیں ہوں بھائی ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں۔ میں ان کی خوشیوں کی دشمن "نہیں ہوں بابا۔ میں خونی نہیں ہوں۔"

وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی۔ عادل نے اسے سینے میں بھینچا تھا۔

کچھ نہیں ہوا وہ ابھی غصہ ہے جیسے ہی غصہ ٹھنڈا ہوگا سب ٹھیک ہو جائے گا جاؤ "آپ اپنی ماما کے پاس۔"

وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولے۔ پریشہ نے ایک بھگی نگاہ ان پہ ڈالتے قدم دوسرے کمرے کی جانب بڑھائے تھے۔

ارے تم دونوں تو ایسے رورہی ہو جیسے ناجانے کیا ہو گیا ہے سوچو تم اس کی بھابھی اود" "وہ تمہاری نند بننے جارہی ہے ایک اور رشتہ قائم ہونے جارہا ہے یہ تو ذبردست ہے۔

عذاب چمکتے ہوئے بولی۔ بریزہ نے تو ہادی کے فون پہ اسے یہاں کی تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا تھا۔ مریم اس کے بالوں کو سنوارنے میں مصروف تھی۔ ایک وہ دونوں تھی جو ناجانے کن کن سوچوں میں غلطاں تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے انتظار کے بعد مولوی صاحب کی آمد کے ساتھ ہی وہ تینوں بھی نک سک سے تیار اندر داخل ہوئے تھے۔

ارے صدام مسکرا لے زندگی میں ایک ہی بار شادی ہونی ہے تیرے بچوں کو تصویریں دکھا" کرا ب میں یہ نہیں کہوں گا کہ تیری ذبردستی شادی ہوئی تھی ورنہ وہ پوچھیں گے کہ ابا "جان پھر ہم کہاں سے آئے دنیا میں۔

فارس اس کے شانے کے گرد بازو حائل کرتے مسخرے پن سے گویا ہوا مگر جواب میں اسے ہنوز سرد تاثرات چہرے پہ سجائے دیکھ نجل سا ہو گیا۔

"ہمیں تو بس کھانے سے غرض ہے جلدی سے نکاح ہو جائے مجھے تو فرنی کھانی ہے۔"

ہادی دونوں ہاتھوں کو ملتے ہوئے مزے سے بولا۔ ارتضیٰ نے حیرت سے اس کا نیدے پن کا ملاحظہ کیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ چہرے پہ گھونگھٹ ڈالے بیٹھی مولوی صاحب کے کلمات سن رہی تھی۔ نعیم پاس ہی براجمان تھا۔ اسے دیکھ کسی پتھر کی مورت کا گمان ہو رہا تھا۔ ان کے سوال پہ قبول ہے بولتے اس کا ضبط بری طرح ٹوٹا تھا۔ نعیم نے اس کے سر پہ اپنا کپکپاتا ہاتھ جمانا چاہا مگر وہ کھسک کر ان کی پہنچ سے دور ہو گئی تھی۔ آج وہ ناچاہتے ہوئے بھی اپنا وجود سب کچھ صدام آفندی کے نام کر چکی تھی۔ انہوں نے بے بسی سے اپنی کھلی ہوئے ہاتھ کو مسٹی میں بھینچ لیا تھا۔ یہاں سے ہوتے ہی مولوی عادل کی تقلید میں صدام کی جانب بڑھے تھے۔ نکاح کے کلمات دہرانے کے وقت وہ تینوں فالوقت خاموشی

اختیار کر گئے تھے۔ جیسے جیسے نکاح اپنے اختتامی مراحل پہ پہنچ رہا تھا ان سب کی بانچھیں کھلتی جا رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں نکاح کی رسم مکمل ہوتے ہی وہ ناچاہتے ہوئے بھی عقیقہ نعیم کو اپنے نکاح میں لے چکا تھا۔ معاً اسی دوران موبائل پہ آنے والی کال پہ اس نے چونک کر موبائل کی سکرین پہ جگمگاتے نمبر کو دیکھا جہاں کوئل کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس نے بے بسی کے عالم میں موبائل کو مٹھی میں بھینچا تھا۔ اپنے اطراف کے ماحول سے اسے ایک نئے سرے سے نفرت محسوس ہوئی تھی۔

"ا" اوئے مبارک ہو جی نکاح کی مبارک ہو۔

فارس اسے سینے میں بھینچتے ہوئے بولا۔ ہر جانب مبارکباد کی آوازیں گونج رہی تھیں مگر اس کا وجود بالکل خالی تھا۔ پریسہ نے بے بسی سے چاروں اطراف میں نگاہیں گھمائی تھیں۔ جو سب کچھ ہو رہا تھا وہ سب اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"روٹی کھل گئی ہے۔"

ہادی کی چمکتی ہوئی آواز پہ ان سب نے حیرت سے ان دونوں کی جانب دیکھا تو وہ نچالت سے سرخ پڑتا چہرہ جھکائے مگر کچھ ہی لمحوں بعد وہ صوفے پہ چڑھ کر سکون سے بیٹھے فرنی اور چاولوں پہ سالن ڈالتے بھرپور انداز میں اس سے انصاف کرنے میں مصروف تھے۔

"کھانا صدام تیری ہی شادی کی روٹی ہے کھل کر کھا۔"

وہ اس کی جانب فرنی سے بھرا ہوا چمچ کرتے ہوئے اصرار کرنے لگا۔ ہادی ایک نظر انہیں دیکھ ایک بار پھر کھانے میں مصروف ہو چکا تھا۔

"بس کر فارس میں اب لحاظ نہیں کروں گا۔"

وہ کھردرے لہجے میں وارن کرنے والے انداز میں گویا ہوا۔ ان تینوں نے بیک وقت اس کی جانب دیکھا تھا جس کے چہرے کے تاثرات نہایت پتھر پلے تھے۔ اسی دوران اس کا فون ایک بار پھر بجاتا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ فون کاٹتا فارس نے سرعت سے اس کے ہاتھ سے فون جھپٹتے کان سے لگایا تھا۔

السلام و علیکم کوئل باجی سوری ٹو سے مگر جسے آپ فون ملارہی ہیں وہ صاآزادے"

صاحب فالوقت اپنے نکاح میں مصروف ہیں اور ہم ان کی شادی کا کھانا کھانے میں۔ اب تنگ مت کیجیے گا فلحال صبح تک ابھی رخصتی بھی تو ہونی ہے۔ پھر دلما دلن آپس میں دکھ سکھ بھی تو کریں گے نا۔ چلیں اب سکون سے سو جائیے اور اگر بے چینی سے واشروم لگ جائے تو دوائی کھالچیے گا کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ آپ صدمے سے مرجائیں اللہ حافظ

"پیاری باجی۔

وہ معصومیت بھرے لہجے میں بولتے سہولت سے کال کاٹتے صدام کی جانب بڑھا گیا مگر لگے ہی لمحے اپنے منہ پہ پڑنے والے تمپڑ پہ اس نے نا سمجھی سے گال پہ ہاتھ جماتے اس کی جانب دیکھا جو اس سے فون کھینچتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی جانب بڑھ چکا تھا۔ پریسہ سمیت سب نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا جو اب اپنا گال سہلا رہا تھا۔ کیا ہو گیا ہے ایسے منہ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہی ہو ایک تمپڑ ہی تو ہے کونسا اس نے مجھے" جان سے مار دیا ہے اور موٹیوں اٹھ کر کمرے میں جاؤ اور دیکھو عقیفہ کا لاوا کس پہ پھٹتا ہے۔ اے ہادی پلیٹ میں فرنی ڈال چماٹ سے کھانا بھی ہضم ہو گیا ہے۔

وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ سب نے اسے دیکھ مسکراہٹ دبائی تھی۔

"یہ لے بوتل بھی لے مفت کا کھانا بلکل نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

ہادی ذبردست قسم کی انگریزی لیتے ہوئے اس کی جانب بوتل بڑھاتے ہوئے بولا جسے وہ بغیر کسی تردد کے تھام گیا تھا۔ وہ سب ان کمینوں کو دیکھتے تاسف سے نفی میں سر ہلاتے اندر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"میرے خیال میں اب ہمیں رخصتی کا فریضہ سرانجام دے دینا چاہیے۔"

وہ سب کھانے سے فراغت حاصل کرتے آپس میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے معاً عادل صاحب کی آواز نے ان سب کی باتوں کا تسلسل توڑا تھا۔ تمام لڑکیاں کمرے میں تھی تبھی اس بات سے انجان تھی البتہ فارس ہادی اور ارتضیٰ لاؤنج میں ان سب کے ساتھ ہی مصروف تھے۔ نعیم نے چونک کر ان کی جانب دیکھا جن کے چہرے پہ سنجیدگی

رقم تھی البتہ فارس نے صدام کو دیکھتے دانت نکو سے تھے۔ اس نے زخمی نگاہوں سے عادل کی جانب دیکھا جنہوں نے ایک سیکنڈ میں اس کی دنیا بکھیر کر رکھ دی تھی۔

"بابا مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

وہ خود میں ہمت مجتمع کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بے خوفی سے انہیں مخاطب کیا تھا۔ اس کی سرد و سپاٹ آواز پہ صفیہ کا دل نجانے کیوں ڈھیروں وسوسوں کی لپیٹ میں آیا تھا۔ انہوں نے حلق تر کرتے ان کی جانب دیکھا جو اسے آنکھوں کے راستے تسلی دے رہے تھے۔ عادل بھی بغیر کسی تردد کے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے اپنی تقلید میں آنے کا اشارہ کرتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ صدام نے جبرے بھینچتے قدم ان کے تعاقب میں بڑھائے تھے۔

"ہاں بولو کیا بات ہے۔"

ان کی شانِ بے نیازی عروج پہ تھی۔ صدام نے شکوہ کناں نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

بابا ابھی بھی میں آپ کو بتاؤں کہ کیا بات ہے۔ میرا ہنسنا مسکرانا میری زندگی مجھ سے "چھین کر آپ یہ سوال مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ کے کسی بھی فیصلے سے انکار نہیں کیا ہمیشہ سر آنکھوں پہ رکھا ہے مگر آپ نے کسی بھی "چیز کے بابت نہیں سوچا سب کچھ فراموش کر دیا بابا۔

وہ دے دے دے لہجے میں غرایا۔ عادل نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا جو ان پہ غصے سے آپا کھو رہا تھا۔

"میں نے آپ کو یہ حق نہیں دیا صدام کہ آپ مجھ سے اس طرز اور لہجے میں مخاطب ہو۔" وہ جتانے والے انداز میں گویا ہوئے۔ صدام نے اپنی پیشانی مسلتے گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

بابا آپ نے بہت غلط کر دیا ہے میں اب کوئل کو کیا جواب دوں گا۔ میں صرف اس "سے محبت کرتا ہوں میں اس میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ مجھے اپنے ساتھ موو آکر نے کیلیے

ویسی بیوی چاہیے عقیفہ جیسی دبو سی نہیں۔ میرے بھی کچھ خواب تھے مگر آپ نے "ہمیشہ مجھ پہ کسی اور کو ہی فوقیت دی ہے۔"

وہ تلخ لہجے میں بولا۔ ضبط کے باوجود آنکھوں میں نمی سی نمودار ہوئی تھی۔

"کیا کوئل سے محبت آپ نے مجھ سے پوچھ کر کی تھی صدام آفندی۔"

ان کی کھردری آواز پہ صدام نے نا سمجھی سے ان کی جانب دیکھا۔ وہ ایک لمحے میں سیدھا ہوا تھا۔

"کیا مطلب بابا اب مجھے کسی کو پسند کرنا ہے تو آپ سے پوچھ کر کرنا ہوگا۔"

وہ کٹیے لہجے میں بولا۔ ماتھے کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھی۔ انہوں نے تمسخرانہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

جانتے ہو جب اولاد اپنا اچھا برا فراموش کر دے نا انا کے پلرے میں چلتے تو ہمیشہ ماں "

باپ کو ہی آگے آنا چاہیے اور میں آیا ہوں کیونکہ جب تک میری حیات ہے میں اپنے

بچوں کو کسی مشکل میں نہیں دیکھ سکتا میری جان۔ اسی لیے انسان کو چاہیے کہ اگر زندگی میں کوئی فیصلہ لے تو اس بابت مکمل جانچ پڑتال کرے۔

وہ اس کے شانے سے نادیدہ گرد جھاڑتے ذو معنی لہجے میں بولتے اسے ٹھٹھکا گئے۔ صدام نے تعجب سے ان کی جانب دیکھا۔

"کونسی غلطی کیسی غلطی۔"

وہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے گویا ہوا۔

"وقت سب کچھ سمجھا دے گا میری جان۔ صبر کرو صبر کا پھل بہت میٹھا ہوتا ہے۔"

وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے بولے۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا جن کے چہرے پہ ایک عزم تھا جیسے سچ میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

بابا میں عقیفہ کو کبھی قبول نہیں کروں گا کیونکہ مجھے یہ ذبردستی کا رشتہ قطعی طور پہ "منتظر نہیں ہے۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے جتانے والے لہجے میں بولا۔ عادل نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا اور ہولے سے اس کی انگلی نیچے کی تھی۔

باپ ہوں تمہارا آئندہ یہ انگلی کبھی میرے سامنے نا اٹھے اور رہی بات اس ذبردستی کے " بندھن کی تو میں نے تمہیں ایک باپ ہونے کی حیثیت سے اپنی بیٹی سوچی ہے۔ وہ بس تمہارے نام سے جڑی ہے اور شاید لڑکی ہونے کی حیثیت سے تمہارا نام ہی اس کیلئے کافی ہوگا۔ بس اسے اس رشتے کے زیر سایہ رکھو جب مجھے مناسب لگا کہ ہاں میری بیٹی کچھ بن گئی ہے تو میں کبھی بھی اسے اس بندھن سے آزاد کراتے کسی ایسے انسان کو سوچوں گا جو اس کی قدر کرنا جانتا ہوں کیونکہ ایسے ہیرے قدموں میں رلنے کیلئے نہیں بلکہ "سر پہ تاج کی صورت میں لگانے کیلئے ہوتے ہیں۔

وہ گہرے لہجے میں بولتے بہت کچھ اس پہ واضح کر گئے۔ صدام ان کی میری بیٹی میری بیٹی کی تکرار سے چڑتے مٹھیاں سختی سے بھینچ گیا۔ دل میں اس وجود کیلئے نفرت کا احساس مزید بڑھ گیا تھا۔

"اس کو فارغ کرتے ہی میں کومل سے شادی کروں گا۔"

اس نے دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت اسے باور کرایا۔ عادل جو کسی گہری سوچ میں غلطاں تھے چونک کر ان کی جانب متوجہ ہوئے اور بے نیازی سے شانے اچکا گئے۔

"یہ وقت بتائے گا میرے بیٹے۔"

وہ مسکراتے لہجے میں بولتے اسے جلا کر راکھ کر گئے۔

بابا آپ کو کیا لگ رہا ہے میں عام مردوں کی طرح اسے اپنی زوجیت میں لیتے اسے اس کے حقوق دے دوں گا نا اسی لیے آپ پرسکون ہیں مگر نہیں بابا اگر آپ اپنی ضد پوری کرنا جانتے ہیں تو مجھے کم مت سمجھیے گا میں بھی وہ سب کچھ کرنا جانتا ہوں جو مجھے پسند ہے۔ یہ اصل دنیا ہے یہاں یہ رشتے مرتے دم تک ایسے ہی بے جان رہ جاتے ہیں جو ذبردستی باندھے گئے ہو آپ نے آج صرف اپنے بیٹے کی ہی نہیں بلکہ اس لڑکی کی بھی زندگی برباد کی ہے۔ وہ ایک جہنم سے نکلتے دوسری جہنم میں آچکی ہے۔ پریسہ کو بھی میں

نے یہی باور کرایا تھا اور آپ کو بھی یہی باور کرا رہا ہوں کہ ضد میں میرا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

وہ ایک ایک لفظ پہ زور دیتے دھیر خند لہجے میں بولتے ان کی سماعتوں میں سیسہ انڈیل رہا تھا۔ ایک سیکنڈ کیلئے ان کے چہرے کا رنگ بدلا تھا مگر اگلے ہی لمحے وہ خود پہ قابو پاتے چہرہ جھکاتے اس سے قبل کہ اندر کی جانب بڑھتے کچھ یاد آنے پہ پلٹے تھے۔

آج تو تم نے جو پریسہ کو کہا وہ میں تمہارا غصہ سمجھ کر فراموش کر گیا صدام کیونکہ میں " نے کبھی تم میں اور اس میں فرق نہیں کیا وہ پڑایا دھن ہے اس کی آنکھ میں مجھے ایک بھی آنسو برداشت نہیں ہے مگر تم اپنی حرکات سے اسے رلانے کا سبب بن رہے ہو۔ اگلی بار ایسا کچھ ہوا تو میں حقیقت میں کچھ کر گزروں گا اور کروں گا بھی کچھ ایسا جو "تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔

وہ برفیلے لہجے میں اسے باور کراتے لمبے لمبے ڈگ بھرتے اندر کی جانب بڑھ گئے۔ صدام نے بے بسی سے ہاتھ کی مٹھی بناتے دوسرے ہاتھ پہ ماری تھی۔

"ویسے میں کیا کہ رہا تھا۔"

اس سے قبل کہ وہ انہی سوچوں کے یلغار میں بہتا چلا جاتا اپنے شانے پہ دباؤ محسوس کرتے اس نے چونک کر اپنے دائیں جانب دیکھا جہاں فارس کھڑا اسے ہی دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"ہمارے باپ ہی ہمیں لگام ڈال سکتے ہیں۔"

وہ مزے سے بولتے اسے جلا کر راکھ کر گیا۔ صدام نے کینہ تو زنگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور ایک جھٹکے سے اس کا بازو اپنے شانے سے ہٹایا تھا۔

صدام دیکھ آن آویری سیریس نوٹ میرے بھائی آخر اس میں مسئلہ کیا ہے۔ چلو مانتے "ہیں تو کومل کو پسند کرتا تھا مگر اس کے ساتھ تیرا کوئی جائز رشتہ تو استوار نہیں تھا نا لیکن اب عقیفہ کے ساتھ ہے تو میرے خیال میں تجھے کومل سے زیادہ اب عقیفہ کو فوقیت "دینی چاہیے۔ اتنی اچھی لڑکی مل گئی ہے بیٹھے بھٹائے کیوں ٹال رہا ہے۔"

وہ اب سنجیدگی سے اسے سمجھانے والے انداز میں بولا مگر آنکھوں میں ابھی بھی ہلکی ہلکی شرارت جھلک رہی تھی۔ صدام نے اس کی بات پہ تمسخرانہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"تو کرلیتنا اس سے شادی پھر اگر اتنی ہی اچھی تھی وہ تو۔"

وہ ذہر خند لہجے میں بولتے ان تینوں کو ساکت کر گیا۔ فارس نے ہونقوں کی طرح اس کی جانب دیکھا جو اپنی بیوی کے متعلق ایسی بکواس کر رہا تھا۔ چاہے رشتہ ذبردستی بندھا تھا مگر اس کا یوں اپنی بیوی کو کسی سے بھی جوڑنا بہت ناگوار گزرا تھا۔

کھونٹے پہ لٹکنے کا تجھے شوق تھا مجھے نہیں۔ اب بات مزے والی ہے غور سے سن لٹکنا" تو کومل کے ساتھ چاہتا تھا مگر گھر والوں نے لٹکا تجھے عقیفہ کے ساتھ دیا خواہش تو تیری پوری ہو گئی ہے مگر لڑکیوں کی ہیرا پھیری کی صورت میں۔ اب اتنا تو تو کو مپرومائز کر ہی سکتا ہے۔

وہ مصنوعی ہمدردی کرنے والے انداز میں بولا۔ صدام دل ہی دل میں ضبط کا کڑا گھونٹ بھرتے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ مسلسل کومل کا نمبر ٹرائے کر رہا تھا مگر وہ اشتعال کی بدولت فون بھی نہیں اٹھا رہی تھی۔ اس کاشدیت سے جی چاہا کہ وہ کسی ٹرک کے نیچے آتے اپنی جان دے دے۔

اماں مت کریں ایسا مجھے میری ہی نگاہوں میں مت گرائیں آپ۔ نکاح کر لیا میں نے " آپ لوگوں کے کہنے پہ اب رخصتی نہیں ہونے دوں گی میں۔

وہ شہادت کی انگلی اٹھاتے حلق کے بل دھاڑی تھی۔ سب نے دہل کر اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں سوائے نفرت کے کوئی اور تاثر نہیں تھا۔ پریسہ نے ہمت کرتے اس کی جانب بڑھنا چاہا مگر عقیفہ ہاتھ کے اشارے سے اسے وہی روک گئی تھی۔

آگے مت آنا عقیفہ اب نہیں مزید کچھ بھی برداشت کرنے کی سکت نہیں ہے کوئی " بات سننے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔

وہ التجائیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔ عافیہ نے گہرا سانس بھرتے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے تاکہ باہر سب کو ان حالات سے باخبر کر سکیں۔ مریم نے اشتعال کے عالم میں اس کی جانب دیکھا اور اس کی بازو اپنے شکنجے میں لیتے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔

"آئی آپ ذرا باہر جائیں اس سے تو ہم نیپٹ لیتے ہیں۔"

وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ صفیہ مریل قدموں سمیت باہر کی جانب بڑھ گئی۔

ہاں اب بولو رخصتی نہیں ناکرئی تمہیں۔ یہی ابھی تمہارا نکاح اس یاسر سے ہوا ہوتا اس وقت بھی تو تم نے رونا لگایا ہونا تھا اب صدام بھائی سے ہو گئی ہے تو جب بھی تمہارا یہی رونا ہے۔ تم وجہ مت دیکھو کہ کس بدولت تمہارا نکاح ہوا تم بس یہ دیکھو کہ تمہارا نکاح اس یاسر سے نہیں ہوا۔

مریم اس کے دونوں بازوؤں کو جکڑتے جھٹکا دیتے باور کرانے والے انداز میں بولی۔ عفیہ نے ناگواری سے نگاہوں کا رخ بدل لیا۔

اچھا اب میں مظلومیت کا رونا روتے ان کے تلوے چاٹوں جنہوں نے مجھے اپنا نام "دے دیا ہے۔ نہیں چاہیے تھا مجھے ان کا نام میرے باپ نے اگر ذبردستی کی تو ان کے "باپ انکار کر سکتے تھے مگر نہیں یہاں سب کو اپنا گریڈ بڑھانے کی پڑی ہوتی ہے۔

اس کی بدگمانیاں عروج پہ تھی۔ سب نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا البتہ پریسہ کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئی تھی۔ وہ تن فن کرتی اس کے سر پہ پہنچی اور ایک جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔

کسے گریڈ بڑھانے کا شوق ہے عقیفہ میرے باپ کو۔ آئندہ میرے بابا کے متعلق کوئی "ایسی بات مت کرنا کیونکہ میں ان کے خلاف ایک بات برداشت نہیں کرتی پھر مقابل چاہے میرا دوست ہی کیوں نا ہو۔ تم نے اس وقت انکل کی حالت دیکھی تھی وہ کیسے منت سماجت کر رہے تھے اس موقع پہ بابا مان گئے تو وہ برے ہیں اگر نا مانتے تو اس "وقت بھی انہوں نے برے ہی ہونا تھا سچ میں یہ دنیا احسان فراموش ہی ہوتی ہے۔

وہ تلخ لہجے میں بولی۔ اس کے لہجے میں ایک کاٹ سی تھی سب کے وجود سنسنا اٹھے۔ عقیفہ نے صدماتی کیفیت میں اس کی جانب دیکھا جو اپنے دل کا غبار اس پہ نکال رہی تھی۔

"احسان فراموش وہ بھی میں پریسہ تم بتاؤ تمہارا نکاح اگر ایسے ہوا ہوتا۔"

وہ مرے مرے لہجے میں گویا ہوئی۔ باقی سب خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔

"بات یہ نہیں بات یہ ہے کہ تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔"

وہ اسے جتانے والے لہجے میں بولتی دونوں ہاتھوں میں دکھتا سر گرا گئی۔ ایک جانب صدام تو دوسری جانب عقیفہ اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

پریسہ بالکل ٹھیک کہ رہی ہے عقیفہ تم اب بات کو طوالت بخش رہی ہو مزید کچھ نہیں"

کمزور مت پڑو پلیز کیونکہ جتنا تم خود کو جتنا کمزور دکھاؤ گی اگلا انسان تمہیں مزید کمزور جتائے گا۔ مضبوط رہو گی تو کسی کی مجال نہیں کہ تمہیں توڑنے کا سوچ بھی سکے۔

بریزہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے بولی۔ عقیفہ نے نہایت سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ دل میں ابھی ابھی بھی صدام کے دیکھنے کا انداز کھٹک رہا تھا۔

"مگر جس کے ساتھ مجھے باندھا گیا ہے"

وہ خالی خالی لہجے میں بولتی اپنی انگلیاں آپس میں الجھاتے مسلنے لگی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ صدمہ دونوں جانب سے لگا ہے وقت تمہیں بھی "درکار ہے وقت انہیں بھی درکار ہے مگر میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا تم بیوی ہو اب ان کی غلام نہیں ہو خود کو ان کے قدموں میں کبھی مت گرانا عقیفہ جب تک وہ تمہاری "جانب خود کوئی پیش قدمی نہیں کر لیتے۔

عذاب کی بات پہ سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔ ان سب کی باتوں نے کافی حد تک اسے تقویت بخش دی تھی تبھی نم نگاہوں سمیت مسکرا دی تھی۔ پریسہ نے آگے بڑھتے اسے سینے میں بھینچا تھا۔ کچھ ہی دیر میں رخصتی کی تیاریاں ہوتے ہی سب باہر

لاؤنج میں موجود تھے۔ عفیفہ نے آنکھیں میچتے گہرا سانس بھرا اور خود پہ قابو پایا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ ان حالات میں کمزور تو اب کبھی نہیں پڑے گی مگر اس دوران اس نے نعیم کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

ابھی ناراض ہے وہ آپ سے مگر آپ پریشان مت ہو باپ بیٹی کی ناراضگی اتنی طوالت کا "شکار نہیں ہوگی۔"

وہ نعیم کے شانے پہ ہاتھ جماتے متانت سے گویا ہوئے۔ کچھ ہی دیر میں گاڑی وہاں سے نکلتے آفندی ہاؤس کی جانب روانہ ہوئی تھی۔ اس کے چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ پریسہ نے ایک نگاہ صدام کے چہرے پہ ڈالی جس کی ماتھے کی رگیں ابھر کر نمایاں ہو رہی تھیں۔ چہرہ لہو چھلکا رہا تھا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ ناجانے صدام عفیفہ کو قبول بھی کرے گا یا نہیں۔ آتے ہوئے گاڑی میں چار نفوس تھے مگر ناچاہتے ہوئے بھی واپسی پہ ایک انچا ہے وجود کا اضافہ ہو گیا تھا جو صدام کیلئے شدید ناگوار تھا۔ گاڑی میں اتنے افراد کی موجودگی کے باوجود بھی موت سا سننا تھا۔

"کیا صورتحال ہے۔ کچھ معلوم ہوا یا نہیں۔"

وہ اس وقت فرنشڈ فلیٹ پہ موجود تھا اور لاؤنج میں موجود صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیٹھا مقابل شخص سے مگو گفتگو تھا جس کی پیشانی پہ ننھی ننھی بوندیں نمودار ہو رہی تھیں کیونکہ مقابل قبربرساتی نگاہوں سمیت اسی کی جانب متوجہ تھا۔ اسے اس کی لہو رنگ نگاہوں سے خوف سا محسوس ہوا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے بغور لیپ ٹاپ میں پلے کا بٹن دباتے سکرین پہ چلتے دوڑتے مناظر دیکھے تھے۔

"میں تم سے مخاطب ہوں نواب کچھ معلوم ہوا یا نہیں۔"

وہ میز پہ موجود شیشے کا گلدان زمین پہ مارتے اشتعال کے عالم میں دھاڑ اٹھا۔ نواب نے کانپتے ہاتھوں سے اسے ضبط کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

"سر میں دیکھ رہا ہوں اب آپ مجھے ایسے دیکھیں گے تو میں کیسے اپنا کام کرپاؤں گا۔"

وہ دانت پہ دانت جماتے حلق تر کرتے ہوئے گویا ہوا۔ شہرام خان نے اپنی پیشانی مسلتے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ اس دوران اس کی دائیں ٹانگ مسلسل ہل رہی تھی جو کہ اس کی بے چینی کی گواہ تھی۔ نواب نے پرسکون سانس فضا کے سپرد کرتے اس رات کی ہر ویڈیو کو پلے کیا تھا مگر ہر ویڈیو میں ناکامی ہی حاصل ہو رہی تھی۔ معاً لاؤنج کی فضا میں فون کی چنگاڑھتی ہوئی آواز نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی جہاں غیر شناسا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس نے ناگوار نگاہ موبائل کی سکرین پہ ڈالتے موبائل پٹخنے والے انداز میں میز پہ رکھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے اس تک پہنچا تھا جو پوری دلجمعی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔

"لیپ ٹاپ دو۔"

اس کی سرد آواز پہ نواب نے نا سمجھی سے لیپ ٹاپ اس کی جانب بڑھایا تھا۔ اب شہرام کی انگلیاں تیزی سے لیپ ٹاپ پہ حرکت کر رہی تھی۔ اب وہ ایک ایک ویڈیو کو دوبارہ پلے کرتے بغور ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔

کچھ سوچتے اس نے کسی کا فون نمبر ملایا تھا۔ تقریباً دوسری بیل پہ مقابل کی جانب سے فون اٹھالیا گیا۔

مجھے ایک گھنٹے میں دالان کے پورے حصے کی مکمل سی سی ٹی وی فوٹیج چاہیے چوبیس " گھنٹوں کی ایک منٹ بھی مس نہیں ہونا چاہیے اور اگر ایسا کچھ ہوا تو میں تمہیں جان سے " مارنے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔

اس کے دھمکی آمیز لہجے پہ مقابل کی روح فنا ہوئی تھی۔

"جی جی سر میں پونے گھنٹے میں آپ تک پہنچتا ہوں۔"

وہ سنجیدگی سے بولا۔ شہرام نے بنا کسی وقت کی تاخیر کیے کال کاٹی تھی اور دوبارہ اپنی توجہ لیپ ٹاپ کی جانب مبذول کرائی۔ اس دوران اس نے ایک ہاتھ کی مسٹھی بناتے لبوں پہ جمائی ہوئی تھی۔ نواب نے چورنگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جس کی ایک ایک حرکت اس کے ضبط کی گواہ تھی۔ وہ غور سے شام ساڑھے آٹھ بجے کی فوٹیج دیکھ رہا تھا معاً ایک سیکنڈ کیلئے اس کی آنکھیں آخری حد تک پھیلی تھی۔

"سٹاپ اٹ نواب۔"

اس کے ٹھنڈے ٹھار لہجے پہ نواب نے ویڈیو جوں ہی روکی شہرام کی پیشانی پہ شکنیں نمودار ہوئی تھیں۔

"مطلب وہ رسم سے اتنی دیر پہلے حویلی میں ہی موجود تھا۔"

اس کی سرسراتی ہوئی آواز پہ نواب نے ویڈیو کو زوم کرتے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ شہرام کی نگاہوں کے عین سامنے پرخ کا ہنستا مسکراتا چہرہ آسمایا تھا۔ اس نے باقاعدہ اپنا سینہ مسلنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اپنے سر کے بالوں کو پیچھے کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ گھٹن کا احساس بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ وہ لاؤنج میں جلے پیر کی بلی کی مانند ٹھل رہا تھا۔

"آخر حویلی میں آکر کون ایسی سنگین غلطی کرنے کی ہمت کر سکتا ہے۔"

نواب کی آواز پہ شہرام نے پتھرلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

جس نے بھی ہے دوبارہ اس کی یہ حرکت کرنے کی تو کیا سوچنے کی ہمت نہیں رہے گی۔
 کیونکہ میں دوبارہ ایسی حرکت کرنے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ جان سے جائے گا وہ جان
 سے۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے کتوں کو ناکھلائے تو میرا نام شہرام خان نہیں۔

وہ کھردرے لہجے میں اسے باور کراتے چادر درست کرتے اس سے قبل کہ باہر کی جانب
 بڑھتا اس کی موبائل کی بیل نے ایک بار پھر اسے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔

"سر آپ کا موبائل۔"

نواب نے سرعت سے فون اس کی جانب بڑھایا جس نے بغیر کسی تردد کے اسے تھامتے
 کان سے لگایا تھا۔

"کون بات کر رہا ہے۔"

اس نے بنا کسی تردد کے استسفار کیا۔

"نوفیل۔"

ایک لفظی جواب سن کر اس کا چہرہ ایکدم ناجانے کس سوچ کے تحت تاریک ہوا تھا معاً لگے ہی لمحے وہ گلہ کھنکھارتے سرد تاثرات چہرے پہ سجانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دل ابھی بھی کسی انہونی کے خیال سے دھڑک رہا تھا۔

"کیوں فون کیا ہے تم نے مجھے۔"

اس کی سرد آواز پہ نوفیل نے ایک گہرا سانس بھرتے اپنی نگاہوں کے عین سامنے موجود کو دیکھتے آنکھیں میچی تھی کیونکہ اب جو بات وہ اس کی سماعتوں میں اتارنے والا تھا جانتا تھا کہ اس کے وجود میں وہ ذہر بن کر اترے گی مگر بتانا بھی ضروری تھا۔

"جواب دو نوفیل آفریدی فون کرنے کی وجہ۔"

اس کے ذہر خند لہجے پہ جو جواب اسے سننے کو ملا وہ اس کے وجود میں جان نکالنے کو کافی تھا۔ اس نے بے ساختہ دیوار کا سہارہ لیتے خود کو گرنے سے بچایا تھا۔ آنکھوں کے سامنے باقاعدہ اندھیرا سا چھایا تھا۔

"میرا بچہ۔"

وہ خالی خالی لہجے میں بولا۔ اس کا سر کسی خیال کے تحت بے ساختہ نفی میں ہلا تھا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سمیت باہر کی جانب بھاگا۔ نواب نے بھی اس کی بندوق تھامتے اس کی تقلید میں قدم بڑھائے تھے جس کا چہرہ لمحہ بہ لمحہ سپید پڑتا جا رہا تھا۔

گاڑی جوں ہی آفندی ہاؤس کے پورچ میں رکی عقیفہ نے ایک سپاٹ نگاہ اس پوری عمارت پہ دوڑائی تھی جہاں آج تک وہ صرف پریسہ کی دوست کی حیثیت سے آتی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ زندگی اچانک یوں پلٹا کھالے گی اور سب کچھ ایسے بدل جائے گا۔ پریسہ نے اس کا ہاتھ تھامتے باہر نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی اور ڈھیلے ڈھالے قدموں سمیت باہر نکل آئی۔ پریسہ کا یوں عقیفہ کا ہاتھ تھامنا صدام کے وجود میں مرچیں سی بھر گیا۔ وہ ایک تنفر بھری نگاہ ان پہ ڈالتے اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا بھائی غصے میں ہیں کچھ دیر میں ان کا غصہ بیٹھ جائے گا۔"

وہ بمشکل مسکراتے لہجے میں بولتی اسے تسلی دینے لگی مگر اندر ہی اندر اس کا دل لرز رہا تھا۔

"عافیہ تم عقیفہ کو صدام کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔"

وہ لوگ جوں ہی لاؤنج میں پہنچے عادل نے صوفے پہ جگہ سنبھالتے عقیفہ کو حکم صادر کیا۔ ان کی بات پہ ان تینوں نے بیک وقت عادل کی جانب دیکھا جن کا چہرہ مکمل طور پہ سپاٹ تھا۔ چہرے پہ اذلی سرد مہری چھائی ہوئی تھی۔

"مگر عادل۔"

اس سے پہلے کہ عافیہ کچھ بولتی عادل نے ہاتھ کے اشارے سے ہی انہیں ٹوک دیا تھا۔ عقیفہ کے چہرے کا رنگ یکلخت بدلا۔ ناجانے کیوں یہ دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے سے بیڑ بنا کر بیٹھ گئے تھے جو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کو تیار نہیں تھے۔ وہ بے بسی سے ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی اور خاموشی سے اٹھتی عقیفہ کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ عقیفہ نے گہرا کر ان کی جانب دیکھا۔ آنے والے لمحات کا سوچتے اس کی حالت

خراب ہو رہی تھی۔ زینے چڑھتے ہوئے بھی اس کی سوچوں کا محور صرف صدام کی ذات تھی جس کے عتاب کا نشانہ اسے ابھی بننا تھا۔

"بابا مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے بھائی کچھ غلط۔"

وہ میری اولاد ہے میں اسے جانتا ہوں وہ اپنے سے منسلک رشتوں کی قدر کرنا جانتا ہے۔
"وقتی غصہ ہے ذائل ہو جائے گا میری جان۔"

وہ اس کا سر چومتے ہوئے محبت سے گویا ہوئے۔ پریسہ ان کی تسلی پہ مسکرا بھی ناسکی کیونکہ اس کا دل شدت سے کچھ غلط ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ اس نے اپنی نگاہیں ریلنگ کے ساتھ ساتھ چلتی عقیفہ پہ جمادی جس کی چال کی لڑکھڑاہٹ صاف واضح تھی۔

عقیفہ میری بات سنو اگر وہ غصے میں کچھ بول بھی دے نا تو دل پہ لینے کی ضرورت " نہیں ہے بیٹا یہ رشتے جذبات میں آکر نہیں بنتے نا ہی جلد بازی میں طے پاتے ہیں مگر آپ اس بات کی اچھے سے گواہ ہو کہ یہ رشتہ کیسے استوار ہوا ہے اب تھوڑی بہت تلخ

کلامی ہر رشتے میں ہو جاتی ہے صبر کے ساتھ ہی شروع شروع میں گزارا کرنا پڑے گا
"آپکو۔"

اس کے کمرے کے دروازے پہ عین باہر پہنچتے وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتی
سمجھانے والے انداز میں نرمی سموئے بولی۔ عقیفہ نے اس کے ہاتھوں پہ اپنی گرفت
مضبوط کی تھی۔

"آئی آپ تو جانتی ہیں نا میرا اس میں کوئی قصور۔"

میں جانتی ہوں کہ آپ کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے یہ فیصلہ مرد حضرات کا تھا"
جس پہ عمل پیرا ہونا بھی ضروری تھا مگر فالو وقت صدام کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں
مفلوج ہو چکی ہیں تو مجھے یقین ہے کہ وہ کچھ بھی بولنے سے گریز نہیں کرے گا تو سن
"لینا۔ لڑکی ذات کو یہ سب کرنا پڑتا ہے۔"

وہ چہرہ جھکاتے دھیمے لہجے میں بولی۔ عقیفہ کی گرفت ان کے ہاتھوں میں دھیمی پڑی تھی۔
اس نے الجھی ہوئی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

کیا مطلب آنٹی کہ وہ کچھ بھی کہیں میں ایک لڑکی ہونے کی حیثیت سے خاموشی سے "سہ لوں۔ جو کریں سن لو ہاتھ اٹھائیں تو ان کی مارے کھا لوں میرے وجود پہ کاری ضربیں لگائیں مگر پھر بھی ضبط کرلوں کیونکہ میں ایک لڑکی ہوں۔ آنٹی لڑکی ہوں کوئی کھڑ پتلی نہیں ہوں کہ سب کچھ برداشت کرتی جاؤں۔ حیرت تو مجھے اس بات کی ہے کہ آپ خود ایک عورت ہو کر یہ بات کر رہی ہیں۔ لڑکی ہونا گناہ نہیں ہے مگر آج کل کے لوگوں نے بنادیا ہے آنٹی۔ معذرت مگر یہ واقعہ ہم دونوں کیلئے غیر متوقع ہے صدمہ ہم دونوں کو ہے پریشان ہم دونوں ہیں تو پھر ایک کیوں ضبط کھوئیں میں بھی ڈنکے کی چوٹ پہ ان کا مقابلہ کروں گی اور اگر انہوں نے کچھ بھی غلط میرے پہ بات کی تو میں آپ کو گارنٹی نہیں دے سکتی کہ میں خاموش رہوں گی۔ میں بولوں گی اور آخری سانس تک بولوں گی "کیونکہ خود کو میں کسی ریگریٹ میں نہیں رکھ سکتی۔

وہ سادہ سے لہجے میں بولتی انہیں چونکا گئی۔ اس کے اس نرم لہجے میں بھی ایک کاٹ سی تھی جو عافیہ کو جھنجھوڑ کر رکھ گئی۔ انہوں نے نے شرمندگی سے اس کی جانب دیکھا اور اسے لیتے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ عفیفہ نے طائرانہ نگاہ پورے کمرے میں دوڑائی

تھی۔ بغیر شکنوں کی بیڈ شیٹ صاف ستھرا کمرہ ایک چیز بھی یہاں سے وہاں نہیں تھی اور نا ہی وہ کمرے میں موجود تھا البتہ واشروم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی صاف ظاہر تھا کہ وہ فریش ہو رہا ہے۔

چلو تم بیٹھو میں پریسہ سے بولتی ہوں وہ فلحال کوئی اپنا ڈریس تمہیں دے دے تاکہ تم "چینج کرلو باقی کل شاپنگ وغیرہ ہو جائے گی۔"

وہ مسکرا کر اس کا گال تھپتھپاتی ایک نظر واشروم کے بند دروازے کو دیکھتے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ ان کے جاتے ہی عقیفہ ڈھے جانے والے انداز میں صوفے پہ بیٹھی تھی۔ اس جوڑے میں اسے شدید قسم کی الجھن اور گھٹن کا احساس ہو رہا تھا مگر وہ چاہ کر بھی اس واشروم پہ اپنا حق جتاتے اندر نہیں جاسکتی تھی۔ اس بابت سوچتے ایک بار پھر اپنے باپ کی حرکت پہ اس کی آنکھیں من من آنسوؤں سے بھری تھی۔ کیا صرف اس کی موجودگی سے وہ مفلسی کے دور میں قدم رکھ چکے تھے کیا وہ ان کیلئے سر پہ بوجھ بن کر رہ گئی تھی۔

تو کیوں رو رہی ہے عقیفہ۔ رونا نہیں ہے بس اب مضبوط رہنا ہے ورنہ یہاں سے بھی "
"ایسی ہی موت مارے جائے گی اور پھر تیرے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔"

وہ ڈوبتے دل سمیت دل ہی دل میں بولتی گہرا سانس بھرا اٹھی۔ اسی لمحے واشروم کے
دروازے پہ کھٹکے کی آواز پہ اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں
سے واشروم سے نکلتے صدام جو دیکھا تھا۔ وہ جو تولیے سے اپنے نم بالوں کو رگڑتے آئیے
کے سامنے بڑھ رہا تھا اسے سامنے دیکھ چونک گیا۔ یکلخت اس کے چہرے پہ شدید
اشتعال بھرے تاثرات ابھرے تھے۔ وہ تولیے کو ایک جھٹکے سے بیڈ پہ پھینکتے جارحانہ
انداز میں اس کی سمت بڑھا تھا۔ عقیفہ نے حیرت سے اسے اپنی جانب آتے دیکھا جس کی
ماتھے کی نسیمیں پھولی ہوئی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔"

وہ شدید اشتعال کے عالم میں دھاڑ اٹھا۔ عقیفہ نے اپنے خشک پڑتے لبوں کو تر کرتے دونوں ہاتھوں کی مسٹھوں کو بھینچ لیا۔ دل اس کے لہجے پہ کڑچی کڑچی ہو چکا تھا مگر اس معاملے میں وہ بولنے کا کوئی حق نہیں رکھتی تھی۔

میں تم سے مخاطب ہوں کہ تم میرے کمرے میں کہاں کر رہی ہو کیا میں نے تمہیں "حق دیا کہ تم منہ اٹھا کر اس کمرے میں بسیرا کرنے آ جاؤ کیا ہماری محبت بھری شادی ہے یا اس نکاح سے قبل تم سے محبت کے وعدے وعید کیے تھے اپنی یہ شکل یہاں سے ایک سیکنڈ میں گم کرو ورنہ دھکے دے کر نکالنے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔ تم میرے زندگی میں وہ انچاہا وجود ہو جسے ذبردستی مجھ سے باندھتے مجھے جہنم کی جانب دھکیل دیا گیا ہے۔"

وہ لہو رنگ آنکھیں اس کی سیاہ آنکھوں میں گاڑتے ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔ منہ سے لفظ نہیں گویا آگ نکل رہی تھی جو عقیفہ کے وجود کو بھسم کر گئی۔ اس نے سختی سے آنکھوں کو میچتے اپنے آنسوؤں کو اندر اتارا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ خاموشی سے اس کے دائیں جانب سے نکلتی صدام نے اس کی کلائی کو جکڑتے ایک جھٹکے سے اسے اپنی

جانب کھینچا تو وہ لچکیلی ڈال کی مانند اس کی جانب کھینچی چلی آئی تھی۔ صدام نے ایک تسخّر بھری نگاہ اس کے سچے سنورے وجود پہ ڈالی تھی۔

"چچ چچ سچی کسی اور کیلئے تھی مگر نصیب میں کسی اور کے ہوئی افسوس ہو رہا ہے" تمہاری قسمت میں جو ایک جہنم سے نکلتے خود کو دوسری جہنم میں دھکیل چکی ہے کیونکہ "میرے ساتھ تمہاری زندگی جنت ہونے سے رہی۔

وہ اس کی کلائی کو آخری حد تک مرڑرتے سفاکی سے بولا۔ عقیفہ کی آنکھیں من من آنسوؤں سے بھری تھی۔ درد کی شدت سے اس کے لبوں سے کراہ نکلی تھی۔

"چھوڑیں مجھے۔"

وہ مسلسل مزاحمت کر رہی تھی مگر مقابل کی گرفت اس کی کلائی پہ بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ عقیفہ کا اپنی کلائی کی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ صدام کان لپیٹے اسے اپنے ساتھ کھینچتے باہر کی جانب بڑھا اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتے اسے باہر کی جانب دھکیلتا دروازے پہ ایستادہ پریسہ کو دیکھتے صدام تنفر سے سر جھٹک گیا البتہ عقیفہ کا چہرہ اس

کے ہتک آمیز لہجے پہ سرخ پڑ گیا مگر اس کے ہاتھ میں موجود ہینگ ہوا سوٹ دیکھ اس نے بمشکل مسکرا کر اس کے ہاتھ سے سوٹ تھاما۔ کلائی ابھی بھی صدام کی گرفت میں ہی مقید تھی۔

"بھائی وہ آپ۔"

تم سے کسی نے بات کی پریسہ نہیں کی نا تو خاموش رہو اور مجھے مخاطب کرنے کی "ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اس کی بات درمیان میں ہی اچکتے سرد لہجے میں بولا۔ عقیفہ نے ناگواری سے اس کی جانب دیکھا۔

ہاں جاؤ پری تم زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے میری جان سوٹ میں نے لے لیا "ہے میں چیخ کر لوں گی۔"

وہ محبت سے لبریز لہجے میں گویا ہوئی۔ پری نے ایک نگاہ صدام کی گرفت میں لال ہوتی اس کی کلائی پہ ڈالی اور مریل قدموں سے آنکھوں میں آنسو لیے وہاں سے نکلتی چلی

گئی۔ اس کے منظر سے غائب ہوتے ہی عقیفہ نے پرسکون انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

کلائی چھوڑیں میری اور آئندہ اپنی حدیں تجاوز کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کیونکہ " جب ناپسندیدہ وجود ذبردستی آپ کی زندگی میں شامل ہوتے ہیں نا ان پہ اپنا حق نہیں جتایا " کرتے۔

وہ ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے اپنی کلائی آزاد کرتے دل جلانے والے لہجے میں بولتی اس کی کلائی سہلانے لگی جو اس جگہ سے جلتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے پرسکون لہجے پہ اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

مجھ سے اس اردو زبان میں اتنی شائستگی سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں ہے " سمجھی۔

وہ اس کی ٹھوڑی کو جکڑتے سپاٹ لب و لہجے میں گویا ہوا۔ عقیفہ اس کی بات پہ ہولے سے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئی۔

کوئی مسئلہ نہیں ہے میں انگلش میں مخاطب ہو جاتی ہوں شاید وہی زبان آپ کی " شایانِ شان ہے۔ سو مسٹر صدام آفندی ڈونٹ کراس یور لمٹس اگین بی کیئر فل فور دا نیکسٹ ٹائم۔ اب تو یہ انگریزی زبان بولی ہے میں نے پکا آپ کے سٹینڈرڈ کے شایانِ شان ہوگی جسے کسی سے بھی متعارف کراتے ہوئے آپ کو شرمندگی محسوس نہیں ہوگی "رائٹ۔ چلیں اب ہٹیں پیچھے مجھے چیلنج کرنا ہے۔

وہ ہولے سے مسکرا کر بولتی اس کے سامنے اپنا سوٹ لہرانے لگی جو ابھی ابھی پریسہ دے کر گئی تھی۔

صدام نے تنفر بھری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

تم جیسے لوئر کلاس سے تعلق رکھنے والے لوگ جتنی بھی انگریزی بول لیں ان کی شکل " سب واضح کر دیتی ہے عقیفہ بی بی۔

اس کے ذہن خند لہجے پہ یکلخت عقیفہ کے چہرے پہ تاریک سا سایہ لہرایا مگر اگلے ہی لمحے وہ خود پہ ضبط کر گئی تھی۔ عقیفہ نے نہایت سکون سے اسے انگلی کے اشارے سے پیچھے ہونے کا اشارہ کیا تھا۔

"تم ہوتی کون ہو مجھ پہ حکم چلانے والی۔"

یہ لڑکی اس کا ضبط آخری حد تک ازار ہی تھی تبھی میز پہ رکھا گلدان زمین پہ سے مارتے بے دردی سے اسے اپنی گرفت میں لیتے دھاڑا۔

آپکی بیوی ہوتی ہوں عقیفہ صدام آفندی ہوتی ہوں جس سے آپ چڑنے کا فریضہ "

"سرانجام دے رہے ہیں۔"

وہ دل ہی دل میں خون کے آنسو روتی بظاہر مسکراتے لہجے میں بولی۔ صدام نے کھردری نگاہوں سے اسے دیکھتے ایک جھٹکے سے اس کی پیشانی پہ موجود بندی کو بے دردی سے کھینچ کر اتارتے اسے اپنے حصار میں آذا کیا تھا۔ عقیفہ کے وجود میں درد کی ایک لہر دوڑ گئی جس کی بدولت لبوں سے ایک سسکی نکلی تھی۔ کس قدر بے وقعت کر دیا تھا مقابل

شخص نے اسے اس کچھ ہی وقت میں۔ وہ ایک نم نگاہ اس کی پشت پہ ڈالتے اپنا سوٹ تھامتے تیز قدموں سے واشروم کی جانب بڑھی تھی۔ صدام نے ہاتھ کا مکہ بناتے اسے دیوار پہ مارا تھا۔

"میں بول رہا ہوں اس کمرے سے نکلو۔"

وہ اپنے بالوں کو جوڑے میں لپیٹتے جوں ہی واشروم سے باہر نکلی صدام تنک کر بولا۔ عقیفہ نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا جو مسلسل اپنے موقف پہ ڈٹا ہوا تھا۔

کیا ہو گیا ہے آپکو ایک بات میں آپ پہ واضح کردوں کہ میں یہاں سے بالکل نہیں نکلوں"

گی یہ محض آپ کی غلط فہمی ہے۔ اب یہ کمرہ جتنا آپ کا ہے اتنا ہی میرا بھی ہے اس کمرے کی ہر ایک چیز پہ میرا بھی برابر کا حق ہے اور اپنی چیزوں پہ میں حق جتا بھی سکتی ہوں اس ناٹ آگ ڈیل۔ سوپلر فضول کے جھنجھٹ میں پڑنے سے بہتر ہے سکون سے سو جائیے ویسے بھی مجھے شدید قسم کی نیند آرہی ہے۔

وہ مصنوعی جمائی لیتے بے نیازی سے بولتے بیڈ کے دائیں جانب جگہ سنبھال گئی معاً
 صدام کا موبائل رنگ ہونے کی آواز پہ ان دونوں کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی
 تھی۔ صدام نے چونک کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اپنا موبائل اٹھایا تو وہاں کومل کالنگ جگمگا رہا
 تھا۔ چہرے پہ ایک چمک سی دوڑ گئی تھی جو عقیفہ کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی
 تھی۔ اس کے دل میں ناجانے کیوں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔ اس سے قبل کہ وہ فون
 اٹھاتا دوسری جانب سے کال کٹ چکی تھی۔ صدام نے اشتعال کے عالم میں اپنے سر
 کے بالوں کو مٹھیوں میں بھینچا تھا۔

تم اس بیڈ پہ قطعی نہیں سوؤں گی مجھے کسی کے ساتھ بھی بیڈ شیئر کرنے کی عادت "
 "نہیں ہے اٹھو اور اس صوفے پہ جا کر سو وہی تمہاری حیثیت ہے۔

وہ سامنے رکھے ٹو سیٹر صوفے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ عقیفہ نے سکون سے
 اس صوفے کا جائزہ لیا اور ناگواری سے نفی میں سر ہلا دیا۔

نہیں وہ بہت چھوٹا ہے میں فٹ نہیں آؤں گی ہاں آپ سونا چاہے تو سو سکتے ہیں اور"
ہاں ایک اور بات میری حیثیت اب آپ سے منسلک ہے تو سوچ سمجھ کر مجھے میری
"حیثیت یاد دلائیے گا اپنے شوہر کی یوں انسلٹ نہیں برداشت ہوگی مجھ سے۔

وہ مصنوعی افسردگی سے بولتے تکیے سیٹ کرنے لگی۔ صدام غصے سے جھنجھلا کر رہ گیا۔
میں وہی ہوں جسے تم صدام بھائی صدام بھائی کہا کرتی تھی تمہیں دیکھ کر تو ایسا محسوس"
"ہو رہا ہے جیسے مجھ سے ایسے رشتے میں بندھنا تمہاری کسی گھٹیا چال کی بدولت ہوا ہے۔
وہ قہر برساتی نگاہوں سے اس کا سکون بھرا انداز دیکھ کٹیے لہجے میں بولا۔ عقیفہ کے حرکت
کرتے ہاتھ اس کی بات پہ تھمے تھے۔

شادی سے پہلے تو سب ہی بھائی ہوتے ہیں نا اب اگر آل میرے شوہر کے عہدے"
پہ فائز ہو گئے ہیں تو میں بھائی مخاطب کر کے اپنے نکاح کو کیوں مکروہ کرو ہاں اگر کوئی
دوسرا نام آپ کی شایانِ شان ہو تو بتا دیجیے گا مجھے مخاطب کرنے میں دقت پیش نہیں
"آئے گی۔

وہ مسکرا کر بولتی اسے مکمل طور پہ زچ کرتی اپنی سائیڈ کا لیمپ آف کر گئی۔ صدام نے عجیب سے انداز میں اس کی جانب دیکھا جو اب کروٹ بدل چکی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا اس لڑکی کا قتل کر دیتا جس نے ایک ہی دن میں اسے ناکوں چنے چبوانے کی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

"تمہیں اپنی بیوی کہلانے کے لائق نہیں چھوڑوں گا میں ایسی چوٹ دوں گا تمہیں۔"

وہ اس کی پشت کو تکتے شاطرانہ انداز میں مسکراتے ایک بار پھر کومل کو فون ملانے لگا اور اپنا تکیہ لیتے صوفے پہ براجمان ہو گیا۔ عقیفہ نے جلتی نگاہوں سے اسے موبائل میں مصروف دیکھا تھا۔ ایک بے مول آنسو ٹوٹ کر اس کے گال پہ بہا تھا۔ کب تک اس کی ذہریلی باتیں برداشت کرے گی وہ کیا اس میں اتنی سکت تھی۔ ہاں اس میں بہت ہمت تھی جو اتنے زخم کھا کر بھی زندہ تھی تو یہ تو پھر اس کے اگے کچھ بھی نہیں تھا۔ اسے صوفے پہ سوتا دیکھ وہ لب بھینچ گئی تھی۔ کس قدر شدید نفرت کا دعویدار تھا وہ اس سے۔

جہاں جہاں تمہارا نقش ہوگا اس چیز کو میں دیکھنا بھی پسند نہیں کروں گا یہ بات اپنے "ذہن میں بٹھالو۔ اس قدر نفرت ہے مجھے تم سے۔"

سوتے سوتے بھی وہ اس پہ طنز کے تیر چلانے سے باز نہیں آیا تھا۔ عقیفہ نے ضبط سے آنکھیں میچتے تکیے کو مسٹی میں بھینچا تھا۔ وہ اب ہلکی آواز میں کسی سے فون پہ مصروف تھا اور وہ شاید نہیں یقیناً کومل ہی تھی۔ عقیفہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے کو بے تاب تھے مگر اسے مضبوط رہنا تھا اب۔ انہی سوچوں کے دوران ناجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

رات کے سائے ہر جانب اپنے پر پھیلانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ہر جانب سنائے کا راج تھا۔ دور کہی سے گاڑیوں کے شور کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکر رہی تھی۔ وہ دبے قدموں سے جوں ہی گھر کا داخلی دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا پورے لاؤنج میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ دل ہی دل میں شکر ادا کرتے اپنے بالوں کو سنوارتے زینوں کی جانب

بڑھ گیا۔ صد شکر تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا ورنہ ان کے سوالوں کا جواب دینا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"تم کہاں سے آرہے ہو اتنی رات کو۔"

اس سے قبل کہ وہ بے نیازی سے زینے چڑھتا اپنے عقب سے آنے والی پاٹ دار آواز پہ وہ جھنجھلا کر رہ گیا۔ ایک اسی آواز کے آنے کا تو ڈر تھا اور ایسا کیسے ممکن تھا کہ اسے جس چیز کا ڈر نا ہو وہ ہو ہی نا۔ اس نے مسکین سی صورت بناتے اپنے باپ کم جان کے دشمن کی جانب رخ پھیرا۔

"جی مجھ سے کچھ کہا کیا آپ نے۔"

وہ ریلنگ کے اطراف میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھتے بھنویں اچکاتے ہوئے مصنوعی معصومیت سے گویا ہوا۔ اس کی فضول گوئی پہ نواز کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ایسا کیسے ممکن تھا کہ یہ لڑکا کوئی کام سیدھے طریقے سے کر لیتا یا جواب سیدھے طریقے سے دے دے۔

نہیں یہاں کیا تمہارے علاوہ کوئی زی روح موجود ہے جو اس قسم کے فضول سوال تم "پوچھ رہے ہو یا میں نے جنوں کو مخاطب کرنا شروع کر دیا ہے۔"

وہ گرج کر بولے ساتھ ہی اس کی آستین کھینچتے اسے نیچے اترنے کا اشارہ کیا تھا مگر وہ کسمسا کر خود کو ان کی گرفت سے آزاد کر گیا۔

آپ کا کوئی بھروسہ ہے کیا ڈیڈ ویسے بھی انسان اپنی نسل کے لوگوں کو زیادہ مخاطب کرتا "ہے۔"

وہ آنکھیں مٹکا کر بولتے انہیں ساکت کر گیا۔ وہ تن فن کرتے اس کے سر پہ پہنچے اور اسے کھینچ کر نیچے اتارا تھا جواباً وہ بری طرح اوندھے منہ زمین بوس ہوا۔

اسی لیے تو تمہیں مخاطب کرتا ہوں کیونکہ میری نسل میں تم جیسی اولاد لکھی ہے جو "انسان نہیں حیوان زیادہ ہے۔ جو انسانوں سے کم جنوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ وہ تند لہجے میں تنک کر گویا ہوئے۔"

"ارے ارتضیٰ ہاؤ آڑیو۔ یار تم ابھی بھی ایسے ہی انکل سے مار کھاتے ہو۔"

اپنی دائیں جانب سے آنے والی مترنم کھلکھلاتی آواز پہ ارتضیٰ کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ اس نے ہونقوں کی طرح اپنے سر پہ کھڑی شیزا کو دیکھا تھا جو مسلسل اس کی درگت بنتے دیکھ ہنس رہی تھی یکلخت اس کے چہرے کے تاثرات آخری حد تک بگڑ گئے۔

"آگئی منحوس ڈائن میرا خون چوسنے۔"

وہ کوفت سے بڑبڑانے والے انداز میں بولا۔ ایک یہ لڑکی اسے جتنی ذہر لگتی تھی اس کی ماں کی اس میں اتنی ہی جان بستی تھی۔ اس کی سرگوشی پہ شیزا نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"کچھ کہا کیا تم نے۔"

وہ چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات سجائے گویا ہوئی۔ ارتضیٰ ایک جست میں اپنے کپڑے جھاڑتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں میری کیا مجال) جو تجھ جیسی سردرد کو کچھ کہوں)"

وہ مسکراتے لہجے میں بولتے آخری بات دل ہی دل میں کڑھتے ہوئے بولا۔ وہ بے نیازی سے شانے اچکا گئی تھی۔

تمہارے ڈیڈ تم سے کچھ پوچھ رہے ہیں کیا بات ہے اتنی لیٹ کہاں سے آرہے ہو وقت " دیکھا ہے تم نے۔

نائمہ نے نواز کی جانب اشارہ کرتے اسے بتایا تو وہ بالوں میں ہاتھ پھیڑ کر رہ گیا۔

وہ دراصل شادی کا کھانا کھانے گیا تھا میں اپنی شادی کا تو نصیب ہو نہیں رہا میں نے " سوچا دوست کی شادی کا کھانا ہی انجوائے کر لوں ویسے بھی دوست کی شادی ہو یا میری " بات تو ایک ہی ہے نا۔

وہ مصنوعی شرم کر بولتے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا گیا۔ ان سب نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

اپنے بیٹے کا خیال کریں نائمہ آپ کے بیٹے میں مردانہ کے بجائے زنانہ گٹس زور و شور " سے آرہے ہیں لگتا ہے لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کی کمپنی میں بیٹھنا شروع ہو گیا ہے۔

وہ ایک کاٹ دار نگاہ ارتضیٰ پہ ڈالتے ہوئے تمسخرانہ لہجے میں بولے۔ ارتضیٰ کا حرکت کرتا ہاتھ وہی ساکت ہوا تھا۔ اس نے ترچھی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

نامہ اور شمرزا نے دونوں ہاتھ لبوں پہ جمالیے۔

"ارے ڈیڈ تالی مارے مارے ناتالی سوچیے مت۔"

وہ ان کے سامنے ہاتھ کرتا ہوا مزے سے بولا۔ نواز نے ناچاہتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا تھا۔

آپ جانتے ہیں فارس ہادی بھی مجھے کل یہی کہہ رہے تھے پھر پتہ ہے میں نے انہیں "

"کیا کہا۔

وہ مزے سے بولتے بلند بانگ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"مجھے ہنسی نہیں آئی ارتضیٰ۔"

نواز کی سپاٹ آواز پہ اس کے مسکراتے لب سرعت سے سکڑے تھے۔ اس نے سنجیگی سے نواز کی جانب دیکھا جو خشمگین نگاہوں سے اسی کی جانب متوجہ تھے۔

"میں نے کہا کہ مجھے یہ عادت اپنے ڈیڈ سے وراثت میں ملی ہے۔"

وہ ذبردستی ان کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتا ہوا فلک شکاف قتمہ لگا کر ہنس دیا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس کی بات پہ ان دونوں کی بھی ہنسی چھوٹ گئی جو نواز کی گھورتی نگاہوں سے ہی تھمی تھی۔

"اف ارتضیٰ یو آڑ سو فنی۔"

وہ بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہنستے ہوئے بولی۔ ارتضیٰ نے ٹیرھے میڑھے منہ کرتے اس کی نقل اتاری تھی مگر اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ سرعت سے لبوں کو پھیلاتے ہنس دیا تھا۔

"لینڈ یو آڑ فائر کریکر) جو ہر جگہ آگ لگانے پہنچ جاتی ہے۔"

وہ دانت پہ دانت جماتے ٹیلے لہجے میں بولا مگر لب ہنوز مسکرا رہے تھے۔

"خیر تم یہاں کیسے۔ مطلب یوں اچانک۔"

اب کی بار وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں نواز سے معذرت کرتے شیراز کی جانب متوجہ ہوا جو بے نیازی سے شانے اچکا گئی تھی۔ نائمہ نے نہارتی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا۔

"اب یہ یہی رہے گی۔"

اپنے عقب سے آنے والی نواز کی سنجیدہ آواز پہ اس نے عجیب سے انداز میں ان کا چہرہ جانچا جہاں مذاق کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہاں سب اس قدر سنجیدہ کیوں ہیں۔

"کیوں۔ میرا مطلب ہے کہ وہاں خالہ اکیلی۔"

وہ اپنے دل کو بات کو لبوں پہ آنے سے قبل ہی روک گیا تھا مبادہ بات نا بگڑ جائے مگر اس کا خود کا موڈ بری طرح خراب ہو چکا تھا اس کے یہاں رہنے کی بات پہ ہی۔

کیونکہ اس نے یہی کی جامعہ میں داخلہ لے لیا ہے اب یہ روز تمہارے ساتھ ہی جایا آیا"

"اگرے گی۔"

ان کی اگلی بات پہ ارتضیٰ کو اپنے اطراف میں دھماکے ہوتے محسوس ہوئے تھے۔ اس نے جھٹکے سے رخ موڑتے بے یقینی کی کیفیت میں ان سب کی جانب دیکھا اور بدک کر ہی ان سے فاصلہ قائم کرگیا۔

"کیا ہوا ارتضیٰ کوئی مسئلہ ہے کیا۔"

شرزا کی سرسراقتی ہوئی آواز پہ اس نے بلبلا کر اس کی جانب دیکھا جو ہمیشہ سے ہی کسی عذاب کی صورت میں اس پہ نازل ہوتی تھی۔

مسئلہ بہت چھوٹا لفظ ہے بہت بڑا مسئلہ ہے میں پوری جامعہ کا اس قدر شریف "انفس انسان ایک لڑکی کو یوں اپنے ساتھ بائیک پہ بٹھا کر جامعہ لے کر جاؤ ناممکن یہ گناہ ہم سے نا ہو پالے گا اللہ ناراض ہوگا۔"

وہ دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتے توبہ کرنے والے انداز میں گویا ہوا۔ شرزا نے روبانسی نگاہوں سے نامہ کی جانب دیکھا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے یہ بکواس کرنے کی ارتضیٰ تم سب سے اسے متعارف کروادینا"
 "تمہاکہ یہ کون ہے پھر کوئہ بات نہیں بنائے گا۔

نامہ اسے پیار سے پچکارنے والے انداز میں بولی تاکہ وہ کسی بھی صورت میں قائل ہو جائے۔ ایکدم ارتضیٰ کے ذہن میں جھمکے سا ہوا۔ وہ ہاتھ پہ ہاتھ مارتے کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔

جی یہ بات بالکل ٹھیک کہا آپ نے میں بول دوں گا میری چھوٹی سی بھولی سی بہن"
 ہے کیونکہ اگر میری ہونے والی بیوی کو معلوم پڑا ناکہ میں شادی سے قبل یوں لڑکیوں کو اپنی بائیکس پہ بٹھا کر گھوما ہوں تو اسے اچھا نہیں لگے گا اور جب اسے اچھا نہیں لگے گا
 "تو مجھے بھی اچھا نہیں لگے گا۔

وہ مصنوعی معصومیت اپنے لہجے میں سمیٹے دل جلانے والے انداز میں بولا۔ اس کے ہتک آمیز لہجے پہ شزا کا چہرہ لال انار ہو گیا۔ کیا اب اس کی بہن ہونے کا ہی رشتہ رہ گیا تھا۔

تمہیں شادی کی اس قدر جلدی کیوں ہے آخر پہلے کچھ بن تو جاؤ پھر ان جھنجھٹ میں " "پرٹنا۔

نواز شہادت کی انگلی اٹھاتے باور کرانے والے انداز میں بولے۔

ڈیڈ شادی ہوگی تبھی تو بنوں گا نا بچوں کا باپ اور رہی بات جلدی کی تو مجھے شادی کی " نہیں بلکہ آپ دونوں کو دادا دادی بنانے کی جلدی ہے گھر میں بچے آئیں گے تو رونق آئے گی۔ رونق آئے گی تو خوشیاں آئیں گی آپ خوش ہونگے تو آپ کی عمر بڑھے گی اور جب آپ کی عمر بڑھے گی تو آپ میرے بچوں اور اپنی بیوی کی بچے کیلئے مزید اچھا "ا سکیں گے اور جب آپ کمائیں گے تو چار سوں بہاریں ہی بہاریں ہوگی۔ وہ کھوئے کھوئے لہجے میں ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولا جبکہ اس کی سوچوں پہ نواز عیش عیش کر اٹھے۔

"اس میں آپکا کام کیا ہے صاحبزادے صاحب۔"

وہ طنزیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

سب سے اہم کام ہی میرا ہے بچے پیدا ہونگے تبھی تو آپ ان کیلئے کام سرانجام دیں"

"گے ناڈیڈ آپ بھی نا۔"

وہ لبوں پہ مچلتی شرارتی مسکراہٹ کو لبوں میں دبا کر بولتے سرعت سے زینوں کی جانب بھاگ گیا مبادہ وہ اس کا قیمہ ہی نا بنادیں۔

"تم مجھ سے بچو نہیں گے نہیں۔"

وہ گرجدار لہجے میں بولے تو ارتضیٰ آدھی سیڑھیوں پہ پہنچتے ان کے چڑنے پہ مزے سے قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"آئی لو یو ڈیڈ اینڈ گڈ نائٹ۔"

وہ بائیں آنکھ دباتے انہیں فلائنگ کس سے نوازتے تیز تیز قدموں سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ نواز نے گہرا سانس بھرتے نائٹ کی جانب دیکھا۔

"آپ نے بھی کسی نمونے کو ہی جنم دیا ہے۔"

وہ اب اپنا غصہ ہمیشہ کی طرح انہی کے اتار رہے تھے۔ شزا بھی خاموشی سے وہاں سے کھسک گئی۔

"ہاں تو میں کیا کروں آپ کی ہی اولاد ہے۔"

وہ ان کی ہمیشہ والی تکرار سے چڑ کر بولتی سر جھٹک کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ ان دونوں کی باتیں یاد کرتے نواز بیچ و تاب کھاتے رہ گئے۔ ان دونوں ماں بیٹے نے ہی ان کی جان عذاب میں ڈالی ہوئی تھی۔

ہسپتال میں قدم رکھتے ہی اس کے قدم من من بھاری ہو رہے تھے۔ چاروں اطراف میں چلتے پھرتے لوگ عجیب سی نگاہوں سے اسے یوں لڑکھڑاتے قدموں سمیت چلتا دیکھ رہے تھے جس کی نگاہیں بالکل خالی تھی۔ وہ بس متلاشی نگاہیں اطراف میں گھما رہا تھا۔

"خان پلیز حوصلہ کریں ارد گرد گزرتے لوگ نجانے کن نگاہوں سے آپ کو دیکھ رہے ہیں۔"

نواب اس کے شانے کے گرد بازو حائل کرتے سنبھالتے ہوئے ملتجیانہ لب و لہجے میں گویا ہوا۔ اس نے ویران نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور نا جانے کیا سوچ کر خود میں ہمت مجتمع کرتے گلہ کھنکھار اٹھا۔ چہرہ ایک بار پھر بالکل سپاٹ ہو چکا تھا۔ کسی بھی قسم کے تاثر سے پاک۔

"یہ موبائل تمہارے اور اس میں سب سے اوپر والا نمبر ملا کر پوچھو کہ وہ کہاں ہے۔"

اس نے سپاٹ لب و لہجے میں اس پہ حکم صادر کیا تو نواب نے اس کی بات پہ بنا کسی دیری کے فون ملایا تھا جو لگے ہی لمحے اٹھالیا گیا۔

"کہاں ہو شہرام خان۔"

میں نواب بات کر رہا ہوں ام دونوں آپ کے بتائے گئے ہسپتال میں آگئے ہیں آگے"

"کہاں آنا ہے۔"

اس کے سوالیہ انداز پہ نوفیل نے مختصر اسے راہداری کا رستہ بتاتے فون رکھا تھا۔ اس کا دل ہی آنے والے لمحات کا سوچتے لرز رہا تھا نا جانے شہرام اس سب کا سامنا کیسے کر

پائے گا اور وہ برداشت کیسے کرے گا کیونکہ وہ یہ بات تو اچھے سے سمجھ گیا تھا کہ وہ اسی کی طرح اپنی بہن کو بہت چاہتا ہے۔ کچھ ہی لمحوں کی توقف کے بعد وہ دونوں اسے دور سے ہی آتے دکھائی دیے۔ اس نے گہرا سانس بھرتے خاموشی سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ کچھ ہی دیر میں قدموں کی چاپ اپنے نزدیک محسوس کرتے اس نے جوں ہی رخ اس کی جانب پھیرا وہ سرد نگاہیں اسی پہ ٹکائے کھڑا تھا۔

"کہاں ہے میری پرخہ۔"

وہ ٹھنڈے ٹھاڑ لہجے میں بولا۔ لہجہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ نوفیل نے سختی سے اپنی مسٹیاں بھینچ لی۔ یہ بات بتانے کی شاید اس میں ہمت ہی نہیں تھی زبان ساتھ دینے سے ہی انکاری تھی۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہاں ہے میری پرخہ۔"

وہ اس کا کالر مسٹھیوں میں جکڑتے اشتعال آمیز لہجے میں بولا۔ آس پاس کے گزرتے لوگ کھڑے ہوتے ان کی جانب متوجہ ہو چکے تھے۔

شہرام اماری بات سنو پرسکون رہو تم۔ یہ وقت جلدبازی اور غصے سے کام لینے کا نہیں " ہے۔"

اس سے جتنی مرضی دشمنی سہی مگر اس کی آنکھوں میں پہناں بے چینی تکلیف اس کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔

پلیز مجھے بتاؤ میری پرخہ کہاں ہے تم نے کہا تھا کہ وہ یہی ہسپتال میں ہے تم نے " اسے دیکھا ہے تو اب بتا کیوں نہیں رہے دیکھو تمہاری بھی تو بہن ہے مہربانی کر کے اس "معاملے میں دشمنی مت دکھاؤ۔

وہ اذیت سے بولتے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ گیا۔ نوفیل نے آنکھیں میچتے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھاما تھا اور نواب کو وہی رکنے کا اشارہ کرتے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیتے آگے کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ قدموں کی دوری پہ وہ جاکر ٹھہرا تھا۔ شہرام نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا معاً اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اس نے جوں ہی نگاہیں گھمائی اسے پورے ہسپتال کی عمارت اپنے وجود پہ گرتی محسوس ہوئی

تھی۔ قدم ساتھ دینے سے انکاری تھی۔ اس نے سرعت سے شیشے پہ ہاتھ رکھتے اندر کی جانب دیکھا جہاں اس کے منہ پہ آکسیجن ماسک لگا ہوا تھا۔ پیشانی پہ پٹی چہرے پہ خراشیں ہاتھوں پہ ڈرپس۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے خوفزدہ انداز میں نوفیل کی جانب دیکھا جو دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے چہرہ جھکائے کھڑا تھا۔ شہرام نے بے ساختہ اپنے خیال کی نفی کی تھی۔ وہ یہ بات تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ بے یقینی کی کیفیت میں نوفیل کی جانب بڑھا۔

"کیا ہوا اس کے ساتھ۔ یہ ایسی حالت میں کیوں ہے۔"

وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کی تحریر دیکھ نوفیل کے دل کو دھکا سا لگا۔

شہرام وہ تمہاری بہن کے ساتھ کسی نے ذبردستی کی ہے غلط حرکت کی ہے اسکے ساتھ "کسی نے یہ یوں ہی ملی ہے پولیس کو ان کا کہنا ہے کہ ریپ ہوا ہے تمہاری بہن کا۔"

س کے لبوں سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہی اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ کھڑے کھڑے مر جائے گا اس کی سماعتوں میں سیسہ انڈیلا گیا تھا۔ وہ حیران تھا کہ وہ یہ بات سن کر مرا کیوں نہیں۔ وہ ڈھے جانے والے انداز میں زمین پہ گرتے دیوار سے پشت لگا گیا۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ نہیں ایسا کیسے ممکن ہے مم۔ میں نے تو اسے گرم ہواؤں سے "بھی محفوظ رکھا ہے یہ ایسے کیسے تم۔ تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو۔

وہ پاگلوں کی طرح بڑبڑانے والے انداز میں گویا ہوا۔ نوفیل نے بے ساختہ اسے سنبھالا تھا جس کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی۔

دیکھو شہرام ام تو یہاں بس مورے کا چیک اپ کرانے آیا تھا مگر یہاں پہ غیر معمولی "رش اور شور دیکھ ام کو ناجانے کیوں عجیب سا لگا تھا ام بس دیکھنے گیا تھا مگر وہاں پر خہ کو دیکھ معلوم پڑا کہ یہ تو تمہاری بہن ہے۔ پولیس کے ذریعے اسے یہاں لایا گیا تھا۔ ان سے معلومات لی ہیں تو ان کا کہنا ہے کہ ندی کنارے یہ انہیں یوں ہی نازیبا حالت میں ملی

تھی۔ اماری تم سے جو بھی دشمنی سی مگر ہمارا وجود کانپ گیا ہے میرا رواں رواں تمہاری
 "۔ بہن کی زندگی کیلئے دعاگو ہے

وہ بھاری لہجے میں بولا۔ تکلیف کا احساس رگ و پے میں سرایت کرتا چلا جا رہا تھا۔ شہرام
 نے آسمان کی جانب دیکھتے آنکھیں میچی تو یکے بعد دیگرے آنسو اس کی شیو کو بگھوتے
 چلے گئے۔

وہ بہت چھوٹی ہے اٹھارہ انیس سال کوئی عمر نہیں ہے اس کی کیوں اس کی زندگی "
 برباد کر دی کسی نے۔ اگر میرے سے دشمنی تھی تو مجھ سے نکالتا مجھے جان سے مار دیتا
 لیکن اسے کم از کم زندگی بھر کا روگ تو نا دینا نا جانے کس قدر روئی ہوگی مجھے پکارا ہوگا مگر
 میں ایک اچھا بھائی نہیں بن پایا۔ نہیں بن پایا نا خود کو بچا پایا تھا اور نا ہی اسے بچا
 "پایا۔ میں سچ میں بہت ناکارہ ہوں۔

وہ تکلیف کی شدت سے بھیکے لہجے میں بولا۔ نوفیل نے اذیت سے اس کی جانب دیکھا
 جس کی ایک دھاڑ ہی پوری حویلی کو ہلا کر رکھ دیتی تھی۔ آج وہ اپنی بہن کے غم میں سب

کچھ بھلائے پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔ اس کی آخری بات یاد کرتے نو فیل نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا مگر پھر اپنا وہم سمجھتے سر جھٹک گیا کیونکہ اس کے ساتھ بھلا کیا برا ہو سکتا تھا۔

دیکھو شہرام ام جانتا ہے کہ یہ سارا قصہ فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ تمہاری بہن کسی قیمتی "اثاثے کی مانند ہے تمہارے لیے مگر فلحال اسے تمہاری ضرورت ہے ابھی اس کے پاس جاؤ اس متعلق بعد میں تفصیل سے بات ہوگی کیونکہ جس نے بھی یہ حرکت کی ہے وہ "کوئی کچا کھلاڑی نہیں ہے بلکہ بہت سوچ سمجھ کر یہ کام ہوا ہے۔

وہ اس کا شانہ تھپتھپاتے اسے مضبوط رہنے کا اشارہ کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور خود پہ اوڑھی شال درست کی تھی۔ شہرام نے بھیگی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور نی کو بمشکل اندر اتارتے اثبات میں سر ہلاتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ زندگی نے ناجانے ابھی کتنے زخم دینے تھے اسے۔ وہ فقط سوچ کر رہ گیا۔ تکلیف اس قدر تھی کہ سانس بھی نہیں لی جارہی تھی مگر ہمیشہ کی طرح اسے جینا تھا خود کو بھلا کر اپنوں کیلئے۔ ایک اسی کام میں تو وہ ماہر تھا ابھی بھی کمال تیزی سے دوبارہ اپنے خول میں سمٹ گیا تھا۔ نو فیل

نے دل ہی دل میں اس کی ہمت کو داد دی تھی جو اب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا کیونکہ کھٹن مرحلہ تو اب سے شروع ہونا تھا۔ وہ بھلا کیسے سامنا کرے گا اس کا۔ کیسے نگاہیں ملا پائیں گا کیسا بھائی تھا وہ جو اس کی عزت کی حفاظت ہی نہیں کر پایا۔ وہ چیخنی ہوگی چلائی ہوگی ترپنی ہوگی مگر وہاں اس کی سننے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ جس نے یہ سب کیا ہے اس کے وجود کو آگ لگاتے پرخت کی نگاہوں کے سامنے اسے سزا دے۔ اسے بتائے کہ کسی کی عزت لوٹنے کی سزا یہ ہوا کرتی ہے۔ وہ ڈھیلے ڈھالے قدموں سے چلتی سٹول کھینچ کر وہی براجمان ہو گیا اور ہولے ہولے اس کا سر سہلانے لگا جو آنکھیں موندے شاید دوائیوں کے ذریعہ تھی۔ اس کے چہرے پہ نشان دیکھ شہرام کے وجود میں کسی نے چنگاریاں سی بھردی تھی۔ اس نے شعلہ اگلتی نگاہوں سے اس کے ماتھے پہ بندھی پٹی کو دیکھا تھا۔ وہ ہنوز ویسے ہی بیٹھے یک ٹک اس کی بند آنکھوں کو تک رہا تھا کہ اسی دوران اس کی پلکوں کی چنبش ہوئی تھی۔ شہرام سرعت سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"لالہ۔ بابا جان۔ لالہ پلیز بچائیں نا اپنی گریبا کو۔ لالہ۔"

وہ آنکھیں موندے مسلسل اذیت کے عالم میں بڑبڑا رہی تھی معاً ایک جھٹکے سے اس کے لبوں سے چیخ کی صورت میں لالہ لفظ ادا ہوا تھا اور اس نے اپنی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھول دی تھی۔ پیشانی پہ پسینے کی ننھی ننھی پسینے کی بوندیں بھی نمودار ہوئی تھی۔

شہرام جو ساکت بیٹھا اس کے لبوں کی حرکت دیکھ رہا تھا جو مسلسل اسے پکار رہی تھی اس کے کانپنے پہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا۔ پرخہ کی نگاہ ابھی اس کی جانب نہیں اٹھی تھی وہ چت لیتی چھت کو گھور رہی تھی۔

"پرخہ۔ یہاں دیکھو لالہ یہاں ہیں۔"

وہ دھیمے لہجے میں شکستگی لیے بولا۔ اپنے قریب کسی مرد کی آواز محسوس وہ بدک کر اپنی جگہ سے اٹھتی اس سے فاصلہ قائم کر گئی تھی۔ شہرام نے چونک کر نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا جس کی آنکھوں میں بے تحاشہ خوف ناچ رہا تھا۔

"اک۔ کون ہیں آپ۔ حج۔ جائیں یہاں سے۔"

شہرام کی آنکھوں میں اس کی بات سے کسی نے مرچیں سی بھردی تھی۔ مطلب وہ اسے پہچاننے سے انکاری تھی۔

"پرختہ میں لالہ شہرام لالہ۔"

اس نے بولتے ساتھ ہی اسے تھامنا چاہا مگر وہ پیچ راہ میں ہی اسے روک گئی تھی۔

"نہیں پلیز میرے قریب نہیں آنا ورنہ میں لالہ کو بلالوں گی لالہ کو۔"

وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولتی اسے شہرام کے نام کا ہی ڈراوا دے رہی تھی۔ شہرام کا دل ریزہ ریزہ ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی حالت فالوٹ ایسی نہیں تھی کہ وہ مزید کوئی بات چھیڑتا۔ وہ بیڈ کی ٹیک سے لگی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس نے سختی سے نفی میں سر ہلاتے دونوں ہاتھوں سے کانوں کو ڈھانپا تھا۔

وہ ابھی صدمے میں ہے ذہن کچا تھا تو ان باتوں کو برداشت کرنا بے حد مشکل کام "ہے۔ دعا کرو کہ جلد از جلد ٹھیک ہو جائے۔"

نوفیل نے نرمی سے اسے قائل کرنا چاہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی آواز سن کر وہ کسی خوف میں مبتلا نہ ہو۔ شہرام کے چہرے پہ خطرناک حد تک پتھر پڑا پن امنڈ آیا۔

جس نے بھی پٹھانوں کی عزت پہ ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے نا اس نے خود ہی اپنی "موت کو دعوت دی ہے۔ اس کی بوٹی بوٹی کر کے کتوں کو ناکھلائی تو میرا نام بھی شہرام "خان نہیں۔"

وہ چہرے پہ پتھر پڑا پن سجائے قہر برساتے لہجے میں دھاڑا۔ نوفیل نے اس کی بات پہ اثبات میں سر ہلاتے اسے پر خہ کیلئے پرسکون رہنے کی تلقین کی تھی۔

"انہیں ہوش آیا یا نہیں ہمیں باقی کی تفتیش پوری کرنی ہے مکمل جانچ پڑتال کر کے۔"

اسی دوران اپنے عقب سے آنے والی پولیس کی آواز پہ ان دونوں نے بیک وقت اس کی جانب دیکھا جو سنجیگی سے انہی سے مخاطب تھے۔

"ابھی وہ اس حالت میں نہیں ہے کہ آپ کی بات کا کوئی جواب دے سکے۔"

شہرام کے سفید انکار پہ افسر نے ستائشی انداز میں اس کی جانب دیکھا اور بے نیازی سے شانے اچکاتے اس کے بیڈ کے نزدیک قدم بڑھائے تھے۔

نہیں۔ مجھے بچاؤ کوئی ہے۔ نہیں پلیز مجھے جانے دو میرے قریب مت آنا۔ میں خود کو "جان سے مار دوں گی لالہ کہاں ہیں آپ لالہ میرے پیارے لالہ۔"

وہ ان کو اپنے نزدیک آتا دیکھ تھر تھر کانپتے مسلسل چیخ چلا رہی تھی۔ شہرام جارحانہ انداز میں پولیس کی جانب بڑھا تھا اور بے دردی سے اس کے منہ پہ ایک مکہ جڑا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوا۔

"دیکھو شہرام قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تمہارے کو۔"

نوفیل نے اس کا مشتعل ہوتا چہرہ دیکھ اسے سنبھالنا چاہا مگر وہ گہرے گہرے سانس بھرتے ذہریلی نگاہوں سے انہی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس قانون کو میں چٹکیوں میں اڑادو جسے ساری جانچ برتال ایسے مواقع پہ ہی یاد آتی " ہے۔ تم سب کو اپنے قدموں تلے روند ڈالوں گا اگر آئندہ میری بہن کے نزدیک دکھائی بھی "دیے تو نہیں چاہیے تم جیسے خبیثوں کی کوئی مدد نہیں کروانی ہمیں کوئی بھی تفتیش۔ وہ چبھتے لہجے میں بولتے غرایا۔

تم نے ایک افسر پہ ہاتھ اٹھا کر بہت بڑی غلطی ہے ہو گے تو اپنی حویلی کے سردار " مگر ہم تمہیں بخشے گے نہیں اور جانچ پڑتال تو ہم کریں گے چاہے یہ لڑکی کچھ بھی "اگرے۔

وہ اسے جتانے والے انداز میں بولتے دوبارہ پرخہ کی جانب متوجہ ہوئے جس کا چہرہ خوف کے مارے لٹھے کی مانند سپید پڑ رہا تھا۔ اس سے قبل کہ شہرام نواب کے ہاتھوں سے اپنی بندوق چھیتے اس کے سینے پہ تانتا نوفیل نے بروقت اسے پیچھے کرتے نوفیل کے حصار مں دیا تھا اور خود ایک جھٹکے سے اس کا کالر اپنی گرفت میں دیتے ایک جھٹکا دیا۔

فلحال وہ ایک بھائی ہونے کی حیثیت سے خاموش ہے تو اس کو خاموش ہی رہنے دو" اگر وہ دھاڑنے پہ آیا تو اس دھاڑ کی لپیٹ میں سب سے پہلے تم ہی آؤ گے کیونکہ شہرام خان کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ سمجھ آئی اماری بات۔ جب ایک بار بول دیا ہے کہ نہیں کروانی تفتیش تو نہیں کروانی مزید سوال جواب کا کوئی جواز نہیں ہے اور اگر اب تم نے دوبارہ کوئی ایسی حرکت کرنے کی جرأت کی تو تم سے تمہارا یہ رتبہ بھی چھینا جائے گا۔

وہ ایک اچلتی نگاہ اس پہ ڈالتے ناگواری سے اسے پیچھے کی جانب دھکیلتے سرد مہری سے گویا ہوا۔ وہ بمشکل گرتے گرتے بچا اور ایک کاٹ دار نگاہ ان دونوں پہ ڈالتے اپنی وردی کو درست کرتے تن فن کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ شہرام نے تڑپ کر پرخہ کی جانب قدم بڑھائے جو صوفے پہ سمٹ کر بیٹھی کسی نادیدہ نقطے پہ نظریں جمائے اسے دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی۔ وہ اسے سنبھالنا چاہتا تھا سینے میں بھینچنا چاہتا تھا مگر اس کی حالت کے پیش نظر وہ ایسا چاہ کر بھی نہیں کر سکتا تھا تبھی سختی سے لبوں کو آپس میں پیوست کر گیا۔

میں اب نکلتا ہوں مورے انتظار کر رہی ہیں باہر ڈاکٹر سے فارغ ہو گئی ہوں گی تم بھی گھر" جاؤ کیونکہ جو ماحول گھر میں میسر آئے گا وہ یہاں نہیں آئے گا۔ یہاں یہ یہی ڈر کر اپنے "حواس کھوتی رہے گی۔

وہ اسے تنبیہ کرتے ایک سرسری سی نگاہ اس چھوٹی سی لڑکی پہ ڈالتے اپنی مخصوص پروقار چال چلتے باہر کی جانب بڑھ گیا اس کے برعکس گھر کی بازگشت مسلسل اس کی سماعتوں پہ ہتھوڑے برسا رہی تھی۔ وہ اسے گھر کیسے لے کر جائے گا کس منہ سے لے کر جائے گا اور ان سب کو یہ بتائے گا کہ ہماری پرخ کو ناجانے کن حیوانوں نے نوچ ڈالا ہے۔ وہ خود کو اس وقت بے بسی کی انتہاؤں پہ محسوس کر رہا تھا۔ اس ک بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود کو ہی شوٹ کرتے جان سے مار ڈالتا۔

کھڑکی سے چھن سی پڑتی دھوپ کی بدولت اس نے ہولے سے کروٹ بدلتے دوبارہ سونا چاہا مگر ایکدم ہی ذہن میں جھماکہ ہوتے ہی اس نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولی اور

اطراف کا جائزہ لیا تو کمرے میں کسی زی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ وہ اپنے دکھتے سر کو دباتے بیڈ پہ اٹھ کر بیٹھی اور بالوں کو جوڑے میں مقید کرتے بیڈ کراؤن سے پشت ٹکا کر بیٹھ گئی معاً اس کی نگاہ دیوار پہ لگی گھڑی کی جانب اٹھی جو صبح کے آٹھ بج رہی تھی۔ وہ گہرا سانس بھر کر چپل پیروں میں اڑسنے کی کوشش کرنے لگی مگر چپل ہوتی تو وہ پہنتی نا۔ گزری تلخ رات پوری ذور و شور سے اس کے ذہن میں درتچوں میں گھومی تھی۔ صدام کا رویہ یاد کرتے وہ لب بھیج گئی۔

شکر ہے یونی جانے میں ابھی وقت ہے پریسہ بھی نیچے ہی ہوگی میں بھی یونی ہی چلی "جاتی ہوں۔"

وہ کسی سوچ کے تحت بولتی عجلت میں واشروم کی جانب بڑھی اور چہرے پہ پانی کے دو تین چھپا کے مارتی تولیے سے چہرہ صاف کرتی باہر آتے آئیے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ آئیے میں اپنے عکس کو دیکھتے اسے ایک عجیب سے احساس نے آن گھیرا تھا۔ سلوٹ ذدہ کپڑے پہن کر وہ یونی کیسے جاسکتی تھی۔ وہ ہولے ہولے اپنے کپڑوں پہ ہاتھ پھیرتے استری کی تلاش میں نگاہیں گھمانے لگی مگر یہ اس کا گھر ہوتا تو ملتی نا۔ اس

سے پہلے کہ سر پہ ڈوپٹہ درست کرتے باہر کی جانب بڑھتی کمرے کے دروازے پہ کھٹکے کی آواز پہ اس نے دروازہ جوں ہی کھولا ملازمہ دو تین ہینگ ہوئے لباس لیے کھڑی تھی۔ اس نے مسکرا کر وہ سب عقیفہ کی جانب بڑھایا تھا۔

"بہت شکریہ۔"

وہ نرمی سے بولتے اس کے ہاتھوں سے وہ کپڑے لیتے دروازہ بند کر گئی۔ دل ہی دل میں وہ تشکر بھرا سانس خارج کرتے ایک پیلے اور ہلکے نیلے رنگ کا لباس لیتے واشروم کی جانب بڑھی تھی۔ تقریباً دس منٹ میں ہی اس نے سادگی میں ہی اپنی تیاری پہ نظر ثانی کی اور بھاگنے والے انداز میں کمرے سے باہر نکلی تھی۔ یوں نیچے تنہا جاتے ہوئے دل الگ دھڑک رہا تھا۔ وہ اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیرتے جوں ہی ڈائننگ کے نزدیک پہنچی صدام کو وہی بیٹھا دیکھ دم سادھ گئی۔ اسے تھا کہ وہ شاید جاچکا ہوگا اور وہ خود بھی اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ارے آجائے میرا بیٹا۔"

عادل کی محبت بھری آواز پہ اس کی ہمت بندھی تھی۔ پرسہ نے بھی ان کی آواز کے تعاقب میں اس جانب دیکھا تو عقیفہ کو دیکھ کر مسکرا دی۔ صدام نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔ عافیہ نے اسے مسکراتے ہوئے اسے صدام کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا تو اس کے چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا تھا معاً وہ ان کی بات کس صورت میں ٹال سکتی تھی تبھی کرسی کھینچ کر وہی بیٹھ گئی۔ اپنے بیٹھتے ساتھ ہی اس نے صدام کا کرسی کھسکانا شدت سے محسوس کیا تھا۔ اپنی ناقدری پہ اس کے چہرے کا رنگ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا۔ وہ خاموشی سے چہرہ جھکا گئی۔

"ارے ایسے کیوں بیٹھ گئی ڈالو نا کچھ۔"

عادل کی آواز پہ عقیفہ نے مشکل مسکراتے اپنے پلیٹ میں ایک بریڈ کا سلائس رکھا تھا۔ "بابا وہ دراصل پریشان ہو گئی ہے کیونکہ ایسا کھانا کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا ہو گا نا۔" وہ تمسخرانہ لہجے میں بولتے اس کی ذات کے پرچے اڑا گیا تھا۔ عقیفہ نے اپنا ہاتھ سرعت سے کھینچا تھا۔

عادل نے تند نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

وہ تو چھوٹے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے مگر تم چھوٹی سوچ کے مالک ہو صدام جویوں"

"محفل میں بیٹھ کر اپنی عورت کی ذات کو نشانہ بنارہے ہو۔

عادل اس کی بکواس پہ بنا کوئی لحاظ کیے غرائے تھے۔ ان سے اسکی بات بالکل بھی برداشت نہیں ہوئی تھی۔

اور عقیفہ بیٹا آج سے آپ اس گھر میں اس کی بیوی بعد میں میری بیٹی پہلے ہو اسی"

لیے جو کرنا ہے ڈنکے کی چوٹ پہ کرو جو کھانا ہے کھل کر کھاؤ جیسے کھانا ہے کھاؤ کسی نے

روک ٹوک کی اگر تو میں جانتا ہوں کہ اسے لگامیں کیسے ڈالنی ہے۔ ڈالو آپ کسی سے ڈرنے

"کی ضرورت قطعی نہیں ہے۔

وہ کمال بے نیازی سے اسے نظر انداز کرتے عقیفہ کے سر پہ ہاتھ جماتے ہوئے محبت

سے لبریز لہجے میں بولتے اس کی آنکھیں نم کر گئے۔ پریسہ نے محبت سے ان کی جانب دیکھا

تھا جو ہمیشہ سے ہی اپنی باتوں اپنے کاموں کی بدولت اس کا آئیڈیل رہے تھے۔ عقیفہ

نے ان کے نرم لہجے پہ صدام کی تمام تلخ باتوں کو پسِ پشت ڈالتے بریڈ پہ جام لگایا اور پوری دلجمعی سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔ اس دوران صدام کی شعلہ انگلی نگاہیں گاہے بگاہے سب کی جانب اٹھ رہی تھیں۔

"مام۔"

اس نے ضبط سے عافیہ بیگم کو پکارا جنہوں نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا مگر اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئی تھیں۔

سوری صدام اب تمہاری بیوی آچکی ہے اسی لیے اب اسی سے مدد لو میں اپنی بیٹی اور "شوہر کو ہی سنبھال لوں وہی بہت ہے۔ کم از کم میرا کم تو بٹے۔ چلو عفیہ اٹھو اور صدام کو "ناشتہ سرو کرو اور سرو کیا کرو دونوں ایک ساتھ کھاؤ بھی۔"

وہ ڈپٹنے والے انداز میں بولتی عفیہ کو تاکید کرتے ہوئے بولی۔ عادل نے ان کی بات کاٹنی چاہی تھی مگر عافیہ کی تنبیہی نگاہیں خود پہ محسوس کر وہ جبرے بھینچ گئی۔ پریسہ اس

دوران خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔ اس سے قبل کہ عقیقہ ان کی بات کا مان رکھتے اپنی جگہ سے اٹھتی صدام نے ہاتھ کے اشارے سے ہی اسے لوک دیا تھا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے اپنی پلیٹ تک ہی محدود رہو میں کسی کے ساتھ بھی اپنی پلیٹ "

"شئیر کرنا پسند نہیں کرتا۔"

وہ برفیلے لہجے میں بولتے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑا گیا۔ وہ سر جھٹک کر شانے اچکاتی دوبارہ کرسی پہ براجمان ہو گئی۔

آئی وہ بول رہے ہیں کہ یوں ناشتے کے دوران کھڑا ہونا اچھی بات نہیں ہے میں خود "

ہی ڈال لوں گا ویسے بھی میں کونسا ممی ڈیڈی بچہ ہوں میں اپنا ہر کام خود کرنے کا عادی ہوں۔"

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت سفید جھوٹ عافیہ سے بولتے دوبارہ اپنی پلیٹ میں جھک گئی۔ صدام نے تڑپ کر اس کی جانب دیکھا جو کس قدر چالاک سے بات پلٹ گئی تھی حالانکہ اس کو ہمیشہ سے عافیہ سرو کر کے دیتی تھی۔

ارے واہ میرا بچہ شادی کے بعد کافی سمجھدار ہو گیا ہے دیکھ رہے ہیں عادل ایک ہی "رات میں کبھی ایک چھوٹے سے چھوٹے کام کیلئے بھی میرے پاس آتا تھا مگر اب چلو "دیر آئے درست آئے اب کم از کم صدام تو اپنا کام خود نپٹائے گا۔"

وہ تشکرانہ لہجے میں بولتی اس کے صدقے واری چلی گئی۔ پریسہ نے عقیفہ کی شرارت پہ مسکراتے ہوئے اسے آنکھیں دکھائی تھی جواباً وہ بھی مزے سے اسے دیکھتے بائیں آنکھ دبا گئی۔ ان دونوں نے بہت مشکل سے اپنا قہقہہ ضبط کیا ہوا تھا۔ صدام نے قہر برساتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو اب سیپ کھانے میں مصروف تھی۔ اسے یہ اس کا گھر کم عقیفہ کا زیادہ محسوس ہوا تھا۔

"چالاک لومڑی۔"

وہ دانت پیستے ہوئے دھیمی آواز میں غرایا۔ عقیفہ نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا۔

ویسے تھینکیو آپ نے خود ہی کچھ بھی ڈالنے سے انکار کر دیا پلیٹ میں میرا ویسے بھی کوئی "موڈ نہیں تھا وہ بھی آپ کو سرو کرنے میں۔ آپ کی چیزوں پہ میں تھوکتا بھی پسند نا کرو "کجا کہ کچھ ڈال کر آپ کے ساتھ کھانا ناممکنات میں سے ایک ہے۔

وہ مسکراتے لہجے میں بولتے مسلسل اسے زچ کرنے کے چکروں میں تھی۔ صدام کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا سر اسی میز پہ مار دے۔ وہ ایکدم ناشتے سے ہاتھ روکتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"قرے ناشتہ تو ڈھنگ سے کرو۔"

عافیہ اسے ٹو کے بغیر نارہ سکی۔

"بہت شکریہ ماما میں کرچکا ہوں اور مزے کی بات مجھے ہضم بھی ہو گیا ہے۔"

وہ دانت کچکچا کر بولا۔

"ان کو بھی ساتھ۔"

سوری مجھے ایک بہت ضروری کام ہے پہلے مجھے وہاں جانا ہے آپ کی بیٹیاں ہیں نا تو"
آپ ذمہ داری بھی اٹھالیں ویسے بھی یہ دونوں شاید اب میرے لیے اتنی اہمیت کی حامل
"نہیں ہے۔"

وہ سر جھٹک کر اذیت سے بولا۔ پریسہ نے تڑپ کر اس کی جانب دیکھا۔

"بھائی۔"

وہ سسک ہی تو اٹھی تھی اپنے جان سے پیارے بھائی کے لبوں سے یہ سن۔ صدام سر
جھٹکتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ عادل نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو
اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیا تھا اور نرمی سے پریسہ کے آنسو پونچھے تھے۔

"پھر سے رو رہی ہو آپ۔"

وہ تنبیہی لہجے میں گویا ہوئے۔ پریسہ نے نمی کو اندر اتارتے ہوئے سے نفی میں سر ہلایا
تھا۔ عفیفہ بھی اس کی حالت پہ افسردہ سی ہو گئی تھی۔ نجانے کتنے دکھ ابھی مزید اس کی
قسمت پہ تھے۔ اسے صدام پہ حیرت ہوتی تھی کہ کیا یہ وہی شخص تھا جو لاڈو لاڈو کہتا نہیں

تھکتا تھا مگر اب جیسے اسے پریسہ میں اپنی بہن ہی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ کس قدر دوغلا انسان تھا وہ۔ اسے اس وقت صدام سے شدید قسم کی نفرت کا احساس دل میں اجاگر ہوا تھا۔

چلیں آج آپ دونوں کو میں ڈراپ کرتا ہوں یونی اور عافیہ مجھے آج گھر واپس لوٹنے میں " تاخیر بھی ہو سکتی تھی۔ دل بہت گھبراہا ہے میرا یوں کہتے ہوئے نجانے کیوں مگر پھر بھی "جلدی آنا بالکل ناممکن ہے۔

وہ سنجیدگی سے بولے۔

"کیوں دل کیوں گھبراہا ہے۔"

ناجانے کیوں شاید کام کا بوجھ زیادہ ہے آپ پریشان مت ہو انشا اللہ رات میں ملاقات "ہوتی ہے۔

وہ تحمل سے انہیں قائل کرتے انہیں اپنی تعاقب میں آنے کا اشارہ کرتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ ان دونوں نے بھی خاموشی سے ان کی تقلید میں قدم بڑھائے

تھے۔ عقیفہ نے اسے اپنے حصار میں لیتے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا پریسہ آنکھوں میں نمی لیے ہوئے سے مسکرا دی۔ عقیفہ نے اس کی حالت پہ شدید افسوس کیا تھا۔

ویسے ان کا رویہ تمہارے ساتھ کیوں اس قدر بدل گیا ہے پری حالانکہ نکاح مجھ سے "ذبردستی ہوا ہے۔ تمہارا بھلا اس میں کیا قصور۔

وہ دونوں گاڑی میں پچھلی سیٹ پہ براجمان تھی جب عقیفہ نے نا سمجھی سے اس سے استفسار کیا۔ پریسہ کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے گھبرا کر عقیفہ کی جانب دیکھا اگر اسے اس متعلق ذرا سی بھی بھٹک پڑ جاتی تو ان کی دوستی میں بھی فرق آسکتا تھا وہ کسی سوچ کے زیر اثر لرزتے دل سمیت سختی سے نفی میں سر ہلا گئی۔

نن۔ نہیں کچھ بھی تو نہیں بس وہ اس سب کی وجہ سے سب سے ہی ناراض ہے۔ ہو "جائیں گے ٹھیک تم پریشان مت ہو۔

وہ ہکلاتے لہجے میں بولتی بمشکل مسکرا اٹھی۔ عقیفہ نے مشکوک نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا مگر پھر اپنا ہی وہم سمجھ کر سر جھٹک گئی اس میں خیال میں بھلا پری اس

سے کیا اور کیوں چھپا سکتی تھی۔ عادل نے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھتے دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کر رہے تھے۔

"ناجانے یہ عقیفہ اور پری کہاں رہ گئے۔"

وہ معمول کے مطابق کیفے میں موجود اپنی پسندیدہ جگہ پہ کرسیاں لگائے وہاں براجمان تھے معاً ہادی کی آواز پہ ان سب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ کل کے واقعے بعد وہ سب نہایت پریشان تھے ناجانے کل وہاں جا کر کیا ہوا ہوگا مگر فارس کی رگِ ظرافت اسے دیکھ کر بری طرح پھڑکی تھی۔ اس نے شرارتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور رخ سنجیدگی سے اس کی جانب موڑا۔

"تجھے بڑی فکر ہو رہی ہے پری کی۔"

وہ اس کی گردن کے گرد بازو حماٹل کرتے بھنویں اچکاتے مزے سے گویا ہوا۔ ہادی اس کی بات پہ بوکھلاتے اسے ٹھوکا مار گیا۔ سب ان کی حرکت پہ مسکراہٹ دبا گئے تھے۔

فارس کسی کو تو بخش دیا کرو قسم سے بچپن پہ تمہارے ماں باپ نے رکھ کر ایک منہ پہ "لگائی ہوتی نا تو آج تم ایسے نا ہوتے۔"

مریم اس کی بات بات پہ سب کو چھیڑنے والی عادت سے چڑکھاتے ہوئے بولی۔ فارس نے رخ اب سکون سے ایک بار پھر اس کی جانب ہو چکا تھا۔ مریم اس کی آنکھوں سے نکلتے شعلوں سے گھبراتے کھسیا گئی۔ بھلا کیا ضرورت تھی اسے بلانے کی اب اس کی بات ہمیشہ کی طرح اس کے کپڑوں پہ آکر ختم ہوگی اسے یہ بات اچھے سے اذہر تھی۔

قسم سے مریم اگر بچپن میں کسی نے رکھ کر تمہارے منہ پہ دو تین چپیڑیں رکھ رکھ کر "لگائی ہوتی نا تو آج تم ایسے پھٹے ہوئے لباس نا پہن رہی ہوتی اور نا ہی اسے فیشن یا ٹرینڈ کا نام دے رہی ہوتی۔"

وہ دل جلانے والی مسکراہٹ سمیت بولتے اسے جلا کر راکھ کر گیا۔ مریم نے تلملا کر اپنی کتاب اس کے سر پہ کھینچ کر ماری تھی۔

"ویسے آن آویری سیریس نوٹ تم کب بدلوں گی مریم۔"

وہ اس کی جانب جھکتے سرگوشی کرنے والے انداز میں بولا۔ مریم نے کٹیلی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کبھی بھی نہیں۔"

وہ کندھے اچکا کر بولتی موبائل میں سیلفی لینے میں مصروف ہو گئی۔ فارس نے اس کے سر جڑتے ٹیٹھ سماء کرتے اس کی تصویر کو مزید خوبصورت بنانے کا شرف بخشا تھا۔ مریم بے ضبط سے گہرا سانس بھرا۔ باقی سب ان کی نوک جھوک سے خوب محفوظ ہو رہے تھے۔

"تم ضرور بدلوگی مریم یہ بات چاہے تم سٹیمپ پیپر پہ لکھوا لو مجھ سے۔"

وہ آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت بھرے لہجے میں بولا۔

"اور تم یہ بات اس قدر گارنٹی سے کیسے کہہ سکتے ہو فارس شیخ۔"

وہ مکمل طور پہ اس کی جانب رخ موڑتے ہوئے تمسخرانہ مسکراہٹ سمیت بولی۔ فارس نے بغور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیونکہ تمہیں میں ہی بدلوں گا۔"

وہ اس کے بالوں کو کھینچتے چیلنج دیتی نگاہوں سے اسے تکتے ہوئے بولا۔ مریم کے مسکراتے لب اس کی بات اور حرکت پہ سکر گئے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر کے بالوں کو کھینچتے جھنجھلا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ فارس نے اسے دیکھتے مزے سے بائیں آنکھ دبائی تھی۔ وہ پیچ و تاب کھاتی کلاس کی جانب بڑھ گئی کیونکہ اس سے زیادہ اس فارس نامے نمونے کو برداشت کرنا اس کی بس کی بات نہیں تھی۔

معاً اس کے جاتے ہی ان سب کی نگاہ دور سے آتی پریسہ اور عقیفہ کی جانب اٹھی تھی۔ ارے عقیفہ بھابھی آپ اپنے شوہر نامدار کے ساتھ نہیں آئی ہمیں تو لگا تھا آج سے "آپ انہی کے ساتھ آئیں گی۔"

ہادی آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے مزے سے گویا ہوا۔ عناب نے اس کی گھوریوں کو دیکھتے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"بکواس مت کرو میرے ساتھ تم۔"

عفیفہ شہادت کی انگلی اٹھاتے اسے باور کرانے والے انداز میں بولی۔ پریسہ اس دوران خاموشی سے بریزہ کی ساتھ والی کرسی پہ جگہ سنبھال چکی تھی۔

شادی کو ایک دن نہیں ہوا اور تم تو پوری ہٹلر بن گئی ہو۔ پپ حکم اپنے شوہر پہ چلانا "کیونکہ ہم اپنی بیویوں کے علاوہ کسی کے نیچے نہیں لگے گے۔"

ارتضیٰ اعلان کرنے والے انداز میں بولتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ فارس نے بے ساختہ اس کا شانہ تھپتھپاتے اسے شاباشی دی تھی۔

"واہ میری دوستی اثر دکھانا شروع ہو گئی ہے مطلب۔"

فارس نے بے ساختہ اس کی بلائیں لے ڈالی۔ ارتضیٰ نے ہونقوں کی طرح اس کی جانب دیکھا۔

اچھا بھابھی جی آپ ہم سب سے پہلے کلاس کی جانب پدھاریے یقین جانیے ہم اپنے "برؤں کی عزت کرنا بہت اچھے سے جانتے ہیں اس جانب ہے کلاس یہ سب آپ کے "نقش قدم پہ چلیں گی تاکہ ان کی شادیاں بھی جلد از جلد ہو سکے۔"

فارس اس کے سامنے سر کو خم کرتے مودبانہ لہجے میں بولا۔ سب نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا جسے کسی کی نگاہوں کا بھی اثر نہیں ہوتا تھا۔

"تم آخر کس مٹی سے بنے ہو فارس۔"

پریسہ افسوس کرنے والے انداز میں بولی۔

مٹی تو وہی ہے جو تم میں استعمال ہوئی ہے بس اللہ نے مجھ میں لچک زیادہ رکھی ہے۔"

جواباً وہ اتنی سنجیدگی سے بولا کہ سب اس کی حاضر جوابی پہ کڑھ کر رہ گئے۔ اس کے بعد ان میں کسی نے اس نمونے کو مخاطب کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔
